سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی جانے والی معرکۃ الآراء تصنیف
کتاب المغازی
اردو
جلد دوم
مؤلف
امام محمد بن عمر الواقدی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۷ھ
مترجم
مولانا افتخار احمد دامت برکاتہم
MAKTABA-E-REHMANIA
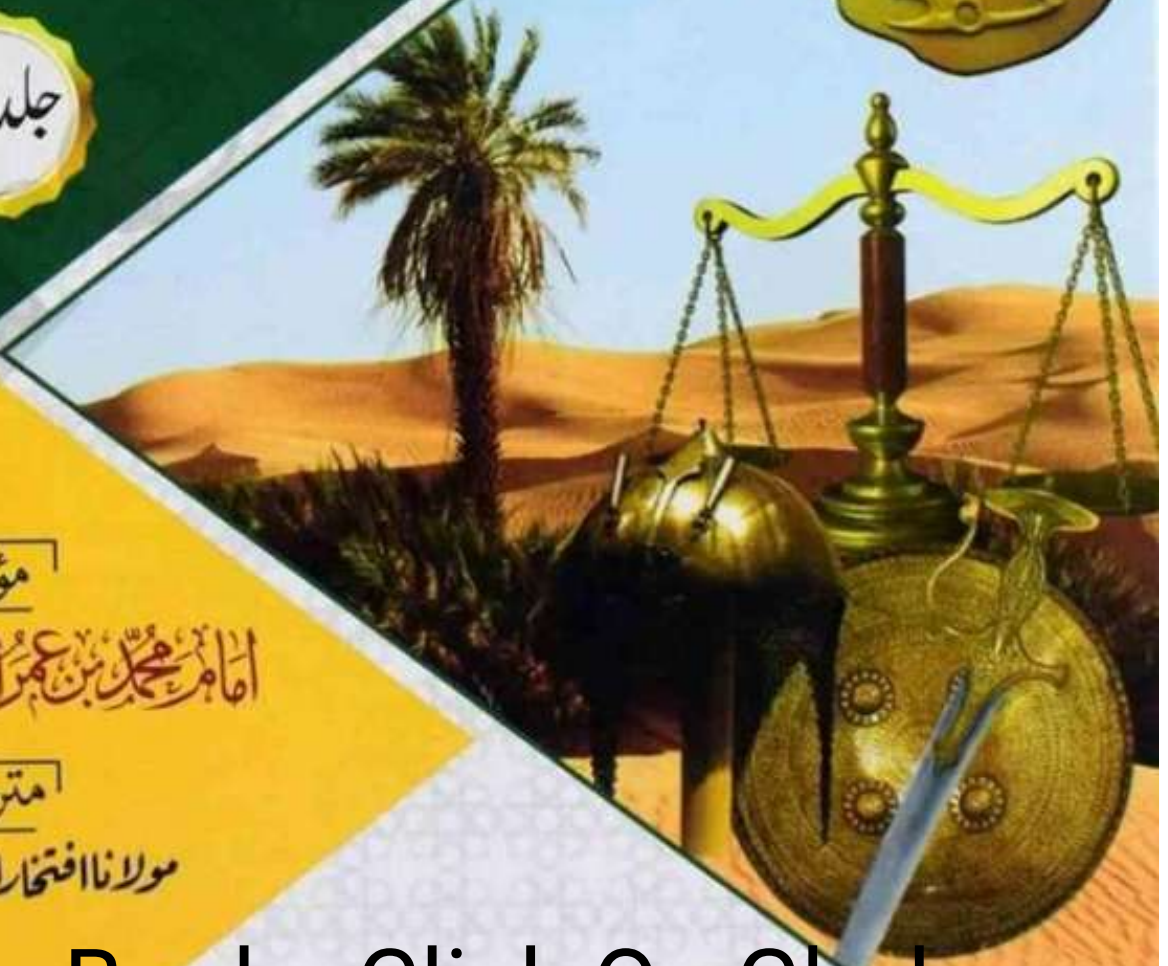
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی جانے والی معرکۃ الآراء تصنیف

کتاب المغازی اردو

مؤلف

امام محمد بن عمر الواقدی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۷ھ

مترجم

مولانا افتخار احمد دامت برکاتہم

جلد دوم

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون: 37355743-37224228-042

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

کتاب المغازی اردو (جلد دوم)

مترجم

مولانا افتخار احمد دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غزوۂ بنو قریظہ

۲۳ ذوالقعدہ بدھ کے دن نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ نے پندرہ دن ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ پھر ۷ ذوالحجہ ۵ ہجری جمعرات کو آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ آپ نے مدینہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔

مؤرخین کا کہنا ہے: جب مشرکین غزوۂ خندق سے واپس لوٹے تو بنو قریظہ کو سخت خوف لاحق ہوا اور انہوں نے سوچا: اب محمد (ﷺ) ان کی طرف پیش قدمی کریں گے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔

نباش بن قیس کی بیوی نے خواب دیکھا، جبکہ مسلمان خندق کے حصار میں تھے۔ کہنے لگی: میں نے خندق کو دیکھا ہے۔ اس میں کوئی نہیں تھا اور میں نے لوگوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اور ہم اپنے قلعوں میں ہیں۔ پھر ہمیں بکریوں کی طرح ذبح کر دیا گیا۔ اس نے اس خواب کا تذکرہ اپنے خاوند سے کیا۔ چنانچہ اس کا خاوند نکلا اور زبیر بن باطا کو وہ خواب سنایا۔ زبیر کہنے لگا: اسے کیا ہوا، خدا کرے وہ کبھی نہ سوئے۔ قریش پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور محمد (ﷺ) تورات کی قسم! ہمارا محاصرہ کریں گے اور محاصرے کے بعد جو ہوگا وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔

فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ خندق سے واپس لوٹے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنا سر مبارک دھویا اور غسل فرمایا اور دھونی منگوا کر دھونی لی، یعنی خوشبو لگائی۔ پھر نمازِ ظہر ادا فرمائی۔ حضرت جبریل علیہ السلام خچر پر سوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس پر زین بچھی ہوئی تھی اور موٹا کپڑا بھی رکھا ہوا تھا۔ ان کے اگلے دانتوں پر غبار چمک رہا تھا۔ وہ جنازہ گاہ کے پاس کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے پکارا: ''لڑائی کرنے والے سے آپ کا کوئی عذر سننے والا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ گھبرا کر باہر نکلے۔ انہوں نے کہا: کیا میں آپ کو نہیں دیکھ رہا کہ آپ نے جنگی لباس اتار دیا ہے جبکہ ابھی تک فرشتوں نے نہیں اتارا؟ ہم نے انہیں حمراء الاسد کی طرف بھیج دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کے لیے حکم ہے کہ بنو قریظہ کی طرف کوچ فرمائیں۔ میں بھی ان کی طرف جا رہا ہوں اور ان پر ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا۔

کہا جاتا ہے کہ وہ چتکبرے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور جھنڈا ان کے سپرد کیا۔ جھنڈا ابھی اسی حالت میں تھا۔ خندق سے لوٹنے

کے بعد ابھی اسے نہیں کھولا گیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے لوگوں میں اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لیے حکم ہے کہ تم عصر کی نماز بنو قریظہ جا کر ہی ادا کرنا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے اسلحہ، خود، ذرہ اور ٹوپی پہن لی اور نیزہ ہاتھ میں لے لیا۔ ڈھال لٹکائی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو لیے۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے چاروں طرف ہو لیے اور اسلحہ پہن کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ یہ کل چھتیس سوار تھے۔ رسول اللہ ﷺ دو گھوڑوں کی رسی تھامے ہوئے تھے اور ایک پر سوار تھے۔ اس کا نام لحیف تھا۔ چنانچہ تین شہسوار آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

بنو عبد مناف میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ شہسوار تھے اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔

بنو زہرہ میں سے عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے۔ بنو تیم میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ بنو عدی میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

بنو عامر بن لوی میں سے عبد اللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تھے۔

بنو فہر میں سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔

اوس میں سے حضرت سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ اور سعد بن زید رضی اللہ عنہم تھے۔

بنو ظفر میں سے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تھے۔

بنو عمرو بن عوف میں سے عویم بن ساعدہ، معن بن عدی، ثابت بن اقرم اور عبد اللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہم تھے۔

بنو سلمہ میں سے حباب بن منذر بن جموح، معاذ بن جبل اور قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہم تھے۔

بنو مالک بن نجار میں سے عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی رضی اللہ عنہ تھے اور بنو زریق میں سے رفاد بن لبید، فروہ بن عمرو، ابو عیاش اور معاذ بن رفاعہ رضی اللہ عنہم تھے۔

بنو ساعدہ میں سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ایوب بن عبد الرحمن بن ابو صعصعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں نکلے۔ گھڑ سوار اور پیادے آپ کے ارد گرد تھے۔ رسول اللہ ﷺ بنو نجار کی ایک جماعت پر سے گزرے۔ وہ صورین میں تھے۔ ان میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ سب صف باندھے ہوئے تھے اور اسلحہ سے لیس تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ گزرے ہیں۔ وہ خچر پر سوار تھے۔ اس پر زین اور ریشمی چادر بچھی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہمیں اسلحہ پہننے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم نے اسلحہ اٹھایا اور صف بندی کر لی۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی کہا: یہ اللہ کے رسول ہیں۔ ابھی تمہارے پاس آنے والے ہیں۔

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم دو صفوں میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کی دو مرتبہ زیارت کی۔ ایک مرتبہ صورین والے دن اور دوسری مرتبہ جنازگاہ والے دن جب ہم حنین سے واپس لوٹے تھے۔

رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ تک جا پہنچے۔ آپ نے ہمارے ایک کنویں کے پاس پڑاؤ ڈالا، جو بنو قریظہ کی زیریں وادی میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کی جماعت میں پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ ان میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم ان تک پہنچ گئے۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو انہیں جنگ کا یقین ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعے کی بنیادوں کے پاس جھنڈا اگاڑ دیا۔ وہ لوگ اپنے قلعوں ہی میں ہمارے سامنے آئے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کی بیویوں کو گالیاں نکال رہے تھے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم خاموش رہے اور ہم نے کہا: اب ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ آپ کی طرف لوٹ آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں جھنڈے کے پاس رہوں۔ چنانچہ میں جھنڈے کے پاس ہی رہا۔ انہیں پسند نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی تکلیف دہ باتوں اور گالم گلوچ کو سنیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف آئے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ آپ سے آگے بڑھے اور کہنے لگے: او اللہ کے دشمنو! ہم تمہارے قلعے سے تب تک نہیں ہٹیں گے جب تک بھوکے نہ مر جاؤ۔ تم بالکل لومڑی جیسے ہو جو کسی سوراخ میں چلی جائے۔ وہ کہنے لگے: اے حضیر کے بیٹے! ہم خزرج کے علاوہ تمہارے دوست ہیں اور بیلوں کی طرح آواز نکالنے لگے۔ انہوں نے فرمایا: اب میرے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ ان کے قریب ہوئے اور ہمیں آپ کے بارے میں ڈر ہوا۔ آپ نے فرمایا: او بندروں اور خنزیروں کے بھائیو اور شیاطین کے بندو! کیا تم مجھے گالیاں نکالتے ہو؟

وہ تورات کی قسم اٹھانے لگے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی کہ ہم نے ایسا نہیں کیا اور کہنے لگے: اے ابو القاسم! آپ تو ناواقف نہیں تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنے تیر انداز صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آ گئے۔

حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا اپنے والد سے نقل فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے سعد! آگے بڑھو اور ان پر تیر پھینکو۔ میں اس جگہ تک آگے بڑھ گیا، جہاں سے میرے تیر ان تک پہنچتے۔ میرے پاس پچاس سے کچھ اوپر تیر تھے۔ ہم نے کچھ دیر ان پر تیر برسائے۔ ہمارے تیر ٹڈیوں کی طرح تھے۔ وہ لوگ بلوں میں گھس گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی باہر جھانک کر نہیں دیکھا۔ ہمیں اپنے تیروں کے ختم ہونے کا ڈر ہوا۔ چنانچہ ہم نے کچھ تیر پھینکے اور کچھ روک لیے۔

حضرت کعب بن عمر مازنی رضی اللہ عنہ تیر انداز تھے۔ فرماتے ہیں: اس دن میں نے اپنی ترکش کے سارے تیر ان کی طرف پھینک دیے۔ پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو ہم ان سے رک گئے۔

فرماتے ہیں: ہم تیر چلا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے اسلحہ پہن رکھا تھا اور گھڑسوار آپ کے اردگرد تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا اور ہم اپنے ٹھکانوں کی طرف واپس چلے گئے۔ پھر ہم اکٹھے ہوگئے اور ہم نے رات گزاری۔

ہمارا کھانا کھجوریں تھیں، جو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھیجی تھیں اور ان کے درختوں کا پھل تھا۔ ہم نے اس میں سے کھایا اور رات گزاری۔

رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھی یہی کھجوریں کھاتے ہوئے دیکھا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بہترین کھانا کھجوریں ہیں۔

مسلمان عشاء میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوگئے۔ ان میں سے بعض نے نماز نہیں پڑھی تھی اور بنوقریظہ آگئے تھے اور بعض نے نماز پڑھ لی تھی۔ انہوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو آپ ﷺ نے فریقین میں سے کسی پر عیب نہیں لگایا۔

پھر اگلے دن ہم سحری کے وقت ان کی طرف گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کو آگے بھیجا۔ آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لڑائی کے لیے تیار کیا اور انہوں نے تمام اطراف سے ان کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔

پھر مسلمان ان پر تیر اور پتھر برسانے لگے اور مسلمان مسلسل یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ اللہ کے رسول ﷺ بھی مسلسل ان پر پتھر پھینکتے رہے۔ حتی کہ انہیں ہلاکت کا یقین ہوگیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ بھی ہم پر اپنے قلعوں سے بہت زیادہ تیر اور پتھر برسا رہے تھے اور ہم ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں سے ہمارے تیر ان تک پہنچ جائیں۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے ان کا سخت محاصرہ کر رکھا تھا۔ میں نے خود کو دیکھا، جب ہم نے اگلے دن فجر سے پہلے ان پر حملہ کیا۔ ہم قلعے کے قریب ہوتے گئے اور قریب سے ان پر تیر پھینکتے گئے اور ہم نے ان کے قلعوں کو گھیرے رکھا حتی کہ شام ہوگئی۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہاد اور ثابت قدمی پر ترغیب دی۔ پھر ہم نے ان کے قلعوں پر ہی رات گزاری اور ہم اپنے ٹھکانوں کی طرف نہیں لوٹے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہم سے لڑائی بند کردی اور اس سے رک گئے۔ وہ کہنے لگے: ہم تم سے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے نباش بن قیس کو اتارا۔ اس نے تھوڑی دیر رسول اللہ ﷺ سے بات کی اور کہنے لگا: اے محمد! ہم اسی معاملے پر اتر آتے ہیں جس پر بنونضیر اترے۔

آپ کے لیے ہمارے اموال اور اسلحہ ہوگا اور آپ ہمارے خون معاف کردیں گے۔ ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر تمہارے شہروں سے نکل جائیں گے اور ہم اسلحے کے علاوہ صرف اتنا سامان لے جائیں گے جو ہمارے اونٹ اٹھا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انکار کردیا۔ انہوں نے کہا: پھر آپ ہمارے خون معاف کردیں اور ہمیں ہماری عورتیں اور بچے دے دیں اور ہمیں اس سامان کی بھی کوئی ضرورت نہیں جو اونٹ اٹھا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم میرے حکم پر اترو گے۔

نباش اپنے ساتھیوں کی طرف واپس لوٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ کی بات سنائی۔ کعب بن اسد نے کہا: اے بنوقریظہ کے لوگو! اللہ کی قسم! تم تو جانتے ہو کہ محمد اللہ کا نبی ہے اور ہم ان کے ساتھ اس لیے شامل نہیں ہوئے کہ ہمیں عربوں پر حسد تھا کہ وہ بنو اسرائیل کے نبی نہیں تھے اور وہ اسی حیثیت میں ہے جو اللہ نے انہیں عطا کی۔ میں بھی عہد شکنی اور وعدہ خلافی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن مصیبت اور اس شخص کی نحوست نے مجبور کردیا، جو ہم پر اور اپنی قوم پر نگران بنا بیٹھا ہے اور اس کی قوم ہم سے زیادہ بری تھی۔

محمد اپنے پیروکاروں کے علاوہ کسی ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑے گا۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ابن خراش جب تمہارے پاس آیا تھا تو اس نے تمہیں کیا کہا تھا۔ پھر کہا: اس نے کہا تھا: میں نے شراب نوشی، خمیرا آٹا اور جوا بازی چھوڑ دی اور میں پانی، کھجوروں اور جَو کی طرف آ گیا۔ انہوں نے کہا: کیا مطلب؟ کہا: اس بستی سے ایک نبی نکلے گا۔ پھر اگر وہ میری زندگی میں نکلا تو میں اس کی اتباع کروں گا اور اس کی مدد کروں گا اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو تم اس کے بارے میں دھوکے میں پڑنے سے بچنا اور اس کی اتباع کرنا اور اس کے مددگار اور دوست بن جانا۔ تم پہلی اور آخری دونوں کتابوں پر ایمان لانے والے ہو جاؤ گے۔

کعب کہنے لگا: پھر آؤ۔ ہم اس کی اتباع کر لیتے ہیں۔ اس کی تصدیق کر دیتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ پھر ہم اپنی جانوں، اپنی اولاد، اپنی عورتوں اور اپنے اموال کو بھی بچا پائیں گے اور ہم ان لوگوں جیسے ہو جائیں گے جو ان کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے غیر کی اتباع نہیں کر سکتے۔ ہم کتاب اور نبوت والے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم کسی اور کی اتباع کریں۔ پھر کعب ان سے خیر خواہی کے جذبے کو لے کر انہیں بار بار یہی کہتا رہا۔ اور انہوں نے جواب دیا: ہم تورات نہیں چھوڑ سکتے اور نہ موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کو چھوڑ سکتے ہیں جس پر ہم ہیں۔

اس نے کہا: پھر آؤ، ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کردیں۔ پھر ہم اپنے ہاتھوں میں تلواریں لے کر محمد اور ان کے ساتھیوں کی طرف نکلیں۔ اگر اس نے ہمیں قتل کردیا تو ہم مارے جائیں گے اور ہمارے پیچھے جو معاملہ ہونا تھا ہم نے اس کا انتظام کرلیا ہوگا اور اگر ہم کامیاب ہو گئے تو میری عمر کی قسم! ہمیں بیویاں اور بچے مل جائیں گے۔ یہ سن کر حیی بن اخطب ہنسنے لگا۔ پھر کہا: ان مسکینوں کا کیا گناہ ہے؟ اور یہود کے سرداران زبیر بن باطا اور دیگر نے کہا: ان کے بعد بھلا جینے کا کیا مزہ۔ اس نے کہا: پھر ایک رائے باقی رہ گئی ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اگر تم نے اسے بھی قبول نہ کیا تو تم اس کے چوتڑ کی اولاد ہو۔ انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ ہفتے کی رات ہے اور عین ممکن ہے کہ رات محمد اور اس کے ساتھی ہماری طرف سے مطمئن ہوں گے کہ ہم اس میں لڑائی نہیں کرتے۔ پھر ہم نکلیں تو شاید ہم کامیابی حاصل کرلیں۔ وہ کہنے لگے: تو کیا ہم ہفتے کے دن

کی بے اکرامی کریں؟ حالانکہ تم بخوبی جانتے ہو کہ ایسا کرنے سے ہمیں کیا مصیبت پیش آئی تھی۔ حیی کہنے لگا: میں نے تمہیں اس کی دعوت دی تھی اور تب قریش اور غطفان موجود تھے۔ تم نے ہفتے کی بے اکرامی سے انکار کر دیا تھا۔ اگر یہود نے میری بات مانی ہوتی تو وہ ایسا کر لیتے۔ یہود چیخ اٹھے کہ ہم ہفتے کے دن کی بے اکرامی نہیں کریں گے۔

نباش بن قیس کہنے لگا: ہمیں ان سے فتح کیسے حاصل ہوگی؟ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ ان کا معاملہ دن بہ دن بڑھ رہا ہے۔

وہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے ہمارا محاصرہ کر رکھا ہے۔ وہ دن میں لڑتے ہیں اور رات کو لوٹ جاتے ہیں۔ یہ تمہاری اپنی بات ہے۔ اگر ہم ان پر رات کو حملہ کریں تو اب وہ لوگ رات گزار رہے ہیں اور وہ دن میں سائے کی طرح رہتے ہیں تو ان سے ہمیں کون سی فتح حاصل ہوگی۔ یہ جنگ اور مصیبت ہمارے مقدر میں لکھی ہے۔ پھر ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا اور معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ اپنے کیے پر نادم ہوئے۔ وہ اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے شرمندہ ہوئے۔ اس لیے کہ عورتوں اور بچوں نے جب ان کی اندرونی کمزوری کو دیکھا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ پھر عورتیں اور بچے رونے لگے اور وہ ان پر ترس کھانے لگے۔

حضرت ثعلبہ بن ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ سعیہ کے بیٹے ثعلبہ، اسید اور ان کے چچا اسد بن عبید نے کہا: اے بنو قریظہ کے لوگو! اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ہمارے پاس ان کی نشانیاں موجود ہیں۔ جو ہمارے علماء اور بنو نضیر کے علماء نے ہمیں بیان کی ہیں۔ یہ (حیی بن اخطب) ان میں سب سے پہلا ہے یہ جبیر بن ہیبان کے ساتھ تھا اور ہمارے ہاں سب سے سچا آدمی تھا۔ اسی نے اپنی موت کے وقت اس کی نشانیاں ہمیں بتلائیں۔

انہوں نے پھر وہی جواب دیا: ہم توراۃ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جب ان لوگوں نے ان کے انکار کو دیکھا تو یہ اس رات اتر آئے جس کی صبح بنو قریظہ اتر آئے تھے اور اسلام قبول کر لیا اور اپنی جان، مال اور اولاد کو بچا لیا۔

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انہی کے ایک شخص عمرو بن سعدی نے کہا: اے یہود کے لوگو! تم نے محمد کو حلف دیا تھا کہ تم اس کے خلاف اس کے کسی دشمن کی مدد نہیں کرو گے اور اگر کسی نے اس پر حملہ کیا تو تم اس کی مدد کرو گے۔ مگر تم نے اپنے اور ان کے درمیان عہد کو توڑ دیا۔ میں اس میں بھی شامل نہیں ہوا اور نہ میں تمہارے دھوکے میں تمہارا شریک رہا۔ پھر اگر تمہیں اس کے ساتھ شامل ہونے سے انکار ہے تو یہودیت پر قائم رہو اور جزیہ ادا کرتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا وہ اسے قبول بھی کریں گے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا: ہم عرب کے لیے اپنی گردنوں میں ٹیکس نہیں ڈالیں گے جس سے وہ ہمیں پکڑتے رہیں۔ قتل ہو جانا اس سے بہتر ہے۔ اس نے کہا: پھر میں تم سے بری ہوں۔

وہ اسی رات بنو سعیہ کے ساتھ نکلا اور نبی کریم ﷺ کے پہرہ داروں کے پاس سے گزرا۔ ان پر محمد بن مسلمہ نگران تھے۔ انہوں نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: عمرو بن سعدی۔ محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گزر جاؤ۔ اے اللہ! مجھے معزز لوگوں کے لغزشوں سے پلٹنے سے محروم نہ فرمانا۔ پھر اس کا راستہ چھوڑ دیا اور نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی مسجد تک آئے۔ پھر وہاں رات گزاری۔ جب اگلی صبح ہوئی تو اس کا کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ایسا آدمی تھا جس کو اللہ نے

اس کی وعدہ وفائی کے صلے میں نجات عطا فرما دی۔

ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے کسی نے نہیں جھانکا اور نہ ہماری روایت کے مطابق لڑائی میں جلدی کی۔

حضرت ابراہیم بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ عمرو بن سعدی پہرہ داروں کے پاس سے گزرا تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکار کر پوچھا: کون ہے؟ کہا: عمرو بن سعدی سے انہوں نے کہا: ہم نے مجھے پہچان لیا ہے۔ پھر فرمایا: اے اللہ! مجھے معزز لوگوں کے لغزشوں سے پلٹنے سے محروم نہ فرمانا۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب بنو قریظہ کا دن آیا تو ایک یہودی کہنے لگا: کوئی ہے جو مقابلہ کرے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس سے مقابلہ کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہائے میرا دادا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے جو بھی اپنے مقابل کے اوپر رہا وہ اسے مار ڈالے گا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے اوپر ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سامان بطور غنیمت انہیں دے دیا۔

حضرت ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان سے لڑائی میں یہ حدیث نہیں سنی گئی۔ میرا خیال ہے یہ وہم ہے اور یہ واقعہ خیبر میں پیش آیا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش

حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سب سے پہلی چیز جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ پر عتاب فرمایا: یہ تھی کہ انہوں نے ایک کھجور کے پھل دار درخت کے بارے میں ایک یتیم سے جھگڑا کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کا فیصلہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کر دیا تھا۔ وہ یتیم چیخ چیخ کر رونے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابولبابہ! یہ درخت مجھے ہبہ کر دو۔ تاکہ آپ اسے یتیم کو واپس کر دیں۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے دینے سے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابولبابہ! اسے یتیم کو دے دو۔ تمہارے لیے اس جیسا جنت میں ہوگا۔ پھر بھی ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اسے دینے سے انکار کر دیا۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک انصاری شخص نے مجھے بتلایا کہ جب انہوں نے یہ دینے سے انکار کر دیا تو ایک انصاری شخص حضرت ابن داحداحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر میں یہ درخت خرید کر اس یتیم کو دے دوں تو کیا مجھے بھی جنت میں اس جیسا درخت ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ حضرت ابن دحداحہ رضی اللہ عنہ گئے اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے ملے۔ فرمایا: میرے باغ کے بدلے میں اپنا یہ کھجور کا درخت مجھے دے دو۔ ان کا کھجوروں کا باغ تھا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ ابن دحداحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نخلستان کے عوض وہ درخت خریدا اور اس یتیم کو دے دیا۔

ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ کفار قریش احد کی طرف آئے۔ حضرت ابن دحداحہ رضی اللہ عنہ بھی نکلے اور شہید ہو گئے۔ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: کتنے ہی پھل دار جھکے ہوئے درخت جنت میں ابن دحداحہ رضی اللہ عنہ کو مل گئے۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: جب ان پر محاصرہ سخت ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہماری طرف ابولبابہ بن عبد المنذر کو بھیجے۔

حضرت سائب بن ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ مجھے ان کی طرف بھیجیں تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا: اپنے حلیفوں کی طرف جاؤ۔ انہوں نے اوس کے درمیان سے تمہیں پیغام بھیج کر بلوایا ہے۔

فرماتے ہیں: میں ان کے پاس گیا اور محاصرہ ان پر تنگ ہو چکا تھا۔ وہ خوشی خوشی میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اے ابو لبابہ! ہم تمام لوگوں سے زیادہ تیرے دوست ہیں۔ کعب بن اسد اٹھا اور کہنے لگا: اے ابو بشیر! تم جانتے ہو ہم نے حدائق اور بعاث والے دن آپ کے اور آپ کی قوم کے معاملے میں کیا کچھ کیا اور ہر جنگ میں تمہارا ساتھ دیا۔ اب ہم پر محاصرہ سخت ہو چکا ہے اور ہم ہلاک ہو رہے ہیں اور محمد ہمارے قلعوں سے جدا ہونے کا نام نہیں لے رہے۔ یہاں تک کہ ہم ان کے حکم پر اتر آئیں۔ اگر وہ ہم سے ہٹ جاتے تو ہم شام یا خیبر کے علاقے میں چلے جاتے۔ پھر ہم ان پر کبھی چڑھائی نہ کرتے اور نہ ہم ان کے خلاف کبھی لشکر تیار کرتے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک یہ آدمی تمہارے ساتھ ہے، یہ تمہیں ہلاک کر کے ہی چھوڑے گا۔ فرماتے ہیں: میں نے حیی بن اخطب کی طرف اشارہ کیا۔ کعب نے کہا: وہ تو اللہ کی قسم! مجھے بھی لے آیا اور مجھے روکا بھی نہیں۔ حیی کہنے لگا: پھر میں کیا کرتا۔ میں ان کے معاملے میں لالچ کر رہا تھا۔ پھر جب وہ مجھے نہیں مل سکا تو میں نے اپنے نفس کو تیری تسلی دی۔ مجھے بھی وہی مصیبت پہنچی ہے، جو تجھے پہنچی ہے۔

کعب نے کہا: مجھے کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ میں تجھے اور خود کر مروا دیتا اور اپنی اولاد کو قیدی بنواتا؟ حیی نے کہا: یہ جنگ اور مصیبت ہماری تقدیر میں لکھی تھی۔ پھر کعب نے کہا: آپ کی کیا رائے ہے، ہم نے دیگر لوگوں میں سے آپ کا چناؤ کیا ہے؟ محمد نے تو ہر بات سے انکار کر دیا ہے وہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے فیصلے پر اتر آئیں۔ کیا پھر ہم اتر آئیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں اتر آؤ اور اپنے حلق کی طرف ذبح ہونے کا اشارہ بھی کر دیا۔

فرماتے ہیں: پھر مجھے ندامت ہوئی اور میں نے ''اناللہ'' پڑھا۔ کعب نے مجھے کہا: اے ابولبابہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کر لی۔

پھر میں اتر آیا اور میری داڑھی آنسوؤں سے تر تھی اور لوگ میرے اپنی طرف لوٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے قلعے کے پیچھے سے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا اور مسجد کی طرف آ گیا۔ پھر میں نے خود کو ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ یہ ستون توبہ کہلاتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ نہیں تھا۔ بلکہ جس ستون کے ساتھ انہوں نے خود کو باندھا تھا، وہ باب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس منبر

کے سامنے تھا۔ یہ قول راجح ہے۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو میرے لوٹنے اور میری غلطی کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: اسے چھوڑو۔ یہاں تک کہ اللہ اس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ فرمائے۔ اگر وہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لیے استغفار کرتا۔ اب جبکہ وہ میرے پاس نہیں آیا اور چلا گیا تو اسے چھوڑ دو۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں پندرہ راتیں بہت بڑی آزمائش میں رہا اور مجھے وہ خواب یاد آتا جو میں نے دیکھا تھا۔

فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم بنوقریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں اور میں بدبودار کیچڑ میں پھنسا ہوا ہوں اور اس سے نہیں نکل پا رہا۔ حتی کہ میں اس کی بدبو سے قریب تھا کہ مر جاتا۔ پھر میں نے ایک جاری نہر کو دیکھا۔ پھر میں نے خود کو اس سے غسل کرتے دیکھا حتی کہ میں صاف ستھرا ہو گیا اور مجھے نہایت عمدہ خوشبو محسوس ہوئی۔

پھر انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا: تم ضرور کسی غمناک آزمائش میں پھنسو گے، پھر وہ تم سے دور کر دی جائے گی۔

میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات کو یاد کرتا اور میں بندھا ہوا تھا۔ لیکن مجھے اپنی توبہ کے نازل ہونے کی امید بھی تھی۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ان سے لڑائی پر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرمایا تھا۔ پھر جب ان سے خطا ہوئی تو آپ نے انہیں معزول کر دیا۔ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرما دیا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے خود کو سات دن رات اس ستون کے ساتھ باندھ کر رکھا جو بابِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ سخت گرمی تھی۔ نہ وہ ان دنوں کچھ کھاتے تھے اور نہ پیتے تھے اور فرماتے تھے: میں اسی طرح رہوں گا، یہاں تک کہ میں دنیا چھوڑ جاؤں یا اللہ میری توبہ قبول فرمالے۔

فرماتے ہیں: وہ اسی طرح رہے۔ حتی کہ مشقت کی وجہ سے وہ آواز بھی نہیں سن پاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ صبح وشام ان کی طرف دیکھتے رہتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ انہیں پکارا گیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول کر لی ہے اور نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف کسی کو بھیجا تا کہ ان کی رسیاں کھول دے۔ مگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کے ہاتھوں کھلنے سے انکار کر دیا۔ پھر آپ ﷺ بنفس نفیس تشریف لائے اور ان کی رسیاں کھول دیں۔

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی رسیاں کھولتے ہوئے دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ باآواز بلند ان سے بات کر رہے تھے اور انہیں ان کی توبہ کا بتلا رہے تھے۔ آپ کو معلوم نہیں تھا کہ آپ نے کتنا زیادہ ان کی مشقت اور کمزوری کا ذکر کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ پندرہ دن بندھے رہے۔ ان کی بیٹی ان کے ناشتے کے لیے کھجوریں لے کر آتی۔ وہ ان میں سے کچھ منہ میں ڈالتے اور چھوڑ دیتے اور فرماتے: اللہ کی قسم! میں اسے نگلنے پر قادر نہیں ہوں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری توبہ نازل نہ ہو۔

وہ ہر نماز کے وقت انہیں کھول دیتی۔ پھر اگر انہیں حاجت ہوتی تو وہ وضو کرتے وگرنہ وہ دوبارہ باندھ دیتی۔ رسیوں نے ان کی کلائیوں میں زخم کردیے تھے اور نشان پڑ گئے تھے۔ وہ اس کے بعد طویل عرصہ تک ان کا علاج کرتے رہے اور یہ نشان تندرست ہونے کے بعد بھی ان کی کلائیوں پر دکھائی دیتے تھے۔

ہم نے ان کی توبہ کے متعلق ایک دوسری روایت بھی سنی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ میرے گھر میں نازل ہوئی۔ میں نے سحری کے وقت رسول اللہ ﷺ کو ہنستے ہوئے سنا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔ آپ کس وجہ سے ہنسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوگئی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں انہیں بتلادوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تم چاہو۔ فرماتی ہیں: میں حجرے کے دروازے پر کھڑی ہوئی اور ابھی حجاب کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا: اے ابولبابہ! خوش ہوجاؤ۔ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے۔ لوگ بھاگ کر ان کی طرف آئے تاکہ ان کی رسیاں کھولیں۔ مگر ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے انکار کردیا اور فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ خود تشریف لائیں گے اور مجھے رسیوں سے آزاد کریں گے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو انہیں کھول دیا۔ ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: "وآخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملاً صالحاً"۔ ترجمہ: "اور دوسرے وہ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا، انہوں نے نیک عمل کو برے عمل کے ساتھ ملا دیا تھا، امید ہے اللہ ان کی توبہ قبول کرلے۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

"یا ایها الذین امنوا لا تخونوا الله والرسول."

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت مت کرو۔"

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"یا ایها الرسول لا یحزنك الذین یسارعون فی الکفر..."

"اے پیغمبر! آپ کو وہ لوگ غمگین نہ کردیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جو اپنے مونہوں سے کہہ دیتے ہیں: ہم ایمان لے آئے......"

ہمارے ہاں راجح پہلی آیت ہے۔ یعنی "وآخرون اعترفوا..."۔

حضرت ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑنا چاہتا ہوں جس میں مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا۔ میں اپنے مال سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ نکالتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھ سے تہائی کافی ہے۔ پھر انہوں نے تہائی مال صدقہ کر دیا اور اپنی قوم کا گھر چھوڑ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ اس کے بعد ان کی طرف سے اسلام میں بھلائی ہی ظاہر ہوئی حتیٰ کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بنو قریظہ اور حکم پیغمبر

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: جب ان پر محاصرہ تنگ ہوا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر اتر آئے تو آپ ﷺ نے ان کے سرداروں کے بارے میں حکم دیا اور ان کے ہاتھوں کو گردن پر باندھ دیا گیا۔ ان کو باندھنے پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نگران مقرر ہوئے۔

انہیں ایک طرف کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو نکال کر دوسری جانب کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ ان کا سامان اور قلعوں میں موجود اسلحہ، اثاثہ جات اور کپڑے سب اکٹھے کر لیے جائیں۔

حضرت مسور بن رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہاں جو اسلحہ ملا، اس کی تفصیل یہ ہے: ۱۵۰۰ تلواریں، ۳۰۰ زرہیں، ۲۰۰۰ نیزے، ۱۵۰۰ لوہے اور چمڑے کی ڈھالیں۔

بہت سا سامان نکلا۔ ڈھیروں برتن تھے۔ وہاں سے شراب اور منشیات کے مٹکے بھی تھے۔ ان سب کو بہا دیا گیا۔ ان میں سے خمس نہیں نکالا گیا۔ انہیں سیراب کرنے والے اونٹ اور جانور بھی بڑی تعداد میں ہاتھ آئے۔ ان سب کو اکٹھا کر لیا گیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس دن شراب وغیرہ کے مٹکے توڑے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ قبیلہ اوس کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ خزرج کے علاوہ ہمارے حلیف ہیں اور آپ جانتے ہیں، آپ نے گزشتہ کل بنو قینقاع میں ابن ابی کے حلیفوں کے ساتھ کیا کیا تھا۔ آپ نے اسے ۳۰۰ بے زرہ و بے ڈھال سپاہی اور ۴۰۰ زرہ پوش سپاہی دے دیے تھے۔ ہمارے حلیف بھی اپنی عہد شکنی پر نادم ہیں۔ وہ ہمیں بخش دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ ان کا اصرار بڑھ گیا اور سب کے سب اوس والے بول اٹھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ ان کے بارے میں تمہارا ایک شخص فیصلہ کر دے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: پھر یہ فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کریں گے۔ سعد رضی اللہ عنہ ان دنوں کعیبہ بنت سعد بن عتبہ کے خیمے میں مسجد میں تھے۔ وہ ان کے زخموں کا علاج کر رہی تھیں۔ ان کی خبر گیری کر رہی تھیں اور وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور ان کا خیال رکھتیں جن کا کوئی نہ ہوتا۔ ان کا خیمہ مسجد میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو وہاں ٹھہرایا تھا۔

پھر جب آپ ﷺ نے فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تو اوس کے لوگ نکلے اور ان کے پاس آئے۔ انہوں

نے ان کو دراز گوش پر سوار کیا۔ اس پر کھجور کی چھال ڈالی ہوئی تھی اور اس کے اوپر مخمل کے کپڑے کا ٹکڑا تھا۔ اس کی لگام بھی کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی۔

وہ ان کے آس پاس ہو کر نکلے اور کہنے لگے: اے ابو عمرو! رسول اللہ ﷺ نے تمہارے موالیوں کے معاملے میں تمہیں امیر بنایا ہے، تاکہ تم ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔ سو ان سے اچھا رویہ اپنانا اور تم تو جانتے ہو کہ ابن ابی اور اس کے حلیفوں کے ساتھ کیا ہوا تھا۔

ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے ابو عمرو! وہ تمہارے دوست ہیں اور انہوں نے ہر جگہ میں تیری حفاظت کی اور تجھے دیگر لوگوں پر ترجیح دی اور وہ تیری پناہ کی امید رکھتے ہیں۔ ان کے پاس اونٹ ہیں اور بڑی تعداد ہے۔

سلمہ بن سلامہ بن وقش نے کہا: اے ابو عمرو! اپنے موالیوں اور حلیفوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ رسول اللہ ﷺ بھی ان بقیہ لوگوں سے محبت کرتے ہیں، جنہوں نے بعاث اور حدائق والے دن اور مختلف جگہوں میں تمہاری مدد کی اور تم ابن ابی سے برے نہ بننا۔

حضرت ابراہیم بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ان کا کوئی شخص کہنے لگا: اے ابو عمرو! اللہ کی قسم! اگر ہم ان سے قتال کرتے تو انہیں قتل کر دیتے اور اگر ہماری طاقت کو آزمایا جاتا تو ہم غالب رہتے۔

فرماتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ خاموش تھے کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ حتی کہ جب ان کا اصرار بڑھ گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب سعد پر وہ وقت آگیا ہے کہ اسے اللہ کے بارے میں کسی ملامت والے کی ملامت کی پروا نہیں ہے۔

ضحاک بن خلیفہ نے کہا: ہائے میری قوم۔ پھر ضحاک اوس کی طرف چلا گیا اور انہیں بنو قریظہ کی موت کی خبر دی۔

معتب بن قشیر نے کہا: ہائے بری صبح!!!

اور حاطب بن امیہ ظفری کہنے لگا: میری قوم ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔

یہود کے متعلق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ سامنے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے سردار کی طرف اٹھو۔ بنو عبد الاشہل کے لوگ کہتے ہیں: ہم ان کے لیے اپنی ٹانگوں پر دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ ہم میں سے ہر شخص انہیں سلام پیش کر رہا تھا۔ حتی کہ وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے۔

کسی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد: ''اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ'' سے مراد انصار تھے قریش نہیں تھے۔

اوس کے لوگ جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس باقی رہ گئے تھے، انہوں نے کہا: اے ابو عمرو! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فیصلے کا اختیار دیا ہے۔ آپ ان کے بارے میں اچھا فیصلہ کرنا اور اپنے ہاں ان کی مصیبت کو یاد رکھنا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم بنو قریظہ کے لیے میرے فیصلے پر راضی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، ہم آپ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ آپ ہم سے غائب تھے۔ ہماری طرف سے آپ کو پورا اختیار ہے اور امید ہے کہ آپ ہم پر احسان کریں گے۔ جیسا کہ آپ کے غیر نے اپنے قینقاع والے حلیفوں کے بارے میں کیا۔ ہماری ترجیح وہی ہے جو آپ کی ترجیح ہے۔ ہمیں آج سب سے زیادہ ضرورت آپ کے انعام کی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کوشش میں تم سے کوتاہی نہیں کروں گا۔ وہ سوچنے لگے: اس قول سے ان کی کیا مراد ہے؟ پھر انہوں نے فرمایا: تم پر اللہ کا عہد و میثاق لازم ہے کہ تمہارے بارے میں فیصلہ وہی ہوگا جو میں فیصلہ کروں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ دوسری جانب گویا ہوئے جس طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے اس جانب سے اعراض کیے ہوئے تھے۔ فرمایا: اور جو اس طرف والے ہیں، ان کا بھی یہی فیصلہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ والوں نے بھی فرمایا: ہاں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میرا ان کے بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ ان کے تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام باندیاں بنالیا جائے اور ان کے تمام اموال تقسیم کر دیے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ عزوجل نے ساتوں آسمانوں پر کیا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس رات جس کی صبح میں بنو قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر اترے تھے، یہ دعا کی تھی: اے اللہ! اگر آپ نے قریش سے کوئی جنگ باقی رکھنی ہے تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھنا۔ اس لیے کہ کسی قوم سے لڑائی میرے نزدیک پسندیدہ نہیں اس قوم کی بنسبت جس نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا، انہیں تکالیف پہنچائیں اور انہیں ان کے شہر سے نکال دیا اور اگر جنگ ان کے اور ہمارے درمیان ختم ہوا چاہتی ہے تو مجھے شہادت عطا فرما دینا اور تب تک مجھے موت نہ دینا جب تک بنو قریظہ سے میری آنکھیں نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا۔

قیدیوں کے بارے میں حکم ہوا کہ انہیں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر میں لے جایا جائے اور عورتوں اور بچوں کو بنت حارث کے گھر لے جانے کا حکم ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجوریں کھلانے کا حکم دیا۔ وہ ان کے آگے رکھ دی گئیں۔ پھر انہوں نے رات گزاری اور وہ گدھوں کی طرح انہیں کھاتے رہے۔ وہ رات بھر تورات پڑھتے رہے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو اپنے دین پر ثابت قدم رہنے اور تورات کو لازم پکڑنے کی تاکید کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلحے، اثاثہ جات، سامان اور کپڑوں کے بارے میں حکم دیا۔ اسے بنت حارث کے گھر لے جایا گیا اور اونٹوں اور بکریوں کو وہیں درختوں میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

فرماتے ہیں: پھر اگلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابوجہم

کے گھر سے لے کر بازار میں تیل کی دکانوں تک خندقیں کھود دی گئیں۔ آپ کے صحابہ ﷺ وہاں کھدائی کر رہے تھے اور آپ ﷺ اپنے کبار صحابہ ﷺ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ بنو قریظہ کے مردوں کو بلاتے اور انہیں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں لایا جاتا اور ان کی گردنیں اتار دی جاتیں۔

ان لوگوں نے کعب بن اسد سے کہا: آپ کیا سمجھتے ہیں محمد ہمارے ساتھ کیا کریں گے؟

اس نے جواب دیا: وہی ہوگا جو تمہارے حق میں برا ہے اور تمہیں اسے برداشت کرنا ہوگا۔ ہر حالت میں تمہارے لیے ہلاکت ہے۔ تم سمجھتے نہیں، کیا تم نے دیکھا نہیں کہ بلانے والا انہیں چھوڑے گا اور جو تم میں سے گیا وہ لوٹ کر نہیں آیا۔ وہ اللہ کی قسم! تلوار ہی ہے۔ میں نے تمہیں اس کے علاوہ کی طرف بلایا تھا مگر تم نے انکار کیا۔ وہ کہنے لگے: یہ ڈانٹنے کا موقع نہیں ہے۔ اگر ہم نے تمہاری رائے پر عیب نہ لگایا ہوتا تو ہم اس عہد شکنی میں داخل ہی نہ ہوتے جو ہمارے اور محمد کے درمیان تھا۔

حیی کہنے لگا: ایک دوسرے کو ملامت کرنا چھوڑو۔ اس سے تم بچ نہیں جاؤ گے۔ بس تلوار کا انتظار کرو۔ چنانچہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے قتل کیا جاتا رہا۔ ان کے قتل پر حضرت علی اور زبیر ﷺ مامور تھے۔ پھر حیی بن اخطب کو لایا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر بندھے تھے۔ اس نے بھورے رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے، جو اس نے قتل کے لیے پہنے تھے۔ پھر اس نے اسے انگلی کے پوروں سے پھاڑ دیا۔ تاکہ کوئی اسے اس سے چھین نہ لے۔ جب وہ سامنے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! کیا اللہ تجھ پر قادر ہوا یا نہیں؟ کہنے لگا: ہاں ہاں، اللہ کی قسم! پھر بھی میں تمہاری دشمنی میں اپنے نفس کو ملامت نہیں کروں گا۔ میں نے اس کی جگہ میں عزت حاصل کرنا چاہی مگر اللہ نے تجھے مجھ پر قدرت دے دی۔ میں نے ہر ممکن کوشش کی مگر اللہ جسے رسوا کرنا چاہے وہ رسوا ہو کر رہتا ہے۔

پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے لوگو! اللہ کے حکم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ تقدیر کا لکھا ہوا فیصلہ ہے۔ یہ جنگ بنو اسرائیل کے مقدر میں لکھی تھی۔ پھر اس کے بارے میں حکم ہوا اور اس کی گردن اتار دی گئی۔

پھر غزال بن سموئل کو لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ نے تجھ سے انتقام نہیں لے لیا؟ کہنے لگا: کیوں نہیں، ابو القاسم! آپ ﷺ نے اس کے بارے میں بھی حکم دیا اور اس کی گردن بھی اتار دی گئی۔

پھر نباش بن قیس کو لایا گیا۔ یہ اپنے لانے والے کے ساتھ جھگڑنے لگا اور لڑائی تک نوبت آ گئی۔ اس لانے والے نے اس کے ناک پر مکا مارا اور اس کی نکسیر پھوٹ پڑی۔ رسول اللہ ﷺ نے لانے والے سے فرمایا: تم نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ کیا تلوار کافی نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ مجھے کھینچنے لگا تاکہ بھاگ جائے۔ اس نے کہا: اے ابو القاسم! تورات کی قسم! یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ اگر مجھے چھوڑ بھی دیتا تب بھی میں اس جگہ سے پیچھے نہ ہٹتا جہاں میری قوم کو قتل کیا گیا۔ حتیٰ کہ میں بھی انہی کی طرح ہو جاتا۔

مجرمین سے برتاؤ

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ انہیں دو پہر کو کچھ پلا دو۔ تا کہ وہ ٹھنڈک حاصل کریں۔ پھر باقیوں کو قتل کر دو۔ تم ان پر سورج اور اسلحے کی گرمی کو اکٹھا مت کرو۔ وہ سخت گرمی کا دن تھا۔ سو انہیں دو پہر کے وقت کچھ پلاؤ بھی اور کھلاؤ بھی۔ پھر جب انہوں نے ٹھنڈک حاصل کر لی تب رسول اللہ ﷺ نے باقیوں کو قتل کی اجازت دے دی۔

رسول اللہ ﷺ نے سلمیٰ بنت قیس کی طرف دیکھا۔ وہ آپ کی خالہ لگتی تھی۔ اس نے دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تھی اور آپ کی بیعت بھی کی تھی۔ رفاعہ بن سموأل کا ان سے، ان کے بھائی سلیط بن قیس سے اور گھر والوں سے باہمی مقاطعہ تھا۔ جب وہ قید ہوا تو اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ محمد سے میرے چھوڑنے کی بات کرو۔ میری تم سے رشتہ داری ہے اور تم ایک طرح سے ان کی ماں لگتی ہو۔ تمہارا مجھ پر قیامت کے دن تک احسان ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام منذر! تمہیں کیا ہوا؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! رفاعہ بن سموأل نے ہم سے التجا کی ہے۔ اس سے ہماری رشتہ داری بھی ہے۔ وہ مجھے ہبہ کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے اسے ان سے التجا کرتے دیکھا بھی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، وہ تمہارا ہوا۔ پھر انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! عنقریب وہ نماز بھی پڑھیں گے اور اونٹ کا گوشت بھی کھائیں گے۔ نبی کریم ﷺ مسکرا دیے۔ پھر فرمایا: اگر وہ نماز پڑھے گا تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر وہ اپنے دین پر ثابت رہے گا تو یہ اس کے لیے برا ہے۔

فرماتی ہیں: پھر وہ مسلمان ہو گئے۔ انہیں ام منذر کا غلام کہا جانے لگا۔ یہ بات ان پر شاق گزری۔ انہوں نے گھر آنا چھوڑ دیا۔ جب ام منذر رضی اللہ عنہا کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ میں اللہ کی قسم! تمہاری مالکن نہیں ہوں۔ لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی تھی تو انہوں نے تجھے، مجھے ہبہ کر دیا تھا۔ میں نے تمہارا خون بہانے سے روک دیا۔ آپ اپنے نسب پر ہی ہیں۔ اس کے بعد وہ ان کی قدر کرتے تھے اور گھر واپس آ گئے۔

حضرت سعد بن عبادہ اور حباب بن منذر رضی اللہ عنہما آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اوس کو بنو قریظہ کا قتل ان کے حلیف ہونے کی وجہ سے پسند نہیں آیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! اوس کے جن لوگوں میں خیر تھی انہوں نے اسے پسند کیا اور جن لوگوں نے اسے ناپسند کیا اللہ انہیں کبھی راضی نہ کرے۔ یہ سن کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اوس کے کسی گھر کو نہ چھوڑے بلکہ ان قیدیوں کو ان میں تقسیم کر دیجیے۔ جو اس پر ناراض ہوگا تو اللہ اس کی ناک خاک آلود کرے اور سب سے پہلے میرے گھر کی طرف بھیجیے۔

آپ نے دو قیدیوں کو بنو عبد الاشہل کی طرف بھیجا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک کی گردن اتار دی اور دوسرے کو ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ اسی طرح دو قیدیوں کو بنو حارثہ کی طرف بھیجا۔ ان میں سے ایک کو حضرت ابو بردہ بن

نیار رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور محیصہ رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کیا اور دوسرے کی گردن پر ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہ نے مارا اور اس کا کام ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ نے تمام کر دیا۔

بنوظفر کی طرف دو قیدیوں کو بھیجا۔

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان میں سے ایک کو حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور دوسرے کو حضرت نضر بن حارث رضی اللہ عنہ نے۔

حضرت ایوب بن بشیر معاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ نے ہم بنومعاویہ کی طرف دو قیدی بھیجے۔ ان میں سے ایک کو حضرت جبیر بن عتیق رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور دوسرے کو حضرت نعمان بن عصر رضی اللہ عنہ نے۔ یہ بلی سے ان کے حلیف تھے۔

بنوعمرو بن عوف کی طرف دو قیدیوں عقبہ بن زید اور وہب بن زید کو بھیجا گیا۔ ان میں سے ایک کو حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور دوسرے کو حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے۔

بنوامیہ میں زید کی طرف بھی قیدی لوگوں کو بھیجا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کعب بن اسد کو لایا گیا۔ اس کے ہاتھ اس کی گردن پر بندے ہوئے تھے۔ یہ خوش شکل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اسد ہے؟ اس نے کہا: ہاں، ابوالقاسم! آپ نے فرمایا: تم نے ابن خراش کی نصیحت سے نفع نہیں اٹھایا۔ وہ میری تصدیق کرتا تھا۔ اس نے تمہیں میری اتباع کا حکم دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ اگر تم مجھے دیکھو تو اس کی طرف سے مجھے سلام پیش کرنا۔ اس نے کہا: ہاں، توراۃ کی قسم! اے ابوالقاسم! اور اگر مجھے یہود اس بات پر عار نہ دلاتے کہ میں تلوار سے ڈر گیا تو میں آپ کی اتباع کر لیتا۔ لیکن میں یہودیوں کے دین پر ہی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے بڑھو اور اس کی گردن اتار دو۔ وہ صحابی آگے ہوئے اور اس کی گردن اتار دی۔

حضرت حصین بن عبدالرحمن بن عمرو بن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیی بن اخطب، نباش بن قیس، غزال بن سموأل اور کعب بن اسد کے قتل سے فارغ ہوئے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: باقیوں کا کام تمام کر دو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ انہیں تھوڑے تھوڑے کر کے لاتے رہے اور قتل کرتے رہے۔

نباتہ نامی یہودن کا عجیب قصہ

فرماتے ہیں: بنونضیر کی ایک عورت تھی۔ اس کا نام نباتہ تھا۔ وہ بنوقریظہ کے ایک شخص کے نکاح میں تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ جب ان پر محاصرہ سخت ہوا تو وہ اس کے سامنے رونے لگی اور کہنے لگی: تم مجھ سے جدا ہونے والے ہو۔ اس نے کہا: توراۃ کی قسم! یہی ہونے والا ہے۔ تم عورت ہو۔ تم ان پر یہ چکی گرا دو۔ اس کے بعد ہم ان میں سے کسی کو قتل نہیں کر پائیں گے اور تم عورت ہو۔ اگر محمد ہم پر غالب آ گئے تو وہ عورتوں کو قتل نہیں کرتے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے باندی بنایا

جائے۔ وہ زبیر بن باطا کے قلعے میں تھی۔ اس نے قلعے کے اوپر سے چکی کو لڑھکایا۔ مسلمان بسا اوقات قلعے کے نیچے بیٹھے ہوتے۔ وہ اس کے سائے میں چھاؤں حاصل کرتے تھے۔ جب چکی سامنے آئی اور لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گئے مگر وہ خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کو جا لگی اور ان کا سر پھاڑ دیا۔ مسلمان قلعے والوں سے ڈر گئے۔

پھر جب وہ دن آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ وہ عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ وہ دکھانے کے لیے ہنسنے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی: بنو قریظہ کے سردار قتل کردیے جائیں گے۔ اچانک اس نے کسی کی آواز سنی: اے نباتہ! وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! مجھے ہی بلایا جا رہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کیوں؟ کہنے لگی: مجھے میرے خاوند نے قتل کردیا۔ وہ بڑی میٹھی گفتگو کرنے والی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: تمہارے خاوند نے تمہیں کیسے قتل کیا؟ کہنے لگی: میں زبیر بن باطا کے قلعے میں تھی۔ اس نے مجھے حکم دیا۔ میں نے محمد کے ساتھیوں پر چکی لڑھکا دی۔ اس نے ان میں سے ایک کے سر کو پھاڑ دیا اور وہ مر گیا۔ اب میں اس کے بدلے میں قتل کی جاؤں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں حکم دیا۔ اسے حضرت خلاد بن زید رضی اللہ عنہ کے بدلے میں قتل کر دیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نباتہ کی دلی رضامندی اور کثرت سے ہنسنے کو نہیں بھلا پائی۔ حالانکہ اسے پتہ تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

فرماتی ہیں: اس دن بنو قریظہ کو قتل کیا گیا۔ حتی کہ رات کو بھی مشعلوں کی روشنی میں انہیں قتل کیا گیا۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انہیں شفق غائب ہونے تک قتل کر دیا گیا۔ پھر خندق میں انہیں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ اور ان میں سے جس کی بلوغت کے بارے میں شک ہوتا تو اس کے زیرِ ناف بالوں کو دیکھا جاتا۔ اگر وہ اُگے ہوتے تو اسے قتل کر دیا جاتا اور اگر نہ اُگے ہوتے تو اسے قیدیوں میں چھوڑ دیا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ عمرو بن سعدیٰ کے علاوہ چھ سو تھے۔ اس کی بوسیدہ ہڈیاں ملی تھیں اور وہ بچ گیا تھا۔ علامہ ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا قلعے سے نکلنا راجح ہے۔

مقتولین کی تعداد

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ چھ سو سے سات سو کے درمیان تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ ۷۵۰ تھے۔

فرماتے ہیں: بنو قریظہ کی عورتیں جب رملہ بنت حارث اور اسامہ رضی اللہ عنہما کے گھر میں بھیج دی گئیں تو وہ کہنے لگیں: شاید محمد ہمارے مردوں پر احسان کریں یا ان سے فدیہ قبول کرلیں۔ پھر جب صبح کے وقت انہیں اپنے مردوں کے قتل ہونے کا علم ہوا تو ان کی چیخیں نکل گئیں اور انہوں نے اپنے گریبان پھاڑ دیے۔ ان کے ہوش اڑ گئے اور اپنے مردوں کے افسوس میں انہوں نے

اپنے رخسار پیٹ ڈالے۔ مدینہ ان کی چیخ و پکار سے گونج اٹھا۔

زبیر بن باطا کا قصہ

کہتے ہیں: زبیر بن باطا کہنے لگا: خاموش ہو جاؤ۔ جب سے دنیا بنی ہے کیا تم بنی اسرائیل کی پہلی عورتیں ہو جو لونڈیاں بنیں؟ اور ان سے غلامی ختم نہیں ہوگی کہ ہماری اور تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ اگر تمہارے مردوں میں بھلائی ہوتی تو وہ تمہیں چھڑا لیتے۔ سو دین یہود کو لازم پکڑے رکھنا۔ اسی پر ہم مریں گے اور اسی پر جئیں گے۔

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان اور داؤد بن حصین رحمہ اللہ ایک جماعت سے یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ زبیر بن باطا نے حضرت ثابت بن قیس پر بعاث کے دن احسان کیا تھا۔ ثابت زبیر کے پاس آیا تو اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ انہوں نے کہا: کیا مجھ جیسا تجھ جیسے سے جاہل رہ سکتا ہے؟ ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرا مجھ پر ایک احسان ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تجھے اس کا بدلہ دوں۔ زبیر نے کہا: کریم آدمی ہی کریم کو بدلہ دیتا ہے اور آج تو مجھے تیری بڑی ضرورت تھی۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! زبیر کا مجھ پر احسان ہے۔ اس نے بعاث والے دن میری جان بچائی تھی۔ اس نے کہا: میرے تجھ پر کیے اس احسان کو یاد کر اور میں بھی چاہتا ہوں کہ اسے اس احسان کا بدلہ دوں۔ وہ مجھے ہبہ کر دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارا ہو گیا۔ وہ اس کے پاس آئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے، مجھے ہبہ فرما دیا ہے۔

زبیر کہنے لگا: بوڑھا کمزور آدمی جس کے نہ گھر والے رہے، نہ اولاد رہی اور نہ مدینہ میں کوئی مال رہا۔ وہ زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی اولاد بھی مجھے دے دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اولاد دے دی۔ پھر انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس کا مال اور گھر والے بھی دے دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کا مال، اولاد اور گھر والے سب دے دیے۔ وہ زبیر کی طرف لوٹے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تیری اولاد، گھر والے اور مال دے دیا ہے۔

زبیر کہنے لگا: اے ثابت! تم نے میری کفایت کی اور اپنا حق ادا کر دیا۔ لیکن اے ثابت! اس کا کیا ہوا جس کا چہرہ ایک صاف ستھرے شیشے کی طرح ہے، جس کے چہرے میں قبیلے کی کنواری لڑکیاں اپنا چہرہ دیکھ لیتی تھیں۔ وہ کعب بن اسد کا پوچھ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا: وہ قتل ہو گیا۔ پوچھا: اور شہری اور دیہاتی کے سردار کا کیا بنا، جو دونوں قبیلوں کا سردار تھا، جو جنگ میں انہیں سوار کرتا تھا اور عام حالت میں انہیں کھانا کھلاتا تھا، یعنی حیی بن اخطب؟ فرمایا: وہ بھی قتل ہو گیا۔ پھر پوچھا: اور یہود کے اس بہادر کا کیا بنا جو حملہ کرنے میں سب سے آگے ہوتا ہے اور جب وہ واپس مڑیں تو وہ ان کی حفاظت کرتا ہے، یعنی غزال بن سموأل؟ فرمایا: وہ بھی قتل ہو گیا۔ پوچھا: اور اس کا کیا ہوا جو پل بھر میں رنگ بدلتا تھا، وہ جس جماعت کا بھی امام بنتا اسے منتشر کر دیتا

اور جس گرہ پر بھی جاتا اسے کھول دیتا، یعنی نباش بن قیس؟ انہوں نے فرمایا: وہ بھی قتل ہوگیا۔ پوچھا: اور اس کا کیا بنا جو جنگ میں یہودیوں کا جھنڈا ہوتا تھا، یعنی وہب بن زید؟

فرمایا: وہ بھی قتل ہوگیا۔ پوچھا: اور اس کا کیا بنا جو یہود کے نادار لوگوں کا والی تھا، یہود کے یتیموں اور بیوہ عورتوں کا وارث تھا، یعنی عقبہ بن زید؟ فرمایا: وہ بھی قتل ہوگیا۔ پوچھا: پھر ان دو استادوں کا کیا ہوا جو توراۃ پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے تھے؟ فرمایا: وہ دونوں بھی قتل ہوگئے۔

پھر کہنے لگا: اے ثابت! ان لوگوں کے بعد بھلا زندگی میں کوئی بھلائی ہے؟ کیا میں ایسے گھر لوٹ جاؤں جس میں یہ لوگ رہا کرتے تھے، پھر کیا میں ان کے بعد اس میں ہمیشہ رہوں گا؟ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم سے تیرے احسان کا بس یہی بدلہ چاہتا ہوں کہ مجھے اسی قتل گاہ پر لے جاؤ جہاں بنو قریظہ کے سردار قتل ہوئے۔ پھر مجھے بھی میری قوم کے پچھاڑے ہوؤں میں ڈال دینا۔

اور یہ میری تلوار لو، یہ خوب تیز ہے۔ اس سے مجھے مار دو۔ تیار ہو جا اور اپنا ہاتھ کھانے سے اٹھا اور سر سے ملا لے اور دماغ سے بچنا۔ جسم کے لیے اچھا ہے کہ اس میں گردن باقی رہے۔ اے ثابت! میں ایک ڈول سے پانی بہانے جتنا بھی صبر نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ میں اپنے پیاروں سے جا ملوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اور وہ اس کی بات سن رہے تھے کہ اے ابن باطا! تو بے وقوف ہے۔ یہ ڈول بہانا نہیں ہے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ کہنے لگا: اے ثابت! آگے بڑھو اور مجھے قتل کر دو۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ہرگز تجھے قتل نہیں کروں گا۔ زبیر نے کہا: مجھے پروا نہیں جو بھی مجھے قتل کر دے۔ لیکن ثابت میری بیوی اور بچے کی طرف دیکھو یہ موت سے گھبرا رہے ہیں۔ اپنے ساتھی سے مطالبہ کرنا کہ انہیں چھوڑ دے اور ان کے اموال انہیں واپس کر دے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس کے قریب کھڑے تھے۔ وہ آگے بڑھے اور اس کی گردن اتار دی۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے اہل مال اور اولاد کے لیے مطالبہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اولاد کا جو کچھ تھا سب واپس کر دیا اور اس کی بیوی کو آزاد کر دیا اور ان کے اموال، اونٹ، کھجوریں اور اسلحے کے علاوہ باقی سامان واپس کر دیا۔ اسلحہ آپ نے انہیں نہیں دیا اور وہ لوگ آلِ ثابت بن قیس بن شماس کے ساتھ رہے۔

ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا کا قبولِ اسلام

فرماتے ہیں: بنو نضیر کی ایک عورت ریحانہ بنت زید کی شادی بنو قریظہ میں ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے لیے چنا تھا۔ وہ انتہائی خوبصورت تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا۔ مگر انہوں نے یہودیت کے علاوہ کسی اور مذہب سے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے الگ کر دیا اور اپنے دل میں کچھ کراہت محسوس کی۔

آپ نے ابن سعیہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج کرانہیں بلوایا اور ان سے یہ بات ذکر کی۔ ابن سعیہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ مسلمان ہو جائے گی۔ پھر وہ نکلے اور اس کے پاس آئے اور اسے کہنے لگے: اپنی قوم کی اتباع مت کرو۔ تم اس چیز کو دیکھ چکی ہو جس پر حیی بن اخطب نے انہیں ڈالا تھا۔ اسلام قبول کرلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اپنے لیے پسند فرما رہے ہیں۔

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ نے جوتوں کی آہٹ سنی۔ آپ نے فرمایا: یہ تو ابن سعیہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے۔ وہ مجھے ریحانہ کے اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ریحانہ مسلمان ہوگئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خوش ہو گئے۔

حضرت ایوب بن بشیر معاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ام منذر سلمٰی بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر بھیج دیا۔ وہ ان کے پاس رہیں، حتی کہ جب انہیں ایک حیض آگیا اور وہ اپنے حیض سے پاک ہوگئیں تو ام منذر رضی اللہ عنہا آئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام منذر رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان کے پاس آئے۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں آزاد کردیتا ہوں اور تم سے شادی کرلیتا ہوں اور اگر تم چاہو تو تم میری ملکیت میں رہو اور میں ملکیت کی بنا پر تم سے صحبت کرتا رہوں گا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ پر آسان ہے اور میرے لیے بھی یہ آسان ہے کہ میں آپ کی ملکیت میں رہوں۔ چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی بن کر رہیں اور آپ ان سے وطی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس ہی فوت ہوگئیں۔

حضرت ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے ریحانہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرما کر ان سے شادی کرلی تھی اور وہ اپنے گھر والوں میں حجاب کرتی تھیں۔ خود فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔

یہ حدیث ہمارے نزدیک راجح ہے اور ریحانہ رضی اللہ عنہا کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خاوند حکم تھے۔

غنائم کی تقسیم اور خرید وفروخت کا بیان

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: جب اموال غنیمت جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان اور قیدیوں کی خرید وفروخت کی اجازت دے دی۔ نخلستان بھی تقسیم فرمادیے۔

بنو عبد اشہل، ظفر، حارثہ اور بنو معاویہ کے قبائل کو ایک حصہ ملا۔ بنو عمرو بن عوف اور اوس کے بقیہ لوگوں کو ایک حصہ ملا۔ اسی طرح بنو نجار، مازن، مالک، ذبیان اور عدی کو ایک حصہ ملا۔ سلمہ، زریق اور بنو حارث بن خزرج کو ایک حصہ ملا۔

گھوڑے کل ۳۶ تھے۔ مریسیع کے دن سب سے پہلے اعلان ہوا کہ گھوڑے کے دو حصے ہوں گے۔ پھر بنو قریظہ میں بھی

اسی طرح کیا گیا جیسے مریسیع میں کیا گیا تھا۔ گھوڑے کے دو حصے، اس کے مالک کا ایک حصہ اور پیدل جانے والے کا بھی ایک حصہ تھا۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت خلاد بن قیس رضی اللہ عنہ کا حصہ بھی نکالا تھا۔ یہ قلعے کے نیچے قتل ہو گئے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوسنان بن محصن رضی اللہ عنہ کا حصہ بھی نکالا تھا، یہ اس وقت فوت ہو گئے تھے جب رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور یہ مسلمانوں کے ساتھ ملکر قتال کر رہے تھے۔

مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور گھوڑے چھتیس تھے۔ چنانچہ کل حصے ۳۰۷۲ ہوئے۔ گھوڑے کے دو حصے اور اس کے مالک کا ایک حصہ۔

حضرت ابراہیم بن جعفر رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ بنوقریظہ میں ۳۶ گھوڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ تین گھوڑے لے کر آئے تھے۔ مگر آپ نے ایک ہی حصہ لیا تھا۔

کل حصے ۳۰۷۲ تھے۔ اس دن اموال کے حصے کیے گئے۔ اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ان میں سے ایک حصہ اللہ کے نام سے نکال لیا گیا۔ اس دن تمام حصے برابر تھے۔ پھر حصے نکالے گئے۔ اسی طرح گھریلو سامان، اونٹ، بکریاں اور قیدی تقسیم ہوئے۔ پھر چار حصوں کو لوگوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ آپ نے اس دن ان عورتوں کو بھی انعام دیا جو قتال میں حاضر ہوئی تھیں اور ان دو مردوں کے لیے بھی حصہ مقرر کیا، جن میں سے ایک شہید ہو گئے تھے اور دوسرے وفات پا گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں کو بھی انعام دیا تھا جو غزوہ بنوقریظہ میں حاضر ہوئی تھیں۔ مگر کوئی خاص حصہ مقرر نہیں کیا تھا۔ وہ یہ ہیں: صفیہ بنت عبدالمطلب، ام عمارہ، ام سلیط، ام علاء، سمیراء بنت قیس اور ام سعد بن معاذ رضی اللہ عنہن۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن مالک بن محمد بن ابراہیم بن اسلم بن نجرہ ساعدی رضی اللہ عنہم اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ آپ بنوقریظہ کے قیدیوں کو بیچ رہے تھے۔ ابوشحم یہودی نے دو عورتیں خریدیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تین تین بچے بچیاں تھیں۔ ان کی قیمت ۱۵۰ دینار تھی۔ وہ کہنے لگا: کیا تم یہود کے دین پر نہیں ہو؟ ان عورتوں نے جواب دیا: ہم اپنی قوم کا دین نہیں چھوڑیں گی، حتی کہ ہم اسی پر مر جائیں گی اور وہ رو رہی تھیں۔

حضرت یعقوب بن زید بن طلحہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب بنوقریظہ کی عورتیں اور بچے قیدی بنے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت حضرت عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بیچ دی۔ ایک گروہ کو نجد کی طرف بھیج دیا۔ ایک کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کی طرف بھیج دیا۔ آپ انہیں بیچ کر ان کے بدلے میں اسلحہ اور گھوڑے خریدتے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے وہ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بیچ دیے تھے۔ پھر ان دونوں نے تقسیم کر لیے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کثیر مال کے عوض اپنا حصہ لے لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر قیدی پر پورا بھاؤ لگایا۔ بوڑھوں کے پاس مال تھا اور جوانوں کے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کو ڈھیروں مال منافع میں ملا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے بھی حصہ لے لیا۔ یہ اس لیے ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حصے میں بوڑھے آئے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے تقسیم کی تو جوانوں کو علیحدہ اور بوڑھوں کو علیحدہ کر دیا۔ پھر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اختیار دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بوڑھوں کو لے لیا۔

حضرت عبدالحمید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ عورتیں اور بچے کل ملا کر ایک ہزار قیدی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے غنیمتوں کو بیچنے سے پہلے خمس نکالا۔ آپ نے قیدیوں کے پانچ حصے کیے۔ پھر پانچواں حصہ لے لیا۔

حضرت اسحاق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن فرمایا: ماں اور اس کی اولاد کے درمیان جدائیگی نہ کی جائے، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! ان کی بلوغت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لڑکی کو حیض آجائے اور لڑکے کو احتلام ہو جائے۔

حضرت یعقوب بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ اس دن دو بالغ بہنوں کے درمیان جدائیگی کر دی جاتی اور ماں بیٹی کے درمیان بھی جب بیٹی بالغ ہو جاتی اور ماں اور اس کے چھوٹے بچوں کو مشرکین عرب، یہودِ مدینہ، خیبر اور تیماء کے یہودیوں کے ہاتھوں بیچ دیا جاتا۔ وہ انہیں لے کر چلے جاتے۔ جب بچہ چھوٹا ہوتا اور اس کے ساتھ ماں نہ ہوتی تو اسے مشرکوں اور یہود کے ہاتھوں نہیں بیچا جاتا تھا، صرف مسلمانوں کو بیچا جاتا۔

حضرت جعفر بن محمود رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس دن تین قیدی خریدے۔ ایک عورت تھی اور اس کے ساتھ اس کے دو بیٹے تھے۔ ان کی قیمت ۴۵ دینار تھی۔ یہ میرا، میرے گھوڑے کا حق تھا، یعنی قیدی، زمین اور سامان وغیرہ اور میرے علاوہ دیگر لوگوں کا بھی یہی حال تھا۔ آپ نے شہسوار کے لیے تین حصے مقرر فرمائے تھے۔ ایک اس کا حصہ اور دو اس کے گھوڑے کے حصے۔

حضرت جعفر بن خارجہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بنو قریظہ میں سوار ہو کر حاضر ہوا تھا۔ میرے لیے ایک حصہ اور میرے گھوڑے کے لیے بھی ایک حصہ مقرر ہوا تھا۔

حضرت عیسیٰ بن معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس اس دن دو گھوڑے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے ۵ حصے مقرر فرمائے تھے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قصہ

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کے بارے میں فیصلہ فرما دیا تو وہ کعیبہ بنت سعد اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے خیمے کی طرف لوٹ آئے۔ انہیں حبان بن عرقہ نے تیر مارا تھا۔ ایک قول کے مطابق ابو اسامہ جشمی نے تیر مارا تھا۔ ان کے بازو کی ایک

رگ کٹ گئی تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں آگ سے داغا تھا۔ مگر ان کا ہاتھ پھول گیا۔ آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ پھر خون بہنے لگا۔ آپ نے دوبارہ داغا تو ہاتھ پھر پھول گیا۔ جب انہوں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو دعا کی: اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے رب! لوگوں میں کسی قوم سے لڑنا مجھے اتنا محبوب نہیں جتنا اس قوم سے لڑنا جنہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا، انہیں قریش سے نکال دیا۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم ہوگئی ہے اور اگر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی جنگ بندی ہوگئی ہے تو اس زخم کو جاری فرما اور مجھے اس میں موت عطا فرما۔ مگر میری آنکھوں کو بنو قریظہ سے ٹھنڈا کر دینا۔ وہ تجھ سے، تیرے نبی سے اور تیرے اولیاء سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اللہ نے ان کا زخم جاری کر دیا۔ وہ رات بھر جاگتے رہتے اور انہیں اس کی خبر بھی نہیں ہوتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس آتے۔ ایک بار آپ آئے اور آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ جا رہے تھے۔ آپ لوگوں نے دیکھا۔ ایک سفید چادر سے انہیں ڈھانپا جا رہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ دراز قد سفید رنگت والے آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور ان کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ پھر دعا کی: اے اللہ! سعد نے تیری راہ میں جہاد کیا۔ تیرے رسول کی تصدیق کی اور اپنا فرض نبھا دیا۔ ان کی روح کو سب سے بہتر حالت میں قبض فرما جس حالت میں تو اپنی مخلوقات کی روحیں قبض کرتا ہے۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی آواز سنی تو اپنی آنکھیں کھول دیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اس کا پیغام پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا سر اپنی گود سے اتارا، پھر اٹھے اور چلے گئے۔ وہ اس کے بعد فوت نہیں ہوئے اور اپنے گھر چلے گئے۔ وہ دن کی ایک گھڑی یا اس سے کچھ زیادہ ٹھہرے، ان کا انتقال آپ کے بعد ہوا۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے ریشم کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ عرض کیا: اے محمد! یہ نیک آدمی کون تھا جو تمہارے درمیان فوت ہوا؟ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھل گئے اور رحمن کا عرش جھوم اٹھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: میرا خیال ہے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔

پھر آپ گھبراہٹ کے عالم میں اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے تیزی سے کعبیہ کے خیمے کی طرف نکلے۔ وہاں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ فوت ہو چکے تھے۔ بنو عبد اشہل کے چند لوگ آئے اور انہیں اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے گئے۔ ان میں سے کسی کا جوتا نکل گیا مگر اس نے دوبارہ پہننے کی کوشش نہیں کی۔ چادر گر گئی تو اسے اٹھانے کے لیے کوئی نہیں جھکا اور لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے گئے اور سعد رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچے۔

حضرت ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کی وفات کے وقت موجود تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے خون پھوٹنے لگا تو رسول اللہ ﷺ ان کی

طرف اٹھ کر گئے اور اسے بانہوں میں لے لیا۔ خون آپ ﷺ کے چہرے اور داڑھی مبارک پر لگتا رہا۔ کوئی رسول اللہ ﷺ کو خون سے بچانے لگتا تو آپ اور قریب ہو جاتے۔ حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت سلمہ بن خریش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ ہم دروازے پر تھے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم آپ کے پیچھے جائیں۔ آپ اندر داخل ہوئے۔ گھر میں اور کوئی نہیں تھا۔ صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ چادر میں لپیٹے ہوئے تھے۔

فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو دیکھا، آپ کسی کو ہٹا رہے تھے۔ جب میں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو میں ٹھہر گیا۔ آپ نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا تو میں رک گیا۔ میں پیچھے کو ہٹ گیا۔ آپ تھوڑی دیر بیٹھے پھر باہر تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے تو وہاں کسی کو نہیں دیکھا۔ مگر آپ کسی کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ ہی نظر نہیں آئی۔ پھر ایک فرشتے نے میرے لیے اپنا ایک پر سمیٹ لیا۔ تب میں بیٹھا۔ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: اے ابو عمرو! تجھے بہت مبارک ہو۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رک گئے اور ام سعد رضی اللہ عنہا رونے لگی اور کہنے لگی: ہائے سعد! ام سعد ہلاک ہوگئی۔ ہائے میرا بہادر اور طاقت ور بیٹا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چھوڑ و اے ام سعد! سعد کا تذکرہ نہ کرو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ ہر رونے والی زیادتی کرنے والی ہے سوائے ام سعد رضی اللہ عنہا کے۔ یہ بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں کہتیں اور نہ اس نے جھوٹ کہا ہے۔

ام سعد کا نام کبشہ بنت عبید بن معاویہ بن عبید بن ابجر بن عوف بن حارث بن خزرج ہے اور ان کی بہن فارعہ بنت عبید بن معاویہ بن عبید تھیں۔ یہ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں۔

محدثین فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں غسل دینے کا حکم فرمایا۔ انہیں حضرت حارث بن اوس بن معاذ، اسید بن حضیر اور سلمہ بن سلامہ بن قیس رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ وہ ان پر پانی بہاتے۔ رسول اللہ ﷺ بھی موجود تھے۔ انہیں پہلی مرتبہ پانی سے دھویا گیا۔ دوسری مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں سے، پھر تیسری مرتبہ پانی اور کافور کے ساتھ۔ انہیں تین صحاری کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ انہیں ایک دوسرے پر لپیٹ دیا گیا۔ پھر آل سبط کے ہاں سے میت والی چارپائی لائی گئی اور انہیں چارپائی میں رکھ دیا گیا۔

آپ ﷺ کو دیکھا گیا۔ آپ بھی ان کی چارپائی کو درمیان سے اٹھائے ہوئے تھے۔ جب انہیں نکلنے کے لیے ان کے گھر سے نکالا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازے کے آگے چل رہے تھے۔

حضرت ربیع بن عبدالرحمن بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہم اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم حضرت

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ لوگوں کے ساتھ نکلے۔ جب آپ جنت البقیع پہنچے تو فرمایا: اپنے ساتھی کو دفنانا شروع کر دو۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان کی قبر کھودنے والوں میں سے تھا۔ جب ہم نے ان کی قبر سے مٹی نکالی تو ہر طرف مشک کی خوشبو پھیل گئی۔ حتیٰ کہ ہم نے ان کے لیے لحد تیار کر لی۔

حضرت محمد بن شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کسی نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے ایک مٹھی مٹی لی اور لے کر چلا گیا۔ پھر بعد میں اسے دیکھا تو وہ مشک بن چکی تھی۔

فرماتے ہیں: پھر انہیں اٹھایا گیا۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف جانے میں ہم سے آگے گزر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں ڈر ہوا کہ فرشتے ان کی طرف ہم سے پہلے چلے جائیں گے جیسے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دینے میں انہوں نے ہم پر سبقت کی۔

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھاری بدن والے تھے۔ مگر ہم نے انہیں انتہائی ہلکا پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فرشتوں کو انہیں اٹھائے ہوئے دیکھا۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! منافقین کہتے ہیں: وہ اس لیے ہلکے تھے کہ انہوں نے بنوقریظہ کے بارے میں فیصلہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں وہ فرشتوں کے اٹھانے کی وجہ سے ہلکے محسوس ہو رہے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تشریف لائے۔ ہم ان کی قبر کھود کر فارغ ہوئے تھے۔ ہم نے پانی اور کچی اینٹیں قبر کے پاس رکھ دی تھیں۔ ہم نے ان کی قبر وہاں تیار کی تھی جہاں آج دارِ عقیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آئے اور ان کی قبر کے پاس انہیں رکھ دیا گیا۔ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ میں نے دیکھا، جنت البقیع لوگوں سے بھر گیا تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عبدالرحمن بن جابر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب لوگ ان کی قبر تک پہنچے تو چار افراد ان کی قبر میں اترے۔ حارث بن اوس بن معاذ، اسید بن حضیر، ابونائلہ اور سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر ان کے پاؤں کی جانب کھڑے تھے۔

جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو آپ کے چہرے کے تاثرات بدل گئے اور آپ نے تین بار سبحان اللہ کہا۔ مسلمانوں نے بھی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ حتیٰ کہ جنت البقیع گونج اٹھا۔ پھر آپ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ حتیٰ کہ بقیع میں تکبیر کی صدائیں گونج اٹھیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کے چہرے کو متغیر دیکھا اور آپ نے تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ساتھی پر قبر تنگ ہوگئی تھی اور آپس میں ملنے لگی تھی۔ اگر کوئی اس سے

نجات پا سکتا تو سعد رضی اللہ عنہ اس سے نجات پا جاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو دور کر دیا۔

حضرت مسور بن رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ام سعد کبشہ بنت عبید رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور قبر میں سعد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے لگیں۔ لوگوں نے انہیں ہٹانا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ پھر وہ سامنے آئیں اور ان کی طرف قبر میں دیکھنے لگیں۔ ابھی ان پر کچی اینٹیں اور مٹی نہیں ڈالی گئی تھی۔ فرمانے لگیں: میں اللہ کے ہاں تیرے لیے ثواب کی امیدوار ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کی قبر پر تعزیت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانب بیٹھ گئے۔ مسلمان ان کی قبر پر مٹی ڈالنے لگے اور اسے برابر کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الگ ہو گئے اور بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ جب ان کی قبر برابر ہوگئی اور اس پر پانی چھڑک دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آئے، ان کے لیے دعا کی۔ پھر واپس چلے گئے۔

محاصرۂ بنوقریظہ کے دوران شہید ہونے والے مسلمان

(۱) حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ۔ ان کا تعلق بنوحارث بن خزرج سے تھا۔ نباتہ نے ان پر چکی لڑھکائی تھی اور ان کا سر پھاڑ دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے۔ آپ نے اس عورت کو ان کی وجہ سے قتل کیا۔

(۲) حضرت ابوسنان بن محصن رضی اللہ عنہ۔ ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہیں دفن کر دیا تھا۔ وہ آج بھی بنو قریظہ کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

دیگر یہود کی چہ میگوئیاں

حضرت ابراہیم بن جعفر رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب بنوقریظہ قتل ہو گئے تو حسیل بن نویرہ اشجعی خیبر آیا۔ وہ دو دن سفر میں رہا۔

ادھر یہودِ بنونضیر سلام بن مشکم، کنانہ بن ربیع بن ابوحقیق اور خیبر کے یہودی اپنی مجلس میں بیٹھے تھے اور قریظہ کی خبر جاننے کی کوشش میں تھے۔

اس نے انہیں یہ خبر پہنچائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا۔ انہیں اندازہ بھی نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ پوچھنے لگے: پھر تم نے پیچھے کیا چھوڑا ہے؟ اس نے کہا: بنوقریظہ باندھ کر تلوار سے قتل کر دیے گئے۔

کنانہ نے کہا: حیی کا کیا بنا؟ حسیل نے کہا: وہ ہلاک ہو گیا۔ اسے بھی باندھ کر قتل کر دیا گیا۔ وہ انہیں ان کے سرداروں کے بارے میں بتانے لگا۔ یعنی کعب بن اسد، غزال بن سموائل اور نباش بن قیس کہ وہ وہاں موجود تھا جب انہیں محمد کے سامنے قتل کیا گیا۔

سلام بن مکشم نے کہا: یہ سب حیی بن اخطب کا کیا دھرا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے ہمیں مصیبت میں ڈالا اور رائے میں ہماری مخالفت کی۔ ہمیں ہمارے اموال، ہماری عزت اور ہمارے بھائیوں سے محروم کر دیا اور قتل سے زیادہ سخت ہماری اولاد کا

قید ہو جانا ہے۔ یہودیت اب حجاز میں کبھی نہیں رہ سکے گی۔ یہودیوں کے لیے کوئی قوت اور رائے نہیں رہی۔

فرماتے ہیں: عورتوں کو معلوم ہوا تو وہ چلانے لگیں۔ انہوں نے گریبان پھاڑ دیے اور بال نوچ ڈالے اور ماتم برپا کر دیا۔ دیگر عرب کی عورتیں بھی ان کے ساتھ مل گئیں۔

یہودی گھبرا کر سلام بن مشکم کے پاس آئے اور کہا: اے ابو عمرو! آپ کی کیا رائے ہے؟ ایک روایت میں ہے کہ ان کی کنیت ابو حکم تھی۔ اس نے کہا: تم میری رائے کا کیا کرو گے۔ تم اس میں سے ایک حرف بھی نہیں لو گے۔ کنانہ کہنے لگا: یہ ڈانٹنے کا وقت نہیں ہے۔ بات جہاں تک پہنچ گئی ہے اسے تم بھی جانتے ہو۔ اس نے کہا: محمد یثرب کے یہودیوں سے فارغ ہو چکا ہے اور وہ تمہاری طرف آنے والا ہے۔ وہ تمہارے صحنوں میں اترے گا اور تمہارے ساتھ بھی وہی کرے گا جو اس نے بنو قریظہ سے کیا۔

انہوں نے کہا: پھر کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: ہم خیبر کے یہودیوں کو لے کر اس کی طرف جائیں گے۔ ان کی ایک تعداد ہے۔ ہم تیماء، فدک اور وادی قری کے یہودیوں کو بھی ساتھ لے جائیں گے اور ہم عرب میں سے کسی سے بھی مدد نہیں لیں گے۔ تم غزوۂ خندق میں دیکھ چکے ہو جو عرب نے تمہارے ساتھ کیا حالانکہ تم نے ان کے لیے خیبر کی کھجوروں کی شرط بھی لگا دی تھی۔ انہوں نے بدعہدی کی اور تمہیں رسوا کر دیا اور محمد سے اوس اور خزرج کی کچھ کھجوروں کا مطالبہ کر دیا اور وہ اس سے ڈر کر بھاگ گئے۔

اگرچہ یہ بات بھی ہے کہ نعیم بن مسعود نے محمد کے بارے میں ان سے مکر کیا تھا۔ وہ انہیں خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ پھر ہم اس کے گھر میں جا پہنچیں گے اور ہم اکیلے ہی نئی اور پرانی باتوں کا بدلہ لینے کے لیے لڑیں گے۔

یہودی کہنے لگے: یہ اصل رائے ہے۔ کنانہ نے کہا: میں نے عرب کو خوب جانچا ہے۔ وہ ان کے بارے میں کافی سخت ہیں۔ ہمارے یہ قلعے ویسے نہیں جیسے وہاں ہیں۔ محمد یہ بات جانتا ہے اور وہ ہماری طرف کبھی نہیں آئے گا۔

سلام بن مشکم نے کہا: یہ شخص لڑنا نہیں چاہتا حتیٰ کہ اس کی گردن پکڑ لی جائے۔ پھر یہ اللہ کی قسم! قابل تعریف ہوگا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مرثیے میں چند اشعار بھی کہے۔

سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ

جو سفیان بن خالد بن نبیح کی طرف گیا

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سوموار کو مدینہ سے نکلا۔ یہ محرم کی ۶ تاریخ تھی اور ہجرت کو ۵۴ ماہ پورے ہو چکے تھے۔ میں ۱۲ راتیں غائب رہا اور محرم کی ۲۳ تاریخ کو ہفتے کے دن واپس آیا۔

حضرت موسیٰ بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ سفیان بن خالد بن نبیح ھذلی لحیانی نے عرنہ اور اس کے اطراف میں اپنی قوم اور دیگر چند لوگوں کو لے کر پڑاو ڈالا ہوا ہے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لشکر تیار کر رکھے ہیں اور قرب و جوار کے بہت سے لوگ اس کے ساتھ مل گئے ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں ایک جماعت دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خود کو خزاعہ کی طرف منسوب کرنا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں تو انہیں پہچانتا تک نہیں۔ آپ اس کی صفات میرے لیے بیان فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جب اسے دیکھو گے تو رعب میں پڑ جاؤ گے اور اس سے ڈر جاؤ گے اور شیطان کا ذکر کرو گے، حالانکہ میں لوگوں سے رعب میں نہیں پڑتا تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں کبھی کسی چیز سے نہیں ڈرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں۔ تیرے اور اس کے درمیان نشانی یہ ہوگی کہ جب تو اسے دیکھے گا تو کپکپاہٹ محسوس کرے گا۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: جو تمہارے لیے ممکن ہو کہہ لینا۔ فرماتے ہیں: میں نے صرف اپنی تلوار لی اور میں خزاعی بن کر نکلا۔ میں راستے پر ہو لیا اور قدید تک پہنچ گیا۔ میں نے وہاں بہت سے خزاعی لوگوں کو پایا۔ انہوں نے مجھے سواری اور ساتھی دینا چاہے مگر میرا یہ ارادہ ہی نہیں ہوا اور میں نکلا۔ حتیٰ کہ میں بطنِ سرف آیا۔ پھر میں ہٹ گیا اور عرنہ کی طرف جا نکلا۔ جو بھی مجھے ملتا تو میں اسے کہتا: میں سفیان بن خالد کا ارادہ رکھتا ہوں تا کہ اس کے ساتھ ہو جاؤں، حتیٰ کہ جب بطنِ عرنہ میں تھا تو میں اسے جا ملا۔ وہ چل رہا تھا اور اس کے پیچھے مختلف نسلوں کے لوگ تھے اور جن کو اس نے بلایا اور جو خود اس کے ساتھ آ ملے۔

جب میں نے اسے دیکھا تو گھبرا گیا۔ میں نے وہ صفت پہچان لی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے بیان کی تھی۔ میرا پسینہ نکل آیا۔ میں نے سوچا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو عصر کا وقت شروع ہو چکا تھا۔ میں

نے نماز پڑھی اور میں اپنے سر سے اشارے کرتے ہوئے چلتا رہا۔ جب میں اس کے قریب ہوا تو اس نے کہا: کون آدمی ہے؟ میں نے کہا: خزاعہ کا ایک فرد ہوں۔ میں نے محمد کے بارے میں تیرے لشکر کا سنا تو میں تیرے پاس آ گیا تو تیرے ساتھ مل جاؤں۔ اس نے کہا: ہاں، میں نے اس کے خلاف لشکر اکٹھا کر لیا ہے۔

میں اس کے ساتھ چلتا رہا اور اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ وہ میری باتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ میں نے اسے اشعار بھی سنائے۔ میں نے کہا: محمد کے اس نئے دین پر بڑا تعجب ہے۔ اس نے اپنے آباؤ اجداد کو چھوڑ دیا اور ان کے عقل مندوں کو بے وقوف بتلایا۔ اس نے کہا: محمد ابھی مجھ جیسے سے نہیں ملا۔ وہ اپنی لاٹھی پر ٹیک لگاتا اور زمین کریدتا ہوا چلا اور اپنے خیموں کی طرف پہنچا۔ اس کے ساتھی، اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے جو اس کے قریب قریب تھے۔ وہ اس پر چکر لگاتے رہتے۔ اس نے کہا: اے خزاعی! آ جاؤ۔ میں اس کے قریب ہوا تو اس نے اپنی لونڈی سے کہا: دودھ نکالو۔ اس نے دودھ نکالا اور مجھے پکڑایا۔ میں نے ایک دو گھونٹ پیا۔ پھر میں نے اسے دے دیا۔ وہ اسے اونٹ کی طرح غٹا غٹ پی گیا۔ یہاں تک کہ اس کا ناک بھی جھاگ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا: بیٹھ جاؤ۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ حتیٰ کہ جب لوگ لیٹ گئے اور سو گئے۔ وہ بھی لیٹ گیا۔ میں نے ہوشیاری سے اسے قتل کیا اور اس کا سر لے لیا۔ پھر میں چل پڑا اور میں نے اس کی عورتوں کو اس پر روتا ہوا چھوڑا۔

میری نجات ایسے ہوئی کہ میں پہاڑ میں چڑھ گیا اور غار میں داخل ہو گیا۔ چند گھڑ سوار ڈھونڈنے کے لیے آئے اور کچھ پیادہ پا بھی تھے۔ وہ ہر جانب گھوم پھر رہے تھے۔ میں پہاڑ کی غار میں چھپا ہوا تھا۔ مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا تھا۔ ان میں سے ایک شخص آیا۔ اس کے پاس ایک بڑا برتن تھا اور جوتے اس کے ہاتھ میں تھے۔ میں ننگے پاؤں تھا۔ سب سے مشکل چیز میرے لیے پیاس تھی۔ میں تہامہ اور اس کی گرمی کو یاد کر رہا تھا۔ اس نے برتن رکھا اور جوتے بھی رکھ دیے۔ پھر غار کے دروازے پر بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: غار میں کوئی نہیں ہے۔ پھر وہ لوٹ گئے اور میں برتن کی طرف نکلا۔ میں نے پانی پیا اور جوتے اٹھا کر انہیں پہن لیا۔ میں رات کو چلتا اور دن کو چھپ جاتا۔ حتیٰ کہ میں مدینہ آ گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں پایا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: چہرہ کامیاب ہو گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کے چہرۂ مبارک کو بھی کامیاب کرے۔ میں نے اس کا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور آپ کو واقعہ کی اطلاع دی۔

آپ نے مجھے لاٹھی دی۔ پھر فرمایا: اسے لے کر جنت میں ٹہلنا۔ جنت میں لاٹھی پر چلنے والے بہت تھوڑے ہوں گے۔

وہ لاٹھی حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس رہی حتیٰ کہ جب ان کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ اسے اس کے کفن میں ڈال دیں۔

اس کا قتل ہجرت کے ۵۴ویں ماہ محرم میں ہوا تھا۔

غزوہ قرطاء

حضرت محمد بن مسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں گیارہ محرم کو نکلا اور انیس دن غائب رہا۔ پھر ۲۹ محرم الحرام کو واپس آیا۔ یہ ہجرت کا ۵۵واں ماہ تھا۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنوبکر بن کلاب کی طرف تیس آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ ان میں حضرت عباد بن بشر، سلمہ بن سلامہ بن وقش اور حارث بن خزمہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رات کو سفر کریں اور دن میں گھات لگائیں اور ان پر لوٹ مار کے طور پر حملے کا حکم دیا۔

حضرت محمد رضی اللہ عنہ رات کو سفر کرتے اور دن میں گھات لگاتے۔ حتیٰ کہ جب وہ ایک پانی پر تھے تو انہیں کچھ سواریاں ملیں۔ انہوں نے اپنے ساتھی کو بھیجا تا کہ پوچھے: کون لوگ ہیں؟ وہ قاصد گئے اور لوٹ کر آ گئے۔ پھر کہا: جنگجو لوگ ہیں۔ وہ یہیں قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے جانوروں کو کھولا ہوا ہے۔ انہوں نے ان کو مہلت دی۔ حتیٰ کہ جب وہ چلنے لگے تو انہوں نے ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ ان میں سے چند کو قتل کر دیا اور باقی سارے بھاگ گئے۔ انہوں نے بھاگنے والوں کو نہیں ڈھونڈا۔ وہ اونٹوں اور بکریوں کو ہانک کر لے آئے اور سواریوں کو نہیں لیا۔

پھر چلے حتی کہ جب وہ ایسی جگہ پہنچے جہاں سے وہ بنوبکر کو دیکھ سکتے تھے تو انہوں نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ وہ وہاں گئے اور ٹھہرے رہے۔ پھر جب انہوں نے اپنے جانوروں کو آرام کے لیے چھوڑا اور ان کا دودھ نکالنے لگے اور انہوں نے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ بنالی تو وہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں بتلایا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نکلے اور ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ ان میں سے دس کو قتل کر دیا اور اونٹوں اور بکریوں کو ہانک کر لے آئے۔ پھر وہ مدینہ آ گئے۔

ہم صبح کے وقت ضریہ پہنچے اور مدینہ پہنچنے میں ایک یا دو راتوں کا فاصلہ تھا تو ہم نے جانوروں کو ہانکا۔ ہمیں پیچھا ہونے کا ڈر ہوا تو ہم نے بکریوں کو خوب بھگایا۔ وہ ہمارے ساتھ ایسے بھاگ رہی تھیں گویا گھوڑے ہوں۔

یہاں تک کہ ہم عداستہ پہنچ گئے۔ بکریوں نے ربزہ میں ہم پر دیر کر دی۔ ہم نے اپنے چند ساتھیوں کو ان بکریوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا۔ جو انہیں لے کر آئے اور اونٹوں کو ہانکا گیا۔ پھر انہیں مدینہ میں نبی کریم ﷺ پر پیش کر دیا گیا۔

حضرت محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ضریہ سے نکلا۔ میں ابھی چند قوس ہی چلا تھا کہ بطن نخلہ پہنچ گیا۔ اونٹوں کو لایا گیا۔ وہ کل ۱۵۰ اونٹ تھے اور تین ہزار بکریاں تھیں۔

پھر جب ہم آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا خمس نکالا۔ پھر بقیہ کو اپنے صحابہ پر تقسیم فرما دیا۔ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیا۔ ان میں سے ہر شخص کو حصہ ملا۔

غزوۂ بنولحیان

حضرت عطاء بن ابومروان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ یکم ربیع الاول ۶ ہجری کو نکلے اور غران اور عسفان پہنچ گئے۔آپ ۱۴ راتیں غائب رہے۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے عاصم بن ثابت اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں شدید جذبات کو محسوس کیا۔آپ ۲۰۰ آدمیوں کو لے کر آئے۔آپ کے ساتھ ۲۰ گھڑسوار تھے۔آپ جرف کی ایک جانب معزب قبہ میں اترے۔آپ نے دن کے آغاز سے ہی لشکر ترتیب دے لیا۔ظاہر یہ ہو رہا تھا کہ آپ شام جانا چاہتے ہیں۔پھر آپ صبح ٹھنڈ میں ہی چل پڑے۔آپ غرابات پر سے گزرے۔پھر بین پر سے حتیٰ کہ مخیرات تمام پر جا نکلے۔وہاں آپ راستے پر آئے۔پھر آپ تیز چلے، حتیٰ کہ بطن غران پہنچ گئے، اور آپ ان تک پہنچ گئے۔پھر آپ کو ان پر رحم آیا۔آپ نے فرمایا: تمہیں شہادت مبارک ہو۔لحیان نے یہ بات سن لی۔وہ ڈر کر پہاڑوں کی چوٹیوں میں بھاگ گئے۔ہم ان میں سے کسی پر قادر نہ ہوئے۔آپ ایک یا دو دن ٹھہرے رہے۔آپ ہر جانب جماعتوں کو بھیجتے رہے مگر وہ کسی ایک پر قادر نہ ہوئے۔

پھر آپ نکلے اور عسفان آ گئے۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قریش کو بھی میرے نکلنے کی خبر پہنچ گئی ہے اور میں عسفان کو چاہتا ہوں اور وہ اس سے ڈر گئے ہیں کہ میں ان کے پاس آؤں گا۔سو تم دس گھڑسواروں میں نکلو۔چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان میں نکلے۔حتیٰ کہ غمیم آ گئے۔پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور کسی کا سامنا نہیں ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بات قریش کو معلوم ہوگی اور انہیں خوفزدہ کر دے گی۔وہ ڈر جائیں گے کہ ہم ان کا ارادہ رکھتے ہیں۔

خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ ان دنوں ان کے قبضے میں تھے۔قریش کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ غمیم تک پہنچ گئے ہیں۔قریش نے کہا: محمد غمیم تک آئے ہیں۔ان کا ارادہ صرف خبیب کو چھڑوانا ہے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔انہوں نے ان کی گردنوں میں بھی طوق ڈال دیے اور کہنے لگے: محمد ضجنان تک پہنچ گئے ہیں اور ہم پر داخل ہونے والے ہیں۔ماویہ خبیب کے پاس آئی اور انہیں بتلایا اور کہا: تمہارا ساتھی ضجنان تک پہنچ گیا ہے اور وہ تمہیں لینے آ رہا ہے۔خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا واقعی؟ کہا: ہاں۔حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں کرتے ہیں۔اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ لوگ صرف محترم مہینے کے نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں۔پھر یہ تمہیں

لے جا کر قتل کر دیں گے اور یہ کہہ رہے ہیں: دیکھتے ہیں کیا محمد محترم مہینے میں ہم سے لڑتے ہیں اور ہم تو حلال نہیں سمجھتے کہ اس کے ساتھی کو محترم مہینے میں قتل کر دیں۔ وہ ان کے ہاں قید تھے اور انہیں ڈر تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئیں گے۔

پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ لوٹ گئے۔ آپ یہ دعا کر رہے تھے: ہم رجوع کرنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! آپ سفر میں ساتھی ہیں اور اہل پر خلیفہ ہیں۔ اے اللہ! میں سفر کی دشواری سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور نامراد لوٹنے سے اور گھر والوں اور مال میں برے منظر سے۔ اے اللہ! ہمیں خیریت کے ساتھ پہنچا دے جو خیر کو لائے، تیری مغفرت اور رضا حاصل ہو۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ سے چودہ راتیں غائب رہے۔ آپ نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا تھا۔

یہ غزوہ محرم سن ٦ ہجری میں ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا جب آپ نے یہ دعا مانگی۔

ہمارے تمام حضرات نے یہی بیان کیا ہے۔

غزوہ غابہ کا بیان

حضرت ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ عیینہ نے بدھ کی رات ۳ ربیع الثانی ۶ ہجری کو غارت گری کی۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدھ کے دن اس کی تلاش میں نکلے۔ ہم پانچ راتیں غائب رہے اور سوموار کی رات واپس لوٹے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو ۲۰ اونٹنیاں حاصل ہوئی تھیں اور یہ مختلف علاقوں سے ملی تھیں۔ ان میں سے بعض ذات الرقاع میں، بعض کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نجد سے لائے تھے اور یہ بیضاء اور دیگر جگہوں میں چرتی تھیں۔ پھر وہاں چارہ ختم ہو گیا تو لوگوں نے انہیں جنگل کے قریب کر دیا۔ وہ وہاں کا گھاس اور جڑی بوٹیاں کھاتی پھرتیں اور درختوں میں چرتی رہتیں۔

حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صبح کے وقت وہ اونٹنیاں کیکر وغیرہ کے درختوں میں چرتیں اور مال بردار اونٹ حمض پودے کو کھاتے اور موٹی اونٹنیاں درختوں کی جڑیں وغیرہ کھاتی تھیں۔ چرواہا ہر رات مغرب کے وقت ان کا دودھ نکال کر لے آتا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی اونٹنیوں کی طرف جانے کی اجازت مانگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تیرے متعلق اس بیابان سے ڈر ہے۔ کہیں تجھ پر غارت گری نہ ہو جائے اور ہمیں عیینہ بن حصن کا ڈر ہے۔ یہ جنگل ان کے آس پاس ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اس پر اصرار کیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے تیرا بیٹا قتل ہو جائے گا اور تیری بیوی پکڑی جائے گی اور تو اپنی لاٹھی پر ٹیک لگاتا ہوا آئے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: مجھ پر تعجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: گویا میں تیرے بارے میں دیکھ رہا ہوں اور میں آپ پر اصرار کر رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! وہی ہو کر رہے گا جیسے آپ ﷺ فرما رہے ہیں۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جب نکلنے کی رات آئی تو میری گھوڑی اپنی اگلی ٹانگیں اٹھانے لگی اور وہ بار بار اپنی اگلی ٹانگیں اٹھا رہی تھی اور ہنہنا رہی تھی۔

حضرت ابو معبد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! اس کی عجیب حالت ہے۔ ہم نے اس کے اصطبل کو دیکھا تو وہ چارے سے بھرا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگے: پیاسی ہے۔ پھر اس پر پانی پیش کیا مگر اس نے منہ تک نہ لگایا۔ پھر جب فجر طلوع ہوئی تو انہوں نے اس پر زین ڈالی اور اپنا اسلحہ پہن لیا۔ وہ نکلے اور فجر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ انہوں نے کچھ نہ دیکھا۔ نبی کریم ﷺ

اپنے گھر چلے گئے اور مقداد رضی اللہ عنہ اپنے گھر آ گئے۔ مگر ان کی گھوڑی کو قرار نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے اس کی زین اتاری اور اپنا اسلحہ کھول دیا اور لیٹ گئے۔ اپنی ایک ٹانگ دوسری پر رکھ لی۔ ان کے پاس کوئی آیا اور کہا: گھوڑے اس کی وجہ سے چیخ اٹھے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم اپنے ٹھکانوں میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیاں آرام کر رہی تھیں اور عشاء میں ان کا دودھ بھی نکال لیا گیا تھا اور ہم سو گئے تھے۔ جب رات کا وقت ہوا تو عیینہ نے اچانک ۴۰ گھڑسواروں کو لے کر ہم پر ہلہ بول دیا۔ وہ ہم پر چیخ اٹھے اور ہمارے سروں پر کھڑے تھے۔ انہوں نے میرے بیٹے کو سامنے کیا اور اسے قتل کر دیا۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھی اور تین آدمی تھے، جو بچ نکلے۔ میں بھی وہاں سے کھسک گیا۔ انہیں اونٹنیوں کی رسیاں کھولنے نے مجھ سے غافل کیے رکھا۔ پھر وہ ان کے پیچھے چیخ چیخ کر ہانکنے لگے۔ بس ان کا آخری معاملہ میں نے یہی دیکھا۔

میں نبی کریم ﷺ کے پاس آ گیا اور آپ کو بتلایا تو آپ مسکرا رہے تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جنگل گیا ہوا تھا تاکہ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں کا دودھ آپ کو لا کر دوں۔ میں وہاں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام سے ملا۔ جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اونٹوں میں تھا۔ وہ اس جگہ سے چوک گئے اور رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں کی طرف جا پڑے۔ اس نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں پر عیینہ بن حصن نے ۴۰ گھڑسواروں سمیت حملہ کیا ہے۔ اس نے مجھے یہ بھی بتلایا کہ انہوں نے اس کے بعد مدد بھی دیکھی ہے جس سے عیینہ کی امداد کی گئی۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر مدینہ کی طرف پلٹا۔ جب میں ثنیۃ الوداع تک پہنچ گیا تو میں نے بلند آواز سے چیخ کر کہا: یا صباحاہ تین مرتبہ۔ میں مدینہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان لوگوں کو سنا رہا تھا۔

حضرت محمد بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انہوں نے پکارا: گھبراہٹ ہے تین بار کہا۔ پھر وہ کچھ دیر اپنے گھوڑے پر ٹھہرے رہے۔

حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ آہنی ہتھیار پہن کر سامنے ہوئے۔ پھر وہ تھوڑی دیر ٹھہرے۔ جو شخص سب سے پہلے آپ کی طرف آئے وہ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے خود اور زرہ پہن رکھی تھی اور تلوار سونتی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے نیزے میں جھنڈا باندھ دیا اور فرمایا: جاؤ حتیٰ کہ گھڑسوار تم سے آملیں۔ ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نکل پڑا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا کی تھی۔ حتیٰ کہ میں نے دشمن کے پچھلے حصے کو دیکھ لیا۔ انہیں ان کے ایک گھوڑے نے پیچھے کر دیا تھا۔ اس کے سوار نے اسے خطرناک جگہ میں چھوڑ دیا اور خود اپنے ایک ساتھی کے پیچھے بیٹھ گیا۔

میں نے سوچا کہ میں اس ست گھوڑے کو پکڑ لوں۔ دیکھا تو وہ بالکل کمزور تھا اور بھورے رنگ کا تھا، پراگندہ حال تھا۔ دشمن کے کام کا نہ تھا۔ انہوں نے جنگل کے آخر سے اس پر سفر کیا تھا۔ وہ تھک گیا تھا۔ میں نے اس کی گردن میں کمان کی تانت کا ٹکڑا لٹکا

دیا اور اسے چھوڑ دیا۔ میں نے سوچا: اگر کوئی اس کے پاس سے گزرے گا اور اسے پکڑے گا تو میں اپنی اس نشانی کی وجہ سے اسے لے لوں گا۔ پھر میں نے مسعدہ کو دیکھا۔ میں اسے اسی نیزے سے مارنے لگا جس میں جھنڈا لگا تھا۔ نیزہ پھسل گیا اور وہ اپنے چہرے سے میری طرف پلٹا اور مجھے نیزہ مارا۔ میں نے اپنے ہاتھ میں نیزے کو پکڑا اور اسے توڑ دیا۔ وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میں نے جھنڈے کو گاڑ دیا۔ میں نے سوچا: اسے میرے ساتھی دیکھ لیں گے۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ مجھے آملے۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور زرد عمامہ باندھا ہوا تھا۔ ہم تھوڑی دیر برابر چلتے رہے۔ ہم مسعدہ کو پیچھے سے دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میرے گھوڑے سے آگے بڑھ گئے اور مجھ سے آگے چلے گئے۔ ان کا گھوڑا میرے گھوڑے سے عمدہ تھا۔ حتیٰ کہ وہ مجھ سے غائب ہو گئے اور میں انہیں نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ پھر وہ اسے جا ملے۔ اچانک وہ اس کی چادر کھینچ رہے تھے۔ میں نے بلند آواز سے پوچھا: کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: بہتر کام کر رہا ہوں جیسے تم نے گھوڑے کے ساتھ کیا۔ انہوں نے مسعدہ کو قتل کر دیا تھا اور اس پر چادر لپیٹ دی تھی۔ پھر ہم واپس ہوئے تو دیکھا کہ گھوڑا حضرت علبہ بن زید حارثی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے کہا: یہ میرا گھوڑا ہے اور اس میں میری یہ علامت ہے۔ انہوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آؤ۔ آپ نے اسے مالِ غنیمت میں ڈال دیا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ پیدل ہی نکل پڑے۔ وہ کوشش میں تھے کہ گھوڑوں سے بھی آگے نکل جائیں۔ جیسے کوئی تیز رفتار درندہ ہو۔

برق رفتار صحابی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھاگتا بھاگتا ان لوگوں سے جا ملا۔ میں ان پر تیر پھینکنے لگا۔ میں ہر تیر پر کہہ رہا تھا: یہ لو مجھ سے، میں ابن اکوع ہوں۔ اچانک ان کا ایک گھڑسوار میری طرف پلٹا۔ وہ میری جانب بڑھا تو میں بھاگ کر اس سے آگے نکل گیا۔ میں ایک پوشیدہ جگہ میں گیا اور ان پر تاک تاک کر تیر پھینکنے لگا۔ جب بھی مجھے تیر پھینکنے کا موقع ملتا اور میں کہہ رہا تھا:

اسے لو، میں ابن اکوع ہوں — آج بڑا برا دن ہے

میں مسلسل ان کا سامنا کرتا رہا اور میں کہہ رہا تھا: تھوڑی دیر ٹھہرو۔ تمہارے پہرے دار مہاجرین اور انصار تم سے ملنے والے ہیں۔ وہ مجھ پر مزید غصے ہو جاتے۔ وہ میری طرف پلٹتے مگر میں بھاگ کر انہیں ہرا دیتا۔ حتیٰ کہ میں نے انہیں ذی قرد تک پہنچا دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور گھڑسوار ہم سے عشاء کے وقت آملے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! لوگ پیاسے ہیں۔ ان کے پاس اتنے اتنے چلو کے علاوہ پانی نہیں ہے۔ اگر آپ مجھے ۱۰۰ آدمیوں کے ساتھ بھیجیں تو میں ان کے ہاتھوں میں جو جانور ہیں سب چھڑوا لوں اور میں قوم کے سرداروں کو بھی پکڑ کر لے آؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم قادر ہو جاؤ تو نرمی سے کام

لینا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ غطفان میں ملیں گے۔

حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن ابوجہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گھڑسوار کل آٹھ تھے: حضرت مقداد، ابوقتادہ، معاذ بن ماعص، سعد بن زید، ابوعیاش زرقی، محرز بن نضلہ، عکاشہ بن محصن اور ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہم۔

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مہاجرین میں سے تین تھے: مقداد، محرز بن نضلہ اور عکاشہ بن محصن اور انصار میں سے: سعد بن زید، یہی ان کے امیر تھے۔ ابوعیاش زرقی جو ماہر شہسوار تھے، عباد بن بشر، اسید بن حضیر اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابوعیاش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنے گھوڑے پر سامنے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اگر تم اپنا گھوڑا اپنے سے زیادہ ماہر شہسوار کو دے دو تو وہ گھوڑوں کے پیچھے رہے گا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں لوگوں میں ماہر شہسوار ہوں۔ پھر میں نے اسے ایڑ لگائی۔ ابھی کوئی ۵۰ گز ہی مجھے لے کر وہ چلا ہوگا کہ اس نے مجھے پچھاڑ دیا۔

خود فرماتے ہیں: مجھے تعجب ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے تھے: اگر تم اپنا یہ گھوڑا اپنے سے زیادہ ماہر شہسوار کو دے دو اور میں جواب دے رہا تھا کہ میں ہی لوگوں میں ماہر شہسوار ہوں۔

فرماتے ہیں: یہ خبر بنوعمرو بن عوف تک پہنچ گئی اور امداد بھی آ گئی۔ گھوڑے آ رہے تھے اور لوگ اسی طرح اونٹوں کو لیے کھڑے تھے۔ لوگ اونٹوں اور گدھوں پر سفر کرتے ذی قرد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے دس اونٹنیاں چھڑوا لیں اور باقیوں کو لے کر لوگ شکست کھا گئے اور وہ دس تھیں۔

حضرت محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ بنوعبدالاشہل میں حلیف تھے۔ جب پکارنے والے نے آواز لگائی: گھبراہٹ ہے گھبراہٹ ہے۔ مدد کرو تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا تھا۔ جس کا نام ذولمہ تھا اور یہ باغ میں بندھا ہوا تھا۔ جب اس نے گھوڑے کو ہنہناتے سنا تو وہ بھی ہنہنانے لگا اور باغ میں اپنے کھونٹے پر گھومنے لگا۔

عورتوں نے ان سے کہا: اے محرز! کیا آپ یہ گھوڑا لینا پسند کریں گے؟

یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں تیار ہے، آپ اس پر سوار ہوں اور جھنڈے کو جا ملیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے پاس سے عقاب گزر رہا تھا اور اسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں: پھر وہ نکلے اور تیز چلتے ہوئے وادئ قناۃ بھی عبور کر لی اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے بھی آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے ھیقا میں قوم کو پا لیا۔ انہوں نے ان سے ٹھہرنے کے لیے کہا، وہ رک گئے۔ انہوں نے تھوڑی دیر ان پر نیزے برسائے اور مسعدہ اس پر ابھار رہا تھا۔ انہوں نے اسے بھی نیزہ مارا اور اسے اس کی پشت میں گاڑ دیا۔ انہوں نے محرز کے نیزے کو لیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی حتیٰ کہ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے۔ جب عورتوں اور گھر والوں نے اسے دیکھا تو وہ کہنے لگے: وہ مارے گئے۔

ایک قول یہ ہے کہ محرز رضی اللہ عنہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ جس کا نام جناح تھا۔ انہوں نے اس پر

لڑائی کی۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا وہ اوثار نامی آدمی تھا۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ آئے اور اوثار سے لڑ پڑے۔ انہوں نے ایک دوسرے پر نیزے چلائے۔ حتیٰ کہ ان کے نیزے ٹوٹ گئے۔ پھر انہوں نے تلواریں نکال لیں۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور گردن میں بازو ڈال لی۔ پھر اسے اپنا خنجر مارا اور وہ مر گیا۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اوثار اور عمرو بن اوثار اپنے گھوڑے پر تھے جس کا نام فرط تھا۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھے تھے۔ انہیں حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ام حارث بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے محرز رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جانے پر ابھارا تھا۔

اللہ کی قسم! ہم اپنے قلعوں میں تھے اور اڑتی غبار کو دیکھ رہے تھے۔ اچانک محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا ذولمہ آیا اور اپنے ٹھکانے پر آرکا۔ میں نے سوچا: قسم بخدا! وہ شہید ہو گئے ہیں۔ پھر ہم نے قبیلے کے ایک آدمی کو گھوڑے پر سوار کیا۔ ہم نے کہا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اطلاع دو۔ کیا انہیں صرف بھلائی ہی پہنچی ہے؟ پھر وہ جلد ہی ہماری طرف لوٹ آئے۔

وہ بطور مقدمۃ الجیش نکلے اور ھیقا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ آپ لوگوں کے ساتھ تھے۔ پھر وہ لوٹ آئے اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خبر دی۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنگ ہونے سے ایک دن پہلے میں نے خواب میں آسمان کو دیکھا۔ جو میرے لیے کھول دیا گیا۔ پھر میں آسمان دنیا سے داخل ہوا اور ساتویں آسمان تک پہنچ گیا اور میں سدرۃ المنتہیٰ تک جا پہنچا۔ مجھے کہا گیا: یہ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ میں نے یہ خواب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنایا اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ تعبیر کا علم رکھنے والے تھے۔ انہوں نے فرمایا: تمہیں شہادت مبارک ہو۔ اس کے ایک دن بعد وہ قتل ہو گئے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنے سر کو دھو رہا تھا۔ ابھی میں نے سر کا ایک حصہ دھویا تھا کہ اچانک میں نے اپنے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنی اور وہ اپنے کھروں سے زمین کھرچ رہا تھا۔ میں نے کہا: یہ تو جنگ چھڑ گئی ہے۔ میں اٹھا اور میں نے اپنے سر کا دوسرا حصہ نہیں دھویا۔ میں سوار ہوا اور اپنی چادر لے لی۔ دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی آواز لگا رہے تھے۔ میں مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے جا ملا۔ ہم تھوڑی دیر برابر چلتے رہے۔ پھر میرا گھوڑا ان سے آگے بڑھ گیا۔ وہ ان کے گھوڑے سے زیادہ عمدہ تھا۔ مجھے حضرت مقداد نے جو مجھ سے پہلے نکلے تھے مسعدہ کے محرز رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اطلاع دی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابومعبد! میں مر جاؤں گا یا محرز رضی اللہ عنہ کے قاتل کو قتل کر ڈالوں گا۔ انہوں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ان کے پاس جا پہنچے۔ مسعدہ ان کے لیے ٹھہر گیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور اس کی پشت پر وار کیا اور کہنے لگے: اسے لو اور میں خزرجی کا بیٹا ہوں۔ مسعدہ مر کر گر گیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اترے اور اپنی چادر سے اسے ڈھانپ

دیا۔ انہوں نے اس کے گھوڑے کو اپنے ساتھ لیا۔ وہ ان لوگوں کے پیچھے پیچھے نکلے اور ان سے جا ملے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب لوگ گزرے اور انہوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی چادر کی طرف دیکھا تو اسے پہچان گئے اور کہنے لگے: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے اناللہ پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ یہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا قتل کیا ہوا ہے۔ انہوں نے اس پر اپنی چادر ڈال دی ہے تاکہ تم پہچان لو کہ انہوں نے اسے قتل کیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے لیے اس کے مقتول، اس کے سامان اور اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور انہوں نے وہ سب لے لیا۔ حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کے سامان کو لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا ہے۔ یہ سب انہی کو دے دو۔

حضرت عبداللہ بن ابوقتادہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن مجھ تک پہنچے اور میری طرف دیکھا تو دعا فرمائی: اے اللہ! ان کے بالوں اور جسم میں برکت عطا فرما اور فرمایا: تیرا چہرہ کامیاب ہو گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور آپ کا چہرۂ انور بھی۔ آپ نے پوچھا: مسعدہ کو تم نے قتل کیا؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر پوچھا: یہ تمہارے چہرے میں کیسا نشان ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک تیر میری طرف پھینکا گیا۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس آؤ۔ میں آپ کے قریب گیا۔ آپ نے اس پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ وہ ایسا ہو گیا گویا نہ وہاں کوئی چیز لگی تھی اور نہ زخم ہوا تھا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۷۰ برس کی عمر میں ہوا۔ اس وقت وہ پندرہ سال کے لگتے تھے۔

فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن مجھے مسعدہ کا گھوڑا اور ان کا اسلحہ دے دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں برکت دے۔

حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سرح کا دن تھا تو کوئی پکارنے والا ہمارے پاس آیا اور میں بنو عبد اشہل میں تھا۔ میں نے اپنی زرہ پہنی اور اسلحہ اٹھایا اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ جو خوب طاقت ور اور تیز رفتار تھا۔ اس کا نام نجل تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے زرہ اور خود پہن رکھی تھی۔ مجھے صرف آپ کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ گھڑسوار قناۃ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سعد! چلو میں تمہیں گھڑسواروں پر نگران مقرر کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ میں ان شاء اللہ تجھ سے آملوں گا۔ میں نے تھوڑی دیر اپنے گھوڑے کو آہستہ آہستہ چلایا۔ پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ سرپٹ دوڑنے لگا۔ پھر میں ایک تھکے ہوئے گھوڑے کے پاس سے گزرا۔ میں نے سوچا: یہ کیا ہے؟ میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے مقتول مسعدہ کے پاس سے گزرا۔ پھر میں محرز رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا جو قتل ہو چکے تھے۔ میری طبیعت پر یہ سب گراں گزرا۔ میں مقداد بن عمرو اور معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہما کے پاس چلا گیا۔ ہم نے وہاں قوم کی اڑتی غبار کو دیکھا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے تھے۔ میں نے ابن اکوع کو دیکھا وہ دوڑ میں گھوڑے کو پیچھے چھوڑ رہے تھے اور لوگوں کے آگے آگے تھے۔ وہ ان پر تاک تاک کر تیر برسا رہے تھے۔ پھر وہ تھوڑی دیر ٹھہرے اور ہم بھی ان سے جا ملے۔ ہمارا آپس میں تھوڑی دیر

مقابلہ ہوا۔ میں نے حبیب بن عیینہ پر تلوار ابھاری اور اس کا بایاں کندھا کاٹ دیا۔ اس نے لگام چھوڑ دی۔ اس کا گھوڑا بدکا اور وہ منہ کے بل آ گرا۔ وہ اس پر چڑھ دوڑا اور اسے مار دیا۔ میں نے اس کے گھوڑے کو پکڑ لیا۔ ہمارا اشعار اُمت اُمت تھا۔

ہم نے حبیب بن عیینہ کے قتل میں ایک اور روایت بھی سنی ہے۔

حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی دشمنوں سے لڑائی ہوئی اور ان میں سے محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ان کے بدلے کے لیے نکلے اور مسعدہ کو قتل کر دیا اور اوثار اور عمرو بن اوثار قتل ہو گئے۔ ان دونوں کو عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور حبیب بن عیینہ اور فرقہ بن مالک بن حذیفہ بن بدر اس کے گھوڑے پر تھے۔ انہیں مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

فرماتے ہیں: لوگوں کی باہمی جنگ ذی قرد نامی جگہ میں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ خوف پڑھائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف کھڑے ہوئے اور دو جماعتوں میں سے ایک نے آپ کے پیچھے صف بنالی اور دوسری دشمن کی طرف چلی گئی۔ آپ نے اپنے پیچھے والی جماعت کو ایک رکعت اور ۲ سجدے پڑھائے۔ پھر وہ چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کی جگہوں میں کھڑے ہو گئے۔ دوسرے آ گئے۔ آپ نے انہیں بھی ایک رکعت اور دو سجدے پڑھا دیے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعتیں ہو گئیں اور دونوں جماعتوں کی ایک ایک رکعت ہو گئی۔

حضرت عمارہ بن معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی قرد مقام میں ایک دن اور رات ٹھہرے رہے۔ آپ احوال کی خبر لیتے رہے۔ آپ نے ہر ۱۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک اونٹ قربان کرنے کا حکم دیا۔ وہ لوگ ۵۰۰ تھے یا ۷۰۰ تھے۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے ۳۰۰ افراد کو لے کر ۵ راتیں مدینہ منورہ کا پہرہ دیا۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ انہوں نے ذی قرد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھجوروں کی تھیلے اور دس اونٹ بھیجے۔

لوگوں میں قیس بن سعد اپنے گھوڑے پر تھے جس کا نام ورد تھا۔ یہ وہی تھے جنہوں نے اونٹ اور کھجوریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قیس! تجھے تیرے والد نے گھڑسوار بنا کر بھیجا ہے۔ اس نے مجاہدین کو تقویت دی اور مدینہ کی حفاظت کی۔ اے اللہ! سعد اور آلِ سعد پر رحم فرما۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بہت اچھے آدمی ہیں۔

خزرج والوں نے بات کی اور کہا: اے اللہ کے رسول! وہ ہمارے گھر کے آدمی ہیں اور ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ وہ قحط میں ہمیں کھلاتے ہیں۔ تنگ دست کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نواز ہیں، مصیبتوں میں عطا کرنے والے ہیں۔ قبیلے کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں بہترین لوگ وہی ہیں جو جاہلیت میں ان کے بہترین لوگ تھے جب وہ دین کی سمجھ

حاصل کرلیں۔ جب رسول اللہ ﷺ ہم نامی کنویں تک پہنچے تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ھم کے کنویں کو مقرر نہیں فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اسے تمہارا کوئی شخص خرید کر صدقہ کردے۔ پھر اسے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے خریدا اور صدقہ کردیا۔

حضرت ثعلبہ بن ابو مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ لوگوں کے امیر تھے۔ انہوں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نے دیکھا، جب میں نے مقداد رضی اللہ عنہ کو جماعت کا سردار بنایا اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے جماعت پر امیر بنایا تھا اور آپ کو یہ بھی علم ہے کہ منادی نے جنگ کی آواز لگائی تو سب سے پہلے جو سامنے آئے وہ مقداد رضی اللہ عنہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، حتیٰ کہ تجھے گھڑسوار آملیں۔ پھر آپ نے مجھے جماعت پر نگران بنادیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے چچازاد بھائی! اللہ کی قسم میں نے جو یہ کہا: "غداة فوارس المقداد" اس سے میری مراد محض قافیہ بندی تھی۔ چنانچہ حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ وہ حسان سے کبھی نہیں بولیں گے۔ ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ ان کے امیر حضرت سعد بن زید اشھلی رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی قصواء نامی اونٹنی پر آئیں۔ وہ بھی ان مویشیوں میں تھی۔ ان میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا اور یہ ان میں سے تھا جسے مسلمانوں نے چھڑوایا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ کو سارا واقعے کا علم دے دیا۔ پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ نے مجھے اس اونٹنی پر نجات عطا فرمادی تو میں اسے قربان کردوں گی اور اس کے جگر اور کوہان کا گوشت کھاؤں گی۔ نبی کریم ﷺ مسکرادیے اور فرمایا: اگر اللہ نے تجھے اس پر سوار کردیا تھا اور نجات عطا فرمادی تھی تو تم نے اسے برا بدلہ دیا۔ پھر تم اسے ذبح کرنے لگی ہو اور اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور نہ اس چیز میں جس کی تم مالک نہ ہو۔ یہ تو میری اونٹنی ہے۔ جاؤ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ۔ اللہ تمہیں برکت دے۔

حضرت عبداللہ بن علی رحمہ اللہ اپنی دادی سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر ایک اونٹنی کو دیکھا۔ اس کا نام سمراء تھا۔ میں اسے پہچان گئی۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یہ آپ کی سمراء اونٹنی آپ کے دروازے پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ خوش ہوکر نکلے۔ اس کی مہار عیینہ کے بھتیجے کے ہاتھ میں تھی۔ جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو پہچان لیا۔ پھر فرمایا: اس کے بدلے میں کیا لوگے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں یہ اونٹنی آپ کو ہدیہ کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ مسکرادیے اور اس اونٹنی کو اس سے لے لیا۔ پھر آپ ایک یا دو دن ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد آپ نے اسے تین اوقیہ چاندی دینے کا حکم فرمایا۔ وہ ناراض ہونے لگا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اسے اپنی ذاتی اونٹنی کا بھی بدل دے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور وہ پھر بھی مجھ پر ناراض ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا: کوئی شخص مجھے میری ہی اونٹنی

ہدیہ کرتا ہے، جسے میں پہچانتا بھی ہوں، جیسے اپنے گھر والوں کو پہچانتا ہوں۔ پھر میں اس کا بدل بھی اسے دیتا ہوں مگر وہ اس کے باوجود مجھ پر ناراض ہے۔ اب تو میرا ارادہ یہ ہے کہ میں ہدیہ صرف قریشی یا انصاری سے قبول کروں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا ثقفی یا دوسی سے۔

غزوۂ غابہ میں شہداء مسلمین اور قتل ہونے والے مشرکین کا بیان

مسلمانوں میں سے صرف ایک حضرت محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ انہیں مسعدہ نے قتل کیا تھا۔

مشرکین میں سے:

① مسعدہ بن حکمہ: اسے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

② اوثار

اور ③ اس کا بیٹا عمرو بن اوثار: ان دونوں کو حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

④ حبیب بن عیینہ: اسے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

غمر کی جانب سریۂ عکاشہ بن محصن کا بیان (ربیع الاول ۶ ہجری)

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو چالیس مردوں میں بھیجا۔ ان میں حضرت ثابت بن اقرم، شجاع بن وہب اور یزید بن رقیش رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ وہ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ نکلے اور لوگوں کو ڈرا دیا۔ وہ اپنے پانی سے بھاگ گئے اور اپنے بالائی علاقوں میں ٹھکانہ بنالیا۔

یہ پانی پر پہنچے تو شہر کو خالی پایا۔ انہوں نے جاسوسوں کو بھیجا۔ تا کہ کوئی خبر پائیں یا کوئی نشان دیکھیں۔ حضرت شجع بن وہب رضی اللہ عنہ ان کی طرف لوٹ کر آئے اور بتلایا کہ انہوں نے قریب میں جانوروں کے نشان دیکھے ہیں۔ وہ لوگ سوار ہوئے اور نکل پڑے۔ حتیٰ کہ ان کے جاسوس تک پہنچ گئے۔ وہ رات کو دیکھتا رہا اور آواز سنتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ سو گیا۔ انہوں نے اسے سوتے ہوئے پکڑ لیا اور پوچھا: لوگوں کے بارے میں بتلاؤ۔ اس نے کہا: لوگ کہاں۔ وہ تو اپنے بالائی علاقوں کی طرف چلے گئے ہیں۔ پوچھا: اور جانور کہاں ہیں؟ کہنے لگا: ان کے ساتھ ہیں۔ ان میں سے ایک نے اپنے کوڑے سے اسے مارا تو وہ کہنے لگا: تم مجھے میری جان کا امان دو تو میں تمہیں ان کے چچیرے بھائیوں کے جانوروں کا بتلاتا ہوں۔ انہیں تمہارے نکلنے کا علم بھی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر وہ اس کے ساتھ چلے۔ وہ نکلا اور دور چلا گیا۔ انہیں ڈر ہوا کہ وہ اس کے ساتھ کہیں دھوکے میں نہ جا رہے ہوں۔ وہ اس کے قریب ہوئے اور کہا: اللہ کی قسم! یا تو تم ہمیں سچ سچ بتلاؤ گے یا پھر ہم تمہاری گردن اتار دیں گے۔ وہ کہنے لگا: تم اس چھوٹے ٹیلے سے ان پر جھانک لو گے۔ وہ ٹیلے تک اس کے ساتھ گئے تو واقعی وہاں جانور چر رہے تھے۔ انہوں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا اور انہیں پکڑ لیا۔ دیہاتی ادھر ادھر بھاگ گئے۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے ان کا پیچھا کرنے سے منع کر دیا۔ وہ ۲۰۰ اونٹوں کو ہانک کر لے آئے اور انہیں لے کر مدینہ کی طرف اتر آئے۔ انہوں نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور نہ کسی قسم کی ناگوار صورتِ حال پیش آئی۔

ذی القصہ میں بنوثعلبہ اور عوال کی طرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا سریہ (ربیع الثانی)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو دس آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ وہ رات کو ان تک پہنچے۔ وہ لوگ گھات میں تھے۔ جب یہ اور ان کے ساتھی سو گئے تو انہوں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ وہ سو آدمی تھے۔ لوگوں کو تیروں کی بوچھاڑ سے ان کا پتہ چلا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کود کر اٹھے۔ ان کے پاس کمان تھی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو چیخ کر اسلحہ اٹھانے کا کہا۔ پھر وہ کود کر الگ ہو گئے۔ رات کی کچھ گھڑی وہ ایک دوسرے پر تیر برساتے رہے۔ پھر ان دیہاتیوں نے نیزے اٹھا لیے اور ان میں سے تین کو قتل کر دیا۔ محمد رضی اللہ عنہ کے ساتھی ان کی طرف سمٹ کر آ گئے۔ انہوں نے ان لوگوں میں سے ایک کو قتل کر دیا۔ پھر لوگوں نے دوبارہ حملہ کیا اور باقیوں کو بھی قتل کر دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر گر گئے۔ ان کا ٹخنہ ٹوٹ گیا اور وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے ان کے کپڑے اتار کر ننگا کر دیا اور چلے گئے۔

ایک شخص کا گزر مقتولین پر سے ہوا تو اس نے "اناللہ" پڑھا۔ جب محمد رضی اللہ عنہ نے اس کی آواز سنی تو حرکت کی۔ وہ مسلمان آدمی تھا۔ اس نے محمد رضی اللہ عنہ کو کھانا اور پانی دیا اور انہیں اٹھا کر مدینہ لے آیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو اپنے شہداء کی طرف بھیجا۔ انہیں وہاں کوئی نہ ملا۔ وہ جانوروں کو ہانک کر لوٹ آئے۔

حضرت ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس سریے کا ذکر ابراہیم بن جعفر بن محمود بن محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم سے کیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے میرے والد نے بتلایا کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ دس آدمیوں کو لے کر نکلے۔ ابونائلہ، حارث بن اوس، ابوعبس بن جبر، نعمان بن عصر، محیصہ بن مسعود، حویصہ، ابوبردہ بن نیار، دو مزنی آدمی اور ایک غطفانی تھے رضی اللہ عنہم۔ دونوں مزنی اور غطفانی شہید ہو گئے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مقتولین میں سے اٹھا کر لایا گیا۔

حضرت محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب غزوۂ خیبر ہوا تو میں نے ان لوگوں میں سے ایک کی طرف دیکھا جنہوں نے ذی قصہ والے دن مجھے مارا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: میں نے اپنے چہرے کو اللہ کے لیے جھکا دیا۔ میں نے کہا: بڑی جلدی۔

سریۂ ذی قصہ جس کے امیر ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے

ربیع الثانی ۶ ہجری کو ہفتے کی رات ہوا اور وہ دو راتیں غائب رہے

فرماتے ہیں: بنو ثعلبہ اور انمار کے شہروں میں قحط آ گیا اور بادل مراض سے تغلمین کی طرف آئے۔ چنانچہ بنو محارب، ثعلبہ اور انمار اس بادل کی طرف گئے۔ وہ پہلے سے اتفاق کر چکے تھے کہ مدینہ کے جانوروں پر اچانک حملہ کریں گے۔ ان کے جانور ان دنوں وادیٔ ھیقا میں چرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ۴۰ مردوں کے ساتھ بھیجا۔ جب انہوں نے مغرب کی نماز پڑھ لی تو وہاں چلتے چلتے رات گزاری۔ حتیٰ کہ صبح پھوٹتے ہی وہ ذی القصہ میں پہنچ گئے اور ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ وہ لوگ ڈر کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ انہوں نے ان کے ایک مرد کو پکڑ لیا اور کچھ جانور ہاتھ آئے۔ وہ انہیں ہانک کر لے آئے۔ اسی طرح کچھ ساز و سامان بھی ملا۔ وہ یہ سب لے کر مدینہ آ گئے۔ وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ جب یہ مال آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس میں سے پانچواں حصہ لیا اور باقی کو ان پر تقسیم فرما دیا۔

عیص کی طرف سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جمادی الاولیٰ ۶ ھ

حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ غابہ سے لوٹے تو آپ کو خبر ملی کہ قافلہ قریش شام سے آرہا ہے۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ۱۷۰ سواروں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے ان سب کو پکڑ لیا اور سارا سامان لے لیا۔ اس دن انہیں بہت سی چاندی ہاتھ آئی جو صفوان کی تھی اور چند وہ لوگ بھی قید ہوئے جو قلعے میں ان کے ساتھ تھے۔ ان میں ابوالعاص بن ربیع اور مغیرہ بن معاویہ بن ابوالعاص بھی تھے۔ ابوالعاص تو مدینہ آنے پر تیار نہ ہوا۔ پھر وہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ و رضی اللہ عنہا کے پاس سحری کے وقت آیا۔ وہ ان کی بیوی تھیں۔ اس نے ان سے امان طلب کی تو انہوں نے اسے امان دے دی۔

جب آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے دروازے پر کھڑی ہوئیں اور بلند آواز سے پکار کر کہا: میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! کیا تم نے بھی سن لیا جو میں نے سنا؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! مجھے کسی چیز کا علم نہیں تھا حتیٰ کہ میں نے سنا جو تم نے سنا۔ مومن اپنے غیر کے مقابلے میں ایک ہاتھ کی طرح ہیں۔ ان پر ان کا ادنیٰ بھی پناہ دے سکتا ہے۔ سو ہم نے بھی اسے پناہ دی جسے اس نے پناہ دی۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

پھر جب نبی کریم ﷺ اپنے گھر کی طرف لوٹے تو زینب رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں اور آپ سے مطالبہ کیا کہ ابوالعاص سے لیا ہوا مال انہیں واپس کر دیں۔ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ اس کے قریب نہ آئے۔ جب تک وہ مشرک ہے وہ اس کے لیے حلال نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بات کی۔ آپ کے پاس قریش کے متعدد لوگوں کا سامان تھا۔ انہوں نے آپ کو ہر چیز دے دی۔ حتیٰ کہ برتن اور رسی تک واپس کر دی اور کچھ باقی نہ رہا۔ ابوالعاص مکہ واپس چلا گیا اور ہر حق والے کو اس کا حق ادا کیا اور کہا: اے قریش کے لوگو! کیا تم میں سے کسی کا کوئی حق باقی رہ گیا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں مسلمان تو مدینہ میں ہی ہو گیا تھا اور مدینہ میں صرف اس لیے نہیں رکا کہ مجھے ڈر ہوا کہ تم گمان کرو گے کہ میں مسلمان ہو گیا تا کہ میں وہ چیزیں لے آؤں جو تمہاری ہیں۔ پھر وہ نبی علیہ السلام کی طرف لوٹ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اسی نکاح کے ساتھ ان پر واپس

لوٹا دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ قافلہ عراق کے راستے سے آ رہا تھا اور اس کا رہبر فرات بن حیان عجلی تھا۔

حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مغیرہ بن معاویہ بھاگ گیا تھا اور مکہ کی جانب چل پڑا تھا۔ وہ سیدھا راستے پر ہولیا۔

سعد بن ابی وقاص اسے ملے جو سات آدمیوں کے قافلے میں تھے اور مغیرہ کو جنہوں نے قید کیا تھا وہ خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اسے لے آئے اور عصر کے بعد ٹھنڈے وقت میں مدینہ داخل ہوئے۔

رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس قیدی کی حفاظت کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ میں ایک عورت کے ساتھ مشغول ہوگئی اور اس سے باتیں کرنے لگی۔ وہ نکل گیا اور مجھے پتہ بھی نہ چلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور اسے نہ دیکھا تو پوچھا: قیدی کہاں ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں پتہ۔ میں اس سے غافل ہوئی۔ ابھی تو یہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تیرے ہاتھ کاٹے۔ پھر آپ باہر گئے اور لوگوں کو پکارا۔ وہ اس کو ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے اور صورین میں اسے پکڑلیا۔ پھر اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں دیکھ رہی ہوں میرے ہاتھ کیسے کاٹے جائیں گے؟ آپ نے میرے خلاف بد دعا جو کی تھی۔ فرماتی ہیں: پھر آپ قبلہ رخ ہوئے اور اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! میں بھی بشر ہوں مجھے بھی غصہ اور افسوس ہوتا ہے جیسے بشر کو غصہ آتا ہے۔ سو جس کسی مومن یا مومنہ کے خلاف میں بد دعا کر دوں تو اسے اس کے لیے رحمت بنا دے۔

سریۂ زید بن حارثہ، جمادی الاخری ٦ ھ طرف کی جانب

حضرت عمران بن مناح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو طرف کی جانب بنو ثعلبہ کے لیے بھیجا۔ وہ پندرہ آدمیوں کی معیت میں نکلے۔ جب وہ طرف میں پہنچے تو انہیں اونٹ اور بکریاں ملیں۔ دیہاتی بھاگ گئے اور ڈر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف آئے ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اتر آئے اور صبح کے وقت اونٹ لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ وہ ان کی طلب میں نکلے تھے مگر انہوں نے ان کو ہرا دیا۔ وہ بیس اونٹ لے کر آئے۔ اس میں بھی لڑائی نہیں ہوئی۔ وہ چار راتیں غائب رہے۔

حضرت حمید بن مالک رحمہ اللہ اس صاحب سے نقل فرماتے ہیں جو سریہ میں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں: انہیں دو اونٹ یا ان کے حساب سے بکریاں ملیں۔ ہر اونٹ دس بکریوں کے برابر تھا اور ہمارا اشعار ''امت امت'' تھا۔

حسمیٰ کی طرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ
(جمادی الاخریٰ ۶ ہجری)

حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ قیصر بادشاہ کے پاس سے آئے۔اس نے دحیہ رضی اللہ عنہ کو مال دیا تھا اور انہیں لباس پہنایا تھا۔جب وہ حسمیٰ نامی جگہ پہنچے تو کچھ جزامی لوگ ان سے ملے اور انہیں راہ میں لوٹ لیا اور ان کے پاس جو کچھ تھا سب لے لیا۔وہ بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں مدینہ پہنچے۔وہ اپنے گھر نہ گئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جا پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ہے؟ عرض کیا: دحیہ کلبی۔فرمایا: آجاؤ۔وہ اندر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ہرقل کے بارے میں تفصیل سے پوچھا۔انہوں نے سب کچھ بتا دیا۔پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اس کے پاس سے پلٹا۔جب میں حسمیٰ نامی جگہ پہنچا تو مجھ پر جزام کے لوگوں نے ڈاکہ ڈال دیا۔انہوں نے میرے پاس کچھ نہیں چھوڑا۔حتیٰ کہ میں اس پھٹے پرانے کپڑے میں آیا ہوں۔

حضرت موسیٰ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے قبیلہ سعد کے ایک ہذیمی شخص سے سنا، جو انتہائی پرانے بوڑھے تھے۔وہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ دحیہ رضی اللہ عنہ پر جب مصیبت آئی۔انہیں ہنید بن عارض اور اس کے بیٹے عارض بن ہنید نے لوٹا تھا۔وہ انتہائی بدبخت اور منحوس آدمی تھے۔انہوں نے ان کے ساتھ کچھ بھی نہیں چھوڑا۔بنوضبیب کے کچھ لوگوں نے یہ بات سن لی۔وہ لشکر لے کر ہنید اور اس کے بیٹے کی طرف آئے۔ان میں نعمان بن ابوجعال بھی تھا جو دس آدمیوں کو لے کر آیا۔نعمان وادی کا سردار تھا اور ٹھوس جسم والا اور ماہر تیر انداز تھا۔نعمان اور قرہ بن ابواصغر ضلعی کا آپس میں تیروں کا تبادلہ ہوا۔قرہ نے تیر پھینکا جو ان کے ٹخنے پر جا لگا۔وہ زمین کی طرف بیٹھ گئے۔پھر نعمان نے دوبارہ ایک چوڑا تیر پھینکا اور کہا: یہ لو جوان کی طرف سے۔وہ تیر اس کے گھٹنے میں جا لگا اور اسے زخمی کر دیا۔وہ بھی بیٹھ گیا۔پھر انہوں نے دحیہ رضی اللہ عنہ کا سامان واپس کر دیا۔وہ اسے صحیح سالم لے کر مدینہ لوٹ آئے۔

حضرت موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ایک اور بزرگ کو یہ کہتے ہوئے سنا: دحیہ کا سامان اس کے ایک قضاعی ساتھی نے چھڑوایا۔یہ وہی ہیں جنہوں نے ان سے لی ہوئی ہر چیز واپس کروائی اور اسے دحیہ رضی اللہ عنہ پر لوٹا دیا۔پھر دحیہ رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنید اور اس کے بیٹے کے خون کا حکم نامہ جاری فرمایا اور نکلنے کا حکم دیا۔چنانچہ حضرت زید بن

حارثہ رضی اللہ عنہ نکلے۔ رفاعہ بن زید جذامی نبی کریم ﷺ کے پاس وفد لے کر آیا۔ آپ نے اسے اجازت بھی دی اور مدینہ میں ٹھہرایا۔ پھر نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ انہیں کوئی مکتوب نامہ لکھ دیں۔ آپ نے انہیں ایک خط لکھ دیا۔ اس میں یہ مضمون تھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''رفاعہ بن نہ یدکے لیے اس کی پوری قوم کی طرف اور جو ان کے ساتھ شامل ہو کہ وہ انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دیں گے۔ سو ان میں سے جس نے اسے قبول کیا تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے لشکر میں شامل ہے اور جو مرتد ہو گیا تو اسے دو ماہ کی امان ہے۔''

جب رفاعہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس نبی کریم ﷺ کا خط لے کر آئے اور انہیں پڑھ کر سنایا تو انہوں نے فوراً اسے قبول کر لیا اور دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے لیے ہوئے مال کو واپس کر دیا۔ پھر انہوں نے اس کے ساتھیوں کو پایا، وہ سب متفرق ہو گئے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں ۵۰۰ مردوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بھی واپس کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ رات کو چلتے اور دن کو گھات لگاتے۔ آپ کے ساتھ بنو عذرہ کا ایک رہبر بھی تھا۔

ادھر قبیلہ غطفان، وائل اور سلامات اور بھراء کے لوگ اکٹھے ہوئے۔ رفاعہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خط کو لے کر آئے، حتیٰ کہ وہ لوگ اور رفاعہ رضی اللہ عنہ کراع میں ایسی جگہ ٹھہرے جہاں سے وہ دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

حضرت یزید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا وہ عذری رہبر سامنے آیا۔ حتی کہ ان پر چڑھائی کر دی اور انہوں نے صبح ہوتے ہی ھنید، اس کے بیٹے اور ان کے محلے کے لوگوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ وہاں جو کچھ تھا سب ان کے ہاتھ آیا۔ انہوں نے ان میں قتل وقتال کیا اور خوب نقصان کیا۔ ھنید اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا اور ان کے جانوروں، اونٹوں اور عورتوں کو لوٹ لیا۔ انہیں ایک ہزار اونٹ ملے، ۵ ہزار بکریاں اور ۱۰۰ عورتیں اور بچے قیدی بنے۔

وہ رہبر انہیں اولاج کی جانب سے لے آیا تھا۔ جب قبیلہ ضبیب نے یہ سب سنا جو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کیا تو وہ سوار ہوئے اور ان کے سواروں میں حبان بن ملہ اور اس کا بیٹا بھی تھا۔ وہ لشکر کے قریب ہوئے اور ایک دوسرے کو تاکید کی کہ صرف حبان بن ملہ بات کرے گا۔ ان کے درمیان علامت طے ہوئی کہ جب ان میں سے کوئی اپنی تلوار سے مارنے کا ارادہ کرے تو وہ کہے: قودی۔

جب وہ لشکر کے سامنے آئے تو سب سے پہلے ان کی نظر قیدیوں، عورتوں اور جانوروں پر پڑی۔ حبان بن ملہ کہنے لگا: ہم مسلمان ہیں۔ سب سے پہلے جو شخص ان سے ملا وہ گھوڑے پر سوار تھا اور اپنے نیزے کو چوڑائی میں رکھے ہوئے تھا اور وہ انہیں ہانکتا ہوا سامنے آیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: قودی۔ حبان نے کہا: ٹھہرو۔ پھر جب وہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہیں حبان نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: سورہ فاتحہ سناؤ۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جب بھی ان میں سے

کسی کا امتحان لیتے تو اس سے سورۃ فاتحہ سنتے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں سنتے تھے۔ حبان نے پڑھ دی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: لشکر میں اعلان کرا دو کہ ہم پر وہ سب حرام ہے جو ہم نے ان سے لیا، ایسا صرف سورۃ فاتحہ پڑھنے کی وجہ سے کیا۔

وہ لوگ واپس ہو گئے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان کی وادی میں اترنے سے منع کر دیا جس سے وہ آئے تھے۔ انہوں نے شام اپنے گھر والوں میں گزاری اور وہ زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی گھات میں تھے۔ انہوں نے نفع اٹھایا حتی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی سو گئے۔ جب وہ خوب گہری نیند سو گئے تو یہ لوگ سوار ہو کر رفاعہ بن زید رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔ اس رات قافلے میں ابو زید بن عمرو، ابو اسماء بن عمرو، سوید بن زید، اس کا بھائی، بردغ بن زید اور ثعلبہ بن عدی تھے۔ حتیٰ کہ وہ صبح کے وقت کراع میں رفاعہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے جو لیلیٰ میں ہے۔ حبان نے کہا: تم یہاں بیٹھے بکریوں کا دودھ نکال رہے ہو اور جزام کی عورتیں قید میں ہیں۔

پھر اسے پورا قصہ سنایا۔ وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے اور یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آ گئے۔ یہ تینوں الگ الگ چلے اور ان میں سب سے پہلے رفاعہ رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا وہ خط دیا جو آپ نے اسے لکھ دیا تھا۔ جب آپ نے وہ خط پڑھا تو ان لوگوں کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے وہ سب بتلایا جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ پھر کہا: اب میں مقتولین کے ساتھ کیا کروں؟ رفاعہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ہم پر حلال کو حرام نہیں کرتے اور نہ حرام کو حلال کرتے ہیں۔ حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو زندہ ہیں بس انہیں ہمارے لیے چھوڑ دیجیے اور جو قتل ہو گئے تو وہ میرے ان قدموں کے نیچے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو زید رضی اللہ عنہ نے سچی بات کہی۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ رسول! ہمارے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرف کسی کو بھیجیے جو ہمارے اور ہماری عزتوں اور اموال کے درمیان علیحدگی کرا دیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ان کے ساتھ جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! زید میری بات نہیں مانے گا۔ آپ نے فرمایا: یہ میری تلوار لے جاؤ۔ انہوں نے وہ تلوار لے لی۔ پھر عرض کیا: میرے پاس کوئی اونٹ بھی نہیں ہے جس پر میں سواری کروں۔ لوگوں میں سے کسی نے کہا: یہ اونٹ ہے۔ وہ ان میں سے کسی کے اونٹ پر سوار ہو گئے اور ان کے ساتھ نکلے اور راستے میں رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرف خوشخبری دینے آ رہے تھے اور ایک اونٹنی پر سوار تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اونٹ کو لوگوں کو واپس دے دیا اور حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر واپس ہو لیے۔ حتی کہ انہوں نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فلفلتین میں ملاقات کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں کا جو کچھ آپ کے قبضے میں ہے قیدی، غلام یا مال وہ سب ان کو واپس کر دو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کوئی نشانی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آپ کی تلوار ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تلوار پہچان لی اور اتر آئے۔ پھر لوگوں کو پکارا۔ وہ سب اکٹھے ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کے قبضے

میں جو بھی کچھ مال یا قیدی ہے وہ اسے واپس کر دے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے قاصد ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو جو کچھ ان سے لیا تھا واپس کر دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے آدمی کی ران کے نیچے سے عورت کو بھی لے لیا۔

حضرت یسر بن محجن دیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں بھی اس سریے میں تھا۔ ہر شخص کو سات اونٹ اور ستر بکریاں ملی تھیں اور قیدیوں میں سے ایک یا دو عورتیں ملی تھیں۔ انہوں نے ملک کی وجہ سے استبراء کے بعد ان سے وطی بھی کر لی تھی۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سب ان کے اہل کے سپرد کر دیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے الگ ہو چکے تھے اور بیع بھی کر لی تھی۔

دومۃ الجندل کی طرف حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سریہ

(شعبان ۶ ہجری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: تیاری کرو۔ میں تمہیں آج یا کل ان شاء اللہ ایک سریے میں بھیجنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے یہ بات سن لی۔ میں نے سوچا: میں ضرور اندر آؤں گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھوں گا۔ پھر میں سنوں گا، آپ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کیا وصیت فرماتے ہیں۔ پھر میں صبح کو آیا اور میں نے نماز پڑھی۔ اچانک حضرت ابوبکر، عمر اور چند مہاجرین لوگ آئے۔ جن میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ رات کو ہی دومۃ الجندل کی طرف چلیں اور انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی تجھے تیرے ساتھیوں سے پیچھے نہ چھوڑے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان کے ساتھی صبح سحری کے وقت چلے گئے اور انہوں نے جرف میں لشکر کشی کر لی۔ وہ سات سو مرد تھے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ میرا آپ کے ساتھ آخری عہد ہو اور مجھ پر میرے سفر کے کپڑے ہوں۔

عمامہ باندھنے کا طریقہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس عمامہ تھا جو انہوں نے اپنے سر پر لپیٹ رکھا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور اپنے سامنے بٹھایا۔ ان کا عمامہ اپنے ہاتھ سے کھول دیا۔ پھر ان کے سر پر سیاہ پگڑی باندھی اور اس کا ایک شملہ ان کے کندھوں کے درمیان چھوڑ دیا۔ پھر فرمایا: اے ابن عوف! اس طرح عمامہ باندھا کرو۔

حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ نے تلوار لٹکا رکھی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر جہاد کرو اور اللہ کے راستے میں اللہ کے منکرین سے لڑو۔ تم خیانت نہ کرنا، دھوکہ نہ دینا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پھر آپ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور فرمایا: اے لوگو! پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے ڈرو:
① جب کسی قوم کے پیمانے کو توڑ دیا جاتا ہے (یعنی وہ ناپ تول میں کمی کرتی ہے) تو اللہ ان پر قحط سالی کو مسلط کر دیتے ہیں اور

پھلوں میں کمی ہو جاتی ہے تاکہ وہ رجوع کریں۔ ② جو قوم بدعہدی کرتی ہے تو اللہ ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیتے ہیں۔ ③ جو قوم زکاۃ روک لیتی ہے تو اللہ ان سے بارش کو روک لیتے ہیں۔ اگر جانور نہ ہوتے تو انہیں پینے کو پانی بھی نہ ملتا۔ ④ جب کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے تو اللہ ان پر طاعون کو مسلط کر دیتے ہیں۔ ⑤ جو قوم آیات قرآنیہ کے خلاف فیصلہ کرتی ہے تو اللہ انہیں تفرقہ بازی میں مبتلا کر دیتے ہیں اور ان کی آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نکلے اور اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔ وہ چلتے رہے حتیٰ کہ دومۃ الجندل پہنچ گئے۔ جب وہاں اترے تو انہیں اسلام کی دعوت دی۔ وہاں تین دن ٹھہرے رہے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ ابتدا میں وہ لوگ انکار کرتے رہے اور تلوار کے علاوہ کسی بات پر راضی نہ ہوئے۔ جب تیسرا دن ہوا تو اصبغ بن عمرو کلبی مسلمان ہو گئے۔ وہ نصرانی تھے اور ان کے سردار تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط لکھا اور اس کی اطلاع دی اور قبیلہ جہینہ کے ایک شخص کو بھیجا جس کا نام رافع بن مکیث تھا۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ وہ ان میں شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف جواب میں لکھ بھیجا کہ اصبغ کی بیٹی تماضر سے شادی کرلو۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی اور رخصتی بھی ہو گئی۔ پھر وہ انہیں ساتھ لے کر آئے۔ یہ وہی ہیں جو عبدالرحمن بن عوف کے بیٹے ابوسلمہ کی ماں ہیں۔

حضرت صالح بن ابراہیم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کلب کی طرف بھیجا اور فرمایا: اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے بادشاہ یا ان کے سردار کی بیٹی سے شادی کر لینا۔ پھر جب وہ آئے تو انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی، انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تماضر بنت اصبغ بن عمرو سے شادی کر لی جو ان کے بادشاہ تھے۔ پھر انہیں مدینہ لے آئے۔ یہی ابوسلمہ کی ماں ہیں۔

فدک میں بنوسعد کی طرف سریۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
(شعبان ٦ ہجری)

حضرت یعقوب بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ١٠٠ مردوں میں فدک کی جانب قبیلہ سعد کی طرف بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے ایک لشکر تیار کر رکھا ہے اور وہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ وہ رات کو سفر کرتے اور دن میں گھات لگاتے، یہاں تک کہ ھمج تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک جاسوس ملا۔ آپ نے پوچھا: تو کون ہے؟ کیا تجھے اپنے پیچھے بنوسعد کے لشکر کا علم ہے؟ اس نے کہا: مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ انہوں نے اس پر سختی کی تو اس نے اقرار کرلیا کہ وہ ان کا جاسوس ہے۔ انہوں نے اسے خیبر کی طرف بھیجا ہے۔ وہ خیبر کے یہودیوں کی اس شرط پر مدد کرنا چاہتے ہیں کہ وہ انہیں اپنی کھجوریں دیں گے۔ جیسے انہوں نے ان کے علاوہ کے لیے طے کی تھیں اور وہ ان کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: لوگ کہاں ہیں؟ اس نے کہا: میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ ان کے دوسو مرد اکٹھے ہو چکے ہیں۔ ان کا سردار وبر بن علیم ہے۔ انہوں نے کہا: پھر ہمیں لے چل اور ہماری راہنمائی کر۔ اس نے کہا: اس شرط پر کہ تم مجھے جان کی امان دو گے۔ انہوں نے کہا: اگر تو نے ہماری ان پر راہنمائی کی اور ان کے مقام تک لے گیا تو ہم تجھے امن دیتے ہیں ورنہ تیرے لیے کوئی امان نہیں ہے۔

تب وہ انہیں لے کر رہبر بن کر نکلا۔ حتی کہ انہیں اس کے بارے میں بدگمانی ہوئی۔ وہ انہیں لے کر فدا فد اور آکام تک آگیا، پھر انہیں سحولہ کی طرف لے چلا۔ وہاں بہت سے اونٹ اور بکریاں تھیں۔ اس نے کہا: یہ ان کے اونٹ اور بکریاں ہیں۔ انہوں نے حملہ کر کے اونٹ اور بکریوں کو قبضے میں لے لیا۔ پھر اس نے کہا: اب مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا: نہیں حتی کہ ہمیں ڈھونڈنے کا ڈر ختم ہو جائے اور حتی کہ ہم ان کے اونٹوں اور بکریوں کے چرواہے کو ڈرائیں۔ وہ اپنے لشکروں کی طرف بھاگ گئے۔ انہوں نے انہیں ڈرایا اور وہ بکھر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس نے کہا: پھر اس رہبر کو تم نے کیوں روک رکھا ہے؟ جبکہ دیہاتی متفرق ہو گئے اور انہیں چرواہوں نے ڈرا دیا ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ابھی ان کے لشکر والی جگہ نہیں پہنچے۔ وہ انہیں اس جگہ تک لے آیا اور وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور بکریوں اور اونٹوں کو ہانک کر لے آئے۔ ٥٠٠ اونٹ تھے اور ٢٠٠٠ بکریاں تھیں۔

حضرت عیسیٰ بن علیلہ اپنے والد کے واسطے سے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ میں وادی ھمج سے بدیع کے درمیان میں تھا۔

مجھے بنوسعد کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا۔ وہ ھودج اٹھائے بھاگے جارہے تھے۔ میں نے سوچا: انہیں آج کیا مصیبت پیش آگئی۔ میں ان کے قریب ہوا اور ان کے سردار وبر بن علیم سے ملا۔ میں نے پوچھا: یہ کیسا سفر ہے؟ اس نے کہا: برا ہے۔ ہماری طرف محمد کے لشکر چڑھ آئے ہیں اور ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ابھی ہم نے جنگ کی تیاری بھی نہیں کی تھی کہ انہوں نے ہمارے قاصد کو پکڑ لیا۔ جسے ہم نے خیبر کی طرف بھیجا تھا۔ پھر اس نے انہیں ہماری ساری باتیں بتادیں اور اسی نے ہمارے ساتھ کیا جو کیا۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھتیجا۔ حالانکہ ہم عرب میں اس سے بڑھ کر مضبوط دل کا مالک کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ میں نے کہا: میں نے محمد کے معاملے کو دیکھا ہے جو بڑی حفاظت کے ساتھ غلبہ پارہا ہے۔ وہ قریش میں آئے اور ان کے ساتھ بھی کیا جو کیا۔ پھر وہ یثرب میں قلعہ والوں پر آیا۔ قینقاع، بنونضیر اور قریظہ اور اب وہ ان کی طرف جانے والا ہے جو خیبر میں ہیں۔ مجھے وبر نے کہا: تم اس بات سے نہ ڈرو۔ ان کے پاس بڑے بہادر مرد ہیں۔ ان کے قلعے محفوظ ہیں اور نہ ختم ہونے والا پانی۔ محمد ﷺ ان کے قریب نہیں ہوسکے گا اور یہ بات بھی ان کے موافق ہے کہ وہ اس سے اس کے گھر کے صحن میں لڑیں گے۔ میں نے کہا: یہ تمہاری رائے ہے؟ اس نے کہا: یہی رائے ان کی طرف سے بھی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تین دن ٹھہرے رہے۔ پھر آپ نے غنیمتوں کو تقسیم فرمایا۔ انہوں نے خمس کو الگ کرلیا اور نبی ﷺ نے ایک اونٹنی کو چن لیا۔ اس کا نام حفدہ تھا۔ وہ اسے لے کر آئے تھے۔

ام قرفہ کی طرف سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

(رمضان ۶ ہجری)

حضرت عبداللہ بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شام کی طرف تجارت کی غرض سے نکلے۔ ان کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مال تجارت بھی تھا۔ انہوں نے ایک بکرے کی کھالیں لیں اور انہیں دباغت دی۔ پھر ان کے اموال تجارت کو ان میں ڈال دیا۔ پھر وہ نکلے، حتیٰ کہ جب وہ وادی قری کے قریب ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے چند ساتھی تھے تو بنو بدر کی شاخ بنو فزارہ کے کچھ لوگ سامنے آئے۔ انہوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مارا حتیٰ کہ جب انہیں گمان ہوا کہ یہ مارے گئے ہیں تب رکے اور ان کے ساتھ جو کچھ تھا سب لے لیا۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کچھ ہوش آیا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ نے انہیں ایک لشکر دے کر بھیجا اور فرمایا: دن کو گھات لگانا اور رات کو چلتے رہنا۔ ان کا رہبران کو لے کر نکلا۔ بنو بدر کو ان سے ڈر ہوا تو وہ صبح کے وقت اپنے علم بلند کرتے۔ پھر اپنے پہاڑ پر دیکھتے جو سامنے تھا اور اس پر راستہ تھا جس کے متعلق ان کا گمان تھا کہ وہ یہاں سے آئیں گے۔ پھر وہ ایک دن کی مسافت تک دیکھتا تو کہتا: آرام کرو۔ اس رات تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ایک رات کی مسافت پر پہنچے تو ان کو راستہ دکھانے والا بھول گیا اور انہیں دوسرے راستے پر ڈال دیا۔ حتی کہ شام ہوگئی اور وہ غلط چلتے رہے۔ انہیں اپنے بھٹکنے کا احساس ہو چکا تھا۔ پھر وہ اس رات ٹھہرے رہے۔ حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اس جگہ سے روک دیا تھا جہاں سے وہ ڈھونڈنے سے رک جائیں۔

پھر انہوں نے ان کو سامنے آکر حکم دیا کہ وہ بکھریں گے نہیں اور فرمایا: جب میں تکبیر کہوں تو تم بھی تکبیر کہنا۔ انہوں نے بستی کا احاطہ کرلیا۔ پھر انہوں نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔

پھر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور ان کے ایک شخص کو ڈھونڈ کر قتل کر دیا۔ وہ اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے کافی دور جا چکے تھے۔ انہوں نے مالک بن حذیفہ بن بدر کی لڑکی کو پکڑ لیا۔ وہ انہیں ان کے کسی گھر میں ملی تھی اور اس کی ماں ام قرفہ تھی۔ ام قرفہ کا نام فاطمہ بنت ربیعہ بن زید تھا۔ انہیں غنیمت حاصل ہوئی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ایک لڑکی لے کر آئے۔ انہوں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی اور اس کی خوبصورتی کا بھی ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے سلمہ! وہ

لونڈی کیسی ہے جو تمہیں ملی ہے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ لڑکی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اس کے بدلے میں بنوفزارہ کی ایک عورت کو چھڑوالوں گا۔ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ ان سے پوچھا: وہ لونڈی کیسی ہے جو تمہیں ملی ہے؟ حتیٰ کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ پہچان گئے کہ آپ اسے لینا چاہ رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ آپ کو ہبہ کردی اور آپ نے وہ حزن بن ابو وہب کو ہبہ کردی۔ اس سے ان کی ایک بچی پیدا ہوئی۔ اس کے علاوہ اس سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی اس جگہ سے آئے اور آپ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف اٹھے اور بے لباس اپنے کپڑے کو کھینچتے ہوئے گئے۔ میں نے اس سے پہلے کبھی آپ کو بے لباس نہ دیکھا تھا۔ حتیٰ کہ آپ نے ان سے معانقہ کیا اور بوسہ دیا، پھر آپ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ اللہ نے کامیابی عطا فرمائی۔

اس شخص کا بیان جس نے ام قرفہ کو قتل کیا

اسے قیس بن محسر نے انتہائی بے دردی سے قتل کیا تھا۔ اس نے اس کی دونوں ٹانگیں رسی سے باندھ دیں۔ پھر اسے دو اونٹوں سے باندھ دیا۔ وہ انتہائی بوڑھی عورت تھی۔ اس نے عبداللہ بن مسعدہ کو بھی قتل کیا اور قیس بن نعمان بن مسعدہ بن حکمہ بن مالک بن بدر کو بھی قتل کیا۔

اسیر بن زارم کی طرف سریۂ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
(شوال ۶ ہجری)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے خیبر میں دو مرتبہ جہاد کیا۔ پہلی مرتبہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان میں تین آدمیوں کے ساتھ خیبر بھیجا تھا، تا کہ خیبر اور وہاں کے باسیوں کی حالت کا جائزہ لیں اور یہ کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور کیا باتیں کر رہے ہیں۔ وہ آئے اور خیبر کی ایک جانب چلے گئے۔ وہ باغوں میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو نطاۃ، شق اور کتیبہ میں بکھیر دیا۔ انہوں نے وہ سب محفوظ کر لیا جو انہوں نے اسیر وغیرہ سے سنا۔ پھر وہ تین دن ٹھہرنے کے بعد نکلے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ آئے اور ابھی رمضان کی چند راتیں باقی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ دیکھا اور سنا سب بتلا دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ شوال میں اسیر کی طرف نکلے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اسیر بہادر آدمی تھا۔ جب ابو رافع قتل ہوا تو یہودیوں نے اپنا امیر اسیر بن زارم کو بنالیا۔ وہ یہود میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! محمد نے جب بھی کسی یہودی کا ارادہ کیا ہے تو وہ اپنے کسی صحابی کو بھیجتا ہے۔ پھر وہ جو چاہتا ہے ان سے کرتا ہے۔ لیکن میں وہ کام کروں گا جو میرے ساتھیوں نے نہیں کیا۔ انہوں نے پوچھا: ایسا کیا ہے جو تم کرو گے اور تمہارے ساتھیوں نے نہیں کیا؟ اس نے کہا: میں غطفان میں جاؤں گا اور ان لوگوں کو جمع کروں گا۔ وہ غطفان گیا اور انہیں اکٹھا کیا۔ پھر کہا: اے یہود کے لوگو! ہم محمد پر اس کے گھر کے اندر جا کر حملہ کریں گے۔ جس کے بھی گھر میں آکر دشمن نے حملہ کیا ہے تو اس نے اپنے بعض مقاصد کو حاصل کر لیا ہے۔ انہوں نے کہا: تمہاری رائے بہترین ہے۔

یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم ہو گئی۔ آپ کے پاس خارجہ بن حسیل اشجعی آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: پیچھے کیا حالات ہیں؟ اس نے کہا: میں نے اسیر بن زارم کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ یہودیوں کا لشکر لے کر آپ کی طرف آنا چاہ رہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پکارا۔ آپ کی پکار پر ۳۰ آدمی اکٹھے ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی ان میں سے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا۔ پھر ہم نکلے اور خیبر آ گئے۔ پھر ہم نے اسیر کی طرف پیغام بھیجا کہ ہم امن والے ہیں۔ ہم تیرے پاس آنا چاہتے ہیں تا کہ تجھ پر وہ چیز پیش کریں جس کے لیے ہم آئے ہیں۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے، میرے لیے بھی تمہاری طرف سے اتنا

ہوگا؟ ہم نے کہا: ٹھیک۔ پھر ہم اس کے پاس آئے۔ ہم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تم ان کی طرف اتر آؤ، پھر وہ تمہیں خیبر پر عامل بنادیں گے اور تم سے اچھا سلوک کریں گے۔ اس نے اس میں لالچ کی اور یہودیوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے نکلنے میں اس کی مخالفت کی اور کہنے لگے: محمد کبھی بھی بنو اسرائیل میں سے کسی کو نگران نہیں بنائیں گے۔ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ ہم جنگ سے اکتا گئے ہیں۔ پھر وہ تیس یہودیوں کو لے کر نکلا۔ ہر آدمی کے پیچھے ایک مسلمان بیٹھا تھا۔

فرماتے ہیں: پھر ہم چلے، حتی کہ جب ہم قرقرۂ ثبار میں پہنچے تو اسیر کو ندامت ہوئی اور ہم نے اس میں شرمندگی محسوس کرلی۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ اپنا ہاتھ میری تلوار کی طرف لے گیا۔ میں سمجھ گیا۔ میں نے اپنے اونٹ کو روک دیا اور کہا: اے اللہ کے دشمن! دھوکہ دینا چاہتے ہو۔ پھر میں نے سونے کا بہانہ کیا اور میں اس کے قریب ہوا۔ تاکہ دیکھوں وہ کیا کرتا ہے۔ اس نے میری تلوار لی۔ میں نے اپنے اونٹ کو ہٹالیا۔ میں نے سوچا: شاید کوئی شخص اترے اور ہمیں بھی ساتھ لے چلے۔ مگر کوئی نہ اترا۔ میں اپنے اونٹ سے اتر آیا اور میں لوگوں کو لے کر چلا۔ حتی کہ اسیر تنہا رہ گیا۔ میں نے اسے تلوار ماری اور اس کی ٹانگوں کو پیچھے سے کاٹ دیا۔ میں نے اس کی ران اور پنڈلی زخمی کردی۔ وہ اپنے اونٹ سے گر پڑا۔ اس کے ہاتھ میں سرکی مڑی ہوئی چھڑی تھی۔ اس نے مجھے دے ماری اور میرے سر کو زخمی کردیا۔ ہم اس کے ساتھیوں کی طرف گئے اور ہم نے سوائے ایک کے باقی سب کو قتل کردیا۔ اس نے ہمیں عاجز کردیا۔ مسلمانوں میں سے کسی کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک آپ نے ان سے کہا: ہمیں ثنیہ کی طرف لے چلو۔ ہم اپنے ساتھیوں کی کوئی خیر خبر لیں۔ لوگ آپ کے ساتھ نکلے۔ جب وہ ثنیہ پر چڑھے تو انہیں ہمارے ساتھی جلدی سے آتے دکھائی دیے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں میں بیٹھ گئے۔ فرماتے ہیں: ہم آپ کے پاس پہنچے تو آپ کو ہم نے ساری بات بتلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ظالم قوم سے نجات عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی ﷺ کے قریب ہوا تو آپ نے میرے زخم میں پھونک ماری۔ اس دن کے بعد وہ کبھی نہ بہا اور نہ مجھے تکلیف رہی۔ حالانکہ ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ آپ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے دعا کی اور مجھے اپنی لاٹھی کا کچھ حصہ کاٹ کر دیا اور فرمایا: اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھنا۔ یہ میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے دن علامت ہوگی۔ میں تجھے اس کی وجہ سے پہچان لوں گا۔ تم قیامت کے دن لاٹھی ہاتھ میں لیے آؤ گے۔

پھر جب وہ دفن ہوئے تو اس لاٹھی کو بھی ان کے کفن کے اندر جسم کے ساتھ ملا کر رکھ دیا گیا۔

حضرت عطیہ بن عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں اپنی کمان درست کر رہا تھا۔ میں گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ اسیر بن زارم کی طرف متوجہ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اسیر بن زارم کو نہ دیکھوں، یعنی اسے قتل کردو۔

سریہ کرز بن جابر رضی اللہ عنہ

جب شوال ۶ ہجری میں ''ذی جدر'' مقام پر نبی کریم ﷺ کی اونٹنیوں پر ڈاکہ پڑا۔ یہ علاقہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔

حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قبیلہ عرینہ کے آٹھ آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ انہیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے اونٹوں کی طرف جانے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی چراگاہ ذی جدر میں تھی اور یہ لوگ وہاں رہے، حتی کہ صحت یاب ہو گئے اور موٹے ہو گئے۔ انہوں نے ان کا دودھ اور پیشاب پینے کی اجازت لی تھی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ پھر ایک صبح انہوں نے اونٹنیاں کھولیں اور انہیں ہانک کر لے گئے۔ انہیں نبی کریم ﷺ کے غلام نے پکڑ لیا۔ ان کے ساتھ چند لوگ تھے۔ انہوں نے ان سے لڑائی کی اور انہوں نے اسے پکڑ کر ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے اور ان کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے گاڑ دیے حتی کہ وہ شہید ہو گئے۔ وہ چراگاہ میں چلے گئے۔ بنو عمرو بن عوف کی ایک عورت اپنے گدھے پر سامنے آئی اور درخت کے نیچے سے یسار کے پاس سے گزری۔ جب اس نے ان کی یہ حالت دیکھی اور وہ مر چکے تھے تو وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئی اور انہیں بتلایا۔ وہ یسار کی طرف نکلے اور انہیں مردہ حالت میں اٹھا کر قباء کی طرف آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے بیس گھڑسواروں کو بھیجا اور ان پر حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرمایا۔ وہ ان کی تلاش میں نکلے۔ حتی کہ انہیں رات ہو گئی۔ انہوں نے حرہ میں رات گزاری۔ صبح ہوئی تو انہوں نے کوچ کیا۔ مگر انہیں علم نہیں تھا کہ کہاں چل رہے ہیں۔ اچانک وہ ایک عورت پر سے گزرے جو ایک اونٹ کے کندھے کو اٹھائے تھی۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور پوچھا: یہ تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا: میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزری۔ انہوں نے اونٹ ذبح کیا تھا۔ پھر انہوں نے مجھے یہ دیا۔ پوچھا: وہ کہاں ہیں؟ اس نے بتایا: وہ لوگ حرہ کے اس ویرانے میں ہیں۔ جب تم اس جگہ پہنچو گے تو ان کا دھواں تمہیں نظر آئے گا۔ وہ چلتے رہے حتی کہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ جب کہ وہ اپنے کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ انہوں نے ان سب کو گھیر لیا اور ان سے مطالبہ کیا کہ گرفتاری دے دیں۔ ان سب نے گرفتاری دے دی۔ ان میں سے کوئی بھی نہ بھاگا۔ انہوں نے ان کو باندھ لیا اور اپنے پیچھے گھوڑوں پر بٹھا لیا۔ اور انہیں لے کر مدینہ آ گئے۔ وہاں آ کر معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تو جنگل کی طرف گئے ہیں۔ وہ اسی جانب نکل پڑے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بچوں کے ساتھ ان کے پیچھے بھاگا جا رہا تھا۔ حتی کہ مجمع سیول کے پاس زغابہ

میں نبی کریم ﷺ ان سے آملے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹ دیا جائے۔ ان کی آنکھوں کو داغ دیا جائے اور یہیں پر سولی دے دی جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں کھڑا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اونٹوں والوں کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ان کی آنکھیں داغیں تو یہ آیت نازل ہوئی: ''ان لوگوں کا بدلہ جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی دے دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں خلاف جانب سے کاٹ دیے جائیں...... الایۃ
پھر اس کے بعد کسی کی آنکھ کو نہیں داغا گیا۔

حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی نبی کریم ﷺ کوئی لشکر بھیجتے تو انہیں مثلہ کرنے سے منع فرما دیتے۔

جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے واسطے سے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی زبان نہیں کاٹی اور نہ آنکھ کو داغا اور نہ ہاتھ پاؤں کاٹنے سے زیادہ کچھ کیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سریہ کے امیر حضرت ابن زید اشہلی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت مروان بن ابوسعید بن معلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب وہ اونٹنیوں پر کامیاب ہو گئے تو انہوں نے ان پر ذمہ دار حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ ان کے ساتھ حضرت ابورھم غفاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ کل ۱۵ دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ زغابہ سے مدینہ آئے اور مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو اونٹنیاں مسجد کے دروازے پر تھیں۔ آپ ﷺ باہر نکلے اور ان کی طرف دیکھا۔ آپ کو ان میں اپنی ایک اونٹنی نظر نہیں آئی۔ جس کا نام حناء تھا۔ آپ نے پوچھا: اے سلمہ! حناء کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اسے لوگوں نے ذبح کر دیا اور اس کے علاوہ کو ذبح نہیں کیا۔ پھر کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس جگہ کو دیکھو جس میں وہ چر رہی ہے۔ فرماتے ہیں؛ اسی جیسی اونٹنی وہیں ذی الجدر میں تھی۔ پھر وہ ذی جدر جگہ میں لے آئے۔ وہ وہیں رہی اور اس کا دودھ ہر رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ یعنی دودھ کی ایک مشک بھر کے آتی تھی۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کسی سے منقول ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا کہ وہ گھڑسوار کل بیس تھے۔ میں، ابورھم غفاری، ابوذر، بریدہ بن خصیب، رافع بن مکیث، جندب بن مکیث، بلال بن حارث مزنی، عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی، جعال بن سراقہ، صفوان بن معطل، ابوروعہ معبد بن خالد جہنی، عبداللہ بن بدر، سوید بن صخر اور ابوخمیس جہنی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

غزوۂ حدیبیہ

محدثین ﷭ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے، آپ نے اپنا سر منڈوایا، بیت اللہ کی چابیاں لیں اور لوگوں کے ساتھ وقوف عرفہ کیا۔ آپ نے صحابہ ﷢ کو عمرہ کے لیے تیار کیا۔ انہوں نے جلدی کی اور نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔

آپ کے پاس بسر بن سفیان کعبی آئے۔ یہ ۶ ہجری کا واقعہ ہے اور شوال کی کچھ راتیں باقی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کے پاس مسلمان ہونے کی غرض سے آئے تھے اور آپ کی زیارت مقصود تھی۔ وہ اپنے گھر واپس بھی جانا چاہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: اے بسر! تم ابھی مت جاؤ۔ ہمارے ساتھ چلنا۔ ہم بھی ان شاء اللہ عمرے کے لیے جانے والے ہیں۔ چنانچہ بسر ﷜ رک گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت بسر بن سفیان ﷜ کو حکم دیا کہ اپنے لیے بدنہ (اونٹ) خرید لیں۔ چنانچہ بسر نے اونٹ خریدا اور اسے ذی الجدر میں بھیج دیا۔ حتی کہ جب آپ کے نکلنے کا وقت آیا تو آپ نے اسے مدینہ لانے کا حکم دیا۔ پھر ناجیہ بن جندب اسلمی ﷜ کو حکم دیا کہ انہیں ذوالحلیفہ کی طرف لے جائے۔ آپ نے اپنی ہدی پر ناجیہ بن جندب ﷜ کو عامل مقرر فرمایا۔

آپ ﷺ کے صحابہ کرام ﷢ آپ کے ساتھ نکلے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے خواب کی وجہ سے فتح میں شک نہیں تھا۔ وہ اسلحے کے بغیر نکلے۔ صرف تلواریں تھیں اور وہ بھی میانوں میں تھیں اور قوت والے اصحاب ﷢ ہدی بھی ساتھ لے گئے۔ مثلاً ابوبکر، عبدالرحمن بن عوف، عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ ﷢۔

یہ حضرات ھدی لے کر گئے تھے۔ آپ ذوالحلیفہ میں ٹھہرے۔ حضرت سعد بن عبادہ ﷜ بھی ھدی لے کر آئے۔ حضرت عمر بن خطاب ﷜ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو ابوسفیان بن حرب اور اس کے ساتھیوں کا ہم پر ڈر ہے۔ ہم نے تو جنگ کی تیاری بھی نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں مگر عمرہ کرنے والے کے لیے اسلحہ اٹھانا پسندیدہ نہیں ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ ﷜ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر ہم اپنے ساتھ اسلحہ لے آتے۔ ہمیں ان لوگوں پر شک ہے۔ ہم ان کے لیے تیاری کر کے آتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اسلحہ نہیں اٹھاؤں گا، میں تو عمرے کی غرض سے نکلا ہوں۔ آپ ﷺ نے مدینہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم ﷜ کو نائب مقرر فرمایا۔

آپ ﷺ یکم ذوالقعدہ سوموار کے دن نکلے۔ آپ نے اپنے گھر میں غسل فرمایا۔ آپ نے دو صحاری چادریں زیب تن

فرمائیں اور اپنی قصواء اونٹنی پر اپنے دروازے کے پاس سے سوار ہوئے۔ مسلمان بھی نکلے۔ آپ نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھائی۔ پھر آپ نے بدنہ (اونٹ) کو منگوایا اور اس پر زین ڈالی۔ پھر آپ نے ان میں سے چند ایک کو خود علامت لگائی۔ انہیں قبلہ رخ کر کے دائیں جانب رکھا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ایک اونٹ منگوایا اور اسے دائیں جانب علامت لگائی۔ پھر آپ نے حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو باقیوں کو علامت لگانے کا حکم فرما دیا۔ انہوں نے سب کے گلے میں ایک ایک جوتا بھی ڈال دیا۔ وہ کل ستر اونٹ تھے اور ان میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر میں بطور غنیمت حاصل ہوا تھا۔ یہ بھی آپ کی اونٹنیوں کے ساتھ ذی الجدر میں تھا۔

مسلمانوں نے بھی اپنے اونٹوں کو علامت لگائی اور ان کے گلے میں جوتے لٹکائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بسر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو ذوالحلیفہ سے بلایا اور انہیں جاسوسی کے لیے بھیجا اور فرمایا: قریش کو یہ بات معلوم ہو چکی ہوگی کہ میں عمرے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ سو مجھے ان کی خبر دینا اور بتلانا کہ وہاں کیا چل رہا ہے۔

حضرت بسر رضی اللہ عنہ آپ کے آگے چل پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور انہیں بھی اپنے آگے بھیجا، تاکہ وہ نظر ڈالتے ہوئے چلیں اور ان کے ساتھ بیس گھڑسوار تھے۔ ان میں مہاجرین اور انصار کے مرد تھے۔ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ گھڑسوار تھے۔ حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ، یہ بھی شہسوار تھے۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن ربیعہ، سعید بن زید، ابوقتادہ، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم یہ سب حضرات شہسوار تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے امیر حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر باہر تشریف لائے اور اپنی سواری منگوائی۔ پھر مسجد کے دروازے سے ہی اس پر سوار ہو گئے۔ جب وہ آپ کو لے کر قبلہ رخ ہو کر چل پڑی تو آپ نے احرام باندھا اور ان چار کلمات کے ساتھ تلبیہ پڑھا:

لبیک اللهم لبیک لبیک لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمة لك و الملك لا شريك لك.

''حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں، بے شک ہر طرح کی تعریف اور فضل واحسان تیرا ہی ہے اور بادشاہی بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔''

عام مسلمانوں نے بھی آپ کے احرام کے ساتھ ہی احرام باندھ لیا۔ بعض لوگوں نے احرام نہیں باندھا۔ انہوں نے جحفہ سے احرام باندھا۔

آپ بیداء کے راستے پر ہو لیے۔ آپ کے ساتھ ۱۶۰۰ مسلمان نکلے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ چودہ سو تھے اور ایک جگہ منقول ہے کہ ان کی تعداد ۱۵۲۵ تھی۔ نومسلم لوگوں میں سے ۱۰۰ مرد آپ کے ساتھ نکلے اور ایک روایت میں ہے کہ ۷۰ مرد نکلے۔

آپ کے ساتھ چار عورتیں بھی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ام عمارہ، ام منیع اور ام عامر

اشھلیہ رضی اللہ عنھن ۔ رسول اللہ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان دیہاتیوں پر سے گزرتے۔ آپ ان سے مدد کے لیے کہتے تو وہ اپنے اموال، اولاد اور گھر والوں کو خدمت کے لیے پیش کرتے۔ یہ بنو بکر، مزینہ اور جہینہ نامی قبائل تھے۔ یہ لوگ آپس میں باتیں کرتے کہ کیا محمد ہمیں لے کر ایسی قوم سے لڑنا چاہتا ہے جو تیار ہیں اور انہوں نے جنگی ساز وسامان اور اسلحہ جمع کر رکھا ہے۔ محمد اور اس کے ساتھی اونٹ کھانے والے ہیں۔ وہ اور ان کے ساتھی اپنے اس سفر سے کبھی واپس نہیں جائیں گے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس اسلحہ ہے اور نہ ساز وسامان اور یہ ایسی قوم پر جا رہے ہیں جن کی بدر میں ہلاکت کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔

حضرت نبی کریم ﷺ گھڑ سواروں کو آگے بھیج دیتے۔ پھر ھدی والے جانوروں کے ساتھ ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو آگے کیا۔ آپ کے ساتھ قبیلہ اسلم کے دو جوان بھی تھے۔ مسلمانوں نے بھی اپنے ھدی والے جانوروں کو رسول اللہ ﷺ کے ھدی لے جانے والے حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ آپ ﷺ منگل کی صبح ملل سے نکلے اور شام کو سیالہ پہنچ گئے۔ پھر اگلی صبح روحاء میں پہنچ گئے۔ وہاں بنو نھد کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ان کے پاس اونٹ اور بکریاں تھیں۔ آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور اسلام سے الگ رہے۔ پھر انہوں نے اپنے ایک آدمی کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف دودھ بھیجا۔ آپ نے ان سے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے ان سے خریدنے کی اجازت دے دی۔ لوگوں نے ان دیہاتیوں سے خریدا۔ وہ لوگ خوش ہو گئے۔ وہ تین زندہ گوہ پکڑ کر لائے اور انہیں پیش کیا۔ انہیں لشکر کے غیر محرم لوگوں نے خرید لیا۔ پھر انہوں نے کھایا اور محرم لوگوں پر بھی پیش کیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کھالو۔ تمہارے لیے احرام میں ہر وہ شکار حلال نہیں ہے جو تم کھاؤ جبکہ تم نے شکار کیا ہو یا تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو۔

انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! ہم نے شکار نہیں کیا اور اسے تو ان دیہاتیوں نے شکار کیا۔ انہوں نے ہمیں ہدیہ کیا اور انہیں تو خبر بھی نہیں تھی کہ ان کی ہمارے ساتھ ملاقات ہوگی۔ یہ تو خانہ بدوش لوگ ہیں۔ آج صبح ایک علاقے میں ہیں تو کل دوسرے علاقے میں چلے جائیں گے۔ یہ بادل کا پیچھا کرتے ہیں اور بارش چاہتے تھے جو سردیوں سے ملل کی سرزمین میں ہے۔

آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو بلایا اور اس سے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: اے محمد! ہمیں پتہ چلا ہے کہ بادل ایک ماہ سے سرزمین ملل میں رکے ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنے میں سے ایک آدمی کو بھیجا جو شہروں کو دیکھ کر آئے۔ وہ ہماری طرف لوٹا اور ہمیں بتلایا کہ بکری سیر ہو چکی ہے اور اونٹ حوض کا پانی پی کر بوجھل ہو کر چلتا ہے اور تالاب کثرت کے ساتھ ہیں اور بھرے ہوئے ہیں اور ہمارا ارادہ ہے کہ ہم بھی وہاں چلے جائیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ حدیبیہ میں نکلے۔ ہم میں سے بعض محرم تھے اور بعض غیر محرم۔ حتی کہ ہم جب ابواء میں پہنچے اور میں غیر محرم تھا۔ میں نے ایک نیل گائے کو دیکھا۔ میں نے اپنے گھوڑے پر زین لگائی

اور میں سوار ہوا۔ میں نے ان میں سے ایک کو کہا: مجھے میرا کوڑہ پکڑا دو۔ اس نے مجھے پکڑانے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: مجھے میرا نیزہ دے دو۔ اس نے پھر انکار کر دیا۔ میں اترا، میں نے اپنا کوڑہ اور نیزہ اٹھایا، پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ میں نے نیل گائے پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر میں اسے لے کر اپنے محرم اور غیر محرم ساتھیوں کے پاس آیا۔ محرموں نے اس کے کھانے میں شک کیا۔ حتی کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے آملے۔ آپ ہم سے تھوڑا آگے تھے۔ پھر ہم آپ سے مل گئے اور آپ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے؟ میں نے آپ کو ایک دستی دی۔ آپ نے اسے کھایا اور ختم کر دی حالانکہ آپ محرم تھے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: تم رسول اللہ ﷺ سے کتنا پیچھے تھے۔ فرمایا: ہم نے نیل گائے کو پکایا، جب وہ پک گئی تو ہم آپ سے جا ملے اور آپ کے پاس آگئے۔

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس دن ابواء میں نیل گائے لے کر آئے۔ پھر آپ کو وہ ہدیہ کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس کر دیا۔ حضرت صعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب آپ نے مجھے دیکھا اور جو میرے ہدیے کو واپس کرنے کی وجہ سے میرے چہرے میں تغیر آیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اسے صرف اسے لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

فرماتے ہیں: میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر ہم صبح سویرے منہ اندھیرے دشمن پر اچانک حملہ کر دیں پھر ہم گھوڑوں کے پیٹوں کے نیچے بچوں کو بھی نقصان پہنچا دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے والدین کے ساتھ کے ہوں گے۔ فرماتے ہیں: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نیل گائے اس دن زندہ تھی۔

حضرت ابو رھم غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب وہ لوگ ابواء میں ٹھہرے تو ایماء بن رحضہ نے اونٹ اور سو بکریاں ہدیہ کیں اور انہیں اپنے بیٹے خفاف بن ایماء کے ہاتھ بھیجا اور دو اونٹ جو دودھ اٹھائے ہوئے تھے وہ انہیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ اس نے کہا: میرے والد نے یہ اونٹ اور دودھ آپ کی طرف بھیجا ہے۔ آپ نے پوچھا: تم کہاں اترے ہو؟ عرض کیا: قریب میں۔ ہمارا ایک پانی ہے جو خشک ہو گیا تھا۔ پھر ہم اپنے جانوروں کو لے کر اس پانی پر آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شہر کیسے ہیں؟ عرض کیا: ان کے اونٹوں کو غذا ملتی ہے اور بکریوں کا تو ذکر ہی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہدیہ قبول کر لیا۔ بکریوں کو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کرنے کا حکم دیا اور دودھ پیالہ پیالہ کر کے پی لیا۔ حتی کہ دودھ ختم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔

حضرت اسید بن ابو اسید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو اس دن ودان کی طرف سے تین چیزیں ہدیہ کی گئیں۔ معیش، عتر اور چھوٹے کھیرے۔ رسول اللہ ﷺ چھوٹے کھیرے اور عتر کھاتے اور یہ آپ کو بہت اچھے لگے۔ آپ نے اپنی

بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے اس ھدیے کی بہت تعریف کی اور دینے والے کو بتلایا کہ یہ نہایت عمدہ چیز ہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم ابواء میں تھے تو اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس کھڑے ہوئے اور میں اپنی ہنڈیا کے نیچے پھونک مار رہا تھا اور میرے سر سے جوئیں گر رہی تھیں اور میں محرم تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے کعب! کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: پھر تم اپنا سر حلق کرا دو۔

فرماتے ہیں: اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: "ففدیۃٌ من صیام او صدقۃ او نسك"

پھر رسول اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں بکری ذبح کروں یا تین دن کے روزے رکھوں یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤں۔ ہر مسکین کو دو مد۔ جو بھی تم کر لو تمہاری طرف سے کفایت کر جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے گائے بطور ہدی دی۔ اس کو رسی ڈالی اور علامت لگائی۔

حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا ہدی والا اونٹ تھک گیا جب میں نے ابواء کی طرف دیکھا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ابواء میں آیا اور میں نے آپ کو بتلایا تو آپ نے فرمایا: اسے نحر کر دو اور اس کی رسی کو اس کے خون میں رنگ دو اور تم اسے نہ کھانا اور نہ ہی تمہارے رفقاء میں سے کوئی بھی اور اسے لوگوں میں تقسیم کر دو۔

جب رسول اللہ ﷺ جحفہ میں ٹھہرے تو وہاں پانی نہ ملا۔ آپ نے پانی والے برتنوں کے ساتھ ایک شخص کو خرار کی طرف بھیجا۔ وہ شخص ابھی زیادہ دور نہ گیا تھا کہ ان پانی والے برتنوں کو خالی لے کر لوٹ آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں تو ایک قدم بھی آگے بڑھنے پر قادر نہیں ہوا۔ مجھ پر رعب پڑ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے ایک دوسرے شخص کو بھیجا۔ وہ برتن لے کر نکلا۔ حتی کہ جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں پہلے پر رعب آیا تھا تو وہ بھی لوٹ آیا۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کو کیا ہوا؟ اس نے کہا: نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں بھی رعب کی وجہ سے جانے پر قادر نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے ایک تیسرے شخص کو بھیجا۔ جب وہ اس جگہ سے گزرا جہاں سے پہلے دو لوٹ آئے تھے تو وہ بھی اسی طرح رعب میں مبتلا ہو گیا اور واپس آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے برتن دے کر بھیجا۔ اس کے ساتھ پانی پلانے والے بھی نکلے۔ انہیں بھی لوٹنے میں شک نہیں تھا کیونکہ انہوں نے ان لوگوں کے لوٹنے کو دیکھ لیا تھا۔ پھر وہ خرار میں آئے اور پانی لیا۔ پھر پانی لے کر آ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے جھاڑ دینے کا حکم دیا۔

پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! میں تم سے بہت خوش ہوں اور میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے پکڑ لو تو گمراہ نہ ہو۔ اللہ کی کتاب اور اس (کے رسول) کی سنت تمہارے سامنے ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے تم میں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کو چھوڑا ہے۔

جب مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے مکہ کی طرف نکلنے کا علم ہوا تو انہیں اس چیز نے خوفزدہ کر دیا۔ وہ اکٹھے ہوئے اور اس بارے میں ان کے اہل رائے نے مشاورت کی۔ انہوں نے کہا: وہ چاہتا ہے کہ اپنے لشکروں کو لے کر عمرہ کی غرض سے ہم پر آئے۔ پھر عرب اس بات کو سنیں اور وہ ہم پر غلبۃً داخل ہوگا۔ ہمارے اور اس کے درمیان جنگ ہے۔ اللہ کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ ہم میں سے بعض آنکھیں غمگین ہیں۔ سو تم اپنی رائے میں غور و فکر کر لو۔ انہوں نے اتفاق کیا اور اس معاملے کو اپنے میں سے چند ذی رائے لوگوں کے سپرد کر دیا، صفوان بن امیہ، سہل بن عمرو، اور عکرمہ بن ابی جہل کے۔

صفوان نے کہا: ہم کسی معاملے کو طے نہیں کریں گے حتیٰ کہ ہم تم سے مشاورت کر لیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم دو سو شہسواروں کو غمیم کے علاقے کی طرف بھیجیں اور ہم ان پر کسی طاقت ور آدمی کو امیر مقرر کر دیں۔ قریش نے کہا: آپ کی رائے بہترین ہے۔ انہوں نے اپنے گھڑسواروں پر عکرمہ بن ابی جہل کو یا خالد بن ولید کو امیر مقرر کیا۔ قریش نے دیگر قبائل سے بھی مدد حاصل کی جس نے بھی ان کی اطاعت کی۔ ثقیف بھی ان کے ساتھ مل گئے۔

انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو گھڑسواروں میں آگے بھیجا اور جاسوسوں کو پہاڑ پر تعینات کر دیا حتیٰ کہ پہاڑ تک پہنچ گئے۔ جس کا نام وزر یا وزغ تھا ان کے جاسوس ۱۰ آدمی تھے۔ ان کا نگران حکم بن عبد مناف تھا۔ وہ ایک دوسرے سے چپکے چپکے باتیں کرتے کہ محمد نے ایسے ایسے کیا۔ حتیٰ کہ یہ بات قریش کو بلدح میں پہنچ گئی اور قریش بلدح کی طرف نکلے۔ انہوں نے وہاں خیمے اور ٹھکانے بنائے اور عورتوں اور بچوں کو لے کر نکلے۔ انہوں نے اپنے لشکر کو وہاں جمع کر لیا۔ بسر بن سفیان رضی اللہ عنہ مکہ آئے اور ان کی باتیں سنیں اور وہاں کے حالات کا بغور جائزہ لیا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ گئے۔ وہ آپ سے عسفان کے پیچھے اشطاط والے حوض پر ملے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو پوچھا: اے بسر! آپ کے پیچھے کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کی قوم کو چھوڑا ہے، یعنی کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو۔ وہ لوگ آپ کے نکلنے کی خبر سن چکے ہیں اور وہ گھبرا چکے ہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ آپ ان پر غلبۃً داخل ہوں گے۔ انہوں نے آپ کے خلاف دیگر قبائل سے بھی مدد لے لی ہے اور ان سے بھی مدد لی ہے جنہوں نے ان کی اطاعت کی۔ ان کے ساتھ ماہر جنگجو ہیں، جنہوں نے چیتے کی کھال پہن لی ہے تا کہ آپ کو مسجد حرام سے روکیں۔ وہ بلدح تک نکل آئے ہیں۔ انہوں نے وہاں ٹھکانے بنا لیے ہیں اور میں نے ان کے مالدار لوگوں کو چھوڑا ہے جو دیگر قبائلیوں اور اپنے ساتھ ملنے والوں کو ان کے شہروں میں اونٹ کھلا رہے ہیں۔ انہوں نے ۲۰۰ گھڑسواروں میں خالد بن ولید کو آگے بھیجا ہے اور یہ گھڑسوار غمیم میں پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے پہاڑوں پر اپنے جاسوس بٹھا دیے ہیں اور گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: خالد بن ولید مشرکین کے گھڑسواروں پر امیر ہے اور یہ غمیم میں پہنچ گئے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا: اما بعد! اے مسلمانوں کی جماعت! ان

لوگوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جو ان کفار کے پیروکار ہیں اور ان سے میرے خلاف مدد لی گئی ہے۔ تاکہ وہ ہمیں مسجد حرام سے روک دیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر چلتے رہیں جو ہمارے راستے میں آئے تو ہم اس سے قتال کریں یا پھر تمہاری رائے یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کے پیچھے جائیں جن سے ہمارے خلاف مدد لی گئی ہے اور ہم ان کے گھروں میں جا کر انہیں نقصان پہنچائیں۔ پھر اگر انہوں نے ہمارا پیچھا کیا تو وہ گردنیں ہوں گی جنہیں اللہ کاٹ ڈالے گا اور اگر وہ بیٹھ گئے تو غم زدہ شکست خوردہ ہو کر بیٹھیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ بہرحال اے اللہ کے رسول! ہماری رائے یہ ہے کہ ہم اپنے مقصد کے لیے چلتے رہیں۔ جو ہمیں بیت اللہ سے روکے تو ہم اس سے قتال کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش کے گھڑسواروں میں خالد بن ولید امیر ہے اور وہ غمیم میں ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنسبت اپنے ساتھیوں سے زیادہ مشورہ کرنے والا ہو۔ آپ کی اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت صرف جنگ میں ہوتی تھی۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم ویسے نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: "آپ اور آپ کا رب جائیں اور لڑیں، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ آپ اور آپ کا رب لڑیں۔ ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ قسم بخدا! اے اللہ کے رسول! اگرچہ آپ برک غماد تک چلے جائیں تب بھی ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور ہم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے گا۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بات کی: اے اللہ کے رسول! ہماری رائے یہ ہے کہ ہم اپنے مقصد پر رہیں جس کے لیے ہم نکلے ہیں۔ جو ہمیں روکے تو ہم اس سے لڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں نکلے۔ بلکہ ہم تو محض عمرے کے لیے نکلے ہیں۔

غیرت صدیقی رضی اللہ عنہ

آپ کو بدیل بن ورقاء اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ملا۔ اس نے کہا: اے محمد! آپ اپنی قوم سے لڑ کر دھوکے میں پڑ رہے ہیں جو اشراف عرب ہیں اور اللہ کی قسم! میں تو آپ کے ساتھ کسی ذی وجاہت کو نہیں دیکھ رہا۔ مزید یہ کہ تم ایسے لوگ ہو کہ اسلحہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا تو لات کی شرم گاہ میں جا کر منہ مار۔ بدیل کہنے لگا: قسم بخدا! اگر تیرا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں تجھے جواب دیتا۔ اللہ کی قسم! مجھ پر اور میری قوم پر یہ تہمت لگائی گئی ہے کہ میں محمد کے غالب ہونے کو پسند کرتا ہوں۔ میں قریش کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے مال اور آل اولاد لے کر آپ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ وہ بلدح کی طرف نکل آئے ہیں اور انہوں نے ٹھکانے بنا لیے ہیں۔ ان کے ساتھ بڑے مالدار لوگ ہیں جو برابر اپنے پاس آنے والوں کو

کھانے میں اونٹ ذبح کر کے کھلا رہے ہیں۔ تا کہ وہ تم سے جنگ لڑنے کی طاقت جمع کر لیں۔ سو آپ اپنی رائے میں غور و فکر کر لیں۔

حضرت عثمان بن ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قریش وفود کی صورت میں آ رہے تھے اور انہوں نے اموال جمع کر رکھے تھے۔ دیگر قبائل میں سے جو بھی ان کے ساتھ ملتا وہ اسے کھانا کھلاتے۔ وہ چار جگہوں میں کھانا کھلا رہے تھے: (۱) دار الندوہ میں اپنی جماعت کو (۲) صفوان بن امیہ اپنے گھر میں (۳) سہیل بن عمرو اپنے گھر میں (۴) عکرمہ بن ابی جہل اپنے گھر میں اور (۵) حویطب بن عبد العزیٰ اپنے گھر میں کھانا کھلا رہا تھا۔

حضرت داؤد بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خالد بن ولید اپنے گھڑ سواروں کو لے کر قریب ہوا۔ حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ لیا۔ اس نے اپنی صفیں قبلہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بنالیں۔ وہ دو سو گھڑ سواروں میں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھڑ سواروں کو لے کر آگے بڑھے۔ وہ اس کے مقابل کھڑے ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو صف آرا کر دیا۔

نمازِ خوف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے صف بنالی۔ آپ نے انہیں رکوع اور سجدے کرائے۔ پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ پھر وہ لوگ اپنی اسی حالت پر تیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔

خالد بن ولید نے کہا: وہ لوگ غافل ہیں۔ اگر ہم ان پر حملہ کر دیں تو ہمیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ لیکن ابھی ایک نماز کا وقت ہونے والا ہے وہ انہیں اپنی جانوں اور اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر محبوب ہے۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام ظہر اور عصر کے درمیان یہ آیت لے کر نازل ہو گئے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ

''اور جب آپ ان میں ہوں اور ان کے لیے نماز قائم کریں تو ایک جماعت کھڑی ہو...... الآیۃ''

پھر عصر کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوئے اور دشمن آپ کے سامنے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور دونوں صفوں نے اکٹھے تکبیر کہی۔ پھر آپ نے رکوع کیا تو دونوں صفوں نے اکٹھے رکوع کیا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا تو اس صف نے سجدہ کیا جو آپ کے بالکل قریب تھی اور دوسرے کھڑے پہرہ دیتے رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی صف کے سجدے پورے کر لیے اور وہ آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے تو پچھلی صف والوں نے دو سجدے کیے۔ پھر پہلی صف پیچھے چلی گئی اور پچھلی صف آگے آ گئی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گئے اور سب لوگ

کھڑے ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا تو دونوں صفوں نے رکوع کیا۔ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور اس صف نے بھی سجدہ کیا جو آپ کے بالکل پیچھے تھی اور پچھلی صف والے کھڑے پہرہ دیتے رہے۔ وہ دشمن کی جانب متوجہ رہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دونوں سجدوں سے اپنا سر اٹھایا تو پچھلی صف نے بھی دو سجدے کر دیے جو ان کے ذمے باقی تھے۔ رسول اللہ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پھر تشہد پڑھی اور سلام پھیر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ پہلی نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ نے حالتِ خوف میں پڑھی۔

حضرت ابن عیاش زرقی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ اس دن نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ پھر بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح نماز پڑھی۔ حضرت ابو عیاش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ پہلی نمازِ خوف ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمائی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے نمازِ خوف غزوہ ذات الرقاع میں ادا فرمائی۔ پھر اس کے بعد عسفان میں پڑھائی۔ ان دونوں کے درمیان چار سال کا فاصلہ ہے۔

فرماتے ہیں: پھر جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ٹیڑھی جگہ میں دائیں جانب ہو جاؤ۔ قریش کے جاسوس مرظہران یا ضجنان میں ہوں گے۔ تم میں سے کوئی ہے جو ذاتِ حنظل کی چوٹی کو جانتا ہو؟ حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اسے جانتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ہمارے آگے چلو۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اس گھاٹی میں پہاڑوں کی جانب کا راستہ لیا اور مغرب سے پہلے جلدی چلے۔ وہ ابھی تھوڑا ہی چلے تھے کہ پتھروں نے انہیں راستے سے ہٹا دیا اور وہ درختوں سے اٹکنے لگے اور واپس ہو لیے۔ گویا انہوں نے اسے کبھی نہ دیکھا ہو۔ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں تو جمعہ کے دن اس راستے پر کئی مرتبہ چلا ہوں۔

جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ کسی جانب نہیں بڑھ رہے تو فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ فرماتے ہیں: میں سوار ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کون ہے جو ذاتِ حنظل کے راستے پر ہماری راہنمائی کرے؟ حضرت عمرو بن عبدِ نُھم اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کی راہنمائی کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے آگے چلو۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ ان کے آگے چلے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر اس چوٹی پر پڑی۔ آپ نے پوچھا: کیا یہی حنظل والی چوٹی ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! پھر جب آپ اس کی چوٹی پر کھڑے ہوئے تو وہاں سے اتر پڑے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اگرچہ میرے لیے اسے عبور کرنا انتہائی دشوار تھا اور وہ جال کی طرح تھی۔ پھر وہ میرے لیے وسیع اور واضح ہو گئی حالانکہ وہ انتہائی دشوار گزار گھاٹی تھی۔

وہ لوگ اس راہ چلتے رہے اور باتیں کرتے ہوئے اسے عبور کرتے گئے۔ وہ رات خوب روشن تھی۔ گویا ہم چاند کی روشنی میں چل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اس گھاٹی کی مثال آج رات بالکل اس دروازے کی طرح ہے جس کے بارے میں اللہ نے بنی اسرائیل سے کہا: دروازے میں جھک کر داخل ہونا اور

حطۃ کہنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کلمہ جو بنی اسرائیل پر پیش کیا گیا لا الہ الا اللہ تھا اور حکم تھا کہ دروازے میں جھک کر داخل ہونا۔ یعنی بیت المقدس کے دروازے میں اور وہ لوگ اپنی سرینوں کے بل داخل ہوئے اور کہنے لگے: حبۃ فی شعیرۃ، یعنی دانہ جو کے اندر ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابو بکر بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کلمہ جو بنی اسرائیل پر پیش کیا گیا یہ تھا کہ وہ کہیں: ہم اللہ سے معافی مانگتے ہیں اور اس سے توبہ کرتے ہیں۔

یہ دونوں حدیثیں منقول ہیں۔

محدثین فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی اس چوٹی کو عبور کرے گا تو اللہ اس کی مغفرت فرما دیں گے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے ماں شریک بھائی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے آخر میں تھے۔ وہ فرماتے ہیں: میں چوٹی پر کھڑا ہوا اور لوگوں سے کہنے لگا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جو بھی اس چوٹی کو عبور کرے گا تو اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ چنانچہ لوگ جلدی جلدی چلنے لگے، حتی کہ میرا بھائی بھی گزر آیا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں گزرنے سے پہلے صبح نہ ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ جب اترے تو آپ نے اس شخص سے فرمایا جس کے پاس کھانے وغیرہ کا سامان تھا کہ وہ کھانا تیار کرے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے پاس آٹے کا تھیلا تھا ورنہ عموماً ہمارا زادِ راہ کھجوریں ہوا کرتی تھیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں قریش سے ڈر ہے کہ وہ ہمیں دیکھ لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہیں ہرگز نہیں دیکھیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے خلاف تمہاری مدد کرنے والا ہے۔ تم آگ جلاؤ اور جو چاہو کھانا تیار کرو۔ چنانچہ انہوں نے ۵۰۰ سے زیادہ جگہوں پر آگ جلائی۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ نے تمام لشکر کی مغفرت کردی ہے۔ سوائے ایک سوار کے جو اپنے سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ اس کی طرف قوم کے مرد گئے۔ مگر وہ ان میں نہیں ملا۔ اسے لشکر میں ڈھونڈا گیا اور ان کا خیال تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہے۔ اچانک دیکھا تو وہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے بچوں کے پاس ایک کونے میں تھا۔ اس کا تعلق بنو ضمرہ سے تھا اور وہ سیف البحر والوں میں سے تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرا ناس ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ وہ تمہارے لیے استغفار کریں گے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میرا اونٹ میرے نزدیک ان کے استغفار کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ اس کا اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ لشکر کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ ان سے مدد مانگ رہا تھا اور اپنے اونٹ کا مطالبہ کر رہا تھا کہ وہ تمہارے لشکر میں ہے۔ تم مجھے میرا اونٹ دو۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے دور چلا جا۔ اللہ تجھے برکت

والی زندگی نہ دے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میرے قریب کوئی عقل مند آدمی ہے۔ حالانکہ مجھے اس کا پتہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ وہ دیہاتی چلا گیا اور لشکر سے الگ ہو کر اپنے اونٹ کو ڈھونڈتا رہا۔ ابھی وہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا کہ اچانک اس کا جوتا پھسلا اور وہ لڑھکتا چلا گیا اور گر کر مر گیا۔ اس کا کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ اسے بھیڑیوں نے کھایا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب ایک قوم آئے گی جو اپنے اعمال کے مقابلے میں تمہارے اعمال کو تھوڑا سمجھے گی۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ان سے مراد قریش ہیں؟ فرمایا: نہیں، بلکہ یمن والے مراد ہیں۔ ان کے دل و دماغ انتہائی نرم ہیں۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ نے ویسے کر کے دکھایا۔ گویا آپ فرما رہے تھے کہ برابر ہیں۔ سنو ہمارے اور لوگوں کے درمیان فضیلت تم میں سے اس کے برابر نہیں ہو سکتی جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا۔

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس دن رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس یمن والے آئیں گے۔ گویا وہ بادلوں کے ٹکڑے ہیں۔ وہ روئے زمین پر بہترین مخلوق ہوں گے۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم سے بھی؟ رسول اللہ ﷺ تین مرتبہ پوچھنے پر بھی خاموش رہے۔ پھر چوتھی مرتبہ میں ایک ہلکا سا جواب دیا کہ تمہارے علاوہ دیگر لوگوں سے بہتر ہوں گے۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ چلتے رہے۔ جب حدیبیہ کے قریب ہوئے تو آپ کی سواری کے اگلے پاؤں گھاٹی پر چڑھنے سے رک گئے اور وہ قوم کی کچرے والے جگہ پر اتر آئی اور بیٹھ گئی۔ مسلمان کہنے لگے: اٹھ اٹھ۔ مگر وہ نہیں اٹھ رہی تھی۔ انہوں نے کہا: شاید قصواء اونٹنی کو تقاضا پیش آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے کوئی حاجت نہیں اور نہ اس کی ایسی عادت ہے بلکہ اسے تو اس نے روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک دیا تھا۔ اللہ کی قسم! اگر آج وہ مجھ سے اللہ کی حرمت کی تعظیم میں زمین کا کوئی مخصوص حصہ بھی مانگتے، میں وہ بھی انہیں دے دیتا۔ پھر آپ نے اسے ڈانٹا تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ آپ الٹے پاؤں واپس پلٹ آئے۔ آپ نے لوگوں کو حدیبیہ کے ایک حوض پر ٹھہرایا۔ وہاں پانی کی قلت تھی اور پانی بہت کم مقدار میں تھا۔ لوگوں نے پانی کی قلت کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اپنی ترکش سے ایک تیر کھینچا۔ پھر اسے اس کنویں میں گاڑنے کا حکم دیا۔ اس کا پانی کناروں تک بھر آیا۔ حتی کہ وہ اس سے جی بھر کر سیر ہو گئے۔ وہ لوگ کنویں کے منڈیر پر ہی بیٹھ کر اپنے برتن بھر لیتے تھے اور وہ جو تیر لے کر اترتے تھے وہ قبیلہ اسلم کے ناجیہ بن اعجم رضی اللہ عنہ تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ انصار کی ایک لڑکی نے حضرت ناجیہ بن اعجم رضی اللہ عنہ سے کہا جبکہ وہ کنویں میں تھے:

اے ڈول کی رسی کھینچنے والے! میرا ڈول بھی لے لے۔ میں نے لوگوں کو تیری تعریف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ بھلائی سے تیری تعریف کرتے ہیں اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں۔

ناجیہ رضی اللہ عنہ نے کنویں میں ہی جواب دیا: بے شک میں ڈول کی رسی کھینچنے والا ہوں اور میرا نام ناجیہ ہے۔ یمنی لڑکی اس بات کو

جانتی ہے۔ میں نے بڑے بڑے لوگوں کے سینے کے نیچے نیزہ چلایا ہے اور میرا نیزہ پے در پے چلتا ہے اور زخمی کر کے دکھ دیتا ہے۔

یہ اشعار ناجیہ بن اعجم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کسی نے بیان کیے۔ ان کا نام عبد الملک بن وھب اسلمی تھا۔

معجزۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جو تیر لے کر اترے تھے وہ ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ناجیہ بن اعجم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا جب آپ کی طرف پانی کی قلت کی شکایت آئی۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر مجھے دیا اور کنویں کے پانی سے ایک ڈول لانے کا حکم فرمایا۔ میں آپ کے پاس لے کر آیا۔ آپ نے وضو فرمایا اور منہ مبارک میں پانی لے کر کلی کی اور اسے ڈول میں ڈال دیا اور یہ سخت گرمی کا موسم تھا اور کنواں صرف ایک ہی تھا۔ مشرکین بلدح کی طرف پہلے چلے گئے تھے اور وہاں کے پانیوں پر قابض ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: پانی میں جاؤ اور اسے کنویں میں ڈال دینا اور پانی کو تیر سے ہلا دینا۔

میں نے ایسے ہی کیا۔ اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! ابھی میں باہر بھی نہیں نکلا تھا کہ پانی ایسے ہنڈیا کی طرح ابلنے لگا اور اوپر کو اٹھنے لگا۔ قریب تھا کہ وہ مجھے ڈبو دیتا۔ پانی منڈیر کے برابر اوپر آ گیا۔ لوگ اس کے کنارے سے ہی پانی بھرنے لگے اور سارا قافلہ سیراب ہو گیا۔ فرماتے ہیں: پانی پر اس دن منافقین بیٹھے تھے، یعنی جد بن قیس، اوس اور عبد اللہ بن ابی۔ یہ بیٹھے پانی کو دیکھ رہے تھے اور کنواں جوش مار رہا تھا اور یہ اس کے کنارے پر بیٹھے تھے۔ اوس بن خولی نے کہا: اے ابو حباب! تیرا ناس ہو۔ کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ تو کس مذہب پر ہے؟ کیا اس کے بعد بھی کچھ باقی رہ گیا ہے؟ ہم ایسے کنویں پر آئے جس کا پانی بالکل نیچے تھا اور بڑے ڈول میں بھی ایک گھونٹ پانی آتا تھا۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول میں وضو کیا اور اپنے منہ مبارک میں پانی لے کر ڈول میں کلی کی۔ پھر اس ڈول کو اس میں بہا دیا اور اپنا تیر اتار کر اسے حرکت دی تو وہ پانی کناروں تک بھر آیا۔ ابن ابی کہنے لگا: میں نے اس طرح ہوتے پہلے بھی دیکھا ہے۔ اوس کہنے لگا: اللہ تجھے برباد کرے اور تیری رائے بہت بری ہے۔ پھر ابن ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کر کے آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابو حباب! تم نے اس دن کی طرح کہاں ہوتے دیکھا تھا؟ اس نے کہا: میں نے اس طرح تو کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم نے یہ بات کیوں کی؟ ابن ابی کہنے لگا: میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ اس کے بیٹے نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان کے لیے استغفار کیجیے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے استغفار فرمایا۔

حضرت خالد بن عباد غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس دن کنویں میں تیر لے کر میں اترا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تیر لے کر میں اترا تھا۔

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کئی مرتبہ بارش ہوئی اور پانی بہت زیادہ بھر گیا۔

حضرت ابوملیح ھذلی اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم پر حدیبیہ میں بارش ہوئی۔ ابھی اس سے ہماری جوتیوں کے تلوے بھی نہیں بھیگے کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ سنو! نماز اپنے ٹھکانوں میں ہی پڑھ لو۔

حضرت زید بن خالد جہنی ﷛ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں فجر کی نماز ہمیں پڑھائی اور آسمان پر رات سے بادل چھائے ہوئے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ میرے بعض بندے مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور بعض میرا انکار کرنے والے ہیں۔ جس نے یہ کہا: مجھے اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش دی گئی تو یہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے کہا: ہمیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش دی گئی تو یہ میرا انکار کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانے والا ہے۔

حضرت قتادہ ﷛ فرماتے ہیں: میں نے ابن ابی کو حدیبیہ میں کہتے ہوئے سنا اور ہم پر بارش برسی۔ ابن ابی کہنے لگا: یہ خزاں کا موسم ہے اور ہمیں شعری ستارے سے بارش دی گئی۔

حضرت ابوقتادہ ﷛ فرماتے ہیں: جب ہم نے حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالا تو وہاں پانی کی قلت تھی۔ میں نے جد بن قیس کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہمارا ان لوگوں کی طرف نکلنا بے کار ہے۔ ہم پیاس کی وجہ سے سارے مر جائیں گے۔ میں نے کہا: اے ابوعبداللہ! تم تو یہ بات نہ کہو۔ تم کیوں نکلے ہو؟ اس نے کہا: میں تو اپنی قوم کے ساتھ نکلا ہوں۔ میں نے پوچھا: پھر کیا تم عمرے کے لیے نہیں نکلے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں نے تو احرام بھی نہیں باندھا۔ حضرت ابوقتادہ ﷛ نے پوچھا: اور کیا عمرے کی نیت بھی نہیں ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرماتے ہیں: پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بلایا اور وہ تیر لے کر اترا اور آپ ﷺ نے ڈول میں وضو فرمایا اور اپنے منہ مبارک میں پانی لے کر کلی کی اور اسے کنویں میں ڈال دیا تو کنواں کناروں تک بھر آیا۔

حضرت ابوقتادہ ﷛ فرماتے ہیں: میں نے جد کو دیکھا۔ وہ کنویں کی منڈیر پر اپنے پاؤں کو پانی میں پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا۔ میں نے کہا: اے ابوعبداللہ! وہ بات کہاں گئی جو تم نے کہی تھی۔ اس نے کہا: میں تو تیرے ساتھ مزاح کر رہا تھا۔ تم میری کوئی بات محمد کو نہ بتلانا۔ حضرت ابوقتادہ ﷛ نے فرمایا: میں نے یہ بات اس سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کو بتلا دی ہے۔ چنانچہ جد غصے ہو گیا اور کہنے لگا: ہم اپنی قوم کے بچوں کے ساتھ آ گئے ہیں۔ انہیں ہماری شرافت اور عزت کا کوئی خیال نہیں ہے۔ زمین کا اندر آج کے دن اس کے اوپر سے بہتر ہے۔ حضرت ابوقتادہ ﷛ نے فرمایا: میں نے اس کی یہ بات بھی نبی کریم ﷺ کو بتلا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا بیٹا اس سے بہتر ہے۔

حضرت ابوقتادہ ﷛ فرماتے ہیں: مجھے میری قوم کے چند لوگ ملے اور مجھے تنبیہ اور ملامت کرنے لگے، جب میں نے اس کی بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی۔ میں نے ان سے کہا: تم برے لوگ ہو۔ تمہارا ناس ہو! تم جد بن قیس کا دفاع کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں وہ ہمارا بڑا ہے اور ہمارا سردار ہے۔ جس نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے بنوسلمہ سے اس کی سرداری کو

ختم کر دیا ہے اور ہم پر بشر بن براء بن مرور رضی اللہ عنہ کو سردار بنایا ہے اور ہم نے وہ تمام عمارت ہٹا دی ہے. جو جد کے دروازے پر بنی تھی اور ہم نے اسے بشر بن بن معرور رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بنا دیا ہے۔ اب وہی قیامت تک ہمارے سردار ہوں گے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لیے بلایا تو جد بن قیس بھاگ گیا اور اونٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گیا۔ میں اس کی طرف گیا اور ایک شخص کا ہاتھ پکڑا جو میرے ساتھ اس کی باتیں کر رہا تھا۔ پھر ہم نے اسے اونٹ کے نیچے سے نکالا۔ میں نے کہا: تیرا ستیاناس! تجھے یہاں کون لایا؟ کیا تو اس وحی سے بھاگ رہا تھا جسے روح القدس لے کر آئے۔ کہنے لگا: نہیں، بلکہ میں مرعوب ہو گیا تھا۔ میں نے ایک عجیب آواز سنی۔

اس شخص نے کہا: میں کبھی بھی تیرا دفاع نہ کروں گا اور تجھ میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پھر جب جد بن قیس بیمار ہوا اور مرنے کے قریب ہوا تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے گئے اور باہر نہ نکلتے تھے۔ حتی کہ وہ مر گیا اور دفن ہو گیا۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھتا۔ اس لیے کہ میں نے اسے حدیبیہ میں ایسے ایسے کہتے ہوئے سنا اور غزوہ تبوک میں ایسے ایسے کہتے سنا اور مجھے اپنی قوم سے حیا آئی کہ وہ مجھے باہر نکلتا دیکھیں گے اور میں جنازے میں شریک نہیں ہوں گا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ وادبین میں اپنے مال کی طرف چلے گئے اور وہیں رہے حتی کہ اسے دفن کر دیا گیا اور جد کی موت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ہوئی تھی۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالا تو حضرت عمرو بن سالم اور بسر بن سفیان نے آپ کو بکریاں اور اونٹ ہدیے میں دیے اور یہ دونوں خزاعی تھے اور حضرت عمرو بن سالم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھی اونٹ ہدیہ میں دیے تھے۔ یہ ان کے دوست تھے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بکریاں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو بتلایا کہ عمرو نے مجھے یہ ہدیہ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرو نے ہمیں بھی ہدیہ دیا ہے، جو تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ عمرو کو برکت عطا فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیا۔ اسی طرح تمام بکریاں بھی اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا فرما دیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں۔ فرماتی ہیں: ہمارے پاس اونٹوں کا گوشت ویسے ہی آتا تھا جیسے ہماری قوم کے کسی فرد کے پاس اور ہم ایک بکری میں شریک تھے۔ ہمارے پاس اس کا ایک حصہ آیا۔ جو لڑکا ان میں سے ہمارے پاس ہدیہ لے کر آیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ لڑکے نے اپنی پرانی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے لڑکے! تم نے اپنے گھر والوں کو کہاں چھوڑا؟ اس نے کہا: میں نے اپنے گھر والوں کو ضجنان کے علاقے کے قریب چھوڑا۔ آپ نے پوچھا: تم نے اپنے شہروں کو کس حال میں چھوڑا؟ اس نے کہا: میں نے انہیں خوشحالی میں چھوڑا۔ وہاں کے درختوں میں خوب روئیدگی ہے اور وہاں کا اذخر گھاس خوب لگا ہوا ہے۔ وہاں کے تمام پودوں کی شاخیں خوب

پھیل گئی ہیں اور چراگاہیں خوب سرسبز و شاداب ہیں اور زمین تر ہے جس کی وجہ سے بکریاں رات تک خوب سیر ہو جاتی ہیں اور وہاں کے اونٹ بھی زمین کی سرسبزی و شادابی اور خوب روئیدگی کی وجہ سے رات تک خوب سیر ہو جاتے ہیں اور میں نے ان کے پانیوں کو کثیر تعداد میں چھوڑا ہے جس میں جانوروں کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور اس وقت جانوروں کو کم ضرورت ہے اس لیے کہ زمین خوب تر ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی فصاحت لسانی پر بڑا تعجب ہوا۔ آپ نے اس کے لیے لباس لانے کا حکم دیا۔ اسے لباس پہنایا گیا۔ اس لڑکے نے کہا: میں آپ کے ہاتھ کو چھو کر برکت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ۔ وہ قریب آیا اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو پکڑا اور بوسہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ چنانچہ اس کی عمر طویل ہوئی اور اپنی قوم میں اس کی ایک خاص فضیلت اور شان تھی۔ یہاں تک کہ وہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں فوت ہوئے۔

حدیبیہ میں قریش کی آمدورفت

بدیل بن ورقاء

فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں مطمئن ہو گئے تو بدیل بن ورقاء اور خزاعہ کا ایک قافلہ آپ کے پاس آیا۔ یہ تہامہ میں آپ ﷺ کے مخلص رازدار تھے۔ بعض ان میں سے مسلمان تھے اور بعض معاہد۔ وہ تہامہ میں آپ سے کسی بات کو مخفی نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی سواریاں بٹھائیں اور خدمت میں آ کر سلام کیا۔ بدیل نے کہا: ہم آپ کی قوم کے پاس سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ یعنی کعب بن لوی اور عامر بن لوی وغیرہ کے ہاں سے۔ انہوں نے تو دیگر قبائل اور اپنے پیروکاروں کو آپ کے خلاف برانگیختہ کر رکھا ہے۔ ان کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی ہیں۔ انہوں نے اللہ کی قسم اٹھائی ہے کہ وہ آپ کو بیت اللہ کے قریب نہ جانے دیں گے، حتیٰ کہ ان کی کھیتیاں ہلاک ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے۔ ہم تو صرف اس گھر کا طواف کرنے کے لیے آئے ہیں۔ جو ہمیں روکے گا ہم اس سے لڑیں گے اور قریش ایسی قوم ہے جنہیں جنگ سے نقصان ہوتا ہے۔ وہ انہیں کمزور کر دیتی ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں انہیں کچھ مدت مہلت دے دیتا ہوں جس میں وہ امن سے رہیں گے اور وہ ہمیں اور لوگوں کو چھوڑ دیں۔ لوگ ان سے زیادہ ہیں۔ اگر میرا معاملہ لوگوں پر غالب آ گیا تو انہیں اختیار ہوگا کہ وہ بھی اس میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہوئے یا وہ قتال کر لیں اور وہ اکٹھے بھی ہو چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اپنے اس معاملے کی کوشش میں لگا رہوں گا حتیٰ کہ میری جان اکیلی رہ جائے یا اللہ اپنے امر کو نافذ کر دے۔''

بدیل نے آپ کی بات یاد کی اور سوار ہو لیا۔ پھر وہ سوار ہو کر قریش کی طرف گئے۔ قافلے میں عمرو بن سالم بھی تھا۔ وہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! تم لوگوں کی اس کے خلاف کبھی مدد نہ کی جائے گی جو چیز یہ پیش کرتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ لوگ کفار قریش کے ہاں گئے۔

ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: یہ بدیل اور اس کے ساتھ آئے ہیں۔ یہ اس لیے آئے ہیں کہ تم سے خبریں نکلوائیں تو تم ان سے ایک حرف بھی نہ پوچھنا۔

جب بدیل اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ وہ ان سے خبریں نہیں پوچھ رہے تو بدیل نے کہا: ہم محمد کے پاس سے آئے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم تم کو باخبر کریں؟ عکرمہ بن ابی جہل اور حکم بن العاص نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہمیں تمہاری خبروں کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ تم لوگ اسے ہماری طرف سے جا کر خبر دو کہ وہ اس سال ہمارے ہاں مکہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی شخص باقی نہ رہے۔

عروہ بن مسعود

عروہ بن مسعود نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے آج کے دن کی طرح عجیب رائے نہیں دیکھی اور تم کس وجہ سے بدیل اور اس کے ساتھیوں کی بات سننے کو ناپسند کر رہے ہو؟ اگر تمہیں کوئی بات پسند آئی تو تم اسے قبول کر لینا اور اگر اچھی نہ لگی تو چھوڑ دینا۔

وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوتی جو ایسے کرتی ہے۔ ان کے ذی رائے اور اشراف لوگوں (صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام) نے کہا: ہمیں وہ بات بتلاؤ جو تم نے دیکھی اور جو تم سے سنی۔ چنانچہ انہوں نے انہیں نبی کریم ﷺ کی بات بتلا دی اور جو آپ نے قریش کے لیے مدت مقرر کرنے کا کہا تھا۔ عروہ نے کہا: اے قریش کے لوگو! کیا تم مجھے متہم نہیں ٹھہراؤ گے؟ کیا تم والد کی طرح اور میں اولاد کی طرح نہیں ہوں۔ میں نے عکاظ والوں کو تمہاری مدد کے لیے پکارا۔ پھر جب انہوں نے مجھ پر انکار کر دیا تو میں بذات خود اپنی اولاد اور اپنے پیروکاروں کو لے کر تمہاری طرف پہنچا۔ انہوں نے کہا: آپ نے ایسے ہی کیا ہے۔ پھر اس نے کہا: میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور تم پر شفیق ہوں۔ میں تم سے نصیحت کو مؤخر نہیں رکھوں گا۔ بدیل تمہارے پاس بھلائی کی بات لے کر آیا ہے۔ اسے کبھی کوئی رد نہیں کر سکتا مگر وہی جو اس سے شر لینا چاہے۔ اس بات کو اس سے قبول کر لو اور مجھے بھیجو۔ میں تمہارے پاس اس کی طرف سے اس کی تصدیق لے کر آؤں گا اور میں ان لوگوں کو دیکھ لوں گا جو اس کے ساتھ ہیں اور میں تمہارا جاسوس بن کر جاؤں گا اور تمہارے پاس اس کی خبر لے کر آؤں گا۔ چنانچہ قریش نے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیج دیا۔

عشق و فریفتگی کی عجیب مثال

عروہ بن مسعود آیا اور اپنی سواری کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بٹھا دیا۔ پھر وہ آپ کی طرف آیا۔ اس نے کہا: اے محمد! میں نے آپ کی قوم کو، یعنی کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو حدیبیہ کے چند پانیوں پر چھوڑا ہے۔ ان کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی ہیں۔ انہوں نے آپ کے خلاف دیگر قبائل کو بھی ابھارا ہے اور اپنے پیروکاروں سے بھی مدد لی ہے۔ انہوں نے اللہ کی قسم کھائی ہے کہ وہ آپ کو بیت اللہ تک نہیں پہنچنے دیں گے، حتیٰ کہ آپ انہیں ہلاک کر دیں اور آپ کو ان سے لڑائی میں دو پہلو ہیں: (۱) آپ اپنی قوم کو تباہ و برباد کر دیں اور ہم نے کسی کے بارے میں آپ سے پہلے نہیں سنا کہ اس نے اپنی اصل کو ختم کر دیا ہو۔

(۲) یا پھر آپ کو ان لوگوں کی طرف سے شرمندگی اٹھانا پڑے جو آپ کے ساتھ ہیں۔ میں آپ کے ساتھ صرف اوباش لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ جن کے چہروں اور انساب کو میں نہیں جانتا۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے فرمایا: تو جا کر لات کی شرم گاہ چوس۔ کیا ہم لوگ آپ کو شرمندہ کریں گے؟

عروہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تیرا مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا میں نے ابھی بدلہ نہیں دیا تو میں تجھے جواب دیتا۔

عروہ بن مسعود نے ایک دیت اٹھانے میں ان سے مدد لی تھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دس فریضے اس کی مدد کی تھی۔ یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عروہ بن مسعود پر احسان تھا۔

پھر دوران گفتگو عروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک پر ہاتھ لگاتا۔ جب بھی وہ آپ کی داڑھی کو چھونے لگتا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھ کو جھٹک دیتے اور فرماتے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو چھونے سے اپنے ہاتھ کو روکے رکھو قبل اس سے کہ وہ تم تک پہنچے۔ جب انہوں نے بار بار اسے منع کیا تو عروہ غصہ ہو گیا اور کہنے لگا: کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کون ہے۔ اے محمد! یہ کون ہے جسے میں آپ کے صحابہ کے درمیان دیکھ رہا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ اس نے کہا: او دھوکے باز! یہ تم تھے۔ قسم بخدا! ابھی کل کی تو بات ہے تم اپنا پاخانہ ڈھیلوں سے صاف کرتے تھے۔ ہماری تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بنو ثقیف سے دشمنی ہو گئی ہے۔ اے محمد! آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا؟ وہ اپنی قوم کے ایک قافلے میں نکلا۔ ابھی وہ راستے میں تھے کہ وہ سب سو گئے۔ اس نے رات کو اچانک ان پر حملہ کر دیا اور انہیں قتل کر دیا اور ان کا مال و اسباب لے لیا۔ اور وہاں سے بھاگ گیا۔ مغیرہ بنو مالک بن حطیط بن جشم بن قسی کے چند لوگوں کے ساتھ نکلا تھا۔ مغیرہ ایک سردار تھا۔ اس کے دو حلیف تھے، ان میں سے ایک کا نام دمون تھا یہ ایک کندی شخص تھا اور دوسرے کا نام شرید تھا۔ اس کا اصل نام عمرو تھا۔ جب مغیرہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ سب معاملہ کیا تو اس نے اسے دھتکارا۔ اس وجہ سے اس کا نام شرید پڑ گیا۔

یہ لوگ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے پاس آئے۔ وہ بنو مالک کے پاس آیا اور انہیں مغیرہ پر ترجیح دی۔ وہ لوگ واپس آ رہے تھے۔ جب وہ بیسان نامی جگہ پہنچے تو انہوں نے شراب پی۔ مغیرہ نے اپنے آپ کو زیادہ شراب پینے سے روک لیا اور اپنے نفس کو قابو میں رکھا۔ بنو مالک نے شراب پی حتی کہ جب انہیں نشہ آ گیا تو یہ ان پر کود پڑا اور انہیں قتل کر دیا۔ یہ تیرہ آدمی تھے۔ جب اس نے انہیں قتل کیا تو دمون نے ان کی طرف دیکھا اور ان سے چھپ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ مغیرہ کو ان کے قتل کرنے پر نشے نے ابھارا۔ مغیرہ دمون کو ڈھونڈنے لگا اور اسے چیخ چیخ کر بلانے لگا۔ مگر وہ نہ آیا۔ وہ مقتولین کو الٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگا مگر وہ نظر نہ آیا۔ اب مغیرہ رونے لگا۔ جب دمون نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ اس کی طرف نکلا۔ مغیرہ نے پوچھا: تم کہاں چھپ گئے تھے؟ اس نے کہا: میں ڈر گیا تھا کہ تم مجھے بھی قتل کر دو گے جیسے تم نے ان لوگوں کو قتل کر دیا۔ مغیرہ نے کہا: میں نے بنو مالک کو اس وجہ سے قتل کیا جو مقوقس نے ان کے ساتھ کیا۔ مغیرہ نے ان کے اموال اور سامان لے لیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس میں سے خمس نہیں لوں گا۔ یہ دھوکہ ہے اور یہ تب فرمایا جب آپ کو ان کے واقعے کی

اطلاع ملی۔

مغیرہ مسلمان ہوگیا اور شرید مکہ آ گیا اور ابوسفیان بن حرب کو وہ سب بتلایا جو مغیرہ نے بنو مالک کے ساتھ کیا۔ ابوسفیان نے معاویہ بن ابوسفیان کو عروہ بن مسعود کی طرف بھیجا اور اس کو یہ بات بتلائی۔ یہی مغیرہ بن شعبہ بن ابو عامر بن مسعود بن معتب تھے۔

معاویہ نے کہا: میں نکلا۔ حتی کہ جب میں نعمان میں تھا تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں کون سے راستے سے جاؤں؟ اگر میں غفار والے راستے پر چلوں تو وہ دور ہے لیکن آسان ہے اور اگر میں علق والے راستے پر چلوں تو وہ دشوار گزار ہے مگر قریب ہے۔

چنانچہ میں غفار والے راستے پر چلا۔ میں رات کے وقت عروہ بن مسعود بن عمرو مالکی کے پاس پہنچا۔ قسم بخدا! میں نے دس سال سے اس سے بات نہیں کی تھی۔ صرف اس رات میں نے اس سے بات کی۔ ہم مسعود کی طرف نکلے تو عروہ نے اسے آواز دی۔ اس نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: عروہ۔ پھر مسعود ہماری طرف نکلا اور وہ یہ کہہ رہا تھا: تم رات کو کوئی خوشخبری لے کر آئے ہو یا کوئی مصیبت؟ بلکہ تم مصیبت لے کر آئے ہو۔ کیا ان کے قافلے نے ہمارے قافلے کو قتل کر دیا یا ہمارے قافلے نے ان کے قافلے کو؟ اگر ہمارے قافلے نے ان کے قافلے کو قتل کیا ہوتا تو عروہ بن مسعود رات کو میرے پاس نہ آتا۔ عروہ نے کہا: آپ ٹھیک سمجھے۔ اے مسعود! میرے قافلے نے آپ کے قافلے کو قتل کر دیا۔ اب آپ غور کرلیں، آپ کیا کرنے والے ہیں؟ مسعود نے کہا: میں جنگ کی طرف بنو مالک کی تیزی کو جانتا ہوں۔ مجھے خاموش ہی رہنے دو۔

وہ کہتے ہیں: پھر ہم اس کے پاس سے واپس آ گئے۔ پھر جب صبح ہوئی تو مسعود نکلا اور اس نے بنو مالک سے کہا: مغیرہ بن شعبہ کا معاملہ یہ ہوا ہے کہ اس نے تمہارے مالکی بھائیوں کو قتل کر دیا ہے۔ تم میری بات مانو اور دیت لے لو۔ اسے اپنے چچا زاد بھائیوں اور اپنی قوم کی طرف سے قبول کرو۔ انہوں نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اللہ کی قسم! جب تم اسے قبول کرو گے تو حلیف تمہیں کبھی جینے نہیں دیں گے۔

اس نے کہا: میری بات مانو اور جو میں نے تمہیں کہا ہے اسے قبول کرلو۔ اللہ کی قسم! گویا میں کنانہ بن عبد یالیل کو دیکھ رہا ہوں جو سامنے آ رہا ہے اور اس کی زرہ اس کی ٹانگوں کی کشادہ جگہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ وہ جس آدمی کو بھی گلے سے پکڑے گا اسے پچھاڑ دے گا۔ اللہ کی قسم! گویا میں جندب بن عمرو کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ سامنے آ رہا ہے اور ایک سردار کی طرح ایک تیر کو دوسرے تیر کے اوپر رکھے ہوئے ہے۔ وہ جس کی طرف بھی اپنا تیر لے کر جائے گا تو اسے اپنی چاہت کے مطابق رکھے گا۔

جب وہ اس پر غالب ہو گئے تو وہ بھی لڑائی کے لیے تیار ہو گیا۔ انہوں نے صفیں بنالیں۔ کنانہ بن عبد یالیل سامنے آیا اور اس کی زرہ اس کی ٹانگوں کی کشادہ جگہ تک پہنچی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہا تھا: کون ہے جو شکست کھانا چاہتا ہے؟ پھر جندب بن عمرو سامنے آیا۔ وہ ایک تیر کو دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے تھا۔

مسعود نے پھر کہا: اے بنو مالک! میری اطاعت کرلو۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ تمام معاملہ تمہارے سپرد ہے۔ پھر مسعود بن عمرو باہر نکلا اور کہا: اے عروہ بن مسعود! میری طرف نکلو۔ وہ اس کی طرف نکلا۔

جب وہ دونوں صفوں کے درمیان آمنے سامنے ہوئے تو اس نے کہا: تجھ پر تیرہ دیتیں لازم ہیں۔ مغیرہ نے تیرہ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ ان کی دیت برداشت کرو۔ عروہ نے کہا: میں انہیں برداشت کروں گا۔ وہ سب میرے ذمے ہیں۔ چنانچہ اس پر لوگوں کی صلح ہوگئی۔ بنوبکر بن وائل کے بھائی اعشیٰ نے یہ اشعار کہے:

اس نے ایک معاملہ دیکھا جس سے سینے تنگ ہو رہے تھے۔ عروہ نے حلیفوں کو برداشت کیا۔ جب اس طرح کا معاملہ ہوتا ہے تو مضبوط دل اور صبر کرنے والا ایسے ہی کرتا ہے۔ اس نے تین سو پالتو اور خوب سفر کرنے والے اونٹ دیے۔

عروہ کی نظر میں صحابہ کا عشق رسول ﷺ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ جب عروہ بن مسعود رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کر کے فارغ ہوا اور آپ نے اسے بھی وہی جواب دیا جو آپ نے بدیل بن ورقاء اور اسکے ساتھیوں کو دیا تھا اور جو آپ نے ان پر مدت پیش کی تھی تو عروہ بن مسعود سوار ہوا اور قریش کے پاس آگیا۔ اس نے کہا: اے میری قوم! میں بہت سے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں۔ میں نے کسریٰ، ہرقل اور نجاشی کو بھی دیکھا۔ قسم بخدا! میں نے اتنی اطاعت اور فرمانبرداری کسی بادشاہ کی نہیں دیکھی، جتنی محمد کے صحابہ ان کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ ان کی طرف تیز نظروں سے نہیں دیکھتے اور ان کے سامنے اپنی آواز بلند نہیں کرتے۔ انہیں کسی کام کا صرف اشارہ کر دینا کافی ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ جب وہ بلغم یا لعاب پھینکتے ہیں تو وہ اسے اپنے ہاتھوں پر لیتے ہیں اور اپنے جسموں پر مل لیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وہ ان کے اعضائے وضو کا پانی حاصل کرنے کی خاطر ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں اور جھگڑا سا لگ جاتا ہے۔ میں ان لوگوں سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ جان لو، اگر تم تلوار کا ارادہ رکھتے ہو تو وہ تمہارے خلاف اسے چلانے کو بھی تیار ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ جب وہ اپنے سردار کی حفاظت کریں گے تو انہیں اس کی کوئی پروا نہیں ہوگی کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا۔

اللہ کی قسم! میں نے ان کے ساتھ ایسی عورتیں بھی دیکھیں ہیں۔ اگر صرف وہی ہوں تو وہ ہر حال میں ان کی حفاظت کریں گی۔ سو خود کو دیکھ کر غور و فکر کرلو اور تمام پہلوؤں کی جانچ کرلو۔ اس نے تم پر ایک پیش کش کی ہے۔ اے میری قوم! اسے گہری نظر سے دیکھ لو اور ان کی پیش کش کو قبول کرلو۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور مجھے یہ ڈر بھی ہے کہ اس کے خلاف تمہاری مدد نہ کی جائے۔ اس لیے کہ وہ ایک شخص ہے جو اس گھر میں آتا ہے۔ وہ اس کی تعظیم کرتا ہے، اس کے ساتھ ھدی کا جانور ہے جسے وہ قربان کرے گا اور لوٹ جائے گا۔ قریش نے کہا: اے ابو یعفور! تم یہ بات نہ کرو۔ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور یہ بات کرتا تو ہم اسے ملامت کرتے۔ ہم اس سال انہیں بیت اللہ نہیں آنے دیں گے۔ وہ لوٹ جائیں اور آئندہ سال آئیں۔

مکرز بن حفص بن احنف

کہتے ہیں: پھر مکرز بن حفص بن احنف آیا۔ سامنے ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: یہ تو دھوکے باز آدمی

ہے۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ سے ملا اور آپ سے بھی پہلے جیسی گفتگو ہوئی اور آپ نے اسے ویسے ہی جواب دیا۔ پھر جب وہ قریش کے پاس پہنچا اور انہیں آپ کے جواب سے باخبر کیا تو انہوں نے حلیس بن علقمہ کو بھیجا۔ وہ ان دنوں دیگر عرب قبائل کا سردار تھا۔

حلیس بن علقمہ

جب حلیس سامنے آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ ایسی قوم سے ہے، جو ھدی کی تعظیم کرتے ہیں اور بڑے عبادت گزار ہیں۔ اس کے سامنے ھدی کو بھیجو تا کہ وہ اسے دیکھ لے۔ انہوں نے ھدی کو بھیجا۔ جب اس نے ھدی کے جانوروں کو دیکھا، جو وادی مین چل پھر رہے تھے۔ ان کی گردنوں میں پٹے تھے۔ انہوں نے اپنی اون تک کھالی تھی۔ اس کی آواز رک رک کر نکل رہی تھی۔ لوگ اس کے سامنے تلبیہ پڑھتے ہوئے گزرے۔ یہ لوگ ایک ماہ یہاں ٹھہر چکے تھے۔ وہ لوگ پراگندہ اور غبار آلود ہو چکے تھے۔ وہ یہ سب دیکھ کر واپس چلا گیا اور نبی کریم ﷺ کی طرف نہ گیا۔ اس نے جو دیکھا تھا اس کی تعظیم اس کے دل میں آ گئی تھی۔

وہ قریش کی طرف لوٹ آیا۔ کہنے لگا: میں نے وہ چیز دیکھی ہے، جسے روکنا حلال نہیں ہے۔ میں نے ہدی کو دیکھا ہے۔ اس نے گلے میں پٹے ڈال رکھے ہیں۔ اس نے اپنی اون تک کھالی ہے۔ اسے اس کی جائے حلال سے روک دیا گیا ہے اور میں نے لوگوں کو دیکھا ہے جو غبار آلود ہو چکے ہیں اور وہ اس گھر کا طواف کرنے کے لیے بے تاب ہیں اور اللہ کی قسم! ہم نے اس پر تم سے حلف نہیں لیا تھا اور نہ عہد کیا تھا کہ تم ان کو بیت اللہ سے روکو گے جو اس گھر کی حرمت کا پاس لحاظ کرتے ہیں۔ اس کے حق کو ادا کرتے ہیں اور وہ ھدی لے کر آئے ہیں، جسے اس کی جائے حلال تک پہنچنے سے روک دیا گیا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے! یا تو تم انہیں ان کے مقصد میں الگ چھوڑ دو۔ یعنی ان کا راستہ چھوڑ دو۔ وگرنہ میں دیگر قبائل کے ہر ہر فرد کو بھگا دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا: جو بھی تم نے دیکھا یہ محمد اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے ایک تدبیر تھی۔ تم ہم سے دور رہو۔ حتی کہ ہم اپنے لیے کوئی پسندیدہ لائحہ عمل طے کر دیں۔

قریش کی جانب قاصدین پیغمبر ﷺ

سب سے پہلے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے قریش کی طرف بھیجا وہ خراش بن امیہ کعبی رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے اونٹ پر سوار ہو کر گئے، جس کا نام ثعلب تھا۔ تا کہ وہ سردارانِ قریش کو رسول اللہ ﷺ کے آنے کا مقصد بتلائیں اور کہیں کہ ہم صرف عمرے کے لیے آئے ہیں۔ ہمارے ساتھ ہدی کے جانور بھی مرکے ہوئے ہیں۔ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے، حلال ہوں گے اور لوٹ جائیں گے۔

قریش کا غلط رویہ

جب یہ قریش کے پاس پہنچے اور پیغام پہنچا دیا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اونٹ کو ذبح کر دیا۔ یہ کام عکرمہ بن ابو جہل نے کیا۔ اس نے خراش رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کرنا چاہا۔ مگر وہاں موجود اس کی قوم کے لوگوں نے اسے روک دیا۔ انہوں نے خراش کو

جانے دیا۔

وہ نبی ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور ایسا بظاہر ممکن نہیں تھا۔ پھر انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو ساری آپ بیتی کہہ سنائی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک ایسے شخص کو بھیجیے جو مجھ سے زیادہ محفوظ ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ انہیں قریش کی طرف بھیجیں۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اپنی جان کے بارے میں قریش سے ڈر ہے۔ قریش جانتے ہیں کہ میں ان کا کتنا بڑا دشمن ہوں اور وہاں بنو عدی میں سے کوئی ایسا باوقار شخص بھی نہیں ہے جو میرا دفاع کر سکے اور اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو یہی منظور ہے تو بندہ وہاں جانے کے لیے جان و دل سے حاضر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: لیکن اے اللہ کے رسول! میں آپ کو ایک ایسے شخص کے بارے میں بتلاتا ہوں جو مکہ میں مجھ سے زیادہ عزت والا ہے، ان کا قبیلہ بڑا ہے اور وہ زیادہ محفوظ ہے۔ یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حکم فرمایا کہ قریش کے پاس جاؤ اور انہیں بتلاؤ کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے۔ ہم تو اس گھر کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ ہم اس کی حرمت کی تعظیم کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ ھدی کے جانور ہیں۔ ہم انہیں قربان کر کے لوٹ جائیں گے۔

چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نکلے اور بلدح مقام تک پہنچے۔ آپ نے وہاں قریش کو پایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور قریش کی گفتگو: انہوں نے پوچھا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ وہ تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ تاکہ تم سب دین اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے اور اپنے نبی کو عزت بخشنے والا ہے اور دوسری صورت سے تم رکے رہو۔ یہ کام تو تمہارے علاوہ کوئی اور بھی کر سکتا ہے۔ پھر تم دیکھو۔ اگر وہ محمد پر کامیابی حاصل کر لیتے ہیں تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور اگر محمد کامیاب ہو جائیں تو تم بھی اس مذہب میں داخل ہو کر بہترین لوگ ہو جاؤ گے جس میں لوگ داخل ہوئے۔ یا پھر تم لڑنا چاہتے ہو دیکھو تم بہت زیادہ ہو۔ بلا ہتھیار لڑائی میں کود پڑو گے تو لڑائی تمہیں نقصان پہنچائے گی اور تمہارے بہترین لوگ مارے جائیں گے اور دوسری بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں بتلا چکے ہیں کہ وہ کسی سے لڑنے نہیں آئے۔ ان میں سے ہر ایک محض عمرے کے لیے آیا ہے۔ ان کے ساتھ ہدی ہے۔ اس پر پٹہ لٹکا ہے۔ وہ اپنی ہدی کو قربان کر کے لوٹ جائیں گے۔

قریش کی ہٹ دھرمی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سے گفتگو کرتے رہے اور ان پر وہ چیز پیش کرتے رہے جو وہ چاہتے نہیں تھے۔ وہ کہنے لگے: ہم نے

آپ کی بات سن لی مگر ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ اس شہر میں ہم پر غلبۃً داخل نہیں ہو سکتے۔ سو تم اپنے صاحب کی طرف لوٹ جاؤ اور انہیں بتلا دو کہ وہ ہمارے پاس نہ آئیں۔

اسی اثنا میں ابان بن سعید بن عاص ان کی طرف اٹھا اور انہیں مرحبا کہا اور انہیں اجازت دیتے ہوئے کہنے لگا: آپ کو آپ کی ضرورت سے نہیں روکا جائے گا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو زین پر سوار کیا اور خود ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں داخل ہوئے اور ان کے تمام سرداروں سے ایک ایک کر کے ملے۔ ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ اور دیگر سرداروں سے ملاقات کی۔ بعض سے بلدح میں ملاقات ہوئی اور کچھ سے مکہ میں۔ ان سب کا یہی کہنا تھا کہ محمد اس شہر میں ہمارے پاس اب کبھی نہیں آئیں گے۔

مجبور مومنین سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملاقات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں مومنین مردوں اور عورتوں کے پاس جاتا جو مجبور تھے اور انہیں کہتا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہیں فتح کی خوشخبری ہو۔ آپ فرما رہے ہیں: میں تمہارے پاس جلد آؤں گا اور تب کوئی مکہ میں ایمان کو چھپا کر نہیں رہے گا۔ میں نے ان کے ایک مرد اور عورت کو خوشی میں روتے دیکھا۔ مجھے ایسے لگا جیسے میری خبر سن کر وہ خوشی سے مر ہی نہ جائیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چپکے چپکے پوچھتے اور یہ چیز ان پر بہت گراں گزر رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے سلام پیش کرنا اور کہنا: جس ذات نے انہیں حدیبیہ میں ٹھہرایا وہ اس پر قادر ہے کہ انہیں وادئ مکہ میں لے آئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق پریشانی

ادھر مسلمان کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! عثمان رضی اللہ عنہ تو بیت اللہ پہنچ گئے اور انہوں نے طواف بھی کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے عثمان کے متعلق ایسا گمان نہیں کہ وہ خود بیت اللہ کا طواف کر لیں گے جبکہ ہم محصور ہوئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہیں کیا چیز مانع ہے جبکہ وہ بیت اللہ پہنچ بھی گئے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہی خیال ہے کہ وہ تب تک طواف نہیں کریں گے جب تک ہم نہ کریں۔

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹے تو لوگوں نے کہا: اے اللہ کے بندے! تم نے تو بیت اللہ کا قرب حاصل کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں میرے متعلق بدگمانی ہوئی ہے۔ اگر میں وہاں ایک عرصہ بھی ٹھہرا رہتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں ہوتے تب بھی میں کبھی طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھے دعوت دی تھی کہ میں طواف کر لوں۔ مگر میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب مسلمانوں کہنے لگے: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے زیادہ اللہ کو جانتے ہیں اور ہم سے زیادہ

حسن ظن رکھنے والے ہیں۔

حدیبیہ میں مسلمانوں پر بیتے ایام

رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں مسلمانوں کو حکم فرما رکھا تھا کہ رات بھر پہرہ دیتے رہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص رات بھر جاگ کر پہرہ دیتا اور صبح تک لشکر کا چکر لگاتا رہتا۔ تین صحابہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے پہرہ دیتے رہے۔ اوس بن خولی، عباد بن بشر اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ

ایک رات حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے گھوڑے پر تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ ابھی تک مکہ میں تھے۔ قریش نے ایک رات پچاس آدمیوں کو بھیجا۔ ان کا امیر مکرز بن حفص تھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ نبی ﷺ پر چکر لگائیں۔ تاکہ وہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچائیں یا کوئی غنیمت وغیرہ حاصل ہو۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان کو پکڑ لیا اور انہیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں تین دن ٹھہرے رہے اور قریش کو دعوت دیتے رہے۔ چند مسلمان حضور اکرم ﷺ کی اجازت سے مکہ میں اپنے گھر والوں کے پاس گئے تھے۔ آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ تب آپ نے بیعت کی طرف بلایا اور قریش کو اپنے ساتھیوں کے پکڑے جانے کی خبر پہنچ گئی۔ قریش کا ایک لشکر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف آیا۔ حتی کہ دونوں لشکروں نے باہم ایک دوسرے پر پتھر اور تیر بھی برسائے۔ اس دن مشرکین کے کچھ لوگ قیدی بھی بنے۔

مسلمانوں کی طرف سہیل بن عمرو کا وفد اور بیعتِ رضوان

پھر قریش نے سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزی اور مکرز بن حفص کو بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ اس دن بنو مازن بن نجار کے ٹھکانوں کا ارادہ کر کے نکلے اور تمام لوگوں نے حدیبیہ کی ایک جانب پڑاؤ ڈالا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اور قریش کے قاصدین کا باہم آنا جانا رہا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ٹھکانے پر ہمارے پاس سے گزرے۔ فرماتی ہیں: میرا گمان یہ تھا کہ آپ کو کوئی ضرورت درپیش ہے۔ پھر اچانک آپ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ آپ ہمارے ہاں بیٹھ گئے، پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔''

فرماتی ہیں: لوگ آئے اور ہمارے ٹھکانے پر ہی آپ کی بیعت کرنے لگے۔ حتی کہ سب لوگ مسلسل آنے لگے اور ہمارا سارا گھاس پھوس روند دیا گیا۔

ان کے خاوند حضرت غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ فرماتی ہیں: پھر اس دن رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے بیعت لی۔ فرماتی

ہیں: گویا میں مسلمانوں کی طرف رہی ہوں کہ وہ اسلحہ پہن رہے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ بہت تھوڑا تھا۔ ہم تو عمرے کے لیے نکلے تھے۔ میں نے غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ بھی تلوار لٹکائے ہوئے تھے۔ میں ایک ستون کے پاس کھڑی ہوگئی، جس سے ہم سایہ حاصل کرتے تھے۔ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ میرے ساتھ چھری تھی۔ میں نے اسے اپنے درمیان باندھ لیا تھا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اگر کوئی میرے قریب آیا تو مجھے امید ہے، میں اسے قتل کر ڈالوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے۔ آپ ان سے اس بات پر بیعت لے رہے تھے کہ وہ نہیں بھاگیں گے۔

بعض نے کہا: آپ ان سے موت پر بیعت لے رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت سنان بن ابوسنان بن محصن رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اس پر آپ کی بیعت کرتا ہوں جو آپ کے دل میں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے حضرت سنان بن ابوسنان رضی اللہ عنہ کی بیعت پر بیعت لے رہے تھے۔

جو مسلمان اپنے گھر والوں کے پاس گئے تھے وہ دس مہاجرین تھے۔ جن کے نام یہ ہیں: ① کرز بن جابر فہری ② عبداللہ بن سہیل بن عمرو ③ عیاش بن ابوربیعہ ④ ھشام بن عاص بن وائل ⑤ حاطب بن ابوبلتعہ ⑥ ابوحاطب بن عمرو بن عبدشمس ⑦ عبداللہ بن حذافہ ⑧ ابوروم بن عمیر ⑨ عمیر بن وھب جمحی ⑩ عبداللہ بن ابوامیہ بن وھب رضی اللہ عنہم۔ آخر الذکر بنو اسد بن عبدالعزیٰ میں سہیل کے حلیف تھے۔

سہیل بن عمرو کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو

پھر جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا معاملہ آسان ہوگیا۔ اس نے کہا: جس نے آپ سے جھگڑا کیا تو وہ ہمارے اہل رائے اور عقل مند لوگوں میں سے نہیں تھا۔ بلکہ ہم کو تو جب یہ معلوم ہوا تو ہم نے سخت ناپسند کیا اور ہمیں اس کا علم بھی نہیں تھا۔ یہ ہمارے بے وقوف لوگوں کا کام تھا۔ آپ ہمیں ہماری تمام قیدی لوٹا دیجیے جو پہلی بار قید ہوئے یا آخری بار قید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں انہیں تب تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم ہمارے ساتھیوں کو نہیں چھوڑ دیتے۔

سہیل نے کہا: آپ نے ہمارے ساتھ انصاف والا معاملہ کیا۔ پھر سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص نے قریش کی طرف شتیم بن عبدمناف تیمی کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم نے محمد کے چند ساتھیوں کو قید کر رکھا ہے۔ تمہارے اور ان کے درمیان رشتہ داری بھی ہے۔ تم نے انہیں قتل بھی نہیں کیا اور ہمیں یہ پسند بھی نہیں۔ محمد اس بات سے انکاری ہیں کہ وہ تمہارے قیدی ساتھیوں کو چھوڑیں۔ ان کی شرط یہ ہے کہ پہلے تم ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دو۔ انہوں نے ہمارے ساتھ انصاف کیا ہے۔ اور تم بھی جانتے ہو کہ محمد تمہارے ساتھیوں کو چھوڑ دیں گے۔

چنانچہ قریش نے آپ کی طرف اپنے ہاں مسلمان قیدیوں کو بھیج دیا۔ یہ کل ۱۱۱ افراد تھے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان

کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا خواہ وہ پہلی مرتبہ قید ہوئے یا آخری بار۔ پہلی مرتبہ قید ہونے والوں میں عمرو بن ابوسفیان بھی تھا۔

بیعت رضوان

رسول اللہ ﷺ اس دن ایک سبز درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اور یہ ان میں سے تھا جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے تیار کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے منادی کو حکم دیا اور اس نے یہ اعلان کیا کہ روح القدس اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوئے ہیں اور بیعت کا حکم فرمایا ہے۔ سو اللہ کا نام لے کر نکلو اور بیعت کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اپنے والد کے ساتھ نکلا۔ وہ بھی بیعت کے لیے پکار رہے تھے۔ جب وہ اعلان سے فارغ ہوئے تو میرے والد نے مجھے نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجا تا کہ میں آپ کو بتلاؤں کہ میں نے لوگوں کو بتلا دیا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں لوٹا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں سے بیعت لیتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دوسری مرتبہ پھر بیعت کر لی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ نبی کریم کی طرف گئے۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی، پھر وہ لوٹ آئے۔ اور وہ دوران بیعت نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔

جب قریش کے لوگوں، سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ، ان کے ساتھیوں اور قریش کے جاسوسوں نے یہ دیکھا کہ لوگ کس قدر جلدی سے بیعت کر رہے ہیں اور جنگ کی بھرپور تیاری کر رہے ہیں تو ان پر رعب پڑ گیا اور ان کا خوف بڑھ گیا۔ انہوں نے فیصلہ کرنے میں جلدی کی۔

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آ گئے تو وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں درخت کے نیچے حاضر ہوئے اور آپ کی بیعت کی۔ اس سے پہلے آپ ﷺ لوگوں سے بیعت لے چکے تھے۔ آپ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کی ضرورت کے لیے گئے تھے۔ سو میں ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں، پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

متفرق واقعات

حضرت صفوان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قریش نے عبداللہ بن ابی کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر تم آ کر بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو تم ایسا کر سکتے ہو۔ اس کا بیٹا اس کے پاس بیٹھا تھا۔ اس کے بیٹے نے اسے کہا: اے ابا جان! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر جگہ رسوا مت کریں۔ آپ بیت اللہ کا طواف کریں گے اور رسول اللہ ﷺ نے طواف نہیں کیا۔

ابن ابی نے انکار کر دیا اور کہنے لگا: نہیں! میں بھی تب تک طواف نہیں کروں گا جب تک اللہ کے رسول ﷺ طواف نہ کر لیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی یہ بات معلوم ہوئی تو آپ کو خوشی ہوئی۔

حویطب بن عبدالعزیٰ، سہیل بن عمرو اور مکرز بن حفص قریش کی طرف لوٹ آئے اور انہیں باخبر کیا کہ کیسے انہوں نے

رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیعت کی طرف جلدی کرتے دیکھا اور وہ جو انہوں نے آپ کے لیے تیاری کی۔ چنانچہ ان کے ذی رائے لوگوں نے کہا: اس سے بہتر اور کوئی بات نہ ہوگی کہ ہم محمد (ﷺ) سے صلح کرلیں اور شرط یہ لگائیں کہ وہ اس سال ہمارے پاس سے واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آجائیں۔ پھر تین دن ٹھہریں۔ اپنا ھدی کا جانور قربان کریں اور لوٹ جائیں۔ اور ہمارے شہروں میں ٹھہریں مگر ہمارے پاس نہ آئیں۔ ان سب کا اس پر اتفاق ہوگیا۔

جب قریش نے صلح اور معاہدے پر اتفاق کرلیا تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ ان کے ساتھ حویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص بھی تھے۔ انہوں نے کہا: محمد کے پاس جاؤ اور اس سے صلح کرو۔ لیکن اپنی صلح میں یہ شرط بھی رکھنا کہ وہ اس سال نہ آئیں۔ اللہ کی قسم! عرب یہ نہ کہیں کہ آپ ہم پر غلبۃً داخل ہوگئے۔ سہیل نبی ﷺ کے پاس آیا۔ جب آپ ﷺ نے اسے سامنے آتے دیکھا تو فرمایا: وہ لوگ صلح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے نہایت طویل گفتگو کی۔ باہمی تبادلہ خیال کیا اور فریقین کی جانب سے آواز میں اتار چڑھاؤ آتا رہا۔

کفار اور مسلمانوں کے درمیان صلح پر باہمی تبادلہ خیال

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ کو چارزانو ہو کر بیٹھے دیکھا اور عباد بن بشر اور سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہما زرہ پہنے نبی کریم ﷺ کے سرہانے کھڑے تھے۔ اچانک سہیل بن عمرو کی آواز بلند ہوئی تو ان دونوں حضرات نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھو۔ سہیل گھٹنوں کے بل بیٹھا بلند آواز سے باتیں کررہا تھا۔ گویا میں اس کے ہونٹوں کے ابھار اور اس کے انیاب دانتوں کی طرف دیکھ رہی ہوں اور مسلمان آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے۔

صلح حدیبیہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تشویش

فرماتے ہیں: جب آپس میں صلح ہوگئی اور صرف معاہدہ لکھنا باقی رہ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کود کر رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: پھر ہم اپنے دین میں مداہنت اختیار کیوں کررہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا: اے ابوبکر! کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں۔ فرمایا: پھر ہم اپنے دین میں مداہنت اختیار کیوں کررہے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے دامن کو تھامے رکھو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور حق وہی ہے جو آپ نے حکم دیا اور ہم اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتے اور اللہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس فیصلے سے انتہائی رنجیدہ خاطر ہوئے تھے۔ وہ بار بار رسول اللہ ﷺ سے بات کرتے رہے اور کہتے رہے: ہم کس وجہ سے اپنے دین میں مداہنت برداشت کریں۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: میں اللہ کا رسول ہوں اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ وہ ابھی آپ کی بات

کا جواب دینے ہی لگے تھے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! کیا تم سن نہیں رہے اللہ کے رسول ﷺ کیا کہہ رہے ہیں، شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو اور اپنی رائے میں غور وفکر کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگنے لگا۔ مجھے بہت حیا آئی کہ مجھ سے ایسا کبھی نہیں ہوا جیسا اس دن ہوا۔ چنانچہ میں نے اپنی اس خطا پر مسلسل روزے رکھے اور صدقہ کیا۔ مجھے اپنی اس دن کی گفتگو پر پکڑ کا ڈر تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور مجھے فرمایا: جب سے میں مسلمان ہوا مجھے کبھی شک نہیں ہوا، سوائے اس دن کے۔ اگر میں اس دن کوئی جماعت پاتا جو فیصلے سے اعراض کرکے ان سے الگ ہو جاتی تو میں بھی ہو جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انجام کار اس میں بھلائی اور ہدایت رکھی اور اللہ کے رسول ﷺ کو بخوبی علم تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ انہوں نے اس قصے کا ذکر کیا اور فرمایا: اس دن مجھے شک ہو چلا تھا اور میں بار بار رسول اللہ ﷺ سے مراجعت کر رہا تھا اور ایسی مراجعت میں نے کبھی نہیں کی۔ میں نے اس دن کی اس غلطی پر کئی غلام آزاد کیے اور طویل عرصہ روزے رکھے۔ اور جب کبھی تنہائی کے عالم میں مجھے وہ واقعہ یاد آ جاتا ہے تو میرے لیے سوہانِ روح ثابت ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فیصلے کا انجام بہتر کر دیا۔ لوگوں کو حق حاصل ہے کہ میری اس رائے سے بے اعتنائی برتیں۔ قسم بخدا! اس دن تو مجھے شک ہونے لگا تھا۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے دل میں سوچا۔ اگر میرے جیسی رائے رکھنے والے ۱۰۰ آدمی بھی ہوتے تو ہم کبھی بھی اس فیصلے میں داخل نہ ہوتے۔ پھر جب یہ فیصلہ انجام پذیر ہوا تو اس قدر کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے کہ اتنے اس دن تک بھی نہ ہوئے تھے جب آپ نے حدیبیہ کی طرف بلایا تھا اور اسلام میں کوئی فتح حدیبیہ سے بڑی نہیں ہوئی۔

صلح حدیبیہ اور مسلمانوں کا صبر وملال

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صلح پسند نہیں تھی۔ اس لیے کہ وہ لوگ نکلے تو انہیں فتح میں کوئی شک نہیں تھا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ نے اپنا سر حلق کروایا اور بیت اللہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کی چابیاں لیں اور میدانِ عرفات میں قیام کیا۔ جب لوگوں نے صلح کا سنا تو یہ ان پر سخت گراں گزرا۔ قریب تھا کہ وہ ہلاکت میں پڑ جاتے۔

ابوجندل رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابھی وہ اسی حالت پر تھے کہ صلح ہو چکی تھی مگر معاہدہ ابھی لکھا نہیں گیا تھا۔ اچانک ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہ سامنے آئے۔ یہ قید سے چھوٹ کر بھاگ گئے تھے اور زیریں مکہ میں پناہ لے لی تھی۔

وہاں سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے۔ یہ تلوار لٹکائے ہوئے تھے اور آپ ﷺ سہیل کے ساتھ معاہدہ لکھوا

رہے تھے۔ سہیل نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس کا بیٹا ابو جندل نظر آیا۔ سہیل ان کی طرف اٹھا اور ان کے چہرے پر کانٹے دار ٹہنی دے ماری اور ان کو گریبان سے پکڑ لیا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ بلند آواز سے چیخنے لگے: اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کو واپس کر دیا جاؤں گا جو میرے دین کے معاملے میں مجھے آزمائش میں ڈالیں گے؟ یہ سب دیکھ کر مسلمانوں کی آزمائش میں مزید اضافہ ہو گیا اور وہ ابو جندل کی بات سن کر رونے لگے۔

حویطب بن عبدالعزیٰ نے مکرز بن حفص سے کہا: میں نے کبھی ایسی قوم نہیں دیکھی جو ایک دوسرے سے اس قدر محبت کرنے والی ہو جتنی محبت محمد کے ساتھی ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ میں تو تم سے یہی کہوں گا کہ تم اس دن کے بعد کبھی محمد سے انصاف مت لینا حتیٰ کہ وہ اس شہر میں غلبۂ داخل ہوں۔ مکرز نے کہا: میری بھی یہی رائے ہے۔ سہیل نے کہا: یہ پہلی چیز جس کا فیصلہ میں آپ پر کرتا ہوں۔ آپ لوگ اسے واپس کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے ابھی تک معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔

سہیل نے کہا: قسم بخدا! میں تب تک آپ سے معاہدہ طے نہیں کروں گا جب تک آپ اسے مجھے واپس نہ کر دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں واپس کر دیا۔ پھر آپ نے سہیل سے کہا: اسے چھوڑ دو۔ سہیل نے انکار کر دیا۔ مکرز بن حفص اور حویطب نے کہا: اے محمد! ہم اسے آپ کی خاطر پناہ دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے اسے خیمے میں ڈال دیا اور اسے پناہ دی اور ان کا باپ ان سے رک گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: اے ابو جندل! صبر اختیار کرنا اور ثواب کی امید رکھنا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لیے کشادگی اور نکلنے کا راستہ بنا دیں گے۔ ہم نے اپنے اور ان لوگوں کے درمیان صلح کا معاہدہ کیا ہے اور ہم ان سے اور یہ ہم سے اس پر معاہدہ کر رہے ہیں اور ہم دھوکہ نہیں دیتے۔

صلح حدیبیہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے چینی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ پوچھا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ پوچھا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ پوچھا: کیا ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں، پوچھا: پھر کیوں ہم اپنے دین میں مداہنت سے کام لیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور میں ہرگز اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان سے بھی ویسے ہی کہا جیسے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ اس کی نافرمانی نہیں کریں گے اور نہ وہ انہیں ضائع کرے گا۔ اے عمر! اپنی اس رائے کو چھوڑ دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں کود کر ابو جندل کے پاس آیا۔ میں اس کے پہلو میں چلنے لگے۔ سہیل بن عمرو اسے پکڑے ہوئے تھا اور عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے ابو جندل صبر کرنا۔ یہ تو مشرکین ہیں۔ ان میں سے ایک کا خون کتے کے خون کی طرح ہے۔ وہ بھی ایک مرد ہے اور تم بھی مرد ہو۔ تمہارے پاس تلوار بھی ہے۔

مجھے امید ہے کہ وہ تلوار لے کر اپنے باپ کو مار دے گا۔ آدمی اپنے باپ کے بارے میں بزدل ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو جندل! بے شک آدمی اللہ کے لیے اپنے باپ کو قتل کر سکتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر ہم اپنے آباء کو پا لیتے تو ہم انہیں اللہ کی رضا کے لیے قتل کر دیتے۔ آدمی آدمی کے بدلے میں۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ کو کیا ہوا آپ خود اسے قتل نہیں کر سکتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے مجھ سے زیادہ حق دار نہیں ہیں۔

صاحب عزیمت پیغمبر کا صبر و استقلال

حضرت عمر اور ان کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ہمیں بیان نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب آپ مسجد حرام میں داخل ہوں گے اور بیت اللہ کی چابیاں بھی لیں گے اور عرفہ میں قیام کریں گے اور ہمارے ھدی کے جانور ابھی تک بیت اللہ نہیں پہنچے اور نہ ہم خود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں کہا تھا کہ تمہارے اسی سفر میں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بہت جلد اس میں داخل ہو گے اور میں بیت اللہ کی چابیاں لوں گا اور میں اپنا اور تمہارا سر وادئ مکہ میں حلق کروں گا اور میں عرفات میں لوگوں کے ساتھ وقوف کروں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم احد کا دن بھول گئے ہو، جب تم لوگ تیز دوڑ رہے تھے اور میں تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہا تھا؟ کیا تم احزاب کا دن بھول گئے ہو جب وہ تمہارے اوپر نیچے سے تمہارے پاس آئے اور جب آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور کلیجے مونہوں کو آنے لگے؟ اور کیا تم فلاں دن بھول گئے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چند ایام یاد دلائے، کیا تم فلاں دن بھول گئے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ اے اللہ کے نبی! ہماری وہ سوچ ہو ہی نہیں سکتی جو آپ کی سوچ ہے۔ آپ اللہ اور اس کے حکم کو ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلے والے دن داخل ہوئے اور اپنا سر حلق کروایا تو فرمایا: یہ ہے وہ جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔

پھر جب مکہ فتح ہوا تو آپ نے چابی لی اور فرمایا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلاؤ۔ پھر فرمایا: یہ ہے وہ جو میں نے تم سے کہا تھا۔

پھر جب حجۃ الوداع کے موقع پر آپ عرفہ میں آئے تو فرمایا: اے عمر! یہ ہے وہ جو میں نے تم سے کہا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اسلام میں کوئی فتح صلح حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں ہوئی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اسلام میں کوئی فتح، فتح حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں ہوئی۔ لیکن لوگوں کی رائے اس دن درست نہیں تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پروردگار کے درمیان کیا چل رہا ہے۔ لوگوں کو جلدی تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ بندوں کی طرح جلدی نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ امور اللہ کے ارادے تک پہنچ جائیں۔

میں نے حجۃ الوداع میں سہیل بن عمرو کی طرف دیکھا۔ وہ قربان گاہ کے پاس کھڑے تھے اور اپنا اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قریب کر رہے تھے اور آپ ﷺ اپنے دستِ اقدس سے اسے قربان کر رہے تھے۔ آپ نے حلق کرنے والے کو بلایا۔ اس نے آپ کا سر حلق کیا۔ میں سہیل رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ آپ کے بالوں کو چن چن کر اپنی آنکھوں پر رکھ رہے تھے اور مجھے حدیبیہ والے دن ان کا انکار یاد آرہا تھا کہ وہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے نہیں دے رہے تھے اور اس سے انکار کر رہے تھے کہ محمد رسول اللہ لکھیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جس نے انہیں اسلام کی ہدایت دی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں نبی رحمت پر جن کے ذریعے اس نے ہمیں ہدایت دی اور ان کے ذریعے سے ہمیں ہلاکت سے بچایا۔

معاہدۂ صلح حدیبیہ اور شرائط

رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طویل گفتگو اور باہمی تبادلہ خیال کے بعد دوات اور صحیفہ لایا گیا۔ جب معاملہ پوری طرح سے مکمل اور طے ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کو بلایا جو ان کے درمیان معاہدہ لکھ دے۔ آپ نے اوس بن خولی کو لکھنے کے لیے بلایا۔ سہیل نے کہا: معاہدہ صرف دو آدمیوں میں سے کوئی ایک لکھے گا یا آپ کا چچا زاد بھائی علی یا عثمان بن عفان۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لکھو: ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' سہیل کہنے لگا: میں نہیں جانتا۔ رحمن کون ہے۔ تم ویسے لکھو جیسے ہم لکھتے ہیں، یعنی ''باسمك اللهم'' مسلمانوں پر یہ چیز نہایت شاق گزری۔ انہوں نے کہا: وہی تو رحمن ہے۔ تم صرف رحمن ہی لکھو۔ سہیل کہنے لگا: تب میں کوئی فیصلہ طے نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باسمك اللهم۔ یہ وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے صلح کی۔ سہیل نے کہا: اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کی مخالفت ہی نہ کرتا بلکہ آپ کی اتباع کرتا اور آپ اپنے اور اپنے والد کے نام سے اعراض کیوں کر رہے ہیں؟ آپ محمد بن عبداللہ کیوں نہیں لکھتے۔ اب پہلے سے بھی بڑھ کر مسلمان رنجیدہ خاطر ہوئے اور دانت پیس کر رہ گئے۔ حتی کہ آوازیں بلند ہونے لگیں۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر کہنے لگے: ہم تو محمد رسول اللہ ہی لکھیں گے۔

حضرت واقد بن عمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے اس نے بتلایا جس نے حضرت اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ انہوں نے لکھنے والے کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے روک دیا اور فرمایا: محمد رسول اللہ ہی لکھو، وگرنہ تلوار ہمارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ ہم کس وجہ سے اپنے دین میں یہ مداہنت برداشت کریں؟ رسول اللہ ﷺ انہیں چپ کروانے لگے اور اپنے ہاتھ سے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کرنے لگے۔ حویطب ان لوگوں کو ایسا کرتے دیکھ کر تعجب کر رہا تھا۔ وہ مکرز بن حفص کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: میں نے کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی جو ان لوگوں سے زیادہ اپنے دین میں احتیاط کرنے والی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لکھو: ''باسم اللهم'' چنانچہ یہ آیت سہیل کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے رحمن کا اقرار کرنے سے انکار کیا۔ آیت یہ ہے: ''قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا فله الأسماء الحسنیٰ۔''

"تم اللہ پکارو یا رحمن، جو نام لے کر بھی تم پکارو گے اس کے اچھے نام ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں تم لکھو۔ چنانچہ کاتب نے لکھا: "باسمك اللهم! " یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے اور سہیل بن عمرو نے صلح کر لی۔ ان دونوں نے درج ذیل امور پر صلح کر لی:

① دس سال تک جنگ بند رہے گی اور لوگ اس دوران امن سے رہیں گے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں گے۔ نہ چوری ہوگی اور نہ دھوکہ اور ہمارے درمیان پوری رازداری رہے گی۔

② جو محمد (ﷺ) کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور جو قریش کے معاہدے میں داخل ہونا چاہے اسے بھی اس کی اجازت ہے۔

③ قریش میں سے جو اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد کے پاس آیا تو وہ اسے واپس کریں گے اور اصحاب محمد میں سے جو قریش کے پاس آیا وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

④ محمد اپنے ساتھیوں کو لے کر اس سال واپس جائیں گے، آئندہ سال آئیں گے اور صرف تین دن ٹھہرنے کی اجازت ہوگی۔

⑤ وہ ہمارے پاس اسلحہ لے کر نہیں آئیں گے۔ صرف اتنے اسلحے کی اجازت ہوگی جو عموماً مسافر اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ تلواریں بھی نیام کے اندر ہوں گی۔

صلح حدیبیہ کے گواہ

اس معاہدے کے گواہ درج ذیل تھے: مسلمانوں میں سے حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن خطاب، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، ابوعبیدہ بن جراح اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم تھے اور کفار میں سے: حویطب بن عبدالعزی اور مکرز بن حفص بن اخیف تھے۔

ان سب کے نام عہد نامے کے شروع میں لکھے گئے۔

جب صلح نامہ لکھا جا چکا تو سہیل کہنے لگا:

یہ میرے پاس رہے گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ میرے پاس ہوگا۔ جب اختلاف ہوا تو ایک نسخہ مزید تیار کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اصل صلح نامہ لے لیا اور سہیل نے نسخہ لے لیا۔ یہ اسی کے پاس رہا۔

صلح حدیبیہ کے بعد قبائل کی پیش قدمی

اس معاہدے کے فوراً بعد قبیلہ خزاعہ کے لوگ اچھل پڑے اور کہنے لگے: ہم تو محمد کے عہد و پیماں میں داخل ہوں گے۔ مگر ہم اسی مذہب پر قائم رہیں گے جو ہمارے پیچھے ہماری قوم کا ہے۔ ادھر بنو بکر بھی کود پڑے اور کہنے لگے: ہم تو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہوں گے اور اسی مذہب پر قائم رہیں گے جو ہمارے پیچھے ہماری قوم کا ہے۔

حویطب نے سہیل سے کہا: ہماری دشمنی کا آغاز تو تیرے ماموؤں سے ہوا، حالانکہ وہ تو ہماری حفاظت کرتے تھے، مگر اب وہ محمد کے عہد و پیماں میں داخل ہو چکے ہیں۔ سہیل نے جواب دیا: وہ عام لوگوں جیسے نہیں ہیں۔ وہ ہمارے قریبی عزیز اور ہمارا خون ہیں۔ وہ اگرچہ محمد کے ساتھ مل گئے ہیں۔ انہوں نے ایک معاملے کا چناؤ کیا ہے، اب ہم ان کا کیا کر سکتے ہیں؟ حویطب نے جواب دیا: ہم ان کے ساتھ یہ کریں گے کہ ہم ان کے خلاف اپنے حلیفوں بنو بکر کی مدد کریں گے۔ سہیل کہنے لگا: خاموش رہو، کہیں تمہاری یہ بات بنو بکر نے سن لی تو یاد رکھو! وہ بد بخت لوگ ہیں۔ وہ خزاعہ سے لڑ پڑیں گے اور محمد اپنے حلیفوں کی خاطر غصے میں آ کر اپنے اور ہمارے درمیان معاہدے کو توڑ دیں گے۔ حویطب نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارے ماموں تو ہر جانب سے عزت و شوکت والے ہو گئے۔ سہیل نے کہا: تم کیا سمجھتے ہو، میرے ماموں میرے نزدیک بنو بکر سے زیادہ عزت والے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! قریش جو کام کریں گے میں وہی کروں گا۔ جب انہوں نے خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی اطاعت کی تو میں بھی قریش کا ایک فرد ہوں گا اور بنو بکر میرے لیے نسبی رشتے سے بڑھ کر ہوں گے۔ اگرچہ ان لوگوں سے ننھیالی رشتہ بھی ہے اور بنو بکر کون لوگ ہیں میں خوب جانتا ہوں۔ ان کے ہمارے لیے جتنے بھی کارنامے ہیں وہ قابل تحسین نہیں ہیں۔ مثلاً عکاظ کے دن کو ہی لے لو۔

صلح نامہ کی تکمیل اور مسلمانوں کی افسردگی کا عالم

جب رسول اللہ ﷺ صلح نامہ لکھوا کر فارغ ہوئے اور سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھی چلے گئے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اٹھو، اپنے ھدی کے جانور ذبح کر دو اور حلق کروا لو۔ مگر صحابہ کی حالت یہ تھی کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ حتی کہ آپ کے تین بار حکم کرنے کے باوجود کسی ایک کا بھی آپ کی بات کی طرف دھیان نہیں گیا۔ رسول اللہ ﷺ اٹھے اور سخت رنجیدہ خاطر ہو کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ پھر آپ پریشانی کے عالم میں لیٹ گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کئی بار پوچھا مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔ پھر آپ ﷺ گویا ہوئے: اے ام سلمہ! بڑے تعجب کی بات ہے! میں نے متعدد بار لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے جانور ذبح کر دو، حلق کرواؤ اور حلال ہو جاؤ مگر کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ میری بات سن رہے تھے اور میرا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ خود اپنے ھدی والے جانور کے پاس جائیے اور اسے قربان کر دیجیے۔ عنقریب وہ آپ کی اقتدا کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ اپنا کپڑا لپیٹ کر نکلے اور خنجر لے کر اپنے اونٹ کو قربان کرنے لگے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آپ خنجر لے کر اونٹ کی طرف بڑھ رہے تھے تو میں آپ کو دیکھ رہی تھی، آپ بلند آواز سے "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھ رہے تھے۔ اس کا دیکھنا تھا کہ صحابہ اپنے اپنے ہدی کے جانوروں کی طرف کود پڑے اور آپ پر رش لگ گیا۔ حتی کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں ایک دوسرے سے ہی الجھ نہ پڑیں۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی ہوں۔ آپ اپنے کپڑے میں لپٹے ہیں، ہاتھوں میں خنجر ہے اور اس کے ذریعے سے اونٹ نحر کر رہے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ایک ہدی میں شریک فرمایا۔ آپ نے ایک اونٹ سات کی طرف سے قربان کیا۔ ھدی کے اونٹوں کی تعداد ۷۰ تھی۔

ابوجہل کا اونٹ

ابوجہل کا اونٹ جو بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غنیمت میں ملا تھا اور مسلمان اس اونٹ پر جہاد کرتے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اونٹنیوں میں شامل تھا جنہیں عیینہ بن حصن ہانک کر لے گیا تھا۔ آپ کی اونٹنیاں ذی جدر مقام میں تھیں۔ انہیں اہل عرینہ ہانک کر لے گئے تھے۔ ابوجہل کا اونٹ نہایت عمدہ اور اعلیٰ نسل کا تھا۔ اسے بھی ہدی والے اونٹوں کے ساتھ چرایا جاتا تھا۔ یہ فیصلہ ہونے سے پہلے ہی بھاگ نکلا، پھر ٹھہرا نہیں اور سیدھا ابوجہل کے گھر کے پاس جا کر دم لیا۔ قریش نے اسے پہچان لیا۔ اس کے پیچھے حضرت عمرو بن عنمہ سلمی رضی اللہ عنہ گئے تھے۔ مکہ کے بے وقوفوں نے اسے وہ اونٹ دینے سے انکار کر دیا۔ سہیل بن عمرو نے کہا: یہ دے دو اور اس کے بدلے میں ۱۰۰ اونٹنیاں لے لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہم نے اسے ھدی میں متعین نہ کیا ہوتا تو ہم ایسا کر لیتے۔ پھر آپ نے اس اونٹ کو ۷ افراد کی طرف سے قربان کر دیا۔ ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔

حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہدی کے جانور ۷۰ تھے اور لوگ ۷۰۰ تھے۔ ایک اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے قربان ہوا۔ پہلا قول ہمارے ہاں راجح ہے کہ وہ ۱۶۰۰ تھے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کئی اونٹ قربان کیے جنہیں وہ مکہ سے ہانک کر لائے تھے اور حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے بھی، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بے چین ہو کر حل میں چلے جاتے مگر نماز حرم میں ادا فرماتے تھے۔ اس دن آپ کے پاس لوگ آئے اور آپ سے اونٹوں کا گوشت مانگا جو مضبوط اور پر گوشت تھے مگر بڑے نہیں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اونٹوں کا گوشت اور ان کی کھال بھی دے دیتے تھے۔

حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آپ نے حدیبیہ میں اونٹ قربان کیے تو میں بھی ہدی کا گوشت مانگنے آئی۔ میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کافی ہے اور مسلمانوں نے اپنے ھدی کے جانوروں کا گوشت کھایا جو اس دن انہوں نے قربان کیے تھے اور وہاں آنے والے مساکین کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کے ہاتھ ۲۰ اونٹ بھیجے تا کہ انہیں مروہ کے پاس قربان کر دیا جائے۔ پھر اس نے انہیں قربان کر دیا اور ان کا گوشت تقسیم کر دیا۔

سر حلق کرانے والوں کی فضیلت

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب آپ اونٹوں کو قربان کر کے فارغ

ہوئے اور اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ جو سرخ چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ اس میں حجام تھا۔ اس نے آپ ﷺ کا سر مبارک حلق کیا۔ میں آپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آپ نے اپنا سر خیمے سے باہر نکالا اور آپ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ حلق کروانے والوں پر رحم فرمائے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اور قصر کروانے والوں پر بھی؟ فرمایا: اللہ حلق کروانے والوں پر رحم فرمائے۔ آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا: اور قصر کروانے والوں پر بھی۔

حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ جابر رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ نے اپنا سر حلق کروایا تو اپنے بال ایک درخت پر پھینکے جو آپ کے پہلو میں تھا اور یہ سبز کیکر کا درخت تھا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگ درخت کے اوپر سے آپ کے بال مبارک اٹھانے لگے اور اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے۔ میں نے بھی کوشش کی اور چند بال میرے ہاتھ بھی لگ گئے۔ یہ بال وفات تک ان کے پاس رہے۔ وہ مریض کو اس کا دھوون دیا کرتی تھیں۔

فرماتے ہیں: اس دن بعض لوگوں نے حلق کروایا اور بعض نے قصر۔

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے بھی اس دن اپنے بالوں کے کنارے کاٹے۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس دن ایک قینچی سے اپنے بال کاٹے جو میرے پاس تھی۔

حضرت خراش بن ھنید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جنہوں نے آپ ﷺ کا حلق کیا تھا وہ خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں دس سے کچھ اوپر دن ٹھہرے۔ بعض نے کہا: ۲۰ راتیں ٹھہرے۔

واپسی پر زادِ راہ کی قلت اور معجزہ پیغمبر

پھر جب آپ ﷺ حدیبیہ سے لوٹے تو مر ظہران میں پڑاؤ ڈالا۔ پھر عسفان میں ٹھہرے۔ یہاں زادِ راہ ختم ہو گیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کی طرف بھوک کی شکایت کی۔ لوگوں کے پاس مال بردار اونٹ تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا پھر ہم انہی کو ذبح کر لیں اور ان کی چربی سے تیل بنالیں اور ان کے چمڑے کو استعمال میں لے آئیں؟ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ یہ بات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسا مت کیجیے! اگر لوگوں میں مال بردار اونٹ باقی رہیں تو یہ بہتر ہے۔ بلکہ آپ انہیں اپنے زادِ راہ جمع کرنے کا حکم دیجیے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے اس میں برکت کی دعا کیجیے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ پھر آپ کے منادی نے اعلان کیا کہ جس کے پاس کچھ بھی زادِ راہ باقی ہے تو وہ اسے دستر خوان پر ڈال دے۔

حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جو صرف ایک کھجور لے کر آئے اور بعض تو خالی ہاتھ آرہے تھے۔ کچھ لوگ ایک مٹھی آٹا لے کر آئے اور بعض ایک مٹھی ستو اور یہ سب بہت تھوڑا تھا۔

جب ان سب کے توشے جمع ہو گئے اور ان کا راشن ختم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ اس کی طرف اٹھ کر گئے اور اس میں برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: اپنے برتن لے کر آؤ۔ وہ اپنے برتن لے آئے۔

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں موجود تھا، ایک شخص آتا اور جتنا چاہتا زادِ راہ لیتا، حتی کہ اتنا لے لیتا کہ اسے رکھنے کی جگہ نہ ملتی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کوچ کرنے کا حکم فرمایا۔ جب انہوں نے سفر شروع کیا تو ان پر جی بھر کر بارش ہوئی اور وہ گرمی کے ستائے ہوئے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اترے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ اترے اور سب نے پانی پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر تین آدمی آئے۔ دو نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے اور ایک اعراض کرتے ہوئے چلا گیا۔ ایک نے حیاء کی تو اللہ نے بھی اس سے حیاء کی، دوسرے نے توبہ کی تو اللہ نے بھی اس کی توبہ قبول کی اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حدیبیہ سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے کچھ پوچھا مگر آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر پوچھا: آپ نے پھر جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر پوچھا: آپ نے پھر جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سوچا: اے عمر! تیری ماں تجھے گم پائے! میں نے تین بار رسول اللہ ﷺ سے بات کی کوشش کی مگر آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ فرماتے ہیں: میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی اور میں لوگوں سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے ڈر ہوا کہ اب میرے بارے میں قرآن نازل ہوگا۔ مجھے اگلی پچھلی باتیں یاد آنے لگیں۔ میں نے حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ سے بار بار مراجعت کی اور اس فیصلے کو ناپسند کیا۔ میں اسی سوچ میں چلتا ہوا لوگوں سے آگے بڑھ گیا۔ اچانک کسی پکارنے والے نے پکارا: اے عمر بن خطاب! میرے دل میں وہ وہ خیال آئے جنہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ پھر میں متوجہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گیا۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ آپ ﷺ خوش تھے۔

پھر آپ نے فرمایا: مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر آپ اسے پڑھنے لگے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ "بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی۔"

پھر آپ کی مغفرت کی، اتمامِ نعمت کی، مدد و نصرت کی خوشخبری دی اور اطاعت گزاروں اور منافقین کا ذکر کیا۔ ان چیزوں کے متعلق ۱۰ آیات نازل فرمائیں۔

حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حدیبیہ سے واپسی پر جب ہم ضجنان میں پہنچے تو میں نے لوگوں کو تیز چلتے دیکھا۔ وہ لوگ کہہ رہے تھے: رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ چنانچہ میں بھی لوگوں کے ساتھ تیز تیز چلنے لگا۔ حتی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ جب جبریل علیہ السلام یہ آیات لے کر

نازل ہوئے تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو مبارک ہو۔ جب جبریل نے آپ کو مبارک باد دی تو آپ نے بھی مسلمانوں کو مبارک باد دی۔

سورۂ فتح کا بیان

حدیبیہ میں نازل ہونے والی آیات یہ ہیں:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ "ہم نے آپ کے لیے کھلا فیصلہ کر دیا۔"

یعنی قریش سے معاہدہ اور یہ سب سے بڑی فتح تھی۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ "یعنی جو بھی خواہ نبوت سے پہلے ہوئے یا بعد میں۔"

یعنی موت سے پہلے سے وفات تک۔

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ "یعنی قریش سے صلح کی صورت میں۔"

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ "یعنی حق راستہ۔"

وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝ "حتی کہ آپ غالب ہوں اور شرک بالکل نہ رہے۔"

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ سکینہ سے مراد اطمینان ہے۔

لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ "یعنی ان کے یقین اور تصدیق میں اضافہ ہو۔"

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ یعنی ان سے جو بھی گناہ سرزد ہوئے۔ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ ان کی کامیابی یہ ہے کہ اللہ ان کے گناہ معاف فرمادے۔

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ

یعنی وہ لوگ جن پر مکہ اور مدینہ کے درمیان آپ کا گزر ہوا۔ قبیلہ مزینہ، جہینہ اور بنو بکر وغیرہ۔ آپ نے انہیں حدیبیہ کی طرف نکلنے کو کہا۔ مگر انہوں نے بے اعتنائی برتی اور اپنے اہل وعیال اور اموال میں مشغول رہے۔ یعنی ان پر وہی ہے جس کی انہوں نے تمنا کی اور گمان کیا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا تھا: محمد تو لالچ میں آ کر نکلا ہے۔ وہ ایسی قوم پر اقدام کر رہا ہے جو پہلے سے خوفزدہ ہے۔ سو انہوں نے آپ کے ساتھ نکلنے سے انکار کر دیا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا یعنی ان کے لیے گواہی دینے والا، انہیں جنت کی خوشخبری دینے والا اور انہیں جہنم سے ڈرانے والا۔

وَتُعَزِّرُوْهُ یعنی تم اس کی مدد کرو، اس کی توقیر اور تعظیم کرو۔

وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ یعنی تم اللہ کے لیے صبح وشام نماز پڑھو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ

اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۚ جب رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کے لیے درخت کے نیچے بلوایا۔ پھر انہوں نے اس دن اس شرط پر بیعت کی کہ بھاگیں گے نہیں۔ ایک قول کے مطابق موت پر بیعت کی۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ سے کی گئی بیعت میں تبدیلی کی تو اس کا وبال خود اسی پر ہوگا اور جس نے عہد کی پاسداری کی تو اس کے لیے جنت ہے۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ

''یعنی وہ لوگ جن کے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے پھر انہیں نکلنے کے لیے کہا اور شروع میں ان سے مدد طلب کی تو وہ اپنے اہل و عیال اور اموال میں مشغول ہو گئے۔''

پھر جب رسول اللہ ﷺ صحیح سالم مدینہ واپس آ گئے تو یہ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہمارے لیے استغفار کیجیے، ہم نے آپ کے ساتھ نکلنے سے انکار کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ یعنی ان کے حق میں برابر ہے آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں۔ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک: وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ۝ یعنی جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو ان کا کہنا یہ تھا کہ محمد تو صرف لالچ میں آ کر ایسی قوم کی طرف نکلا ہے جو بدلہ لینے کے لیے تیار بیٹھی ہے اور محمد کے پاس نہ اسلحہ ہے اور نہ تیاری۔ اور انہوں نے نکلنے سے انکار کر دیا۔ وَزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ یعنی ان کے دلوں میں پورا یقین تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ۝ یعنی ہلاک ہونے والے۔ اور فرمایا: سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا آخر آیت تک۔ یعنی وہ لوگ جو آپ سے پیچھے رہ گئے اور آپ کے ساتھ نکلنے سے انکار کر دیا۔ یعنی قبیلہ مزینہ، جہینہ اور بنو بکر کے لوگ۔ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو یہ کہنے لگے: ہم بھی آپ کے پیچھے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۚ یعنی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا تھا کہ تم ہماری اتباع نہیں کرو گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ یعنی وہ لوگ جو عمرۂ حدیبیہ میں آپ سے پیچھے رہ گئے تھے۔

سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ یعنی فارس اور روم والے۔ بعض نے کہا: ہوازن اور بعض نے کہا: بنو حنیفہ جنگ یمامہ کے دن۔

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

''یعنی اگر تم قتال کرنے سے انکار کرتے ہو جیسے تم نے غزوۂ حدیبیہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے سے

انکار کیا تھا۔"

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۭ

یعنی جب تین پردے والے اوقات ہوں۔ یستأذنکم الذین ملکت ایمانکم۔ یعنی اندھوں، بیماروں اور لنگڑوں کو ان کے گھروں سے نکالو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم جہاد میں ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت مسلمان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب وہ جہاد کے لیے نکلے تو انہوں نے اپنے گھروں کی چابیاں ان میں سے محتاجوں کے پاس رکھوا دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں انہیں ہر ایک کے لیے رخصت دے دی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وہ کیکر کا سبز درخت تھا۔ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ یعنی ان کی نیتوں کی سچائی کو۔ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ یعنی اطمینان اور یہی بیعت رضوان تھی۔ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ یعنی قریش سے صلح اور بہت سی غنیمت جسے وہ قیامت تک حاصل کرتے رہیں گے اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ یعنی خیبر فتح ہو گیا۔

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ یعنی وہ لوگ جو مشرکین میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چکر لگا رہے تھے۔ اس امید سے کہ انہیں مسلمانوں سے کوئی غنیمت حاصل ہو۔ پھر انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قید کر دیا۔

وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی عبرت ہو۔ قریش سے صلح اور ایسا فیصلہ جس میں تلوار نہیں تھی اور یہ بہت بڑی فتح کا سبب بنا۔

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا یعنی فارس اور روم والے۔ ایک روایت میں مکہ والے مراد ہیں۔ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ یعنی اگر قریش نے تم سے لڑائی کی تو وہ شکست کھائیں گے، پھر ان کے لیے اللہ کی طرف سے کوئی ولی یعنی محافظ نہ ہو گا اور نہ عرب میں سے کوئی مدد کرنے والا ہو گا۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فیصلہ وہی تھا جو پورا ہو کر رہا اور اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی کہ اس کے رسول کامیاب ہوں گے اور غالب ہوں گے۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیبیہ میں مشرکین کے چند لوگوں کو قید کر لیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں کو انہیں قتل کرنے سے روک دیا۔

اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ جو لوگ مکہ میں محبوس تھے۔ سو یہی کامیابی ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ

اس طور پر کہ وہ بیت اللہ نہیں پہنچے اور حدیبیہ میں محبوس ہو کر رہ گئے۔ یہی کامیابی تھی۔

وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾

یعنی اگر مکہ میں کمزور مرد اور عورتیں نہ ہوتیں اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ پھر تم انہیں بھی قتل کر دیتے اور تمہیں پتہ بھی نہ ہوتا۔ پھر اس وجہ سے تم پر کوئی بہت بڑی مصیبت آجاتی۔ جب تم مسلمانوں کو قتل کرتے اور تمہیں علم بھی نہ ہوتا۔

لَوْ تَزَيَّلُوْا یعنی اگر وہ آپ کے پاس سے چلے جاتے۔

لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تو ہم تمہیں ان پر تلوار دے کر مسلط کر دیتے۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ

جب سہیل بن عمرو نے "محمد رسول اللہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھنے سے انکار کر دیا۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ان کے درمیان۔ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ وہ مسلمان مشرکین سے زیادہ اس کلمے کے حق دار ہیں اور قریب ہیں۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک: فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ فتح قریب سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ عمرۃ القضاء میں داخل ہوئے، پھر حلق کروایا اور کچھ لوگوں نے آپ کے ساتھ حلق کروایا اور بعضوں نے قصر کروایا۔ آپ اپنے حج میں داخل ہوگئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی امن میں آگئے اور اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہ رہا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ

یعنی وہ ان رکوع و سجود کے ذریعے اللہ کا فضل اور اس کی رضا حاصل کرتے ہیں۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ یعنی خشوع اور تواضع کا نشان۔

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

یہ سب انجیل میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تھوڑے ہوں گے، پھر بڑھ جائیں گے، پھر کثیر ہو جائیں گے، پھر مضبوط ہو جائیں گے۔

اور فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ

یہ تفصیل ہے کہ وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں وہ ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ

یعنی وہ جو اسلام میں فتوحات ہوئیں وہ حدیبیہ کی فتح سے بہت بڑی ہیں۔

صلح حدیبیہ کے حوصلہ افزا نتائج وثمرات

لوگوں کے درمیان جنگ بندی ہوگئی اور گفتگو ختم ہوگئی۔ لڑائی تو اس وقت ہوتی جب وہ آمنے سامنے ہوتے۔ مگر جب صلح ہوئی تو مکمل طور پر جنگ بندی ہوگئی اور لوگ ایک دوسرے سے امن میں آگئے۔ جو کوئی بھی اسلام کے بارے میں بات کرتا اور اسے تھوڑی بھی سمجھ بوجھ ہوتی تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا۔ اس جنگ بندی کے دوران مشرکین کے بڑے بڑے لوگ جو شرک اور لڑائی کے علمبردار تھے، یعنی عمرو بن العاص، خالد بن ولید اور ان جیسے دوسرے حضرات بھی اسلام میں داخل ہوگئے۔ یہی جنگ بندی جاری رہی حتی کہ انہوں نے ۲۲ ماہ بعد عہد کو توڑ دیا۔ اس دوران جس قدر لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس سے پہلے اتنے نہیں ہوئے اور اسلام عرب کے تمام اطراف و جوانب میں پھیل گیا۔

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ آگئے تو حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس مسلمان ہو کر آئے۔ یہ اپنی قوم سے بھاگ کر آگئے تھے اور پیدل ہی چل کر آپ کے پاس پہنچے تھے۔ اخنس بن شریق اور ازھر بن عبد عوف زہری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط لکھا اور بنو عامر بن لوی کے ایک شخص کو بھیجا۔ جسے انہوں نے ایک نر ابن لبون کے بدلے میں اجرت پر لیا تھا۔ اس کا نام خنیس بن جابر تھا۔ وہ اپنے عامری غلام کے ساتھ نکلا جس کا نام کوثر تھا۔ انہوں نے خنیس بن جابر کو اونٹ پر سوار کیا اور صلح نامہ لکھ کر دیا اور یہ پیغام بھی لکھا کہ وہ ابوبصیر کو انہیں واپس بھیج دیں۔

جب وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے تو ان سے تین دن پہلے ابوبصیر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ خنیس نے کہا: اے محمد! یہ ایک خط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہوں نے آپ کے سامنے اس خط کو پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ہم نے آپ پر یہ شرط لگائی تھی اور ہمارے درمیان گواہ قائم ہوئے تھے کہ ہمارا کوئی آدمی آپ کے پاس آئے گا تو آپ اسے واپس کر دیں گے۔ سو ہمارے ساتھی کو ہماری طرف بھیج دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ لوٹ جائے اور آپ نے اسے ان کے حوالے کر دیا۔ ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے مشرکوں کو واپس کر رہے ہیں جو مجھے میرے دین کے بارے میں آزمائش میں ڈالیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبصیر! ہم نے ان لوگوں سے عہد کیا ہے جو تم جانتے ہو اور ہمارے دین میں دھوکہ جائز نہیں ہے اور

اللہ تمہارے لیے اور تمہارے دیگر مسلمان ساتھیوں کے لیے کشادگی اور نکلنے کی راہ بنا دیں گے۔ ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے مشرکوں کے حوالے کر رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبصیر! جاؤ، عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے لیے نکلنے کی راہ پیدا فرما دیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عامری اور اس کے ساتھی کے حوالے کر دیا۔ وہ ان دونوں کے ساتھ چل پڑے۔ مسلمان ابوبصیر رضی اللہ عنہ سے چپکے چپکے کہنے لگے: اے ابوبصیر! خوش ہو جا، اللہ تعالیٰ تیرے لیے نکلنے کی راہ بنا دیں گے اور ایک آدمی ہزار آدمیوں سے بہتر ہوتا ہے۔ سو تم بھی کچھ کر گزرنا۔ وہ اسے ان دونوں کے بارے میں اشارہ کر رہے تھے جو اس کے ساتھ تھے۔ پھر وہ نکلے حتی کہ جب وہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ ذوالحلیفہ کی مسجد میں داخل ہوئے اور سفری نماز کی دو رکعتیں پڑھیں۔ ان کے ساتھ توشے میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ مسجد کی دیوار کی جڑ کی طرف بڑھے اور اپنا زادِ راہ رکھا اور کھانا کھانے لگے: انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آجاؤ، تم بھی کھا لو۔ انہوں نے کہا: ہمیں تمہارے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: لیکن اگر تم مجھے اپنے کھانے کی دعوت دیتے تو میں تمہاری دعوت قبول کرتا اور تمہارے ساتھ کھاتا۔ انہیں حیا آئی اور وہ قریب ہوئے اور ان کے ساتھ کھجوروں کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ انہوں نے بھی اپنا دستر خوان بچھایا۔ اس میں روٹیوں کے ٹکڑے تھے۔ پھر ان سب نے مل کر کھایا۔ اس نے انہیں مانوس کر لیا۔ عامری نے اپنی تلوار دیوار میں باہر نکلے ایک پتھر پر لٹکا دی۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے عامری سے کہا: اے عامری! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: خنیس۔ پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا: جابر کا بیٹا ہوں۔ فرمایا: اے جابر کے بیٹے! کیا تمہاری یہ تلوار خوب تیز ہے؟ خنیس نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا: مجھے پکڑانا، اگر تم چاہو تو میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ عامری نے انہیں تلوار پکڑا دی۔ وہ ابوبصیر کی بنسبت تلوار کے زیادہ قریب تھا۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ میں تلوار پکڑی اور عامری کے پاس نیام تھی۔ انہوں نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کوثر مدینے کی طرف رخ کر کے بھاگ نکلا۔ ابوبصیر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے نکلے۔ مگر وہ ہاتھ نہ آیا اور ان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اللہ کی قسم! اگر میں اسے پا لیتا تو اسے بھی اس کے ساتھی کے راستے پر چلاتا، یعنی قتل کر دیتا۔

عصر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک غلام آ گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: یہ شخص تو بہت ڈرا ہوا لگتا ہے۔ پھر وہ سامنے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا ناس ہو، تجھے کیا ہوا؟ کہنے لگا: تمہارے ساتھی نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور میں اس سے بچ کر بھاگ آیا ہوں۔ یہ وہی تھا جس نے ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو قید کیا تھا۔ ان کا سامان ان کے اونٹ پر تھا۔ ابھی وہ اپنی جگہ کھڑا تھا کہ سامنے سے ابوبصیر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے مسجد کے دروازے پر اپنا اونٹ بٹھایا اور عامری کی تلوار ہاتھ میں لیے اندر داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: آپ کی ذمہ داری پوری ہو گئی۔ اللہ نے آپ سے اس کی ادائیگی کروا دی اور مجھے دشمن کے قبضے سے چھڑوا دیا۔ میں نے اپنے دین کو آزمائش میں پڑنے سے بچا لیا اور آپ نے مجھے اس بات

سے بری کر دیا کہ میں حق کی تکذیب کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی ماں کا برا ہو۔ یہ تو جنگ بھڑکانے والا ہے اگر اس کے ساتھ چند لوگ مل گئے۔

ابو بصیر رضی اللہ عنہ خنیس بن جابر عامری کا سامان، کجاوہ اور تلوار لے کر آئے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کا پانچواں حصہ لے لیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں نے اس کا پانچواں حصہ لے لیا تو وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ میں نے ان سے کیے ہوئے معاہدے کو پورا نہیں کیا۔ لہٰذا تم اپنے ساتھی کا سامان اپنے پاس رکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاسکتے ہو۔ اس نے کہا: اے محمد! مجھے تو اب ایسے لگ رہا ہے کہ مجھ میں اسے لے جانے کی طاقت اور قوت نہیں ہے اور نہ ہی ہاتھ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جہاں چاہو چلے جاؤ۔

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے اقدامات

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نکلے اور عیص نامی جگہ میں آگئے۔ وہاں ساحل سمندر کی ایک جانب سکونت پذیر ہو گئے اور اسی راستے سے قافلہ قریش شام جایا کرتا تھا۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نکلا تو میرے پاس صرف ایک مٹھی کھجوریں توشے میں تھیں۔ میں تین دن تک انہیں کھاتا رہا۔ میں ساحل پر آیا تو مجھے ایک مچھلی ملی۔ جسے سمندر نے باہر ڈال دیا تھا۔ پھر میں نے اسے کھایا۔ ادھر مکہ میں محبوس مسلمانوں کو بھی خبر پہنچ چکی تھی اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے ملنا چاہتے تھے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اس کی ماں کا برا ہو۔ یہ تو جنگ بھڑکانے والا ہے اگر اس کے ساتھ کچھ لوگ مل جائیں۔ وہ لوگ چوری چھپے بھاگ کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملنے لگے۔

اور جن صاحب نے رسول ﷺ کی بات لکھ کر مسلمانوں تک پہنچائی تھی وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

جب ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا اور انہیں معلوم ہوا کہ وہ ساحل پر قافلہ قریش کے راستے میں ہیں۔ یہ سن کر لوگ چپکے چپکے ایک ایک کر کے کھسکتے رہے اور ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے رہے۔ حتی کہ ان کے پاس ۷۰ کے قریب آدمی جمع ہو گئے۔ انہوں نے قریش کا جینا دو بھر کر کے رکھ دیا۔ وہ ان میں سے جسے بھی پکڑنے میں کامیاب ہو جاتے تو اسے قتل کر دیتے اور جو قافلہ بھی وہاں سے گزرتا اسے لوٹ لیتے۔ حتی کہ انہوں نے قریش کو اندر سے جلا کر رکھ دیا۔ اسی اثنا میں ایک قافلہ شام کا ارادہ کر کے نکلا۔ اس میں تیس اونٹ تھے۔ یہ ان کی سب سے آخری غارت گری تھی۔ ان میں سے ہر ایک کو اتنا مال ملا جس کی مالیت تیس دینار تھی۔ ان میں سے بعض کہنے لگے: ان اموال کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیج دو۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اسے قبول نہیں کریں گے۔ میں عامری کا سامان لے کر گیا تھا مگر آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: اگر میں اسے لے لوں تب تو گویا میں نے ان کے عہد کی پاسداری نہیں کی۔

انہوں نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بنالیا تھا۔ وہ انہیں نماز پڑھاتے اور ذمہ داریاں لگاتے اور انہیں اکٹھا کر کے رکھتے اور وہ سب ان کی بات سنتے اور اطاعت کرتے۔

سہیل بن عمرو اور قریشی سرداروں کا مکالمہ

جب سہیل بن عمرو کو معلوم ہوا کہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے عامری کو قتل کر دیا ہے تو وہ ٹپٹا کر رہ گیا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! ہم نے محمد سے اس پر صلح نہیں کی تھی۔ قریش نے کہا: محمد اس سے بری ہے۔ تمہارے ساتھی نے اسے قدرت دی، پھر اس نے اسے راستے میں قتل کیا۔ محمد کا اس میں کیا گناہ ہے؟ سہیل کہنے لگا: قسم بخدا! میں جانتا ہوں کہ محمد وعدے کی پاسداری کرتے ہیں اور ہم پر یہ مصیبت ان قاصدوں کی جانب سے آئی ہے۔ پھر اس نے اپنی پیٹھ کعبہ کے ساتھ لگائی اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں تب تک اپنی پشت کعبہ سے نہیں ہٹاؤں گا جب تک اس کی دیت ادا نہ ہو۔ ابوسفیان نے کہا: یہ تو بے وقوفی ہے۔ اللہ کی قسم! اس کی تہائی دیت بھی ادا نہ ہوگی اور قریش اس کی دیت کیوں دیں۔ اسے تو بنوزہرہ نے بھیجا تھا۔ سہیل نے کہا: تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس کی دیت تو بنوزہرہ پر آتی ہے۔ انہوں نے ہی اسے بھیجا تھا۔ ان کے علاوہ کوئی اس کی دیت نہیں نکالے گا۔ اس لیے کہ قاتل کا تعلق بھی انہی سے ہے۔ وہ اس کی دیت ادا کرنے کے زیادہ لائق ہیں۔ اخنس نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس کی دیت نہیں دیں گے۔ نہ ہم نے قتل کیا اور نہ اس کے قتل کا حکم دیا۔ اسے ایک شخص نے قتل کیا ہے جو ہمارے دین کے مخالف ہے اور محمد کے دین کا متبع ہے۔ محمد کی طرف پیغام بھیجو وہ اس کی دیت دے۔ ابوسفیان نے کہا: نہیں، محمد پر نہ کوئی دیت آتی ہے اور نہ چٹی۔ وہ بری ہیں۔ وہ جو محمد کے ذمے ہے وہ اس کاروائی سے کہیں زیادہ ہے۔ دونوں قاصدوں نے ہی اسے قدرت دی۔ اخنس کہنے لگا: اگر تمام قریش اس کی دیت ادا کردے تو زہرہ بھی تو قریش کا ایک حصہ ہے۔ جو ان کے ساتھ ان کی دیت ادا کرتا ہے۔ اور اگر قریش نے اس کی دیت نہ دی تو ہم کبھی بھی اس کی دیت نہیں دیں گے۔ چنانچہ اس کی دیت ادا ہی نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے سال تشریف لائے۔

چنانچہ موہب بن رجاء رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اشعار کہے جن میں بتلایا کہ سہیل بن عمرو نے بنوزہرہ میں کیا کہا اور اس کا ان پر دیت ڈالنے سے کیا ارادہ تھا۔

وہ مجھے بیدار کرتے ہیں حالانکہ مجھ میں نیند نہیں ہے۔ وہ سہیل کے بغیر میرے پاس آئے کہ بات چھوڑ دو۔ ہمارے اور تمہارے درمیان دوری نہیں ہے۔ اگر تم مجھے عتاب کرنا ہی چاہتے ہو تو یہ ان سخت حالات میں ایک کمزور رائے ہے۔ جب بھی تو میری عزت پر عیب لگائے گا تو مجھے نہیں پائے گا۔ وہ لوگ تو بندوں میں آگے بڑھے ہوئے سردار ہیں۔ وہ قوم کی عزت کو لے کر دو معزز لوگوں کا مقابلہ کرے گا۔

مجھے یہ اشعار عبداللہ بن ابی عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنائے اور میں نے انہیں ان اشعار کو ثابت کرتے ہوئے سنا۔

جب ابو بصیر کی طرف سے قریش کو تکالیف پہنچیں تو قریش کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے ایک شخص کو بھیجا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف خط لکھا اور صرف اپنے محرم رشتہ داروں کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہمیں ابو بصیر اور اس کے ساتھیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آجائیں۔ جب ان کے پاس خط

پہنچا تو ان کی موت کا وقت آن پہنچا تھا۔ وہ مرتے مرتے اسے پڑھنے لگے اور خط ان کے ہاتھ میں تھا کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی قبر وہیں بنادی اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کی قبر کے پاس مسجد بنادی۔ ان کے ساتھی مدینہ آگئے۔ وہ کل ۷۰ افراد تھے۔ ان میں ولید بن ولید بن مغیرہ بھی تھے۔ جب وہ حرہ میں داخل ہوئے تو ٹھوکر کھا کر گر گئے اور ان کی انگلی کٹ گئی انہوں نے اسے باندھا اور وہ کہہ رہے تھے:

هل انت إلا إصبع دميت وفى سبيل الله مالقيت

''تو تو محض ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوگئی ہے اور تجھ پر جو تکلیف بھی آئی ہے وہ اللہ کے راستے میں آئی ہے۔''

پھر وہ مدینہ میں داخل ہوئے اور وہیں ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے! میں ولید پر رولوں۔ آپ نے فرمایا: رولو۔ پھر انہوں نے عورتوں کو جمع کیا اور ان کے لیے کھانا بنایا اور انہوں نے روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

يا عين فابكى بوليد بن الوليد بن المغيره
مثل الوليد بن الوليد ابى الوليد كن العشيرة

''اے آنکھ! تو ولید بن مغیرہ پر رولے۔ ولید بن ولید جیسے آدمی تو اکیلے قبیلے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔''

ابن ابی زناد رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ولید کا نام سنا تو فرمایا: انہوں نے محبت ولید میں ایسا کیا ہے۔

مہاجرہ خاتون

فرماتے ہیں: ہم کسی قریشی عورت کو نہیں جانتے جو اپنے والدین کے درمیان مسلمان ہو کر اللہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلی ہو۔ سوائے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا کے۔

فرماتی ہیں: میں اپنے گاؤں کی طرف جاتی تھی جس میں میرے گھر والے رہتے تھے۔ پھر میں وہاں تین چار دن ٹھہرتی اور وہ جگہ تنعیم کی جانب تھی یا حصحاص کی جانب۔ پھر میں اپنے گھر لوٹ آتی۔ انہیں میرا آنا جانا اجنبی نہیں لگتا تھا۔ جب میں نے ہجرت کا ارادہ کرلیا تو ایک دن میں مکہ سے نکلی گویا میں اپنے گاؤں جانا چاہتی ہوں۔ پھر جب وہ شخص واپس لوٹ گیا جو میرے پیچھے آرہا تھا تو میں نکل پڑی اور راستے تک آگئی۔ اچانک وہاں ایک خزاعی آدمی نظر آیا۔ اس نے پوچھا: کہاں جارہی ہے؟ میں نے کہا: مجھے کام ہے۔ تمہارا کیا مسئلہ ہے اور تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی ہوں۔ جب اس نے خزاعہ کا ذکر کیا تو مجھے اطمینان ہوگیا۔ کیونکہ خزاعہ کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدے میں شامل تھے۔ پھر میں نے اسے کہا: میں ایک قریشی عورت ہوں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتی ہوں اور مجھے راستے کا علم نہیں ہے۔ اس نے کہا: میں دن رات آپ کے ساتھ رہوں گا حتی کہ آپ کو مدینہ چھوڑ آؤں۔ پھر وہ میرے پاس ایک اونٹ لایا۔ میں اس پر سوار ہوگئی۔ وہ میرے

اونٹ کو ہانکنے لگے۔ اللہ کی قسم! وہ مجھ سے ایک بات بھی نہیں کرتے تھے۔ جب وہ اونٹ بٹھاتے تو مجھ سے الگ ہو جاتے۔ میں اترتی تو وہ اونٹ کے پاس آتے اور اسے درختوں میں باندھ دیتے اور خود بھی درختوں میں مجھ سے دور چلے جاتے۔ پھر جب چلنا ہوتا تو وہ اونٹ کو کھینچتے، اس کے قریب ہوتے اور مجھ سے چہرہ دوسری طرف کیے رکھتے۔ جب میں سوار ہوتی تو وہ اس کے سر کو پکڑتے اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ حتی کہ ہم نے اترنا ہوتا۔ وہ اسی طرح کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایسی مصاحبت کا بہترین بدلہ دے۔ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ بہترین قبیلہ خزاعہ ہے۔ فرماتی ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ میں نقاب میں تھی۔ انہوں نے مجھے نہیں پہچانا، حتی کہ میں نے اپنا نسب بیان کیا اور نقاب ہٹایا۔ انہوں نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا: کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کر کے آئی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ مگر مجھے ڈر ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے مشرکین کی طرف واپس بھیج دیں گے۔ جیسے آپ نے میرے علاوہ دیگر لوگوں کو بھیج دیا۔ یعنی ابو جندل بن سہیل، ابو بصیر، اور اے ام سلمہ! مردوں کی حالت عورتوں کی حالت کی طرح نہیں ہے اور لوگ میری تلاش میں ہوں گے۔ میں لمبی مدت سے ان سے غائب ہوں۔ آج مجھے ان سے جدا ہوئے آٹھ دن ہو چکے ہیں۔ وہ میرے غائب ہونے کا اندازہ لگائیں گے، پھر مجھے ڈھونڈیں گے۔ اگر میں انہیں نہ ملی تو وہ میری طرف سفر کر کے آئیں گے اور وہ تین دن سے چل نکلے ہوں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بات بتلائی۔ آپ ﷺ نے انہیں مرحبا کہا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے دین کو لے کر آپ کی طرف بھاگ آئی ہوں۔ مجھے تحفظ دیجیے اور مجھے ان کی طرف واپس نہ کیجیے۔ وہ مجھے آزمائش میں ڈالیں گے اور مجھے عذاب دیں گے اور میں عذاب پر صبر نہیں کر سکوں گی۔ میں ایک عورت ہوں اور عورتوں کی کمزوری آپ کو معلوم ہے اور مجھے پتہ ہے کہ آپ نے دو آدمیوں کو مشرکین کی طرف واپس بھیج دیا ہے۔ حتی کہ ان میں سے ایک بچ گیا اور میں تو عورت ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بارے میں عہد کو توڑ دیا ہے اور ان کے بارے میں سورۃ ممتحنہ نازل فرمائی ہے اور اس بارے میں ایک حکم نازل فرمایا ہے جس پر تم سب راضی ہو جاؤ گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ آنے والے مردوں کو تو واپس بھیج دیتے تھے مگر عورتوں کو واپس نہیں بھیجتے تھے۔ اگلے دن اس کے بھائی ولید اور عمارہ بن عقبہ بن ابو معیط آ گئے اور کہا: اے محمد! ہماری شرائط اور ہمارے معاہدے کو پورا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اس میں عہد کو توڑ دیا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں واپس چلے گئے۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ ولید بن عبدالملک کے ساتھی ھنید کی طرف خط لکھ رہے تھے اور ان سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق پوچھ رہے تھے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٖ فَٱمۡتَحِنُوهُنَّ

''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لے لو''

انہوں نے ان کی طرف جواب لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن قریش سے صلح کی اور شرط یہ تھی کہ جو بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آئے گا تو آپ اسے ان کی طرف واپس کردیں گے۔ چنانچہ آپ مردوں کو واپس بھیجتے رہے۔ جب عورتوں نے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس بھیجنے سے انکار کردیا۔ جب امتحان لے کر انہیں آزمالیا جائے۔

ان کا گمان تھا کہ وہ آپ میں رغبت کرتے ہوئے آئی ہیں۔ اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ ان کے مہر انہیں واپس لوٹا دیں اگر وہ ان سے رک جائیں اور وہ بھی ان پر اتنا لوٹا دیں جتنا یہ ان پر لوٹائیں، اگر وہ ایسے کریں۔ فرمایا: وَلْيَسْـَٔلُوا مَآ أَنفَقُوا ''اور جو انہوں نے خرچ کیا ہے وہ مانگ سکتے ہیں۔'' اس کے بھائیوں نے اگلی صبح اس کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دینے سے انکار کردیا۔ پھر وہ مکہ چلے گئے اور قریش کو بتلایا۔

انہوں نے اس بارے میں کسی کو نہیں بھیجا اور وہ اس بات پر راضی ہوگئے کہ عورتوں پر وہ روک دیا جائے جو انہوں نے خرچ کیا۔

ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

''یہ اللہ کا فیصلہ ہے، جو وہ تمہارے درمیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

وَإِن فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَآ أَنفَقُوا ۚ

''اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کی طرف رہ جائے، پھر انجام کار وہ تمہارے پاس آجائے تو ان لوگوں کو جن کی بیویاں چلی گئیں اتنا ہی دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا ہو۔''

فرمایا: اگر ان میں سے کسی کی بیوی کفار کی طرف رہ جائے، پھر اگر ان کی کوئی عورت تمہارے پاس آجائے اور تمہیں حاصل ہوجائے تو انہیں اس کا بدل دو جو تم نے اس عورت کا مہر وغیرہ حاصل کیا ہو جو تمہارے پاس آئی۔

بہرحال مومنین نے تو اللہ کے حکم کو باقی رکھا مگر مشرکین نے انکار کردیا اور وہ جو مشرکین کے لیے مسلمانوں پر مشرکین کی مہاجر بیویوں کے مہر کی زیادتی ہوئی تو فرمایا:

فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم

''تم ان لوگوں کو دے دو جن کی بیویاں چلی گئی ہوں۔''

یعنی مشرکین کا مال جو تمہارے قبضے میں ہو۔

اور ہم کسی مسلمان عورت کو نہیں جانتے جو ایمان لانے کے بعد اپنے خاوند کو چھوڑ کر مشرکین کے پاس چلی گئی ہو۔ لیکن یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اللہ جس کام کا فیصلہ کر لیتے ہیں وہ ہو کر ہی رہتا ہے اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ

یعنی اہل کتاب کے علاوہ۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زینب بنت ابی امیہ کو طلاق دی۔ پھر معاویہ بن ابوسفیان

نے اس سے شادی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنت جرول خزاعیہ کو بھی طلاق دی تھی۔ پھر اس سے ابوجہم بن حذیفہ نے شادی کی۔

اسی طرح عیاض بن غنم فہری نے ام حکم بنت ابوسفیان کو ان دنوں طلاق دی۔ پھر عبداللہ بن عثمان ثقفی نے اس سے شادی کی اور اس سے ان کا بیٹا عبدالرحمن بن ام حکم بھی ہوا۔

غزوۂ خیبر

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے مدینہ ذوالحجہ ۶ ہجری میں تشریف لائے۔ آپ ذوالحجہ کے باقی ایام اور محرم کا مہینہ مدینہ میں ہی ٹھہرے رہے۔ آپ صفر المظفر ۷ ہجری کو نکلے۔

ایک قول یہ ہے کہ یکم ربیع الاول کو خیبر کی طرف نکلے۔

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا۔ وہ کوشش میں لگ گئے۔ آس پاس والوں کو بھی آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کے لیے تیار کیا۔ پیچھے رہنے والے بھی آپ کے پاس آئے۔ وہ غنیمت کے لالچ میں آپ کے ساتھ نکلنا چاہتے تھے۔ کہنے لگے: ہم آپ کے ساتھ نکلیں گے۔ حالانکہ وہ غزوۂ حدیبیہ میں آپ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ اور مسلمانوں کے بارے میں غلط خبریں پھیلا دی تھیں۔ اب وہ کہہ رہے تھے: ہم آپ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلیں گے۔ وہ غلے، چربی اور اموال کے اعتبار سے حجاز کی سرسبز زمین تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میرے ساتھ تب نکل سکتے ہو جب تمہیں جہاد میں رغبت ہو۔ اگر غنیمت میں رغبت ہے تو اجازت نہیں ہے۔ آپ نے ایک منادی کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا: ہمارے ساتھ صرف وہ شخص نکلے جو جہاد میں رغبت کرنے والا ہو۔ غنیمت میں رغبت کرنے والا ہرگز نہ نکلے۔

جب لوگوں نے خیبر کی طرف نکلنے کی تیاری کر لی تو یہ چیز مدینہ کے یہودیوں پر بڑی شاق گزری۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے صلح پر معاہدہ کر رکھا تھا۔ یہ جان گئے کہ جب یہ لوگ خیبر میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ خیبر کو ہلاک کر دے گا جیسا کہ اس نے بنو قینقاع، نضیر اور قریظہ کو برباد کیا۔

پھر جب ہم نے تیاری کر لی تو مدینہ کے جس یہودی کا بھی مسلمان پر حق تھا، اس نے اس سے ملاقات کی۔ حضرت عبداللہ بن ابو حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کے ذمے ابوشحم یہودی کے ۵ درہم تھے۔ یہ اس جَو کی قیمت تھی جو انہوں نے اپنے گھر والوں کے لیے اس سے لی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں اس سے ملاقات کی اور کہا: مجھے بس تھوڑی سے مہلت دے دو۔ مجھے امید ہے کہ میں تمہارے پاس آؤں گا اور ان شاء اللہ تجھے تیرا حق ادا کر دوں گا۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی سے وعدہ کیا ہے کہ وہ خیبر انہیں بطور غنیمت عطا فرمائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن ابو حدرد رضی اللہ عنہ ان میں سے تھے جو حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: اے ابوشحم! ہم غلے اور اموال میں حجاز کی سب سے سرسبز زمین کی طرف جا رہے ہیں۔ ابوشحم حسد اور بغاوت میں جل کر کہنے لگا: تیرا کیا خیال ہے کہ خیبر کی

لڑائی بھی ویسی ہی ہوگی جیسے تم دیہاتیوں سے لڑتے رہے ہو۔ اس میں تورات کی قسم! دس ہزار جنگجو ہیں۔

حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: او اللہ کے دشمن! تم ہمارے دشمن سے ہمیں ڈراتے ہو اور تم ہمارے ذمے اور ہمارے پڑوس میں ہو؟ اللہ کی قسم! میں تیرا معاملہ ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے سنا وہ یہودی کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے آپ کو ابوشحم کی ساری بات سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے اپنے ہونٹوں کو کچھ حرکت دی مگر میں سن نہیں سکا۔ یہودی نے کہا: اے ابوالقاسم! اس نے مجھ پر ظلم کیا، میرے حق کو مجھ پر روک دیا اور میرا غلہ لے لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اس کا حق دے دو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نکلا اور میں نے اپنا ایک لباس تین دراہم کے بدلے میں بیچ دیا اور اس کا باقی حق تلاش کیا اور اسے ادا کر دیا۔ پھر میں نے اپنا دوسرا لباس پہن لیا۔ میں نے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ میں نے اس سے گرمی حاصل کی۔ حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک دوسرا کپڑا دیا۔ چنانچہ میں مسلمانوں کے ساتھ دو کپڑے پہن کر نکلا۔ اللہ تعالی نے مجھے غنیمت میں بہت سا مال عطا فرمایا مجھے غنیمت میں ایک عورت ملی۔ اس کے اور ابوشحم کے درمیان رشتہ داری تھی۔ میں نے وہ اسے بیچ کر مال حاصل کر لیا۔

حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس خرچہ اور زادِ راہ نہیں ہے اور نہ کپڑے ہیں، جنہیں پہن کر میں نکلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سنبلانی کپڑے کا ایک ٹکڑا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں آٹھ دراہم کے بدلے میں بیچ دیا۔ پھر دو درہموں میں اپنے توشے کے لیے کھجوریں خرید لیں اور دو درہم اپنے گھر والوں کے خرچ کے لیے چھوڑ دی۔ اور ایک چادر چار درہموں کے بدلے میں خرید لی۔

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے راستے میں تھے۔ یہ خوب روشن رات تھی۔ اچانک آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو آپ کے آگے جا رہا تھا اور اس پر کوئی چیز چاند کی روشنی میں بھی چمک رہی تھی گویا وہ آفتاب ہے اور ان پر سفیدی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پکڑو۔ انہوں نے میرے پاس پہنچ کر مجھے پکڑ لیا اور میرا اگلا پچھلا سب لے لیا۔ میں سمجھا، شاید میرے بارے میں آسمان سے کوئی حکم نازل ہوا ہے۔ میں نے جو کیا میں اسے یاد کرنے لگا۔ حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آملے۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا، تم لوگوں سے آگے تھے ان کے ساتھ کیوں نہیں چل رہے تھے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری اونٹنی بڑی عمدہ ہے۔ آپ نے پوچھا: وہ کپڑا کہاں ہے جو میں نے تمہیں پہنایا تھا؟ میں نے کہا: میں نے اسے آٹھ دراہم کے عوض بیچ دیا۔ دو درہم کی میں نے زادِ راہ کے لیے کھجوریں لیں۔ دو درہم میں نے اپنے گھر والوں کے خرچ کے لیے چھوڑ دیا۔ چار درہم کی میں نے ایک چادر خریدی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! تم اور تمہارے ساتھی اے ابوعبس! فقراء میں سے ہو۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم تابعدار ہو اور تھوڑے پر زندگی گزار لو تو تمہارا توشہ بڑھ جائے اور جو تم نے اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑا ہے وہ

زیادہ ہو جائے اور تمہارے دراہم اور غلام بڑھ جائیں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔

حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم مدینہ آئے اور قبیلہ دوس کے ۸۰ گھرانے تھے۔ کسی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں ہیں اور وہ بہت جلد تم پر چڑھائی کرنے والے ہیں۔ میں نے کہا: جہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈالا، میں وہاں آپ کے پاس آیا۔ پھر ہم سوار ہوئے اور آپ کے پاس خیبر آ گئے۔ ہم نے دیکھا، آپ نے رسیاں کھول دی تھیں اور آپ لشکر والوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ہم ٹھہرے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی اور ہم مدینہ آ گئے۔ پھر ہم نے سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے مدینہ میں فجر کی نماز پڑھی۔ انہوں نے پہلی رکعت میں سورہ مریم اور دوسری میں سورہ مطففین پڑھی۔ جب انہوں نے یہ آیت پڑھی: "اذا کتالوا علی الناس یستوفون" "جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔" میں نے سوچا: میں نے بھی تو سراۃ میں اپنے چچا کو دیکھا ہے۔ اس کے دو مکیال تھے۔ ایک مکیال وہ تھا جس سے وہ بھر کر دیتے ہیں اور دوسرا وہ ہے جس سے وہ کمی کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور ہمارے نزدیک راجح وہی ہے کہ حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

خیبر کے یہودیوں کا گمان بھی نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے لڑیں گے۔ کیوں کہ وہ خود کو اسلحے، قلعوں اور تعداد کی وجہ سے محفوظ خیال کرتے تھے۔ وہ ہر روز دس ہزار جنگجوؤں کی صف بنا کر نکلتے اور کہتے: کیا محمد ہم سے لڑ سکتا ہے؟ بہت بعید ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف جانے کی تیاری کی تو مدینہ میں رہنے والے یہودی کہنے لگے: اللہ کی قسم! خیبر سے بڑھ کر کوئی تم سے دفاع کرنے والا نہیں۔ اگر تم خیبر کو، اس کے قلعوں کو اور وہاں کے مردوں کو دیکھ لو تو وہاں پہنچنے سے پہلے ہی واپس لوٹ آؤ۔ وہاں پہاڑوں کی چوٹیوں میں بلند و بالا قلعے ہیں۔ ان میں پانی بھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ خیبر میں ایک ہزار زرہ پوش سپاہی ہیں۔ عرب میں سے قبیلہ اسد اور غطفان بھی ان کی مدد کریں گے۔ پھر تم کیسے خیبر کی طاقت رکھتے ہو؟

وہ یہ باتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جواب دیتے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ خیبر انہیں بطور غنیمت عطا کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے نکلنے کے بارے میں غلط فہمی اور وہم و گمان کے ذریعے اندھا بنائے رکھا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ان کے قلعوں کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔

جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کا علم ہوا تو ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ ابوزینب حارث نامی یہودی نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنے قلعوں سے باہر نکل کر جنگ لڑیں اور ان کے سامنے ظاہر ہوں۔ اس لیے کہ میں دیکھ چکا ہوں، جن قلعے

والوں کی طرف وہ گئے ہیں اور ان کا محاصرہ کیا ہے تو وہ باقی نہیں رہے۔ بلکہ ان کے حکم پر اتر آئے۔ بعض ان میں سے قیدی بنے اور دوسرے باندھ کر قتل کردیے گئے۔ یہودی کہنے لگے: ہمارے قلعے ان کے قلعوں جیسے نہیں ہیں۔ یہ قلعے پہاڑوں کی چوٹیوں میں مضبوط بنے ہیں۔ انہوں نے اس کی بات نہ مانی اور قلعوں میں ہی ٹھہرے رہے۔ جب اگلی صبح انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور معائنہ کیا تو انہیں ہلاکت کا یقین ہو چلا۔

رسول اللہ ﷺ مدینے سے نکلے اور ''ثنیۃ الوداع'' تک چلے۔ پھر آپ نے زغابہ کا راستہ اختیار کیا۔ پھر قمی پر چلے، پھر مستناخ کی طرف گئے۔ پھر وطیح نامی جگہ پر لشکر کشی کی۔ ان حضرات کے ساتھ قبیلہ اشجع کے دو رہبر بھی تھے۔ ان میں سے ایک کا نام حسیل بن خارجہ تھا اور دوسرے کا نام عبداللہ بن نعیم تھا۔ آپ عصر میں نکلے تھے اور وہاں مسجد بھی تھی۔ پھر آپ صہباء کی جانب بڑھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفر کے دوران عامر بن سنان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابن اکوع! اترو اور اس مبارک موقع پر کچھ سناؤ۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے کود کر اترے، پھر رسول اللہ ﷺ کو رجزیہ اشعار پڑھ کر سنانے لگے:

اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم کبھی ہدایت حاصل نہ کر پاتے نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ سو ہم پر سکینت نازل فرما اور لڑائی میں ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ جب بھی ہمیں بلایا گیا تو ہم آئے اور اس پکار میں لوگ ہم پر اعتماد کرتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ آپ پر رحم فرمائے۔'' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! کاش! ہم اس سے اور نفع اٹھاتے۔ پھر عامر رضی اللہ عنہ خیبر کے دن ہی شہید ہو گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم خیبر کے قریب پہنچے تو میں نے ایک ہرن کی طرف دیکھا جو ایک درخت کے نیچے سائے میں کھڑا تھا۔ میں نے ایک تیر نکالا اور اس کی طرف پھینک دیا۔ لیکن میرے تیر نے کچھ نہ کیا۔ میں نے ہرن کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ پھر عامر رضی اللہ عنہ مجھے آملے۔ انہوں نے تیر سے اس کا نشانہ لیا اور ہرن کے پہلو میں تیر اتار دیا۔ ساتھ ہی کمان کی تانت ٹوٹ گئی اور اس کا کنارہ ان کے پہلو کے ساتھ اٹک گیا۔ انہوں نے بڑی مشقت سے اسے الگ کیا۔ میرے دل میں اس دن ایک خیال آکر گزرا اور مجھے ان کی شہادت کی امید لگ گئی۔ پھر میں نے ایک یہودی شخص کو دیکھا جو خودکشی کر رہا تھا۔ پھر مر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم ہمارے قافلے کو متحرک نہیں کرو گے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اترے اور یہ اشعار پڑھے:

واللہ لولا أنت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا وثبت الأقدام إن لاقینا
والمشرکون قد بغوا علینا

''اللہ کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو ہمیں ہدایت نہ ملتی، نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ سو ہم پر سکینت نازل فرما اور دشمن سے مقابلے کے وقت ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ مشرکوں نے ہم پر بغاوت کی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! اس پر رحم فرما۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! واجب ہو گئی۔

علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ غزوۂ موتہ کے دن شہید ہوئے۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ صہباء تک پہنچے۔ وہاں عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر کھانا منگوایا۔ آپ کی خدمت میں ستو اور کھجوریں پیش کی گئیں۔ آپ نے کھانا کھایا اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ کھایا۔ پھر آپ مغرب کے لیے اٹھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔ پھر آپ نے لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے رہبروں کو بلایا۔ حسیل بن خارجہ اشجعی اور عبداللہ بن نعیم اشجعی آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حسیل سے کہا: ہمارے آگے چلو حتی کہ ہم وادیوں کے شروع میں پہنچیں۔ پھر جب ہم خیبر اور شام کے درمیان پہنچیں تو میں ان کے، شام کے اور ان کے غطفان والے حلیفوں میں چکر لگاؤں گا۔ حسیل نے کہا: میں آپ کو لے جاؤں گا۔ پھر وہ آپ کو لے کر ایسی جگہ آیا جہاں کئی راستے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہاں سے کئی راستے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ان کے نام بیان کرو۔ آپ ﷺ اچھی فال لینے کو اور اچھے نام کو پسند فرماتے تھے اور بدفالی اور برے نام کو ناپسند فرماتے تھے۔

اچھے نام کی برکت

رہبر نے کہا: ایک راستے کا نام ہے ''حزن'' (غم) آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر نہ چلنا۔ اس نے کہا: دوسرے راستے کا نام ہے ''شاس''۔ فرمایا: اس پر بھی نہ چلنا۔ کہا: ایک راستے کا نام ہے ''حاطب'' فرمایا: اس پر بھی نہ چلنا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس رات کی طرح کبھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس قدر قبیح نام نہیں سنے۔ صرف ایک راستہ رہ گیا۔ باقی سب کے نام اس نے بیان کر دیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا بھی نام بتلاؤ۔ اس نے کہا: مرحب۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس پر چلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اس راستے کا نام پہلے کیوں نہیں لیا؟

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ کو چند گھڑسواروں کے ساتھ خبر گیری کے لیے بھیجا۔ انہوں نے قبیلہ اشجع کے ایک یہودی جاسوس کو دیکھا تو پوچھا: تم کون؟ اس نے کہا: تلاش کرنے والا۔ میں اپنے گم شدہ اونٹ تلاش کر رہا ہوں جو گم ہو گئے ہیں۔ میں ان کا پیچھا کر رہا ہوں۔ حضرت عباد رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تمہیں خیبر کا علم ہے؟ اس نے کہا: میں یہاں نیا نیا آیا ہوں۔ تم وہاں کی کون سی چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: یہودیوں کے بارے میں۔ اس نے کہا: ہاں، کنانہ بن ابو حقیق اور ھوذہ بن قیس اپنے غطفان کے حلیفوں کے پاس گئے ہیں۔ پھر انہیں ابھارا ہے اور ان کے لیے ایک سال کی خیبر کی کھجوریں مقرر کی ہیں۔ وہ لوگ طاقت اور قوت کے ساتھ اسلحہ اور جنگجو لے کر آ رہے ہیں اور ان کا لیڈر عتبہ بن بدر ہے اور یہ لوگ ان کے ساتھ ان کے قلعوں میں ہیں جنہیں فتح کرنا آسان نہیں۔ ان کے پاس اسلحہ اور کھانے کا بہت سا سامان

ہے۔ اگر کئی سال بھی ان کا محاصرہ کیا گیا تو انہیں کافی ہو جائے گا اور نہ ختم ہونے والا پانی ہے جو وہ اپنے قلعوں میں پیتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان سے مقابلے کی کسی میں طاقت ہے۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے کوڑہ ابھارا اور اسے چند ضربیں لگائیں اور فرمایا: تم ان کے جاسوس ہو، مجھے سچ سچ بتاؤ وگرنہ میں تمہاری گردن اتار دوں گا۔ وہ دیہاتی کہنے لگا: کیا آپ کو مجھے امان دیتے ہیں تاکہ میں آپ کو سچ سچ بتلاؤں؟ حضرت عباد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ اس دیہاتی نے کہا: وہ لوگ تم سے مرعوب ہو چکے ہیں اور ڈر رہے ہیں۔ یہ اس کاروائی کی وجہ سے بزدل ہو چکے ہیں جو تم نے یثرب کے یہودیوں سے کی۔ یثرب کے یہودیوں نے میرے چچازاد بھائی کو بھیجا۔ انہوں نے اسے کنانہ بن ابوحقیق کی طرف بھیجا اور اسے بتلایا کہ تمہاری تعداد بھی کم ہے اور تمہارے پاس گھوڑے اور اسلحہ بھی قلیل مقدار میں ہے اور وہ اسے کہہ رہے تھے: پھر تم انہیں مار دکھانا وہ بھاگ جائیں گے۔ وہ ابھی کسی ایسی قوم کے سامنے نہیں آئے جسے خوب لڑنا آتا ہو اور قریش اور عرب اس کے تمہاری طرف نکلنے پر خوش ہیں۔ کیوں کہ وہ تمہارے ساز و سامان، کثرتِ تعداد، اسلحے اور عمدہ گھوڑوں کو خوب جانتے ہیں اور قریش اور دیگر قبائل جنھوں نے محمد سے جنگیں لڑیں، بار بار کوشش کر چکے ہیں۔ قریش اب یہ کہہ رہے ہیں: خیبر غالب ہوگا اور دوسرے کہہ رہے ہیں کہ محمد غالب ہوگا۔ اگر تو محمد غالب ہو گیا تو زمانے بھر کی رسوائی ہے۔ دیہاتی کہنے لگا: میں یہ سب باتیں سن رہا تھا۔ کنانہ نے مجھے کہا: تم راستے سے تھوڑا الگ ہو کر جاؤ۔ وہ تمہیں اوپرا نہیں سمجھیں گے اور ہمارے لیے ان کی جاسوسی کرو اور ان کے قریب ہونا گویا تم ان سے خوراک مانگ رہے ہو۔ پھر انہیں ہماری کثرتِ تعداد اور ساز و سامان کے بارے میں بتلانا۔ وہ لوگ اپنے سے مانگنے والے کو نہیں چھوڑتے۔ اور جلدی ہماری طرف ان کی خبر لے کر لوٹ آنا۔

حضرت عباد رضی اللہ عنہ اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور آپ کو واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی گردن اتار دو۔ حضرت عباد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے امان دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباد! اسے اپنے پاس روکے رکھو اور مضبوطی سے باندھ لو۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں داخل ہوئے تو اس پر اسلام پیش کیا اور فرمایا: میں تمہیں بار بار دعوت دوں گا۔ پھر بھی اگر تم مسلمان نہ ہوئے تو رسی تمہاری گردن سے مشکل سے ہی نکلے گی۔ وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا۔

رہبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر چلتا رہا حتی کہ قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ حوضوں اور تالابوں کے درمیان سے گزرنے لگا۔ پھر وادیوں کے شروع میں چلا حتی کہ تالابوں کی طرف اتر آیا اور وہاں سے تیزی سے گزر گیا۔ حتی کہ شق اور نطاۃ نامی جگہوں کے درمیان سے گزرا۔

بستی میں داخل ہونے کی دعا

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے سامنے آئے تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: ٹھہر جاؤ۔ پھر فرمایا: یہ دعا پڑھو:

"اللهم رب السمٰوٰت السبع وما اظلت ورب الارضين السبع وما اقلت ورب الرياح وما ذرت فانا نسالك خير هذه القرية وخير أهلها وخير ما فيها ونعوذبك من شرها وشر ما فيها۔"

"اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور ان چیزوں کے رب جن پر وہ سایہ فگن ہے اور ساتوں زمینوں اور ان چیزوں کے پروردگار جو اس نے اٹھا رکھی ہیں اور ہواؤں اور ان چیزوں کے رب جو اس نے پھیلا دی ہیں! ہم آپ سے اس بستی اور اس کے رہنے والوں کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور اس کی ہر بھلائی کا اور ہم آپ سے اس کے شر اور اس میں موجود چیزوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔"

پھر آپ نے فرمایا: داخل ہو جاؤ۔ اللہ کی برکت تمہارے ساتھ ہے۔ پھر آپ چلتے رہے حتیٰ کہ ایک منزل پر پہنچے۔ آپ نے وہاں رات کو تھوڑی دیر قیام کیا۔

یہودی فجر سے پہلے پوری رات کھڑے رہتے۔ اسلحہ پہنتے اور لشکر کی صفیں بناتے۔ وہ دس ہزار جنگجو تھے۔

کنانہ بن ابو حقیق ایک قافلے میں غطفان کی طرف نکلا۔ وہ انہیں اپنی مدد کی دعوت دینے گیا تھا۔ اور ان کے لیے خیبر کی ایک سال کی آدھی کھجوریں طے کی تھیں۔ یہ اس لیے کہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف آنے والے ہیں۔

بنو فزارہ کا ایک شخص ان کا حلیف تھا۔ وہ سامان لے کر مدینہ آیا اور اسے بیچا۔ پھر لوٹ گیا، پھر ان کے پاس گیا اور کہنے لگا: میں نے محمد کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو تمہاری طرف نکلنے کے لیے تیار کر رہا ہے۔ تب انہوں نے اسے اپنے غطفانی حلیفوں کی طرف بھیجا۔ چنانچہ کنانہ بن ابو حقیق چودہ یہودیوں کو لے کر نکلا اور انہیں اپنی مدد کی دعوت دی اور انہیں خیبر کی ایک سال کی آدھی کھجوریں دینے کا وعدہ کیا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے قریب پڑاؤ ڈالا تو اس رات انہوں نے کوئی حرکت نہیں کی۔ حتیٰ کہ ان کا مرغا بھی نہیں چیخا۔ حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ صبح ہوئی تو ان کے دل ڈر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے قلعوں کو کھول دیا۔ ان کے پاس پھاوڑے، کدال اور آلاتِ زراعت تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ان کے بالکل پڑاؤ ڈال چکے تھے تو وہ لوگ یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے۔ محمد اور اس کا لشکر جرار اور اپنے قلعوں میں واپس چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ کہنے لگے: اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا۔ بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوؤں کی صبح بری ہوتی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ ٹھکانے تک پہنچے تو اسے مسجد قرار دیا۔ پھر آپ نے وہاں رات کے آخر تک نفل نماز پڑھی۔ آپ کی سواری بدک پڑی اور اپنی لگام کھینچنے لگی۔ وہ ایک چٹان کی طرف رخ کیے ہوئے تھے اور بیٹھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اسے حکم دیا گیا ہے۔ پھر وہ چٹان کے پاس بیٹھ گئی۔

رسول اللہ ﷺ چٹان کی طرف متوجہ ہوئے اور چلنے کا حکم دیا۔ پھر آپ خود بھی گئے اور لوگوں کو بھی وہاں جانے کا حکم دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر مسجد بنائی۔ وہاں آج بھی ان کی مسجد ہے۔

مقام رجیع میں لشکر اسلام کا قیام

جب صبح ہوئی تو حباب بن منذر بن جموح آپ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں ہوں۔ آپ نے اس جگہ پڑاؤ ڈالا ہے۔ اگر تو آپ کو اس کا حکم دیا گیا ہے تو ہم اس بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے اور اگر یہ رائے ہے تو ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو ایک رائے ہے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ قلعے کے بالکل قریب ہیں۔ آپ نے کھجوروں اور پانی کے درمیان پڑاؤ ڈالا ہے اور ان نطاۃ والوں کو میں جانتا ہوں۔ کوئی قوم بھی ان سے زیادہ دور تک دیکھنے والی نہیں اور نہ ان سے زیادہ بہادر اور وہ ہم سے اوپر ہیں۔ یہاں تک ان کے تیر انتہائی جلدی پہنچیں گے۔ نیز میں ان کی رات سے بھی بے خوف نہیں۔ وہ لوگ کھجوروں میں بھی چھپ جاتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول! یہاں سے کسی ایسی جگہ کی طرف منتقل ہو جائیے جو پانی اور وباء سے پاک ہو۔ ہم ان کے اور اپنے درمیان ایک میدان کو چھوڑتے ہیں۔ تاکہ ان کے تیر ہم تک نہ پہنچ سکیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم آج ان سے قتال کریں گے۔ پھر آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں فرمایا: ہمارے لیے کوئی ایسی جگہ تلاش کرو، جو ان کے قلعوں سے دور ہو اور وباء سے بری ہو اور وہاں ہم ان کی رات سے بھی مطمئن ہوں۔ انہوں نے چکر لگایا اور رجیع تک پہنچ گئے۔ پھر رات کو نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور عرض کیا: میں نے آپ کے لیے ایک ٹھکانہ ڈھونڈ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی برکت ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دن رات تک لڑائی کی۔ آپ نطاۃ والوں سے لڑ رہے تھے اور اوپر نیچے سب جگہوں کا احاطہ کیا۔ اس دن یہودیوں نے بھی اپنی تمام توانائیاں صرف کر ڈالیں۔

حباب رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اس جگہ سے منتقل ہو جائیں تو مناسب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب شام ہو گی تو ان شاء اللہ ہم چلے جائیں گے۔ یہودیوں کے تیر مسلمانوں کے لشکر پر گرتے بھی رہے اور آگے بھی بڑھ گئے۔ مسلمان ان کے تیروں کو اٹھاتے اور واپس انہی کی طرف چلا دیتے۔

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ پلٹ گئے اور آپ نے مسلمانوں کو بھی رجیع کی طرف پلٹنے کا حکم دیا۔

خیبر میں مختلف مقامات پر جھڑپیں

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے پاس ان کے جھنڈوں کے اعتبار سے آتے اور ان کا شعار (کوڈ) اس دن یہ تھا (یا منصور امت) حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول! یہودیوں کو کھجوریں اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں۔ سو ان کی کھجوریں کاٹ ڈالیے۔ آپ ﷺ نے کھجوریں کاٹنے کا حکم دے دیا۔ مسلمان کھجوروں کو کاٹنے لگے اور تیزی دکھائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ عزوجل نے آپ سے خیبر

کا وعدہ کیا ہے اور وہ اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔ سو کھجوریں مت کٹوائیے۔ آپ ﷺ نے منادی کے ذریعے اعلان کروایا اور کھجوریں کاٹنے سے منع فرما دیا۔

حضرت محمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے واسطے سے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے نطاۃ میں خیبر کی کٹی ہوئی کھجوریں دیکھیں۔ یہ وہی کھجوریں تھیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کاٹی تھیں۔

حضرت جعفر بن محمود بن محمد بن مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمانوں نے نطاۃ میں چار سو کھجوروں کے درخت کاٹ دیے تھے۔ نطاۃ کے علاوہ سے آپ نے کھجوریں نہیں کاٹیں۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس دن کبیس کھجور کے ایک بلند درخت کو دیکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: میں اس درخت کو اپنے ہاتھ سے کاٹوں گا۔ حتیٰ کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کو کاٹنے سے منع فرما دیا ہے۔ چنانچہ ہم رک گئے۔

حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس دن مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے۔ یہ سخت گرمی کا دن تھا اور یہ پہلا دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے نطاۃ والوں سے جنگ لڑی تھی اور آپ نے اسی سے آغاز کیا تھا۔ جب محمود رضی اللہ عنہ کو گرمی نے خوب ستایا اور انہوں نے مکمل آلات حرب پہن رکھے تھے تو وہ ناعم کے قلعے کے نیچے بیٹھ گئے اور سایہ حاصل کرنے لگے۔ یہ پہلا قلعہ تھا جس سے رسول اللہ ﷺ نے آغاز کیا تھا۔ محمود رضی اللہ عنہ کا خیال نہیں تھا کہ اس میں بھی کوئی جنگجو ہوگا۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ اس میں مال و متاع اور سامان ہوگا۔ ناعم یہودی تھا اور اس کے متعدد قلعے تھے۔ یہ بھی ان میں سے ایک تھا۔ مرحب نے ان پر چکی لڑھکا دی۔ جو ان کے سر میں آ لگی اور ان کے سر کو اس طرح پھاڑ دیا کہ ان کے سر کی کھال کٹ کر چہرے پر آ پڑی۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے کھال کو واپس اسی جگہ رکھا تو وہ پہلے جیسی ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے کپڑے سے اس پر پٹی باندھ دی۔

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ رجیع کی طرف لوٹ گئے۔ آپ کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق رات کو حملے کا ڈر تھا۔ آپ نے وہاں اپنا لشکر ٹھہرایا اور رات گزاری۔ آپ رجیع میں سات دن ٹھہرے رہے۔ آپ روزانہ مسلمانوں کو ان کے جھنڈوں سمیت لے کر جاتے جو اسلحہ سے لیس ہو کر نکلتے اور باقی لشکر کو رجیع میں چھوڑ جاتے اور ان پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کرتے اور دن بھر رات تک نطاۃ والوں سے قتال کرتے۔ پھر جب شام ہوتی تو رجیع کی طرف لوٹ آتے۔

پہلے دن آپ نے نطاۃ کے زیریں حصہ میں لڑائی کی۔ پھر بالائی حصہ میں ان سے جنگ لڑی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرما دی اور مسلمانوں میں سے جو بھی زخمی ہوتا تو اسے جائے لشکر تک لایا جاتا اور اس کا علاج کیا جاتا۔ اگر واپس آنا ہوتا تو لشکر کی طرف آ جاتے۔

پہلی دن کی لڑائی میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی ہونے والوں کی تعداد ۵۰ تھی۔ ان کے زخموں کا علاج کیا جاتا تھا۔

بخار کا ایک علاج

ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس جگہ کی وباء کی شکایت کی۔ آپ نے انہیں رجیع کی طرف لوٹنے کا حکم دے دیا۔ یہ لوگ خیبر آئے تو پھل ابھی کچے سبز تھے۔ وہاں کی آب وہوا ناموافق تھی اور طاعون کی وباء پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے وہ پھل کھائے تو وہ شدید بخار میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی تو آپ نے فرمایا: پانی کو ٹھنڈا کرو۔ پھر جب دو اذانوں کا درمیانی وقت ہو تو اس پانی کو اپنے اوپر بہانا اور اللہ کا نام لینا۔ انہوں نے ایسے ہی کیا تو گویا وہ رسیوں سے آزاد ہو گئے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نطاۃ کے یہودیوں میں سے ایک نے رات کے بعد ہمیں پکارا اور ہم رجیع میں تھے۔ اس نے کہا: مجھے امن دو میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں؟ ہم نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر ہم جلدی سے اس کی طرف گئے۔ سب سے پہلے میں اس کے پاس پہنچا۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: یہودی ہوں۔ ہم اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ اس یہودی نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ مجھے اور میرے گھر والوں کو امن دیں تو میں یہودیوں کے ایک راز پر آپ کی راہنمائی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ پھر اس نے آپ کو یہود کا ایک راز بتلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور انہیں جہاد پر ابھارا اور انہیں خبر دی کہ یہودیوں کو ان کے حلیفوں نے چھوڑ دیا ہے اور وہ بھاگ گئے ہیں اور ان میں آپس میں جھگڑا اور اختلاف ہو گیا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر اگلے روز ہم نے ان پر حملہ کیا تو اللہ نے ہمیں ان پر کامیابی عطا فرمائی اور نطاۃ میں آل اولاد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا۔ پھر جب ہم شق تک پہنچے تو ہم نے وہاں آل اولاد کو پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودی کو اس کی بیوی دے دی۔ یہ بھی شق میں تھی۔ آپ نے وہ اس کے حوالے کر دی۔ میں نے اسے دیکھا۔ اس نے ایک حسین عورت کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ قیام رجیع کے سات ایام میں رات کی پہرہ داری کے لیے یکے بعد دیگرے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر کرتے رہے۔ جب چھٹی رات تھی تو آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لشکر پر نگران مقرر فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر لشکر کے گرد چکر لگایا اور انہیں ڈرایا یا ان میں سے بعض کو ڈرایا۔ اس دوران رات کے وقت ایک یہودی آپ کے پاس لایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اتارنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: مجھے اپنے نبی کے پاس لے جاؤ۔ میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کے دروازے تک آئے۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سن لی۔ پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور انہیں اندر بلوایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہودی کو لیے اندر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودی سے فرمایا: تمہارے پیچھے کیا ہے اور تو کون ہے؟ اس یہودی نے کہا: اے ابوالقاسم!

آپ مجھے جان کی امان دیں، میں آپ کو سب سچ سچ بتاتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اس یہودی نے کہا: میں نطاۃ کے قلعے سے ایسی قوم کے پاس سے نکلا ہوں جن میں کوئی اتحاد نہیں ہے۔ میں نے انہیں اس رات قلعے سے کھسکتے ہوئے چھوڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کہاں جارہے ہیں؟ اس نے کہا: اس سے زیادہ رسوائی والی جگہ میں جہاں وہ رہ رہے ہیں۔ یعنی شق کی طرف جارہے ہیں۔ وہ آپ سے مرعوب ہوچکے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے دل ڈر رہے ہیں اور یہودیوں کے اس قلعے میں اسلحہ، کھانا اور چربی وغیرہ ہے اور اس میں ان کے قلعوں کے آلاتِ قتال ہیں۔ جن سے وہ لڑتے ہیں۔ انہوں نے یہ سب ایک کمرے میں زیرِ زمین چھپادیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اس نے بتلایا۔ منجنیق (بڑے پتھر پھینکنے کا آلہ)، ٹینک، ذرہیں، خود اور تلواریں ہیں۔ پھر کل جب آپ قلعے میں داخل ہوں گے اور آپ یقیناً داخل ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان شاء اللہ! اس نے کہا: ان شاء اللہ میں آپ کو وہ کمرہ دکھلاؤں گا۔ اس لیے کہ اسے میرے علاوہ کوئی یہودی نہیں جانتا۔ آپ نے پوچھا: دوسری کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: آپ اسے نکالیں گے پھر میں شق کے قلعے پر منجنیق نصب کردوں گا اور آپ ٹینکوں کے نیچے اپنے لوگوں کو اندر داخل کریں گے وہ قلعے کو کھودیں گے اور آپ اسی دن اسے فتح کرلیں گے۔ اسی طرح آپ کتیبہ کے قلعے سے بھی کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میرا خیال ہے یہ سچ کہہ رہا ہے۔ اس یہودی نے کہا: اے ابوالقاسم! میرا خون معاف کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں امن حاصل ہے۔ اس نے کہا: نزار کے قلعے میں میری بیوی ہے۔ وہ بھی مجھے ہبہ کردیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی تیری ہوئی۔ پھر آپ نے پوچھا: یہودیوں کو کیا ہوا۔ انہوں نے اپنے بیوی کو بچوں کو نطاۃ سے کیوں منتقل کیا؟ اس نے کہا: انہوں نے اسے لڑائی کے لیے خالی کردیا اور بیوی بچوں کو شق اور کتیبہ کی طرف بھیج دیا۔

فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا: مجھے چند دن مہلت دیجیے۔

اگلی صبح رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو لے کر نطاۃ پر حملہ کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کرادیا۔ آپ نے اس میں سے وہ سب نکال لیا جو اس یہودی نے بتلایا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے منجنیق ٹھیک کرنے کا حکم دیا۔ اسے شق اور نزار کے قلعے پر نصب کردیا گیا۔ پھر انہوں نے تیاری کی اور جب اس پر پتھر پھینکے تو اللہ نے نزار کے قلعے کو بھی فتح کروادیا۔ رسول اللہ ﷺ جب قلعے میں داخل ہوئے تو زمین کو کھدوایا اور وہاں موجود لوگوں کو پکڑا۔ اس یہودی کی بیوی بھی نکل آئی۔ اس کا نام نفیلہ تھا۔ آپ نے وہ اسے دے دی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے وطیح اور سلالم کو فتح کیا تو یہودی مسلمان ہوگیا۔ پھر وہ خیبر سے چلا گیا۔ پھر اس کا ذکر نہیں سنا گیا۔ اس کا نام سماک تھا (رضی اللہ عنہ)۔

رسول اللہ ﷺ جب نطاۃ میں ناعم کے قلعے تک پہنچے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صف بندی کی تو آپ نے انہیں قتال سے منع کردیا۔ جب تک کہ آپ اجازت نہ دیں۔ ایک اشجعی شخص آگے بڑھا اور ایک یہودی پر حملہ کردیا۔ مرحب نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کردیا۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! فلاں شہید ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میرے قتال سے منع کرنے

کے بعد بھی؟ لوگوں نے کہا: جی۔ رسول اللہ ﷺ نے منادی کے ذریعے اعلان کروایا: نافرمان کے لیے جنت حلال نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے لڑائی کی اجازت دے دی اور جنگ کے لیے ابھارا۔ مسلمانوں نے اپنی جانوں کولڑائی کے لیے تج دیا۔

یسار حبشی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اور شہادت

یسار حبشی عامر یہودی کا سیاہ فام غلام تھا اور اپنے مولا کی بکریاں چراتا تھا۔ جب اس نے خیبر والوں کو قلعہ بند ہوتے اور لڑتے دیکھا تو ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: یہ شخص گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ یہ بات اس کے دل میں اتر گئی۔ وہ اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ گیا۔ اور کہنے لگا: اے محمد! آپ کیا کہتے ہیں؟ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا: پھر مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت اگر تو اس پر ثابت قدم رہا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اس نے کہا: میری یہ بکریاں امانت ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انہیں لشکر سے نکال دو۔ پھر بلند آواز لگاؤ اور چند پتھر پھینک دو۔ اللہ تعالیٰ تیری طرف سے امانت ادا کروا دیں گے۔ اس غلام نے ایسا ہی کیا۔ بکریاں نکلیں اور اپنے آقا کے پاس چلی گئیں۔ اس یہودی کو معلوم ہو گیا کہ اس کا غلام مسلمان ہو چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں وعظ فرمایا اور ان کے درمیان چھوٹے پرچم تقسیم کر دیے۔ پرچم کل تین تھے۔ خیبر سے پہلے آپ نے کبھی چھوٹے پرچم نہیں بنائے تھے۔ اس سے پہلے بڑے جھنڈے ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا پرچم سیاہ تھا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادر سے بنایا گیا تھا۔ جس کا نام عقاب تھا اور باقی جھنڈے سفید تھے۔

آپ نے ایک جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ ایک حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو اور ایک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا جھنڈا لے کر نکلے اور وہ سیاہ غلام بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل پڑا۔ اس نے قتال کیا حتی کہ شہید ہو گیا۔ اسے اٹھا کر لایا گیا اور مسلمانوں کے کسی خیمے میں ڈال دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس خیمے میں تشریف لائے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس سیاہ غلام پر کرم فرمایا اور اسے خیبر کی طرف لے آیا اور اس کا اسلام سچا ہوا۔ میں نے اس کے سر کے پاس خوبصورت آنکھوں والی دو حوریں دیکھیں جو اس کی بیویاں تھیں۔

بنو غطفان کا خوف اور فرار

محدثین بیان فرماتے ہیں: بنو مرہ کا ایک شخص جس کا نام ابو شیم تھا، کہنے لگا: میں اس لشکر میں تھا جو غطفان سے عیینہ کے ساتھ تھا۔ یہ یہود کی مدد کے طور پر آئے تھے۔ ہم نے خیبر میں پڑاؤ ڈالا اور ابھی ہم قلعے میں داخل نہ ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ نے غطفان کے سردار عیینہ بن حصن کی طرف پیغام بھیجا۔ یہ ان کا لیڈر بھی تھا۔ پیغام یہ تھا کہ اپنے لوگوں کو لے کر واپس چلے

جاؤ۔ تمہارے لیے اس سال خیبر کی آدھی کھجوریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے خیبر کا وعدہ کیا ہے۔ عیینہ نے کہا: میں اپنے حلیفوں اور پڑوسیوں کو کسی قیمت حوالے کرنے والا نہیں ہوں۔ پھر ہم ٹھہرے رہے۔ ابھی ہم اس کے ساتھ تھے کہ اچانک ہم نے کسی کو اونچی آواز میں بولتے ہوئے سنا۔ معلوم نہیں وہ آواز آسمان سے آئی تھی یا زمین سے۔ اس میں کہا گیا: اپنے اہل کو حیفاء میں بچاؤ۔ یہ آواز تین بار آئی۔ تمہیں ان کے پیچھے بھیجا گیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب کنانہ بن ابوحقیق ان کے پاس آیا تھا تو انہوں نے اس کے ساتھ قسم اٹھائی اور انہوں نے عیینہ بن حصن کو اپنا سردار بنالیا۔ یہ کل چار ہزار افراد تھے اور یہ یہود کے ساتھ نطاۃ کے قلعوں میں داخل ہو گئے تھے۔ ابھی رسول اللہ ﷺ کے آنے میں تین دن باقی تھے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ خیبر آئے تو آپ نے ان کی طرف حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور وہ لوگ قلعے میں تھے۔ جب حضرت سعد ان تک پہنچے تو انہیں پکار کر کہا: میں عیینہ بن حصن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

عیینہ نے چاہا کہ انہیں قلعے کے اندر آنے دیں مگر مرحب نے انکار کر دیا اور کہا: وہ ہمارے قلعوں کے راستے دیکھ لے گا اور اس کے اطراف و جوانب کو پہچان لے گا۔ بلکہ تم اس کی طرف جاؤ۔

عیینہ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ وہ اندر آجائے اور قلعے کی مضبوطی اور کثیر تعداد کو دیکھے۔ مگر مرحب ان کے داخل ہونے سے انکاری تھا۔ چنانچہ عیینہ قلعے کے دروازے کی طرف نکلا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ وہ فرما رہے ہیں کہ اللہ نے مجھ سے خیبر کا وعدہ کیا ہے۔ سو تم واپس چلے جاؤ اور بچ جاؤ۔ اگر ہم اس پر غالب آگئے تو تمہارے لیے خیبر کی ایک سال کی کھجوریں ہوں گی۔ عیینہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اپنے حلیفوں کو کسی چیز کے عوض تمہارے حوالے نہیں کریں گے اور ہم جانتے ہیں، تم میں اور تمہارے ساتھیوں میں ان لوگوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ان کے مضبوط قلعے ہیں، کثیر تعداد ہے اور ڈھیروں اسلحہ ہے اور قسم بخدا! یہ لوگ ان قریشیوں کی طرح نہیں ہیں۔ جو تمہاری طرف آئے تھے۔ اگر انہوں نے تم سے کامیابی حاصل کر لی تو یہی ان کا مقصد ہے ورنہ یہ لوٹ جائیں گے اور یہ لوگ جنگ میں تم پر تدبیر کریں گے اور تم پر جنگ کو لمبا کر دیں گے تا کہ تم ان کو مہلت دے دو۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اسی قلعے میں ضرور تمہارے پاس آئیں گے۔ پھر تم اسی چیز کا مطالبہ کرو گے جو ہم نے تم پر پیش کی۔ پھر ہم تمہیں صرف تلوار ہی دیں گے اور اے عیینہ! تم دیکھ چکے ہو ہم نے یثرب کے یہودیوں کے ساتھ کیا گیا، ہم نے ان کی کیسی دھجیاں اڑائیں۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ گئے اور آپ کو وہ سب بتلایا جو اس نے کہا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بے شک اللہ تعالیٰ آپ سے کیے وعدے کو پورا کرنے والے ہیں اور اپنے دین کو غالب کرنے والے ہیں۔ سو اس دیہاتی کو ایک کھجور بھی نہ دیجیے گا۔ اگر اسے تلوار کی پکڑ آئی تو وہ یقیناً اسے چھوڑ دے گا اور اپنے شہروں کی

طرف بھاگ جائے گا۔ جیسے اس نے آج سے پہلے خندق میں کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنا رخ اس قلعے کی طرف کرلیں جس میں غطفان کے لوگ ہیں۔ یہ شام کا وقت تھا۔ وہ ناعم کے قلعے میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ کل صبح اپنے جھنڈوں کو لے کر ناعم کے اس قلعے کی طرف آجانا جس میں غطفان ہیں۔ وہ یہ سن کر مرعوب ہو گئے اور دن رات ڈرتے رہے۔

جب اگلی رات آئی تو انہوں نے کوئی آواز سنی جو انتہائی بلند تھی۔ معلوم نہیں آسمان سے آرہی تھی یا زمین سے۔ اس میں یہ کہا گیا تھا: اے غطفان کے لوگو! تمہارے گھر والوں کو حیفاء میں مدد چاہیے۔ یہ آواز تین بار آئی۔ نہ زمین ملے گی اور نہ مال۔

چنانچہ غطفان نہ چاہتے ہوئے بھی رسوا ہو کر نکلے۔ یہ ایک تدبیر تھی جو اللہ نے اپنے نبی کے لیے کی۔

جب صبح ہوئی تو کنانہ بن ابی حقیق کو ان کے لوٹ جانے کی خبر ملی اور وہ کتیبہ میں تھا۔ اس کے ہوش اڑ گئے، اسے سخت شرمندگی ہوئی اور اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ وہ کہنے لگا: ہم ان دیہاتیوں کی طرف سے دھوکے میں مبتلا تھے۔ ہم ان کے پاس گئے۔ انہوں نے ہم سے مدد کا وعدہ کیا اور ہمیں دھوکہ دیا۔ میری عمر کی قسم! اگر انہوں نے ہم سے مدد کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو ہم کبھی محمد سے جنگ نہ لڑتے اور ہم نے سلام بن ابو حقیق کی بات یاد نہ رکھی جب اس نے کہا تھا: ان دیہاتیوں سے کبھی مدد نہ مانگنا۔ ہم نے انہیں آزمایا ہوا ہے۔ انہوں نے انہیں بنو قریظہ کی مدد کے لیے تیار کیا تھا، پھر انہوں نے ان کو دھوکا دیا۔ ہم نے ان کے ہاں اپنے لیے وفا نہیں دیکھی۔ حیی بن اخطب بھی ان میں گیا تھا اور یہ لوگ محمد سے صلح کا مطالبہ کرنے لگے۔ پھر محمد نے بنو قریظہ پر چڑھائی کی اور غطفان کے لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

فرماتے ہیں: جب غطفانی حیفاء میں اپنے گھر والوں کی طرف پہنچے تو انہیں عام حالت پر پایا۔ ان سے پوچھا: کیا تمہیں کسی چیز نے خوف میں مبتلا کیا؟ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! پھر انہوں نے کہا: ہمارا گمان تھا کہ تمہیں غنیمت حاصل ہوئی ہے حالانکہ نہ تمہارے پاس ہم نے کوئی غنیمت دیکھی اور نہ مال۔ عیینہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اللہ کی قسم! یہ محمد اور اس کے ساتھیوں کی تدبیر ہے۔ اس نے اللہ کی قسم! ہمیں دھوکہ دیا۔ حارث بن عوف نے اس سے پوچھا: کس چیز کے ساتھ دھوکہ دیا؟ اس نے کہا: ہم نطاۃ کے قلعے میں تھے۔ اچانک ہم نے کسی کی آواز سنی جو بلند آواز سے یوں کہہ رہا تھا اور معلوم نہیں، یہ آواز آسمان سے آرہی تھی یا زمین سے۔ یہ آواز تھی کہ حیفاء میں اپنے گھر والوں کی خبر گیری کرو۔ یہ آواز تین مرتبہ آئی۔ نہ زمین ملے گی اور نہ مال۔ حارث بن عوف نے کہا: اے عیینہ! اللہ کی قسم! اگر تم نے نفع اٹھانا تھا تو ٹھہرے رہتے۔ اللہ کی قسم! جو آواز تم نے سنی ہے وہ آسمان سے ہی آئی ہے۔ اللہ کی قسم! محمد کا معاملہ اپنے مخالفین پر غالب ہو کر رہے گا۔ حتیٰ کہ اگر پہاڑ بھی اس کی راہ میں حائل ہو گئے تو وہ ان سے بھی اپنا مقصد حاصل کرلے گا۔

عیینہ چند دن اپنے گھر والوں میں ٹھہرا رہا، پھر اپنے ساتھیوں کو بلایا اور یہود کی مدد کو نکلنے کا کہا۔ حارث بن عوف اس کے پاس آیا اور کہا: اے عیینہ! میری بات مانو اور اپنے گھر ٹھہرے رہو اور یہودیوں کی مدد کا خیال دل سے نکال دو۔ میرا خیال ہے کہ

تم خیبر کی طرف واپس جاؤ گے اور محمد اسے فتح کر چکے ہوں گے اور میں تیرے بارے میں مطمئن نہیں ہوں۔ عیینہ نے اس کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: میں کسی چیز کی خاطر اپنے حلیفوں کو حوالے نہیں کروں گا۔

جب عیینہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹا تو رسول اللہ ﷺ قلعوں پر ایک ایک کر کے چڑھائی کر چکے تھے۔ آپ ناعم کے قلعے تک پہنچے۔ آپ کے ساتھ مسلمان بھی تھے اور ناعم کے کئی قلعے تھے۔ اس دن یہودیوں نے تیر پھینکے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کا دفاع کیا۔ آپ نے اس دن دو زرہیں، خود اور ٹوپی پہن رکھی تھی اور آپ ظرب نامی گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ کے ہاتھ میں کمان اور ڈھال تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا بھرپور دفاع کر رہے تھے۔ آپ نے اپنا جھنڈا مہاجرین میں سے ایک کو دیا۔ وہ لوٹ آئے اور کچھ نہ کیا۔ پھر آپ نے وہ دوسرے کو دیا وہ بھی لوٹ آئے اور کچھ نہ کیا۔ پھر آپ نے انصار کا جھنڈا ان میں سے ایک کو دیا۔ وہ بھی نکلے اور لوٹ آئے اور کوئی کام نہیں کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ابھارا۔ یہودیوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بھی آنے لگیں۔ ان کے آگے آگے ابو زینب حارث تھا۔ جو یہودیوں میں آگے تھا اور زمین کو ہلاتا ہوا آ رہا تھا۔ انصار کے علم بردار آگے ہوئے اور انہیں ہانکتے رہے حتی کہ وہ قلعہ تک پہنچ گئے۔ پھر اس میں داخل ہو گئے۔ اس پر یہودی نکلا اور یہ بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر آ رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کی تیار جماعت بھی تھی۔

اس نے انصار کے جھنڈے کو کھول دیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے ٹھکانے تک پہنچ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے جی میں سخت بے چینی محسوس کی۔ آپ نے انہیں وہ وعدہ بھی یاد دلایا جو اللہ نے ان سے کیا تھا۔ وہ شام رسول اکرم ﷺ نے فکر و غم میں گزاری۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر لوٹے۔ وہ تو اپنے ساتھیوں کی سستی بھی دور کر رہے تھے۔ ادھر مہاجرین کے جھنڈے والے اپنے ساتھیوں کو ابھار رہے تھے اور کہہ رہے تھے: تم تو تم ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں کے پاس شیطان آیا اور انہیں کہا: محمد تم سے تمہارے مال کی وجہ سے لڑ رہے ہیں۔ اس نے پکار کر کہا: کہہ دو لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) پھر تم اس کے ذریعے اپنے اموال اور اپنے خون بچا لو گے اور تمہارا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔ اس نے انہیں پکار پکار کر یہ بات کہی۔ مگر یہودی بضد تھے کہ ہم ایسا نہیں کریں گے۔ ہم موسیٰ کے عہد کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے اور تورات ہمارے درمیان موجود ہے۔

فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں اور اللہ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرما دیں گے۔ وہ بھاگنے والا نہیں۔ اے محمد بن مسلمہ! کل کے دن کی خوشخبری قبول کر۔ ان شاء اللہ! تیرے

بھائی کا قاتل مارا جائے گا وہ یہود کی فوج میں شامل ہو گیا تھا۔

پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ آپ نے فرمایا: میں کسی نرم یا سخت جگہ کو نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا: اپنی آنکھیں کھولو۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں تو آپ نے ان میں لعاب مبارک ڈال دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ دن گیا پھر دوبارہ کبھی میری آنکھوں میں درد نہیں ہوا۔ پھر آپ نے جھنڈا انہیں دے دیا اور ان کے لیے اور ان کے ساتھیوں کے لیے بھی مدد کی دعا کی۔

سب سے پہلے جو شخص اپنی فوج لے کر ان کی طرف نکلا، وہ مرحب کا بھائی حارث تھا۔ مسلمان سامنے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ دونوں کے درمیان کچھ دیر جھڑپ ہوئی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ حارث کے ساتھی قلعے کی طرف لوٹ گئے۔ وہ اس میں داخل ہو گئے اور قلعہ بند کر لیا۔ مسلمان اپنی جگہ واپس آ گئے۔ پھر مرحب یہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلا:

قد علمت خیبر أني مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب
أضربُ احیانا وحینًا أُضرَب

''خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں سے لیس ہوں اور تجربہ کار پہلوان ہوں۔ میں اکثر و پیشتر مارتا ہی ہوں۔ بہت کم مجھے مارا جاتا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور دروازے پر ہی اسے پچھاڑ دیا۔ پھر دروازہ کھول دیا۔ قلعے کے دو دروازے تھے۔

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اس دن ابو زینب حارث کو قتل کیا۔ اس دن ان کی پہچان سرخ عمامہ تھا۔ حارث نے اپنی خود کے اوپر علامت لگائی ہوئی تھی اور یاسر، اسیر اور عامر کی بھی علامتیں لگی ہوئی تھیں۔

حضرت عمرو بن ابو عمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے سلیمان بن عبد الملک کے زمانے میں اریحا میں پڑاؤ ڈالا۔ یہاں یہود کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ وہاں ایک آدمی بڑھاپے کی وجہ سے کانپتا ہوا چل رہا تھا۔ اس نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ ہم نے کہا: حجاز سے۔ اس یہودی نے کہا: ہائے حجاز کی طرف میرا اشتیاق! میں حارث یہودی کا بیٹا ہوں جو خیبر والوں کا شہسوار تھا۔ اسے خیبر کے دن محمد کے کسی صحابی نے قتل کر دیا تھا۔ اس کا نام ابو دجانہ تھا۔ یہ اس دن ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں آئے اور ہم ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں عمر بن خطاب نے شام کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ میں نے کہا: کیا تم مسلمان نہیں ہوتے؟ اس نے کہا: اگر میں ایسا کر لیتا تو یہ میرے لیے بہتر ہوتا۔ لیکن یہودی مجھے عار دلاتے ہیں کہ تیرا باپ یہودیوں کے سردار کا بیٹا تھا۔ اس نے یہودیت نہیں چھوڑی۔ اسی پر تیرا باپ قتل ہوا اور تم اس کی مخالفت کرتے ہو؟!

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دے کر بھیجا تو ہم ان کے ساتھ

تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعے کے دروازے پر ایک شخص کو دیکھا۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر وار کیا۔ مگر آپ نے ڈھال کے ذریعے سے اپنا بچاؤ کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعے پاس ایک دروازے کو پکڑا اور اسے بطور ڈھال استعمال کیا۔ وہ آپ کے ہاتھ میں ہی رہا، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قلعہ فتح کردیا۔ انہوں نے ایک شخص کو بھیجا تا کہ نبی کریم ﷺ کو خوشخبری دے کہ مرحب کا قلعہ فتح ہو گیا اور وہ لوگ قلعے میں داخل ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ مرحب باہر آیا اور وہ بپھرے ہوئے بیل کی طرح تھا، وہ رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا:

قد علمت خیبرانی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب
اضرب احیانا وحینا اضرب

''خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں سے لیس ہوں اور تجربہ کار پہلوان ہوں۔ میں اکثر و بیشتر مارتا ہی ہوں۔ بہت کم مجھے مارا جاتا ہے۔''

وہ مقابلے کی دعوت دے رہا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں ایسا شخص ہوں جس میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ گزشتہ کل میرا بھائی قتل کیا گیا۔ آپ مجھے مرحب سے لڑنے کی اجازت دیجیے۔ وہی میرے بھائی کا قاتل ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں مقابلے کی اجازت دے دی اور دعائیں دیں۔

آپ نے انہیں اپنی تلوار بھی دے دی۔ پھر محمد رضی اللہ عنہ نکلے اور چیخ کر کہا: او مرحب! کیا تو مقابلہ کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ چنانچہ مرحب ان کی طرف رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا نکلا۔

قد علمت خیبرانی مرحب

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے نکلے:

قد علمت خیبرانی ماض
حلوا ذاشئت وسم قاض

''خیبر جانتا ہے کہ میں کر گزرنے والا ہوں اور جب تو چاہے میٹھا اور فیصلہ کن زہر ہوں۔''

ایک قول یہ ہے کہ وہ اس دن یہ رجز پڑھ رہے تھے:

یا نفس الا تقتلی تموتی
لاصبر لی بعد ابی البنیت

''اے نفس! تو قتل ہو کر مرہی جائے گا۔ مگر مجھے ابو عبیت کے بعد کوئی صبر نہیں رہا۔''

ان کے بھائی کا نام محمود تھا اور ان کی کنیت ابو عبیت تھی۔ فرماتے ہیں: ان میں سے ہر ایک اپنے مقابل کی طرف بڑھا۔ ان

دونوں کے درمیان کھجور کا ایک بڑا درخت حائل ہو گیا۔ جس کی جڑیں بیل کی ٹانگوں کی طرح تھی اور شاخیں عجیب تھیں۔ جب بھی ان میں سے کوئی اپنے مقابل پر ضرب لگاتا تو وہ اس درخت کی اوٹ میں ہو جاتا، حتی کہ انہوں نے اس کا سارا تنا کاٹ دیا۔ اور وہ اپنی جڑ پر کھڑا رہ گیا۔ گویا کوئی شخص کھڑا ہے۔

ان میں سے ہر ایک نے اپنے مقابل کو زیر کرنے میں پورا زور لگا دیا۔ مرحب نے محمد رضی اللہ عنہ کی طرف جلدی سے تلوار ابھاری تاکہ انہیں مار ڈالے تو محمد رضی اللہ عنہ نے چمڑے کی ڈھال سے خود کو بچایا۔ وہ تلوار ڈھال میں اٹک گئی۔ مرحب نے مکمل زرہ پہن رکھی تھی۔ پھر محمد رضی اللہ عنہ نے مرحب کی پنڈلیوں پر مارا اور انہیں کاٹ ڈالا۔

ایک قول یہ ہے کہ جب محمد رضی اللہ عنہ نے ڈھال سے خود کو بچایا اور مرحب نے جب تلوار ابھاری تھی تو اس کی پنڈلیوں سے زرہ ہٹ گئی تھی۔ محمد رضی اللہ عنہ نے تاک کر تلوار ماری اور اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور مرحب گر پڑا۔ مرحب نے کہا: اے محمد! مجھے جلدی مار دے۔ حضرت محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب موت کا ذائقہ چکھ جیسے میرے بھائی محمود نے چکھا تھا اور اس سے آگے بڑھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو اس کی گردن اتار دی اور اس کا سامان اٹھالیا۔ وہ دونوں حضرات اس کے سامان کا جھگڑا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں نے اس کی ٹانگیں کاٹ کر اسے اس لیے چھوڑا تھا تاکہ اسلحے کی کڑواہٹ کا مزہ چکھے اور شدت موت کا بھی ذائقہ چکھے۔ جیسے میرے بھائی نے چکھا۔ وہ تین دن زندہ رہے پھر مر گئے۔ وگرنہ مجھے اسے موت کے گھاٹ اتارنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ میں اس کی ٹانگیں کاٹنے کے بعد اس پر قادر تھا کہ اسے مار دیتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سچا ہے مگر ٹانگیں کٹنے کے بعد اس کی گردن میں نے ہی اتاری ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اس کی تلوار، زرہ، خود اور ٹوپی دے دی اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی آل کے پاس اس کی تلوار تھی۔ اس میں کچھ لکھا تھا جو پڑھا نہیں جاتا تھا۔ حتی کہ اسے تیماء کے ایک یہودی نے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا: یہ مرحب کی تلوار ہے جو اس کا ذائقہ چکھے گا ہلاک ہو جائے گا۔

تمام محدثین فرماتے ہیں: محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہی مرحب کو قتل کیا اور اس پر بھی باہر آیا تھا۔ یہ طاقت ور آدمی تھا، کوتاہ پست قد تھا۔ چیختا ہوا آیا: کون مقابلہ کرے گا؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے۔ دونوں میں کچھ دیر جھڑپ ہوئی۔ پھر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر یاسر سامنے آیا۔ یہ ان کے بہادروں میں سے تھا۔ اس کے پاس ایک برچھی تھی، جس سے مسلمانوں کو ڈرا رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے آئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اسے میرے لیے چھوڑ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

یاسر اپنی برچھی لے کر لوگوں کو اس سے ہانکنے لگا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ باہر آئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: مجھے اپنے

بیٹے کے بارے میں ڈر ہے۔ اے اللہ کے رسول! کہیں وہ قتل نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تیرا بیٹا ہی اسے قتل کرے گا۔ پھر دونوں میں لڑائی ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: چچا اور ماموں تجھ پر فدا ہوں۔ اور فرمایا: ہر نبی کے کچھ حواری ہوتے ہیں: میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ اور میرے چچا کا بیٹا (علی رضی اللہ عنہ) ہیں۔

پھر جب مرحب اور یاسر مارے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش ہو جاؤ، خیبر تمہیں مرحبا کہہ رہا ہے اور اب آسانی ہو گئی ہے۔ پھر عامر نکلا۔ یہ لمبا چوڑا آدمی تھا۔ جب یہ سامنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اسے دیکھ رہے کہ وہ پانچ ہاتھ لمبا ہے۔ وہ بھی مقابلے کی دعوت دے رہا تھا۔ ننگی تلوار ہاتھ میں تھی اور زرہ پہن رکھی تھی۔ لوہے میں جکڑا ہوا تھا اور چیخ رہا تھا کہ کون مقابلہ کرے گا؟ لوگ اس سے ہٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور اسے چند ضربیں لگائیں مگر کوئی وار کارگر نہ ہوا۔ حتی کہ انہوں نے اس کی پنڈلیوں پر تلوار ماری تب وہ گرا۔ پھر اسے قتل کیا گیا۔ انہوں نے اس کا اسلحہ لے لیا۔

جب حارث، مرحب، اسیر، عامر اور یہود کے بہت سے آدمی قتل ہو گئے۔ ان مذکورہ لوگوں کا نام اس لیے لیا کہ یہ بہادر لوگ تھے اور سب کے سب ناعم کے قلعے میں تھے۔

جب حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ناعم کے قلعے سے نیم مردہ حالت میں اٹھایا گیا تو انہیں رجیع لے آئے۔ وہ تین دن زندہ رہ کر فوت ہو گئے۔ ان پر مرحب نے چکی لڑھکائی تھی۔ محمود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی سے کہنے لگے: اے بھائی! خیال کرنا۔ تمہاری بھتیجیاں غنیمتوں کے پیچھے نہ پڑیں۔ لوگوں سے مانگتی نہ پھریں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے مال نہ بھی چھوڑا ہوتا تب بھی میرے پاس مال تھا۔ محمود رضی اللہ عنہ ان دونوں میں سے زیادہ مال والے تھے۔ اس وقت تک بیٹیوں کے حصے نازل نہیں ہوئے تھے۔ جب وہ دن آیا جس میں محمود کا انتقال ہوا تھا اور وہ تیسرا دن تھا۔ یہ وہی دن تھا جس میں مرحب قتل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں کے حصے نازل فرما دیے ہیں اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے قاتل کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت جُعال بن سراقہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف نکلے اور اسے بتلایا۔ وہ یہ سن کر خوش ہو گئے اور اسے کہا کہ وہ اللہ کے رسول کو ان کی طرف سے سلام کہے۔ فرماتے ہیں: میں نے انہیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلام دیا۔ محمود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال نہیں تھا کہ آپ کو میں بھی یاد ہوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجیع میں اپنے مقام پر رات گزارتے۔ وہ آپ کے بعد وفات پا گئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھکانے پر لوٹے اور حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کو زخم لگا تھا۔ انہیں رجیع کی طرف اٹھا کر لایا گیا۔ پھر وہ بھی فوت ہو گئے۔ عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کی بھی ان کے ساتھ ہی غار میں قبر بنا دی گئی۔ حضرت محمد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے میرے بھائی کی قبر کے پاس کچھ جگہ مخصوص کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے گھوڑے کی چھلانگ کے برابر جگہ ہے۔ اگر تم نے کام کیا تو تمہارے لیے دو گھوڑوں کی چھلانگ کے برابر جگہ ہے۔

صعب بن معاذ کا قلعہ بھی نطاۃ میں تھا اور یہودیوں کے اس قلعے میں کھانا، چربی، جانور اور سامان تھا اور اس میں ۵۰۰

جنگجو بھی تھے۔ لوگ چند دن ٹھہرے قتال کرتے رہے۔ ان کے پاس کھانا نہیں تھا۔ صرف چارہ باقی رہ گیا تھا۔

حضرت معتب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم خیبر آئے تو ہم اسلمی لوگوں کو سخت حاجت تھی۔ ہم نطاۃ کے قلعے پر دس دن ٹھہرے رہے۔ کوئی ایسی فتح نہیں ہوئی تھی جس میں کھانا ہو۔ اسلم کے لوگوں نے اتفاق کیا کہ اسماء بن حارثہ کو بھیجیں اور کہا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور کہنا: اسلم کے لوگ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور یہ فریاد کر رہے ہیں: ہمیں بھوک اور کمزوری نے مشقت میں ڈال دیا ہے۔ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا کہ عرب کو ایسا معاملہ درپیش ہے جس میں وہ یہ کر رہے ہیں۔ حضرت ھند بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم امید کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بعثت خیر کے کھلنے کا سبب ہوگی۔ چنانچہ اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! قبیلہ اسلم کے لوگ کہہ رہے ہیں: ہم بھوک اور کمزوری کی وجہ سے مشقت میں ہیں۔ اللہ سے ہمارے لیے دعا کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی۔ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میرے ہاتھوں میں کچھ نہیں جو میں انہیں پیش کرتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں بلند آواز سے پکارا اور یہ دعا کی: اے اللہ! ان کے ہاتھوں سب سے بڑا قلعہ فتح کروا دے جس میں زیادہ کھانا اور چربی ہو۔ لوگوں نے جھنڈا حضرت حباب بن منذر بن جموح کو دے دیا۔ انہوں نے لوگوں کو پکارا۔ پھر ابھی ہم واپس نہیں آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر صعب بن معاذ کا قلعہ فتح کر دیا۔

حضرت ام مطاع اسلمیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (وہ بھی خیبر میں دیگر عورتوں سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں) میں نے قبیلہ اسلم کو دیکھا جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بدحالی کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پکارا۔ وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے قبیلہ اسلم کے لوگوں کو دیکھا۔ وہ سب سے پہلے صعب بن معاذ کے قلعے پر پہنچے تھے۔ اس قلعے میں ۵ سو جنگجو تھے۔ اس دن کا سورج غروب نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فتح کر دیا۔ یہاں شدید لڑائی ہوئی۔ یہودیوں کا ایک شخص جس کا نام یوشع تھا مقابلے کی دعوت دیتا ہوا سامنے آیا۔ اس کی طرف حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نکلے۔ کچھ دیر ان کی لڑائی ہوئی۔ پھر حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ ایک اور شخص نکلا جس کا نام ریال تھا۔ حضرت عمارہ بن عقبہ غفاری رضی اللہ عنہ اس کے لیے نکلے۔ غفاری صحابی نے جلدی کی اور اس کی کھوپڑی پر ایک کاری ضرب لگائی اور کہنے لگے: اسے لو میں غفاری لڑکا ہوں۔ لوگوں نے کہا: ان کا جہاد باطل ہو گیا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ انہیں اجر بھی دیا جائے گا اور ان کی تعریف بھی کی جائے گی۔

حضرت ابو الیسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انہوں نے صعب بن معاذ کا تین دن محاصرہ کیے رکھا۔ وہ محفوظ قلعہ تھا۔ ایک یہودی کی بکریاں چرتی ہوئی قلعے کے پیچھے سے آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو ہمیں ان بکریوں سے کھلائے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں۔ میں ہرن کی طرح بھاگتا ہوا نکلا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر میری طرف دیکھا تو یہ دعا کی: اے اللہ! ہمیں اس کے ذریعے سے نفع دے۔ چنانچہ میں نے بکریاں پکڑیں۔ ان کا شروع کا حصہ قلعے میں داخل ہو چکا تھا۔ میں نے

آخر سے دو بکریاں پکڑیں اور انہیں اپنے ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ پھر میں واپس آیا۔ میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ میں انہیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا۔ پھر انہیں تقسیم کر دیا گیا۔ اس لشکر میں جتنے لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا ان سب نے ان کا گوشت کھایا۔ حضرت ابو یسر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: وہ کتنے تھے؟ انہوں نے فرمایا: وہ بہت بڑی تعداد میں تھے۔ پوچھا گیا: باقی لوگ کہاں ہیں: کہا: مقام رجیع میں لشکر میں۔

حضرت ابو یسر رضی اللہ عنہ انتہائی بوڑھے ہو گئے تھے اور وہ ایک بات سن کر غصے سے رو رہے تھے جو ان کی اولاد میں سے کسی نے کہی تھی۔ انہوں نے فرمایا: میری عمر کی قسم! میں اپنے ساتھیوں کے بعد بھی زندہ رہا۔ میرے ذریعے انہیں نفع دیا گیا اور مجھے ان کے ذریعے نفع نہیں دیا گیا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تھی: اے اللہ! ہمیں ان کے ذریعے نفع دے۔ چنانچہ وہ زندہ رہے اور سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

حضرت ابو رہم غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں سخت بھوک لاحق تھی اور ہم خیبر میں اس وقت آئے تھے جب ابھی پھل کچے تھے اور وہاں کی آب و ہوا بھی ٹھیک نہ تھی۔ اوپر سے سخت گرمی کا موسم تھا۔

متعہ کی حرمت

ابھی ہم صعب بن معاذ کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اچانک ۲۰ گدھے باہر آئے یا تیس تھے اور یہودی انہیں اندر داخل کرنے پر قادر نہ تھے۔ ان کا قلعہ محفوظ تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے انہیں پکڑ لیا اور ذبح کر دیا۔ انہوں نے آگ جلائی اور ان کے گوشت کو ہنڈیوں میں ڈال کر پکانے لگے۔ مسلمان سخت بھوکے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے اسی حالت میں گزرے تو آپ نے پوچھا۔ آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے ایک منادی کو حکم دیا، اس نے اعلان کر دیا: بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا ہے۔ سو ہنڈیوں سے رک جاؤ۔ اسی طرح عورتوں سے متعہ کرنے سے بھی اور ہر کچلیوں والے جانور اور پنجوں والے پرندوں سے بھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا۔ صعب بن معاذ کا قلعہ فتح ہونے سے پہلے بعض مسلمانوں نے اپنے گھوڑے ذبح کر دیے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: خچر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا آپ اس کا گوشت بھی کھاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے خیبر میں بنو مازن بن نجار کے دو گھوڑے ذبح کیے۔ ہم صعب بن معاذ کا قلعہ فتح ہونے سے پہلے ان کا گوشت کھاتے رہے۔

حرام جانور اور پرندے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ آپ فرما رہے تھے: پالتو گدھوں،

گھوڑوں اور خچروں کا گوشت کھانا حرام ہے۔

فرماتے ہیں: درندوں میں سے ہر کچلی والا اور پرندوں میں سے ہر پنجوں سے شکار کرنے والا بھی حرام ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ خیبر میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بن ابو طلحہ رضی اللہ عنہم فتح مکہ سے پہلے یکم صفر ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے اور حضرت ابن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم صعب بن معاذ کے قلعے پر تھے۔ قبیلہ اسلم کے تمام لوگوں اور مسلمانوں نے قلعے والوں کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ میں نے خود کو اور اپنے جھنڈے والے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ مسلمان سامنے آئے۔ انہوں نے جھنڈا لیا اور ہم نے ان کے ساتھ مل کر چلنا شروع کیا۔ عامر بن سنان رضی اللہ عنہ بھی چل پڑے۔ وہ ایک یہودی آدمی سے ملے۔ یہودی سامنے آیا اور عامر رضی اللہ عنہ کو مارنے لگا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے یہودی کی ٹانگ پر مارا اور اسے کاٹ دیا۔ وہ تلوار چھوٹ کر عامر کو جا لگی۔ تلوار ان کی آنکھ کی پتلی پر جا لگی اور خون بہنے لگا۔ پھر وہ فوت ہو گئے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا عمل ضائع ہو گیا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: جس نے یہ بات کہی ہے اس نے جھوٹ بولا ہے۔

اس کے لیے تو دوہرا اجر ہے۔ اس نے خوب مشقت میں جہاد کیا۔ وہ تو دعموص (آبی جانور) کی طرح جنت میں تیر رہا ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان لوگوں میں سے تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔ میں اپنے ساتھیوں کو چیخ چیخ کر کہتا رہا: تاک تاک کر تیر مارو۔ پھر ہم نے تیر پھینکے حتی کہ مجھے گمان ہوا کہ کہیں یہ ختم نہ ہو جائیں۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے بھی تیر چلایا اور وہ ان میں سے ایک شخص کو جا لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ ان کے لیے راہ کھل گئی اور وہ قلعے میں داخل ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمن بن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم صعب بن معاذ کے قلعے تک پہنچے اور مسلمان بھوکے تھے اور سارا کھانے کا سامان اسی قلعے میں تھا۔ ہمارے امیر حضرت حباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے ساتھ ہمارا جھنڈا تھا۔ مسلمان ان کے پیچھے تھے۔ ہم وہاں دو دن ٹھہرے رہے اور ہماری ان سے سخت جنگ ہوئی۔

جب تیسرا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سویرے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ یہودیوں کا ایک شخص نکلا۔ دیکھنے میں وہ کمزور لگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اس کی برچھی تھی۔ وہ نکلا اور اس کی فوج اس کے ساتھ تھی۔ انہوں نے تھوڑی دیر تیزی سے تیر برسائے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بن گئے۔ انہوں نے ہم پر تیروں کی بارش کر دی اور ان کی تیر ٹڈیوں کی طرح ہم پر گر رہے تھے۔ حتی کہ مجھے گمان ہوا کہ یہ ختم نہیں ہوں گے۔ پھر انہوں نے ہم پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ مسلمان پیچھے کو ہٹے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گئے۔ آپ کھڑے تھے۔ آپ اپنے گھوڑے سے اتر آئے۔ مدعم آپ کے گھوڑے کو پکڑے ہوئے تھے اور حباب رضی اللہ عنہ نے ہمارا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ قسم بخدا! وہ مسلسل اپنے گھوڑے پر بیٹھے ان پر تیر برساتے رہے۔ ادھر

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو پکارا۔ انہیں جہاد پر ابھارا اور ترغیب دی اور انہیں یاد دہانی کروائی کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ خیبر تمہیں بطور غنیمت ملے گا۔ چنانچہ سب لوگ متوجہ ہوئے اور اپنے جھنڈے والوں کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے انہیں جنگ کے لیے تیار کیا۔ اب وہ مسلسل آگے بڑھنے لگے اور یہودی الٹے پاؤں واپس مڑنے لگے۔ حتی کہ ان کا معاملہ بگڑ گیا اور وہ دم دبا کر بھاگے اور قلعے میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے قلعہ بند کر لیا اور اس کی دیواروں پر چڑھ گئے۔ اس قلعے کی دیوار ذرا چھوٹی تھیں۔ اب وہ ہم پر پتھر برسانے لگے اور ہم ان کے قلعے سے پتھر گرنے کی وجہ سے اس جگہ لوٹ آئے جہاں حضرت حباب رضی اللہ عنہ پہلے کھڑے تھے۔ پھر یہودیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی اور کہنے لگے: ہم نے اپنے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ ناعم کے قلعے میں بڑے بڑے بہادر اور جوان مرد مارے گئے۔ اب وہ جان کی بازی لگانے کے لیے نکلے۔ ہم ان کی طرف واپس گئے اور قلعے کے دروازے پر ہماری سخت جنگ ہوئی۔ اس دن دروازے پر تین صحابی رضی اللہ عنہم بھی شہید ہو گئے۔

① ابو صیاح رضی اللہ عنہ۔ یہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ انہیں ان میں سے ایک شخص نے تلوار دے ماری جس سے ان کے سر کی کھوپڑی میں گہرا زخم آیا تھا۔

② عدی بن مرہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک نے ان کے سینے میں برچھی ماری تھی، جس سے وہ شہید ہو گئے۔

③ حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ یہ بھی بدری صحابی تھے۔ ایک یہودی نے قلعے کے اوپر سے ان پر پتھر پھینکا تھا جو ان کے سر میں آلگا تھا۔

اور ہم نے قلعے پر ان کی ایک بڑی تعداد کو قتل کیا۔ ہم ان میں سے جسے بھی قتل کرتے وہ اسے اٹھاتے اور قلعے میں لے جاتے۔ پھر ہمارے علم بردار نے حملہ کر دیا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔ ہم نے یہودیوں کو قلعے میں دھکیل دیا اور قلعے کے اندر تک ہم نے ان کا پیچھا کیا۔ جب ہم قلعے میں داخل ہوئے تو گویا وہ بکریاں تھیں۔ جو بھی ہمارے سامنے آیا ہم اسے قتل کرتے گئے۔ ہم نے انہیں قیدی بھی بنایا اور وہ ہر طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہ چھتوں پر چڑھ کر زبیر کے قلعے کی طرف بڑھنے لگے۔ ہم نے انہیں بھاگنے کے لیے چھوڑ دیا۔ مسلمان قلعے کی طرف بڑھنے لگے۔ مسلمان قلعے کی دیواروں پر چڑھ گئے اور کئی مرتبہ اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ ہم نے تکبیر کی گونج سے یہودیوں کے در و دیوار ہلا ڈالے۔ میں نے قبیلہ اسلم اور غفار کے جوانوں کو دیکھا جو قلعے کے اوپر چڑھ کر تکبیر پڑھ رہے تھے۔ پھر اللہ کی قسم! ہمیں اتنا کھانا ملا کہ ہمارے گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہاں جو، کھجوریں، گھی، شہد، زیتون کا تیل اور چربی کثیر مقدار میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کر دیا کہ خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ مگر کوئی چیز اٹھا کر مت لے جانا۔ یعنی اسے لے کر اپنے شہروں کی طرف مت جانا۔

مسلمان اس قلعے سے اپنی ضرورت کا کھانا لینے لگے۔ انہوں نے اپنی سواریوں کو چارہ بھی کھلایا۔ کسی کو بھی اپنی ضرورت پوری کرنے سے نہیں روکا گیا۔ اور نہ ہی کھانے کا خمس نکالا گیا۔ انہوں نے قلعے میں ریشم اور سونے چاندی کے برتن بھی پائے۔ وہاں شراب کے مٹکے بھی تھے۔ انہیں حکم ملا اور انہوں نے ان کو توڑ دیا۔ وہ انہیں توڑتے اور شراب قلعے میں بہنے لگتا۔ یہ مٹکے بہت

بڑے تھے۔ انہیں اٹھانے کی طاقت نہیں تھی۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے قلعے میں تانبے اور مٹی کے برتن بھی پائے۔ یہودی ان میں کھاتے پیتے تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں دھولو۔ پھر ان میں پکاؤ اور کھاؤ پیو۔ اور آپ نے فرمایا: ان میں پانی گرم کرو۔ پھر اس کے بعد پکاؤ اور کھاؤ پیو۔ ہم نے اس سے بہت سی بکریاں، گائیں اور گدھے بھی نکالے۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈھیروں اسلحہ، جنگی آلات منجنیق، ٹینک اور سامان حرب وضرب بھی نکالا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ ان کا گمان تھا کہ محاصرہ لمبا ہو سکتا ہے۔ لیکن اللہ نے جلدی ان کے مقدر میں رسوائی لکھ دی۔

صعب بن معاذ کے قلعے سے ملنے والی غنیمت کی تفصیل

حضرت عبدالحمید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ صعب بن معاذ کے قلعے سے ریشم کے ڈھیر نکلے۔ تقریباً ۲۰ گٹھڑ تھے، جو مخزومی تھے اور یمن کا عمدہ مال تھا۔ ۱۵۰۰ جوڑے تھے۔

کہا جاتا ہے: ہر شخص ایک جوڑا لے کر اپنے گھر والوں کے پاس آیا۔ انہیں لکڑیوں کے دس ڈھیر بھی ملے۔ جو انہوں نے قلعے سے نکالے اور ان سے آگ جلائی۔ وہ جتنے دن ٹھہرے رہے ان سے آگ جلاتے رہے۔ شراب کے مٹکے بھی تھے، جنہیں توڑ دیا گیا اور شراب کے مشکیزے بھی تھے جنہیں بہا دیا گیا۔ اس دن ایک مسلمان نے غلطی سے شراب پی لی۔ اس کا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس شکایت کو پسند نہیں فرمایا اور اسے جوتے لگائے۔ آپ کے ساتھ موجود حاضرین نے بھی اسے جوتے لگائے۔ اس صحابی کو عبداللہ شرابی کہا جاتا تھا۔ یہ شراب سے نہیں رکتا تھا۔ اسے کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارا بھی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی اس پر لعنت ہو۔ اسے کتنا مارا گیا مگر باز نہ آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! ایسے نہ کہو۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ چلے گئے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے گویا انہی میں سے ایک ہیں۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ہمیں صعب بن معاذ کے قلعے سے اتنا کھانا ملا کہ ہمیں خیبر میں اتنے کھانے کا گمان نہیں تھا۔

مسلمان اس قلعے سے اپنے ایک ماہ یا زیادہ کے قیام کے دوران کھاتے رہے۔ انہوں نے اپنی سواریوں کو چارہ بھی خوب کھلایا۔ اس سے کوئی نہیں روکتا تھا اور نہ اس میں پانچواں حصہ نکالا گیا۔ کثیر تعداد میں کپڑے نکلے جنہیں جائے تقسیم میں ہی بیچ دیا گیا۔ وہاں سے یہودیوں کی ریشم بھی ملی۔ اس کے لیے جائے تقسیم میں آواز لگی کہ جو چاہے خرید لے؟ فرماتی ہیں: مسلمان اور وہ یہودی جو چھوٹے فوجی دستوں میں تھے، پھر مسلمان ہو گئے تھے اور جو دیہاتی موجود تھے، یہ سب لوگ خریدنے لگے۔ باقی مسلمانوں میں سے جو خریدتا تو اسے ملنے والی غنیمت سے اس کا حساب لگا لیا جاتا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت اسحاق بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب عیینہ بن حصن نے صعب بن معاذ

کے قلعے کی طرف دیکھا کہ مسلمان اس سے کھانا، چارہ اور کپڑے وغیرہ منتقل کر رہے ہیں تو کہنے لگا: کیا کوئی نہیں ہے جو ہمارے جانوروں کو بھی چارہ کھلائے اور ہمیں اس عمدہ کھانے میں سے کھلائے۔ اس کے نزدیک اس کے گھر والے بڑے صاحب عزت تھے۔ مسلمانوں نے اسے برا بھلا کہا اور کہا: تیرے لیے وہی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے تیرے لیے مقرر کیا۔ جو نگران ہوں گے۔ سو چپ رہ۔

اس دوران مسلمان صعب بن معاذ کے قلعے میں گھوم رہے تھے۔ اس میں داخل ہونے کے راستے بھی تھے۔ اس دوران انہوں نے ایک یہودی شخص کو نکالا اور اس کی گردن اتار دی۔ اس کا خون اس قدر سیاہ تھا کہ دیکھنے والوں کو تعجب ہو رہا تھا۔ کوئی شخص کہنے لگا: ہم نے آج تک اس سے زیادہ سیاہ خون کسی کا نہیں دیکھا۔ بالا خانے میں سے کوئی شخص یہ کہہ رہا تھا کہ یہ لہسن اور ثرید کا اثر ہے۔ اسے بھی اتار کر لایا گیا اور اس کی بھی گردن اتار دی گئی۔

تمام یہودی ناعم، صعب بن معاذ اور نطاۃ کے قلعوں سے نکلے اور قلعہ زبیر میں آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے ان کی طرف کوچ کیا اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے قلعوں کے دروازے بند کر لیے۔ یہ بھی انتہائی مضبوط قلعہ تھا اور یہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ اس کی طرف گھوڑوں کے ذریعے چڑھانا یا پیدل جانا انتہائی مشکل تھا۔ کچھ لوگ نطاۃ کے قلعوں میں باقی رہ گئے تھے۔ وہ کسی کو یاد نہیں تھے۔ ایک دو آدمی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مقابلے میں چند جوانوں کو مقرر کیا تا کہ ان کا پہرہ دیں۔ جو بھی ان کے سامنے آتا تو وہ اسے قتل کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے قلعہ زبیر کا تین دن محاصرہ کیے رکھا۔ پھر ایک یہودی آیا۔ اس کا نام غزال تھا۔ اس نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ مجھے جان کی امان دیں میں آپ کو بتلاؤں گا کہ آپ نطاۃ والوں سے کیسے چھٹکارا پا سکتے ہیں؟ اور آپ شق کی طرف نکلیں گے، شق والے آپ کے رعب کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کے اہل اور مال کے متعلق امان دے دی۔

اس یہودی نے کہا: آپ بے شک ایک ماہ ٹھہرے رہیں، انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ زیر زمین ان کی پانی کی نالیاں ہیں۔ وہ رات کو نکلتے ہیں اور وہاں سے پانی پی لیتے ہیں۔ پھر اپنے قلعوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ وہ آپ سے اپنا دفاع کر لیں گے۔ اگر ان پر پانی بند کر دیا جائے تب وہ تنگ ہوں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کے پانی کی نالیوں کی طرف نکلے اور پانی بند کر دیا۔ جب ان کا پانی بند ہوا تو اب پیاس کی وجہ سے ان میں ٹھہرنے کی طاقت نہ رہی۔ اب وہ باہر نکلے اور خوب جنگ لڑی۔ اس دن چند مسلمان بھی شہید ہوئے اور یہودیوں میں بھی دس آدمی مارے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی فتح کر لیا اور یہ نطاۃ کا آخری قلعہ تھا۔

لشکر اسلام کی پیش قدمی

جب رسول اللہ ﷺ نطاۃ سے فارغ ہوئے تو لشکر کے منتقل کرنے کا حکم دیا اور لشکر مقام رجیع سے اپنی اسی پہلی جگہ آ گیا

جہاں آپ نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ رسول اللہ ﷺ رات کے حملے سے بھی محفوظ ہو گئے اور یہودیوں کی لڑائی سے بھی۔ آپ کو ان سے کوئی خوف نہ رہا۔ اس لیے کہ نطاۃ والے یہودیوں میں زیادہ جنگجو اور مالدار تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے شق والوں کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا۔

حضرت ابوعفیر محمد بن سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنا رخ شق کی طرف گیا اور وہاں کئی قلعے تھے۔ سب سے پہلے جس قلعے سے آپ نے آغاز کیا وہ ابی کا قلعہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک قلعے پر کھڑے ہوئے جس کا نام سمران تھا۔ آپ نے وہاں قلعے والوں سے سخت جنگ لڑی۔ یہودیوں کا ایک شخص نکلا جس کا نام غزال تھا۔ اس نے مقابلے کے لیے پکارا تو اس سے مقابلے کے لیے حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نکلے۔ ان میں تھوڑی دیر جھڑپ ہوئی۔ پھر حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے اس پر وار کیا تو اس کا دایاں ہاتھ آدھی کلائی سے کٹ گیا اور تلوار غزال کے ہاتھ سے گر گئی۔ وہ تہی دست ہوا تو تیزی سے شکست خوردہ ہو کر قلعے کی طرف بھاگنے لگا۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے گئے اور اس کی ایڑھی کے پٹھے کاٹ دیے۔ وہ گر پڑا اور انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔

ایک اور شخص چیختا ہوا آیا کہ کون مقابلہ کرے گا؟ مسلمانوں میں سے آل جحش کا ایک شخص اس کی طرف نکلا تو اس نے جحشی کو قتل کر دیا اور اپنی جگہ کھڑا ہو کر مقابلے کی دعوت دینے لگا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس سے مقابلے کے لیے نکلے۔ انہوں نے خود کے اوپر سرخ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ وہ اکڑتے ہوئے چل کر گئے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے جلدی سے اس پر حملہ کر دیا اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ پھر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کا سامان، اس کی زرہ اور اس کی تلوار لے لی۔ وہ اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ آپ نے وہ سب انہی کو بطور غنیمت دے دیا۔ اب وہ لوگ مقابلہ بازی سے رک گئے اور مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر لگایا۔ پھر انہوں نے قلعے پر حملہ کر دیا اور اس میں داخل ہونے لگے۔ ان میں سب سے آگے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے اس میں گھریلو سامان، روزمرہ کا ضروری سامان، بکریاں اور غلہ پایا۔ جو لوگ بھی قلعے میں تھے وہ قتال سے ڈر کر بھاگ گئے۔ وہ ایسے دیواریں پھلانگنے لگے گویا وہ ہرنیاں ہیں۔ حتیٰ کہ یہ لوگ شق میں ہی نزار کے قلعے کی طرف چلے گئے اور نطاۃ کے قلعوں سے جو بچ گئے تھے وہ بھی نزار کے قلعے کی طرف اکٹھے ہو گئے۔ وہاں انہوں نے اپنی جمعیت کو اکٹھا کیا اور اس میں خوب محفوظ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کی طرف نکلے اور ان سے جنگ لڑی۔ شق والوں سے بھی خوب لڑائی ہوئی۔ انہوں نے مسلمانوں پر تیر اور پتھر پھینکے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ تھے۔ حتیٰ کہ ایک تیر رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں میں آ لگا اور اٹک گیا۔ آپ نے تیر کو پکڑا اور اسے کھینچ دیا۔ پھر آپ نے ایک مٹھی کنکر لیے اور ان کے قلعے کی طرف پھینک دیے۔ پھر آپ نے انہیں ہلا ڈالا اور زمین میں دھنسا دیا۔

حضرت ابراہیم بن جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ زمین پر ٹھہر گئے۔ مسلمان آئے اور ان کے گھر والوں کو پکڑ لیا۔ انہی میں صفیہ بنت حیی اور اس کی چچازاد بہن بھی تھی۔

ابولخم کے غلام عمیر کہتے ہیں: میں بھی موجود تھا، جب صفیہ اور ان کی چچازاد بہن کو نکالا گیا اور دیگر لڑکیوں کو بھی جو نزار کے قلعے میں تھیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے نزار کا قلعہ فتح کیا تو شق میں چند قلعے باقی رہ گئے۔ وہاں کے رہنے والے بھاگ گئے اور کیتبہ، وطیح اور سلالم کی طرف چلے گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے نزار کے قلعے کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ خیبر کا آخری قلعہ ہے۔ جس میں لڑائی ہوئی۔ جب ہم نے اس قلعے کو فتح کر لیا تو اب اس کے بعد لڑائی نہیں ہوئی حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ خیبر سے نکل آئے۔

حضرت عبدالرحمن بن محمد بن ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت جعفر بن محمود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ کیسے ممکن ہے کہ صفیہ شق میں نزار کے قلعے میں ہو اور سلالم میں آل ابی حقیق کے قلعے میں ہو حالانکہ نطاۃ کے قلعوں میں عورتوں اور بچوں میں سے کوئی قیدی نہیں بنا اور نہ ہی شق میں عورتوں اور بچوں میں سے کوئی قیدی نہیں بنا اور نہ ہی شق میں سوائے نزار کے قلعے کے؛ کیوں کہ اس میں عورتیں اور بچے تھے؟ انہوں نے فرمایا: خیبر کے یہودیوں نے عورتوں اور بچوں کو کیتبہ کی طرف نکال دیا اور نطاۃ کے قلعے کو جنگ کے لیے خالی کر دیا۔ سو ان میں سے کوئی قیدی نہیں بنا سوائے ان کے جو نزار کے قلعے میں تھے۔ یعنی صفیہ، ان کی چچازاد بہن اور ان کے ساتھ چند لڑکیاں۔

کنانہ نے دیکھا کہ نزار کا قلعہ یہاں سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ اس نے ان سب کو اس رات نکالا جس کی صبح رسول اللہ ﷺ نے شق کی طرف خروج فرمایا۔ حتیٰ کہ وہ بھی قید ہوئیں، ان کی چچازاد بہن اور یہودیوں کی دیگر عورتیں اور بچے بھی۔ کیتبہ میں یہود کی عورتوں اور بچوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے کیتبہ والوں سے صلح کی تو مردوں اور ان کی آل اولاد کو امان دے دی۔ انہوں نے آپ کو اپنے ہر طرح کے اموال سونا چاندی، اسلحہ اور کپڑے دے دیے۔ صرف جو کپڑے پہن رکھے تھے وہ نہیں دیے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں امان دی تو وہ آنے جانے لگے اور خرید و فروخت کرنے لگے۔ انہوں نے اکثر اموال غنیمت مثلاً کپڑوں اور سامان کو خرچ کر ڈالا۔ انہوں نے اپنا اصل مال اور نقدی چھپا دی۔

فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے کتیبہ، وطیح اور سلالم کی طرف کوچ فرمایا۔ یہاں ابن ابی حقیق کا قلعہ تھا جس میں وہ سب تھے اور وہ انتہائی حفاظت سے قلعہ بند ہو گئے تھے۔ ان کے پاس ہر وہ شخص بھی بھاگ آیا تھا جسے نطاۃ اور شق کے قلعوں میں شکست ہوئی تھی۔ وہ بھی ان کے ساتھ قموص قلعے میں چھپ گئے تھے اور وہ کتیبہ میں تھا۔ یہ انتہائی مضبوط قلعہ تھا۔ اسی طرح وہ وطیح اور سلالم میں بھی گئے۔

وہ اپنے قلعوں سے جھانک بھی نہیں رہے تھے۔ وہ خوب قلعہ بند ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی قلعہ بندی

کی وجہ سے ان پر منجنیق نصب کرنے کا ارادہ فرمایا۔ ان میں سے کوئی بھی مقابلے کے لیے باہر نہیں آ رہا تھا۔ جب انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر چودہ دن محاصرہ کیے رکھا تو انہوں نے آپ سے صلح کا مطالبہ کر دیا۔

حضرت ابو عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابراہیم بن جعفر رحمہ اللہ سے کہا: کتیبہ میں پانچ سو عربی کمانیں نکلیں اور فرمایا: مجھے میرے والد نے اس شخص سے نقل کیا جس نے کنانہ بن ابی حقیق کو تین سو لوگوں کے ساتھ تین تیر پھینکتے ہوئے دیکھا۔ وہ انہیں بالشت بھر کے فاصلے سے ہدف میں پھینکتا رہا۔ جب بھی اسے کہا جاتا: یہ اللہ کے رسول آ گئے تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر سامنے آتا۔ قموص والوں نے خوب تیاری کر رکھی تھی اور وہ تیر کمان اٹھائے قلعے کے دروازے پر کھڑے تھے۔ کنانہ اپنی کمان کی طرف بڑھا مگر وہ تیروں کی آواز کی وجہ سے اسے کھینچنے پر قادر نہ ہوا۔ اس نے قلعے والوں کی طرف اشارہ کیا کہ تیر مت پھینکو اور خود قلعے میں چھپ کر دیکھنے لگا مگر اسے ان میں سے کوئی دکھائی نہ دیا۔ حتیٰ کہ وہ محاصرے سے تنگ آ گئے اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

کنانہ نے شماخ نامی ایک یہودی کو نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجا اور اس نے کہا: مجھے اترنے دیجیے، میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ جب شماخ اترا تو مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا۔ اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ اس نے آپ کو کنانہ کا پیغام سنایا۔ آپ نے اس کا اکرام کیا۔ پھر کنانہ چند یہودیوں کو لے کر اترا اور آپ سے صلح کر لی۔ آپ نے اس سے حلف نامہ لے لیا۔ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ریشمی لباس اور اسلحہ تھا۔ آلِ ابی حقیق کی ایک جماعت اسے عرب کو عاریت پر دیتی اور زیور بھی وہ عرب کو عاریت پر دیتے تھے۔ پھر فرماتے: یہ یثرب کے سب سے برے یہودی تھے۔

فرماتے ہیں: کنانہ بن ابو حقیق نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے اترنے کی اجازت دیں، میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ کنانہ اترا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے صلح کر لی اور یہ طے کیا کہ قلعے میں جو باقی جنگجو ہیں ان کی جان بخشی کی جائے۔ ان کی آل اولاد کو چھوڑ دیا جائے اور وہ خیبر اور اس کی زمینوں سے اپنی آل اولاد کو لے کر نکل جائیں گے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنا مال، زمینیں، سونا چاندی، گھریلو سامان اور اسلحہ اور کپڑے وغیرہ چھوڑ جائیں گے۔ صرف بدن پر ایک لباس پہن کر چلے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہو جائے گا اگر تم نے مجھ سے کوئی چیز چھپائی۔ اس پر صلح ہو گئی اور آپ ﷺ نے ان کے اموال پر قبضہ کرنے کا حکم دے دیا۔

جو پہلے ملے اسے پہلے لے لو اور گھریلو سامان اور اسلحے پر بھی قبضے کا حکم دے دیا۔ وہاں سے ۱۰۰ ازرہیں، ۴۰۰ تلواریں، ۱۰۰۰ نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں ملیں۔

کنانہ کی بدعہدی اور انجام

رسول اللہ ﷺ نے کنانہ بن ابو حقیق کے خزانے کے بارے میں پوچھا اور ان کے زیور کے بارے میں بھی، جو اونٹوں کی

کھال میں ہوتا تھا اور انہیں رات کو لے جاتا اور اس کی پہچان ہوتی۔ عرس مکہ میں ہوتا تھا۔ وہ ان کے پاس جاتا اور ایک ماہ کے لیے ان سے وہ زیور عاریت پر لے لیتا تھا۔ وہ انہی میں رہتا اور یہ زیور بڑے لوگوں کے پاس ہوتا تھا، سو انہی میں منتقل ہوتا رہتا۔

اس نے کہا: اے ابوالقاسم! ہم نے اسے اپنی جنگ میں خرچ کر دیا ہے اور اب اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ ہم نے اسے اس جیسے دن کے لیے ہی اٹھا رکھا تھا۔ سو اب تو نہ جنگ باقی رہی اور نہ لوگوں کا اس سلسلے میں ایک دوسرے سے مدد لینا۔ دونوں نے اس پر قسم اٹھائی اور خوب پکی قسم اٹھائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں سے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہو جائے گا اگر وہ تمہارے پاس ہوا۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: تمہارے اموال میں سے میں جو بھی لوں اور جس کا بھی خون کروں میرے لیے حلال ہوگا اور تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر حضرت ابوبکر، عمر، علی اور زبیر رضی اللہ عنہم اور دس یہودیوں کو گواہ بنایا۔ یہود کا ایک شخص اٹھا اور کنانہ بن ابی حقیق کے پاس جا کر کہا: جو محمد تم سے مانگ رہا ہے اگر وہ تیرے پاس ہے تو اسے دے دو۔ یا تجھے اس کا پتہ ہے تو انہیں بتلا دو۔ تمہاری جان بچ جائے گی۔ وگرنہ اللہ کی قسم! وہ ضرور اس پر غالب ہو کر رہے گا۔ وہ تو اس کے علاوہ ان چیزوں پر بھی مطلع ہو گیا جن کا ہمیں بھی علم نہیں تھا۔ ابن ابی حقیق نے اسے ڈانٹا۔ وہ یہودی الگ ہو کر بیٹھ گیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ثعلبہ بن سلام بن ابی حقیق سے ان دونوں کے خزانوں کے بارے میں پوچھا: وہ کمزور آدمی تھا۔ کہنے لگا: مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ مگر میں نے کنانہ کو دیکھا ہے، وہ روزانہ صبح اسے دیکھتا تھا۔ اس نے کوئی چیز دفن کی ہوئی ہوگی تو وہ اسی میں ہوگی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نطاۃ پر غلبہ حاصل کر لیا تھا تو اسے ہلاکت کا یقین ہو چلا تھا۔ نطاۃ والوں پر رعب پڑ گیا تھا۔ وہ ایک اونٹ کی کھال لایا۔ اس میں ان کے زیور تھے۔ اس نے اس ویرانے میں رات کے وقت ایک گڑھا کھودا۔ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اس پر مٹی ڈال کر برابر کر دیا اور یہ کتیبہ میں تھا۔ یہ وہی ویرانہ تھا جس کو ثعلبہ نے دیکھا تھا کہ وہ روزانہ اس کا چکر لگاتا ہے۔ آپ نے ثعلبہ کے ساتھ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور چند مسلمانوں کو بھیجا۔ جہاں ثعلبہ نے کہا وہاں سے کھودا گیا تو اس سے وہ خزانہ نکل آیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس خزانے کی خبر دی تھی۔ جب خزانہ نکال لیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کنانہ بن ابی حقیق کو سزا دو حتی کہ وہ سب نکال دے جو اس کے پاس ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے سزا دی حتی کہ پتھر لے کر آئے اور اس کے سینے میں مارنے لگے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دو۔ تاکہ وہ اسے اپنے بھائی کے بدلے میں قتل کر دے۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ آپ نے ابوحقیق کے دوسرے بیٹے کو بھی سزا دینے کا حکم دیا۔ پھر اسے بشیر بن براء کے والیوں کے حوالے کر دیا اور اسے ان کے بدلے میں قتل کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ پھر اس کی گردن اتار دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اموال کو حلال قرار دیا اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا۔

حضرت حلال بن اسامہ رحمۃ اللہ علیہ ان صاحب سے نقل فرماتے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اونٹ کی اس کھال کو دیکھا جسے لاکر ڈال دیا گیا تھا۔ اس میں سونے کے کنگن، بازوبند، پازیب، بالیاں، موتی اور زمرد کے ہار، سونے کی انگوٹھیاں، ہاتھی دانت کے چھلے اور پازیب جن پر سونا جڑا تھا وغیرہ بہت کچھ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے موتیوں کا ایک ہار دیکھا اور اسے اپنے گھر والوں میں سے کسی کو دیا یا اپنی کسی بیٹی کو دیا۔ وہ واپس لوٹ گئیں۔ ابھی دن کا کچھ حصہ ہی ٹھہری تھیں کہ اسے ضرورت مندوں اور بیوہ عورتوں میں خرچ کر ڈالا۔ ابوشحم نے بھی اس کے کچھ موتی خریدے تھے۔

جب شام ہوئی اور رسول اللہ ﷺ اپنے بستر پر آئے تو رات بھر نیند نہیں آئی۔ آپ سحری کے وقت اٹھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ یہ ان کی رات نہیں تھی یا آپ اپنی بیٹی کے پاس آئے۔ پھر فرمایا: وہ ہار مجھے واپس کردو۔ وہ میرا نہیں ہے اور نہ ہی تمہارا اس میں کوئی حق ہے۔ انہوں نے آپ کو بتلایا کہ انہوں نے اس کا کیا کیا۔ آپ نے الحمد للہ کہا اور لوٹ گئے۔

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: وہ ہار کنانہ کی بیٹی کا تھا اور صفیہ رضی اللہ عنہا کنانہ بن ابی حقیق کے نکاح میں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کتیبہ تک پہنچنے سے پہلے اسے قیدی بنالیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہیں اپنے ٹھکانے کی طرف بھیجا۔ وہ انہیں اور ان کی چچازاد بہن کو لے کر مقتولین کے پاس سے گزرے تو ان کی چچازاد بہن زور زور سے چلانے لگی۔ رسول اللہ ﷺ کو بلال کا ایسے کرنا اچھا نہیں لگا۔ آپ نے فرمایا: کیا تجھ سے رحمت رخصت ہوگئی ہے؟ تم ایک کم سن لڑکی کو مقتولین کے پاس سے لے کر گزر رہے ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا خیال نہیں تھا کہ آپ کو یہ ناگوار گزرے گا۔ میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی قوم کے پچھاڑے ہوؤں کو دیکھ لے۔

رسول اللہ ﷺ نے صفیہ کی چچازاد بہن سے کہا کہ یہ تو شرارتی ہے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ سے انہیں مانگ لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ خیبر کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی انہیں دیں گے۔ چنانچہ آپ نے انہیں صفیہ رضی اللہ عنہا کے چچا کی بیٹی دے دی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب

حضرت ابوقین حزنی کی بیٹی فرماتی ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی ازواج میں سے صفیہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرتی تھی۔ وہ مجھے اپنی قوم کی باتیں بتاتی اور جو انہوں نے ان سے سن رکھا تھا۔ فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جلاوطن کیا تو ہم مدینے سے نکلے۔ پھر ہم خیبر میں ٹھہر گئے۔ مجھ سے کنانہ بن ابی حقیق نے شادی کرلی۔ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے چند دن پہلے میری رخصتی بھی ہوگئی تھی۔ اس نے اونٹ ذبح کیا اور یہودیوں کی دعوت کی اور مجھے سلالم میں اپنے قلعے میں رکھ چھوڑا۔ میں نے خواب میں دیکھا، گویا ایک چاند یثرب سے ابھرا اور چلتا ہوا میری گود میں آپڑا۔

میں نے یہ خواب اپنے خاوند کنانہ کو بتایا تو اس نے میری آنکھ پر تھپڑ دے مارا اور وہ خراب ہوگئی تھی۔ پھر جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ نے میری آنکھ دیکھی تو مجھ سے پوچھا۔ میں نے آپ کو خواب والا قصہ سنا دیا۔

فرماتی ہیں: یہودیوں نے اپنی آل اولاد کو کتیبہ میں رکھ چھوڑا تھا۔ انہوں نے نطاۃ کے قلعے کولڑائی کے لیے خالی کر دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ خیبر میں اترے اور آپ نے نطاۃ کے قلعوں کو فتح کرلیا تو کنانہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے: محمد نطاۃ کے قلعوں سے فارغ ہو چکا ہے اور یہاں کوئی نہیں ہے جو لڑ سکے۔ جب نطاۃ والے مارے گئے تو سمجھو سب یہودی مارے گئے۔ عرب نے ہمیں جھوٹ کہا تھا۔ پھر اس نے مجھے شق میں نزار کے قلعے میں بھیج دیا اور کہنے لگے: وہ قلعہ ہمارے قلعے سے زیادہ محفوظ ہے۔ پھر وہ نکلے اور مجھے، میری چچا زاد بہن اور چند لڑکیوں کو اندر کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی

رسول اللہ ﷺ کتیبہ سے پہلے ہماری طرف بڑھے اور میں نزار کے قلعے میں ہی قید ہوگئی۔ جبکہ ابھی رسول اللہ ﷺ کتیبہ نہیں پہنچے تھے۔ پھر آپ نے مجھے اپنے ٹھکانے کی طرف بھیج دیا۔ جب شام ہوئی تو آپ ہمارے پاس آئے، پھر مجھے بلایا۔ میں دوپٹہ اوڑھے شرماتی ہوئی آپ کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے دین پر قائم رہنا چاہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرلو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ عرض کیا: میں اللہ، اس کے رسول اور اسلام کو اختیار کرتی ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آزاد کر دیا اور مجھ سے شادی کرلی اور میری آزادی کو ہی میرا مہر قرار دیا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: آج ہمیں پتہ چل جائے گا کہ میں آپ کی بیوی ہوں یا باندی۔ اگر بیوی ہوئی تو آپ ان سے پردہ کروائیں گے وگرنہ وہ باندھی ہوگی۔ جب نکلنے لگے تو آپ نے مجھے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ میں باپردہ ہوگئی۔ تب مشہور ہوا کہ میں بیوی ہوں۔ پھر آپ اونٹ کی طرف بڑھے تو آپ نے اپنی ران آگے کی تاکہ میں اپنا پاؤں اس پر رکھوں۔ یہ بات انہیں بہت بڑی لگی۔ فرماتی ہیں: میں نے اپنی ران آپ کی ران پر رکھی پھر میں سوار ہوئی۔

میں آپ کی دیگر بیویوں سے ملی تو وہ مجھ پر فخر جتانے لگیں اور بعض نے تو کہا: اے یہودی کی بیٹی! حالانکہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتی۔ آپ مجھ سے بے حد محبت کرتے اور میری عزت کرتے تھے۔ ایک دن آپ میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا: آپ کی بیویاں مجھ پر فخر جتاتی ہیں اور کہتی ہیں: اے یہودی کی بیٹی! میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ غصے میں تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: جب وہ تجھے ایسی بات کریں یا تم پر فخر جتلائیں تو تم کہہ دیا کرو کہ میرے والد ہارون علیہ السلام ہیں اور میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

فرماتے ہیں: ابوشیم مزنی بھی مسلمان ہوگئے تھے اور ان کا اسلام بہت اچھا ہوا۔ فرماتے ہیں: جب ہم عیینہ کے پاس حیفاء میں اپنے اہل کے پاس آئے۔ ہم اس لیے آئے تھے کہ وہ کسی قحط یا وباء میں مبتلا ہیں۔ مگر انہیں کچھ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ عیینہ ہمیں لے

کر واپس پلٹنے۔ جب وہ خیبر کے قریب حطام نامی جگہ تک پہنچے تو ہم نے وہاں رات گزاری۔ پھر ہم شدید گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے۔

عیینہ نے کہا: خوش ہو جاؤ۔ میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے جبل رقیبہ دیا گیا ہے جو خیبر میں ہے۔ اللہ کی قسم! میں محمد سے بچ گیا ہوں۔ پھر جب ہم خیبر آئے تو عیینہ بھی آ گئے اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کر لیا ہے اور اللہ نے انہیں اس کا مال و متاع غنیمت میں عطا فرما دیا ہے تو عیینہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد! میرے حلیفوں سے جو اموال غنیمت تمہیں حاصل ہوئی ہے مجھے بھی دو۔ میں تجھ سے ہٹ گیا تھا اور تجھ سے لڑا بھی نہیں، میں نے اپنے حلیفوں کو رسوا کیا اور تمہارے خلاف لشکر کشی نہیں کی اور چار ہزار جنگجوؤں کو لے کر تجھ سے لوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم اس چیخ کی وجہ سے گئے تھے جو تم نے سنی تھی اور اس نے تمہیں تمہارے گھر جانے پر مجبور کیا تھا۔ پھر کہنے لگا: اے محمد! مجھے کچھ تو بدلہ دو۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے رقیبہ والا ہے۔ اس نے پوچھا: یہ رقیبہ والا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ پہاڑ جو تم نے خواب میں دیکھا تھا کہ تم نے اسے لیا تھا۔ چنانچہ عیینہ لوٹ گیا اور یہودیوں سے مکر و فریب کرنے لگا اور کہنے لگا: میں نے آج کے دن جیسا معاملہ نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمہارے علاوہ کوئی محمد کو ہلاک کر سکتا ہے۔ میں سوچتا تھا: تم لوگ قلعوں میں رہتے ہو۔ تمہاری بہت بڑی تعداد ہے اور مال و دولت تمہارے پاس ہے۔ تم اپنے ہاتھوں سے دولت بانٹتے تھے اور تم ان مضبوط قلعوں میں تھے اور یہ اتنا زیادہ کھانا جس کو کھانے والا بھی کوئی نہیں تھا اور وافر مقدار میں پانی کا ذخیرہ۔ انہوں نے کہا: ہمارا ارادہ تھا کہ ہم زبیر کے قلعے میں اپنا دفاع کر لیں گے، لیکن ہمارے پانی کے نالے ہم پر بند کر دیے گئے اور گرمی کا موسم ہے۔ ہم سے پیاس برداشت نہیں ہو سکی۔ اس نے کہا: تمہیں ناعم کے قلعے میں شکست فاش ہوئی تھی اس لیے تم الٹے پاؤں قلعہ زبیر میں آئے تھے۔

پھر وہ ان سے ان کے مقتولین کے بارے میں پوچھنے لگا۔ اسے بتلایا گیا۔ کہنے لگا: اللہ کی قسم! بڑے بڑے اور بہادر لوگ تو مارے گئے۔ اب یہودی حجاز میں کبھی بھی سر نہیں اٹھا سکیں گے۔ ثعلبہ بن سلام بن ابو حقیق اس کی باتیں سن رہا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ کم عقل اور مخبوط الحواس ہے۔ اس نے کہا: اے عیینہ! تم نے ہی انہیں دھوکہ دیا اور انہیں رسوا کیا اور انہیں محمد سے لڑنے کے لیے چھوڑ گیا اور اس سے پہلے تو نے بنو قریظہ کے ساتھ بھی تو یہی کیا تھا۔ عیینہ نے کہا: قریب تھا کہ محمد ہمارے گھر والوں کی طرف جاتا۔ چنانچہ جب ہم نے آواز سنی تو ہم ان کی طرف گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ محمد نے ہمارے پیچھے ان پر حملہ کر دیا ہے۔ مگر ہم نے وہاں کچھ نہیں دیکھا۔ پھر ہم دوبارہ تمہاری مدد کے لیے تمہاری طرف آ گئے۔ ثعلبہ نے کہا: اب کون باقی ہے جس کی تو مدد کرے گا؟ وہ مارے گئے جن کے مقدر میں قتل ہونا تھا اور جو باقی رہ گئے وہ محمد کے غلام اور باندیاں ہیں۔ اس نے تمام اموال پر قبضہ کر لیا۔

غطفان کا ایک شخص عیینہ سے کہنے لگا: تم نے اپنے حلیفوں کی کوئی مدد نہیں کی۔ انہوں نے ہمارے حلف کا پاس کرتے ہوئے تیرے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی اور نہ تب جب تو منہ پھیر کر چلا گیا تھا۔ تم تو محمد سے ایک سال کی خیبر کی کھجوریں لینا

چاہتے تھے۔ اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ محمد کا معاملہ غالب ہو کر رہے گا۔ وہ اپنے مخالفین پر ضرور غالب ہوگا۔

چنانچہ عیینہ ہاتھ ملتا ہوا اپنے گھر واپس لوٹ آیا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچ گیا تو حارث بن عوف اس کے پاس آیا اور کہا: کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ تجھے کچھ بھی نہیں ملنے والا۔ اللہ کی قسم! محمد مشرق و مغرب کے درمیان رہنے والے تمام لوگوں پر غالب ہو کر رہے گا۔ یہودی ہی ہمیں یہ بات بتلاتے تھے۔ میں اس بات کا گواہ ہوں۔ میں نے ابو رافع سلام بن ابو حقیق کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہم محمد سے نبوت کی وجہ سے حسد کرتے ہیں۔ اب نبوت بنو ہارون سے نکل چکی ہے اور وہ نبی مرسل تھے اور یہودی اس پر میری بھی اطاعت نہیں کریں گے۔ ہماری اس سے دو جنگیں ہوں گی۔ ایک یثرب میں اور دوسری خیبر میں۔ حارث کہنے لگا: میں نے سلام سے پوچھا: کیا وہ پوری روئے زمین کا مالک ہو جائے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ اس تورات کی قسم! جو موسیٰ پر نازل ہوئی اور میں نہیں چاہتا کہ یہودیوں کو اس بارے میں میری بات معلوم ہو۔

رسول اکرم ﷺ کو زہر کے ذریعے قتل کرنے کی سازش

فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا اور آپ مطمئن ہو گئے تو زینب بنت حارث نے پوچھا: بکری کا کون سا گوشت محمد کو زیادہ پسند ہے؟ لوگوں نے بتلایا: بازو اور کندھا۔ یہ سن کر وہ اپنی بکری کی طرف اٹھی اور اسے ذبح کر دیا۔ پھر اس نے یہودیوں کے مشورے سے سب سے زیادہ تیز اثر کرنے والا زہر لیا اور وہ بکری کو لگا دیا اور بکری کی بازوں اور کندھوں میں زیادہ لگا دیا۔ پھر جب سورج غروب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ آئے۔ وہاں آپ نے اپنے ٹھکانے کے پاس زینب کو بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگی: اے ابو القاسم! یہ ہدیہ ہے، میں نے آپ کے لیے تیار کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ہدیہ تو کھا لیتے تھے مگر صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ہدیہ لینے کا حکم فرما دیا۔ وہ آپ کے سامنے رکھا گیا۔ آپ نے وہاں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی فرمایا: قریب ہو جاؤ اور عشائیہ کھالو۔ وہ قریب ہوئے اور اپنے ہاتھ بڑھائے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے بھی بازو کا کچھ گوشت لیا اور حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ہڈی اٹھالی۔ آپ نے دانتوں سے اس کا گوشت کاٹا اور حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے بھی کاٹا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لقمہ نگل لیا اور حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے بھی نگل لیا تو آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھ روک دو۔ اس دستی نے مجھے بتایا ہے کہ اس میں زہر ہے۔ حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! جب میں نے یہ لقمہ منہ میں ڈالا تو میں اسے نگل نہیں پا رہا تھا۔ میں اسے اگلنا چاہتا تھا، مگر صرف اس لیے رکا رہا کہ آپ کے کھانے کا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔ جب آپ نے بھی گوشت منہ میں ڈال لیا جو آپ کے ہاتھ میں تھا تو پھر مجھے اپنی جان کی کوئی پروانہ رہی۔ مجھے امید تھی کہ آپ اسے نہیں نگلیں گے۔ اس میں موت کا پیغام تھا۔ ابھی حضرت بشر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے نہیں ہلے تھے کہ ان کا رنگ طیلسان کی طرح بدلنے لگا اور ان کی تکلیف بڑھ گئی۔ ابھی ایک سال بھی پورا نہ ہوا تھا کہ اس سے ان کی شہادت ہو گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ ابھی وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ اس کے بعد تین سال

تک زندہ رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے زینب کو بلایا اور پوچھا: کیا تم نے اس دستی میں زہر ملایا تھا؟ کہنے لگی: آپ کو کس نے بتلایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی دستی نے۔ کہنے لگی: ہاں۔ آپ نے پوچھا: تم نے ایسا کس کے کہنے پر کیا؟ اس نے کہا: آپ نے میرے والد، چچا اور خاوند کو قتل کر ڈالا اور میری قوم کے ساتھ جو کیا سو کیا۔ میں نے سوچا: اگر وہ واقعی نبی ہوئے تو وہ بکری ہی عنقریب آپ کو سب بتا دے گی اور اگر وہ بادشاہ ہوا تو ہم اس سے راحت حاصل کر لیں گے۔ ہمارا اس بات میں اختلاف تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے اس عورت کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا اور بعض نے کہا: آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

تین آدمی اور بھی تھے جنہوں نے اپنے ہاتھ کھانے میں ڈالے تھے مگر ابھی کچھ کھایا نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بکری کی وجہ سے اپنے سروں کے درمیان میں حجامہ لگوانے کا حکم دیا۔ آپ نے خود بھی اپنے بائیں کندھے کے نیچے حجامہ لگوایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے کندھے اور گردن کے درمیان حجامہ لگوایا تھا۔ آپ کو حضرت ابو ہند رضی اللہ عنہ نے سینگ رکھ کر ہونٹوں کے ذریعے حجامہ لگایا تھا۔

اجر بھی دوگنا اور آزمائش بھی دوگنی

محدثین فرماتے ہیں: حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کی والدہ کہا کرتی تھیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مرض الوفات میں آپ کے پاس آئی۔ آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ کو چھوا اور کہا: جس قدر آپ میں بخار کی تپش ہے اتنی تو میں نے کبھی کسی میں نہیں دیکھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس طرح ہمارا اجر دوگنا ہوتا ہے اسی طرح ہماری آزمائش بھی دو چند ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ بھی شہید ہوئے

لوگوں کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو ذات الجنب (ایک بیماری کا نام) کی بیماری ہے۔ مگر آپ نے فرمایا: اللہ اسے مجھ پر مسلط نہیں کرتے، کیوں کہ وہ تو شیطان کا ایک چوکا ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اس لقمے کا اثر ہے جو میں نے اور تیرے بیٹے نے خیبر کے دن کھایا تھا۔ وہ مجھے مسلسل تنگ کرتا رہا۔ مگر اس وقت تو اس کی وجہ سے میرے خون کی رگیں کٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو شہادت کی موت حاصل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ بکری کی وجہ سے جو صحابی شہید ہوئے تھے وہ مبشر بن براء رضی اللہ عنہ تھے۔ مگر ہمارے نزدیک راجح بشر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہی پر سب کا اتفاق ہے۔

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابراہیم بن جعفر رحمہ اللہ سے پوچھا: زینب بنت حارث کے اس قول "آپ نے میرے باپ کو قتل کیا" کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا: خیبر کے دن اس کا باپ حارث بھی مارا گیا تھا اور اس کا چچا یسار بھی۔ لوگوں کا کہنا ہے: یہ وہی تھا جو شق سے اتارا گیا تھا اور حارث یہودیوں میں بہادر آدمی تھا۔ اس کا بھائی زبیر بھی اسی دن قتل ہوا اور اس کا خاوند سلام بن مشکم تھا جو ان کا سردار اور بہادر آدمی تھا۔ وہ بیمار تھا اور نطاۃ کے قلعوں میں تھا۔ اس سے کہا گیا: تم سے

لڑائی نہ ہوئی تم کتیبہ میں چلے جاؤ۔ مگر اس نے کہا: میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ چنانچہ حالت مرض میں وہ قتل ہو گیا۔ یہی ابو حکم ہے جس کے بارے میں ربیع بن ابو حقیق نے یہ اشعار کہے:

''جب انہوں نے تلواریں لے کر ہمیں پکارا تو ایک نیزہ باز نے ہم میں سے سلام کو پکارا اور جب انہوں نے ہمیں اس کے لیے پکارا تو ہم نے دشمن کے سرداروں کو زہر پلا دیا۔''

یہ بھی حربی تھا مگر بیماری نے اسے مشغول کیے رکھا۔

محدثین فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن اموالِ غنیمت پر حضرت فروہ بن عمرو بیاضی رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے اموالِ غنیمت کو نطاۃ، شق اور کتیبہ کے قلعوں میں جمع کر دیا تھا۔ انہوں نے کتیبہ میں مردوں، عورتوں اور بچوں پر صرف پہننے کا لباس چھوڑا تھا۔ انہوں نے سامان کا بڑا ڈھیر، ریشم، ملبوسات، کثیر مقدار میں اسلحہ، بکریاں، گائیں، کھانا اور بہت سا روٹی سالن جمع کیا۔ روٹی، سالن اور چارے کا خمس نہیں نکالا گیا۔ لوگ اپنی ضرورت کی بقدر لے لیتے تھے اور جس مسلمان کو اسلحے کی ضرورت تھی اس نے بھی امیر صاحب سے پوچھ کر لے لیا۔ پھر فتح ہونے پر واپس اموالِ غنیمت میں رکھ دیا۔

اموالِ غنیمت کی تقسیم

جب یہ سب اموال جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے پانچ حصے کرنے کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر کیا اور بقیہ حصے نامزد نہیں فرمائے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کا حصہ نکالا گیا۔ اسے ان پانچوں حصوں میں سے چنا نہیں گیا تھا۔ پھر آپ نے ان پانچ میں سے چار کے بیچنے کا حکم دیا۔ جو چاہتا لے لیتا۔ حضرت فروہ رضی اللہ عنہ انہیں بیچنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں برکت کی دعا دی اور فرمایا: اے اللہ! اسے جلد خرچ فرما لے۔ حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگ مسلسل میرے پاس آنے لگے اور مال خریدنے والوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔ حتیٰ کہ وہ سب مال دو دن میں ختم ہو گیا۔ حالانکہ میں یہ دیکھ رہا تھا کہ یہ اس قدر زیادہ ہے کہ ایک زمانہ ہماری اس سے جان نہیں چھوٹے گی۔

وہ پانچواں حصہ جو رسول اللہ ﷺ کو غنائم میں سے ملا تھا اس میں اسلحہ اور کپڑے تھے۔ آپ نے کپڑے، چمڑا اور گھریلو سامان اپنے گھر والوں کو دے دیا اور کچھ مال بنو عبد المطلب کے مردوں اور عورتوں کو دے دیا اور کچھ یتیموں اور سائلین کو دے دیا۔

اس دن کچھ مصاحف بھی جمع ہوئے تھے جن میں تورات تھی۔ یہودی آ کر اس کا مطالبہ کرنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے تورات انہیں واپس کر دینے کے بارے میں بات کی۔

تصرفِ غنیمت میں رسول اللہ ﷺ کی احتیاط

رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ سوئی دھاگہ بھی ادا کرو۔ اس لیے کہ خیانت قیامت کے دن شرمندگی، بے

عزتی اور آگ کی صورت میں ظاہر ہوگی۔

اس دن فروہ رضی اللہ عنہ نے سامان بیچ دیا۔ انہوں نے ایک پٹکا لیا اور اس سے اپنے سر کو باندھ دیا تا کہ دھوپ سے سایہ حاصل کریں۔ پھر وہ اسے پہنے ہوئے اپنے گھر چلے گئے۔ پھر انہیں یاد آیا تو باہر آئے اور اسے پھینک دیا اور اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا تو آپ نے فرمایا: یہ جہنم کا پٹکا تھا جس سے تم نے اپنا سر باندھا تھا۔ اس دن ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غنیمت کی کسی ادنیٰ سی چیز کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے مالِ غنیمت میں سے سوئی دھاگہ بھی حلال نہیں ہے اور نہ میں خود لے سکتا ہوں اور نہ کسی کو دے سکتا ہوں۔

ایک شخص نے آپ سے رسی مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے غنیمت تقسیم ہو جائے پھر میں تمہیں رسی دوں گا۔ اگرچہ تم کئی مرتبہ مانگو۔

ایک سیاہ فام شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور لڑائی کے وقت آپ کی سواری کو روکے رکھتا تھا۔ اس کا نام کرکرہ تھا۔ وہ بھی اس دن مارا گیا۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کرکرۃ شہید ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس وقت اس چادر کی وجہ سے آگ کی لپیٹ میں ہے جو اس نے مالِ غنیمت سے چرائی تھی۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس دن ایسے ایسے دو تسمے لے لیے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دونوں تسمے آگ کے ہوں گے۔ اس دن قبیلہ اشجع کا ایک شخص فوت ہوگیا۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو۔ لوگوں کے چہرے یہ سن کر متغیر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ساتھی نے اللہ کے راستے میں خیانت کی ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اس کے سامان کی چھان بین کی تو ہمیں یہودیوں کا تھوڑا سا چمڑا ملا جس کی مالیت دو درہم بھی نہیں تھی۔ چند مسلمان اور بھی تھے جن کے پاس یہودیوں کا چمڑا تھا۔ یہ سب رفقاء تھے۔ اس حدیث کو بیان کرنے والے نے کہا: اگر آج تمہارے پاس اتنا چمڑا بھی ہے جس کی مالیت دو درہم بھی نہیں تب بھی غنیمت تقسیم ہونے کے بعد اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ ان لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم بھول گئے تھے کہ یہ چمڑا ہمارے پاس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک اللہ کی قسم اٹھائے کہ وہ اسے بھول گیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر ان سب نے اللہ کی قسم اٹھائی کہ وہ اسے بھول گئے تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی چارپائی منگوائی اور ان سب کو باندھ دیا گیا۔ پھر آپ نے میت کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے کجاوے میں خیانت کا سامان پاتے تو اسے سزا نہیں دیتے تھے اور نہ یہ سنا ہے کہ آپ نے کسی شخص کا کجاوہ جلایا ہو جس میں وہ چیز ملی ہو، لیکن آپ اسے ملامت کرتے، ڈانٹتے، تکلیف دیتے اور لوگوں کو اس کے بارے میں مطلع کرتے۔

فرماتے ہیں: ایک شخص نے خیبر کے دن سونے کی ڈلی کے بدلے میں اندازے سے سونا خریدا۔ آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس دن مجھے ایک ہار ملا۔ میں نے اسے آٹھ دیناروں کے عوض بیچ دیا۔ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو آپ نے فرمایا: سونے کی خرید وفروخت برابر وزن کے ساتھ کرو۔ اسی ہار میں سونا بھی تھا اور کچھ اور بھی تھا۔ میں نے اس بیع میں رجوع کرلیا۔

سعدان رضی اللہ عنہ نے سونے کے بدلے میں ایک ڈلی خریدی۔ ان میں سے ایک کا وزن دوسرے سے زیادہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں نے سودی معاملہ کیا۔ چنانچہ دونوں نے بیع کو واپس کردیا۔

اس دن ایک شخص کو ویرانے سے دو سو درہم ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پانچواں حصہ لیا اور باقی اسے واپس کردیے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دن یہ بھی فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پانی سے اپنے غیر کی کھیتی کو سیراب نہ کرے اور نہ غنیمت کی کوئی چیز بیچے۔ حتی کہ وہ جان لے اور غنیمت کی سواری پر سواری نہ کرے۔ حتی کہ جب اس سے فارغ ہو تو اسے لوٹا دے اور غنیمت کا کوئی کپڑا نہ پہنے حتی کہ جب پرانا ہو تو اسے واپس کرے اور نہ ہی کسی باندی سے وطی کرے حتی کہ اس کا رحم صاف کرلے اور اسے ایک حیض آجائے اور اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ اس دن ایک بڑے پیٹ والی عورت کے پاس سے گزرے تو پوچھا: یہ کس کی ہے؟ کہا گیا: فلاں کی۔ آپ نے فرمایا: شاید اس نے اس سے وطی کی ہوگی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بچے کا کیا ہوگا کیا وہ اس کا وارث ہوگا، حالانکہ وہ اس کا بیٹا نہیں ہے یا وہ اسے غلام بنائے گا حالانکہ وہ اس کی سماعت اور بصارت میں زیادتی کر چکا ہے۔ میرا جی تو یہ چاہ رہا ہے کہ میں اس پر ایسی لعنت کروں جو قبر میں بھی اس کے پیچھے جائے۔

غنائم خیبر میں شریک ہونے والے

فرماتے ہیں: خیبر فتح ہو جانے کے بعد دونوں کشتیوں والے بھی نجاشی کے ہاں سے آگئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمانے لگے: معلوم نہیں ہو رہا میں کس وجہ سے خوش ہوں، جعفر کے آنے کی وجہ سے یا خیبر کے فتح ہونے پر۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں گلے لگا لیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ ادھر سے دوسی بھی آگئے۔ ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تھے۔ قبیلہ اشجع کے بھی کچھ لوگ آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ان کے بارے میں بات کی کہ انہیں بھی غنیمت میں شریک کرلیا جائے۔ لوگوں نے کہا: جی بہتر، اے اللہ کے رسول!

حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو کہا: تمہیں نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ ابان بن سعید نے کہا: ایسی مینگنی پر تعجب ہے جو بکریوں کے آنے سے ہم پر لڑھکی اور اس نے ایک مسلمان کے قتل کی خبر دی۔ جسے اللہ نے میرے ہاتھوں عزت بخشی اور مجھے اس کے ہاتھوں رسوا نہیں کروایا۔

فرماتے ہیں: مسلمانوں کو جو بھی مال غنیمت حاصل ہوتا، آپ ﷺ کے لیے اس میں سے پانچواں حصہ نکالا جاتا، چاہے آپ اس میں حاضر ہوتے یا غائب ہوتے۔ اور آپ غنیمت کو ایسے شخص کے لیے تقسیم نہیں فرماتے تھے جو جنگ میں شریک نہ ہوا ہو۔ صرف بدر میں آپ نے ایسے آٹھ آدمیوں کے لیے بھی تقسیم فرمائی جو حاضر نہیں ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک اس کا استحقاق رکھتا تھا اور خیبر تو اہل حدیبیہ کے لیے تھا جو اس میں شریک ہوئے تھے یا غائب تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

''اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ کیا تھا کہ تم انہیں حاصل کرو گے، پھر اس نے تمہیں یہ سب بہت جلدی دے دیے۔''

یعنی خیبر کی صورت میں۔

خیبر سے پیچھے رہنے والوں میں ① مری بن سنان ② ایمن بن عبید ③ ابن عرفطہ غفاری (آپ نے انہیں مدینے پر نائب مقرر فرمایا تھا اور ④ جابر بن عبداللہ وغیرہم رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

ان میں سے دو آدمی فوت ہو گئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے بھی حصہ نکالا۔ جو پیچھے رہ گئے اور جو فوت ہو گئے تھے۔

آپ نے ان کے لیے بھی حصہ نکالا جو خیبر میں شریک ہوئے مگر حدیبیہ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ آپ نے ان قاصدین کے لیے بھی حصہ نکالا جو فدک والوں کے پاس آتے جاتے تھے۔ یعنی محیصہ بن مسعود حارثی وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کا بھی حصہ نکالا اگرچہ وہ حاضر نہیں تھے۔ آپ نے تین مریضوں کے لیے بھی حصہ نکالا جو قتال میں حاضر نہ ہو سکے تھے۔ سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ اور بنو خطامہ کا ایک شخص۔ آپ نے ان مقتولین کے لیے بھی حصہ نکالا جو مسلمانوں میں سے شہید ہو گئے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابو صعصعہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ کسی نے کہا: خیبر تو حدیبیہ والوں کے لیے تھا۔ اس میں ان کا غیر شریک نہیں ہوا اور نہ اس کے لیے حصہ نکالا گیا۔ مگر ہمارے نزدیک پہلا قول زیادہ ثابت ہے۔ اس لیے کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خیبر میں شریک ہوئے تھے اور آپ نے ان کے لیے حصہ نکالا تھا حالانکہ وہ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

حضرت حزام بن سعد بن محیصہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ مدینہ کے دس یہودیوں کو بھی لے کر نکلے تھے۔ انہوں نے بھی خیبر میں آپ کے ساتھ مل کر جنگ لڑی تھی۔ آپ نے ان کے لیے بھی مسلمانوں کے دو حصوں کے برابر حصہ نکالا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے انہیں کچھ انعام تو دیا مگر ان کے لیے حصہ نہیں نکالا۔

ان کے ساتھ چند غلام بھی تھے۔ ان میں سے ابولحم کا غلام عمیر تھا۔ عمیر کہتے ہیں: میرے لیے کوئی حصہ مقرر نہیں ہوا۔ آپ نے مجھے کچھ ردی سامان دیا اور ان یہودیوں کو آپ نے تھوڑا انعام دیا۔

غزوۂ خیبر میں شریک ہونے والی عورتیں

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے ۲۰ عورتیں بھی نکلیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (زوجۂ نبی ﷺ)، صفیہ بنت عبدالمطلب، ام ایمن نبی کریم ﷺ کی باندی اور ابورافع کی بیوی سلمیٰ، عاصم بن عدی کی بیوی جس نے خیبر میں سھلہ بنت عاصم کو جنا۔ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب، ام منیع یعنی ام ثبات، کعیبہ بنت سعد اسلمیہ، ام متاع اسلمیہ، ام سلیم بنت ملحان، ام ضحاک بن مسعود حارثیہ، ام عطیہ انصاریہ اور ام سلیط رضی اللہ عنہن وارضاھن۔

حضرت امیہ بنت قیس بن ابوصلت غفاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں بھی بنو غفار کی عورتوں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم چاہتی ہیں کہ اس رخ پر آپ کے ساتھ نکلیں۔ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گی اور جس قدر ہم سے ہوسکا مسلمانوں کی مدد کریں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکتیں نصیب فرمائے۔ چنانچہ ہم آپ کے ساتھ نکلیں اور میں کم سن لڑکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے کجاوے کے پیچھے زادِ راہ کے تھیلے پر بٹھالیا۔ آپ صبح کے وقت اترے اور آپ نے اپنا اونٹ بٹھایا تو اچانک میں نے اس تھیلے پر اپنا خون دیکھا۔ یہ پہلا حیض تھا جو مجھے آیا تھا۔ میں اونٹنی پر ہی بیٹھی رہی اور مجھے حیاء آرہی تھی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھی اور خون پر آپ کی نظر پڑی تو آپ نے فرمایا: شاید تمہیں حیض آگیا ہے۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اپنی حالت درست کرو۔ پانی کا ایک برتن لو اور اس میں نمک ڈالو اور اس تھیلے سے خون دھوڈالو۔ پھر خوشبو لگا دو۔ میں نے ایسے ہی کیا۔

پھر جب خیبر فتح ہوگیا تو آپ نے ہمیں غنیمت میں سے انعام دیا۔ حصہ مقرر نہیں کیا۔ آپ نے یہ ہار اٹھایا جو تم میری گردن میں دیکھ رہی ہو۔ پھر مجھے دے دیا۔ آپ نے اسے اپنے ہاتھوں سے میری گردن میں ڈالا۔ اللہ کی قسم! میں اسے کبھی الگ نہیں کروں گی۔ وہ وفات تک ان کی گردن میں ہی رہا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ وہ ہار ان کے ساتھ دفن کیا جائے۔ وہ جب بھی پاکیزگی حاصل کرتیں تو اپنے پانی میں نمک ڈالتی تھیں۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ انہیں جس پانی سے غسل دیا جائے اس میں بھی نمک ڈالا جائے۔

حالت زچگی میں مفید عمل

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلا۔ میرے ساتھ میری حاملہ

بیوی بھی تھی۔ اس نے راستے میں ہی بچہ جن دیا۔ میں نے آپ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: ان کے لیے چھوارے پانی میں بھگو دو۔ جب وہ خوب اچھی طرح نرم ہو جائیں تو انہیں پانی میں رگڑ دو، پھر اسے پلاؤ۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

جب خیبر فتح ہو گیا اور آپ نے عورتوں کو انعام دیا۔ ان کے لیے حصہ مقرر نہیں کیا۔ آپ نے میری بیوی اور میرے بچے کو بھی انعام سے نوازا۔

عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ (راویٔ حدیث) فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں، وہ بچہ تھا یا بچی۔

حضرت ام علاء انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے تین موتیوں والے ہار ملے۔ اسی طرح میری ساتھ والیوں کو بھی ملے۔ اس دن سونے کی بالیاں لائی گئیں۔ آپ نے فرمایا: یہ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی بھتیجیوں کے لیے ہیں۔ وہ انہیں لے کر آئے اور بالیاں پہنائیں۔ میں نے وہ بالیاں ان پر دیکھیں ہیں اور یہ سب خیبر کے دن آپ کے پانچویں حصے میں سے تھا۔

حضرت ثمیبۃ بنت حنظلہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ام سنان رضی اللہ عنہا سے نقل فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو میں آپ کے پاس آئی اور میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے ساتھ اس جنگ کے لیے نکلنا چاہتی ہوں۔ میں مجاہدین کو پانی پلاؤں گی، مریضوں کی دوا دارو کروں گی اور زخمیوں کا علاج معالجہ کروں گی اگر لوگ زخمی ہوئے۔ اللہ کرے ایسا نہ ہو اور میں سواری کی طرف نظر رکھوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نکل پڑو، اللہ تمہیں برکت دے۔ تمہارے ساتھ جانے والیاں اور بھی ہیں جنہوں نے مجھ سے بات کی ہے اور میں نے انہیں اجازت دے دی ہے۔ تمہاری قوم میں سے بھی ہیں اور دیگر عورتیں بھی ہیں۔ اگر تم چاہو تو اپنی قوم کے ساتھ چل پڑو اور اگر چاہو تو ہمارے ساتھ ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، میری بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہو جاؤ۔ میں ان کے ساتھ ہو لی۔ رسول اللہ ﷺ ہر روز مقامِ رجیع جاتے اور آپ نے زرہ پہنی ہوتی۔ جب شام ہوتی تو ہمارے پاس لوٹ آتے۔ آپ اسی طرح سات دن ٹھہرے رہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے نطاۃ کو فتح کرا دیا۔

پھر جب وہ فتح ہو گیا تو آپ شق کی طرف بڑھے اور ہم بھی منزل کی طرف منتقل ہو گئے۔ پھر جب خیبر فتح ہو گیا تو آپ نے غنیمت میں سے ہمیں عطا کیا۔ آپ نے مجھے ایک ہار دیا اور چاندی کی پازیب دیں۔ جو غنیمت میں حاصل ہوئی تھیں۔ اسی طرح آپ نے مجھے ایک فدکی کپڑا، ایک یمنی چادر، چند جھالردار چادریں اور ایک تانبے کی ہانڈی دی۔

آپ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم زخمی ہوئے تھے۔ میں انہیں دوائی لگاتی تھی جو میرے گھر والوں کے پاس تھی۔ چنانچہ وہ صحت مند ہو گئے۔

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی واپس آئی۔ جب ہم نے مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: (میں نبی کریم ﷺ کے ایک اونٹ پر تھی جو آپ نے مجھے سفر کے لیے دیا تھا۔) تمہارے نیچے جو اونٹ ہے وہ اب تمہارا ہو چکا

ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں دے دیا ہے۔ فرماتی ہیں: میں نے الحمد للہ کہا اور اونٹ لے کر آئی۔ پھر میں نے اسے سات دیناروں کے عوض بیچ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے اس سفر میں بہت زیادہ خیر عطا فرمائی۔

فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے عورتوں کے لیے بھی حصہ مقرر کیا۔ آپ نے سھلہ بنت عاصم کے لیے حصہ طے کیا تھا جو خیبر میں پیدا ہوئیں اور حضرت عبداللہ بن انیس کا بھی لڑکا خیبر میں ہوا۔ آپ نے عورتوں اور بچوں کے حصے مقرر فرمائے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے عورتوں اور بچوں کو صرف انعامات دیے۔ ان کے لیے مجاہدین کی طرح حصے طے نہیں فرمائے۔

حضرت حارث بن عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی گردن میں ایک سرخ ہار دیکھا۔ میں نے ان سے ہار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مسلمانوں کو صعب بن معاذ کے قلعے سے ہار ملے تھے، جو زمین میں مدفون تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اپنے ساتھ آنے والی عورتوں کو بلایا۔ انہیں شمار کیا گیا تو کل ۲۰ عورتیں تھیں۔ آپ نے وہ ہار ہمارے درمیان تقسیم فرما دیے۔ مزید برآں آپ نے ہمیں ایک سوٹ، ایک یمنی چادر اور دو دو دینار بھی دیے۔ اسی طرح میرے ساتھ والی سب عورتوں کو دیے۔

میں نے پوچھا: مردوں کو کتنا حصہ ملا تھا؟ انہوں نے فرمایا: میرے خاوند غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے سامان ساڑھے گیارہ دیناروں کے عوض بیچا۔ انہوں نے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ شہسواروں کا حصہ ہے۔ وہ بھی شہسوار تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شق نامی جگہ میں تین حصے تیس دیناروں کے بدلے میں بیچے تھے۔

رسول اللہ ﷺ خیبر میں تین گھوڑے لے کر آئے تھے:

لزاز، ظرب اور سکب۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کئی گھوڑے لائے تھے۔ حضرت خراش بن صمہ رضی اللہ عنہ دو گھوڑے لائے تھے۔ حضرت براء بن اوس بن خالد بن جعد بن عوف رضی اللہ عنہ دو گھوڑے لائے تھے۔ یہ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی والد بھی تھے۔ اسی طرح حضرت ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہ دو گھوڑے لائے تھے۔

فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے دو گھوڑے لانے والے کے لیے پانچ حصے مقرر فرمائے۔ ایک حصہ اس کا اور چار حصے دونوں گھوڑوں کے اور دو سے زیادہ گھوڑے لانے والے کے لیے مزید حصے مقرر نہیں فرمائے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے صرف ایک گھوڑے کا حصہ مقرر کیا اور یہی راجح ہے کہ آپ نے صرف ایک گھوڑے کا حصہ مقرر فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے خیبر کے دن عربی نسل کے گھوڑے کو اصل قرار دیا اور دوغلی نسل کے غیر عربی گھوڑے کو حقیر قرار دیا۔ آپ نے عربی گھوڑے کے لیے تو حصہ مقرر کیا مگر غیر عربی کے لیے نہیں۔

بعض حضرات کا کہنا ہے: غیر عربی گھوڑا نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا۔ یہ گھوڑے تو تب آئے جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عراق اور شام فتح ہوئے۔

یہ بھی نہیں سنا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے والے کے لیے صرف ایک گھوڑے کا حصہ مقرر کیا ہو جو کہ سہم فرس کے نام سے مشہور ہے بلکہ نطاۃ میں آپ ﷺ کو تین حصے ملے۔ دو حصے آپ کے گھوڑے کے اور ایک حصہ آپ کا جو حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

حضرت حزام بن سعد بن محیصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے۔ جب رات کو انہیں خیبر کے گھر نظر آنے لگے تو وہ گھوڑے سے گر پڑے۔ گھوڑا تھک گیا تھا۔ سوید رضی اللہ عنہ کا بازو ٹوٹ گیا۔ وہ ابھی اپنے ٹھکانے سے نہیں نکلے تھے کہ اللہ نے خیبر کو فتح کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے بھی گھوڑے کا حصہ رکھا۔

اموال خیبر کی تقسیم

فرماتے ہیں: گھوڑے کل دو سو تھے۔ ایک قول ہے کہ تین سو تھے۔ مگر پہلا قول ہمارے نزدیک راجح ہے۔

مسلمانوں کے شمار کرنے پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مامور تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بیچا جانے والا سامان ان کے درمیان تقسیم کر دیا تھا۔ پھر انہیں شمار کیا تو وہ کل ۱۴۰۰ تھے اور گھوڑے دو سو تھے۔ کل اٹھارہ حصے بنے۔ وہ لوگ جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حصے نکالے اور ان کے گھوڑے کے لیے بھی، وہ چودہ سو تھے اور گھوڑے دو سو تھے۔ ان کے چار سو حصے ہوئے۔ چنانچہ مسلمانوں کے حصے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نطاۃ یا شق میں مقرر فرمایا کل تین قسم کے حصے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہ انہیں گنا جاتا تھا اور نہ ہی تقسیم کیا جاتا تھا، بلکہ یہ کام ان کے مقرر کردہ امراء کے ذمے ہوتا۔ ہر سو آدمیوں پر ایک امیر ہوتا جو ان کے حصے کو گنتا بھی اور تقسیم بھی کرتا، جو بھی ان کے غلے سے نکلتا۔ چنانچہ شق اور نطاۃ میں ان کے رؤساء یہ تھے: حضرت عاصم بن عدی، علی بن ابی طالب، عبدالرحمن بن عوف اور طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہم۔

بنو ساعدہ کا حصہ اور بنو نجار کا حصہ تھا۔ ان کے ایک سردار تھے۔ اسی طرح حارثہ بن حارث، اسلم اور غفار اور بنو سلمہ کے حصے پر ان کے سردار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ عبیدہ کے حصے پر یہود کا ایک شخص تھا اور اوس، بنو زبیر، اسید بن حضیر اور بنو حارث بن خزرج کے حصے پر سردار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

ایک حصہ بیاضہ کا تھا۔ ان کے سردار فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے اور ایک حصہ ناعم کا تھا۔ سو یہ شق اور نطاۃ میں کل اٹھارہ حصے تھے، جو ان کے رؤساء نے قبضے میں لے لیے، پھر وہ ان پر تقسیم کرتے اور آدمی کو اجازت تھی کہ وہ چاہتا تو اپنے حصے کو بیچ سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو غفار کے ایک شخص سے خیبر میں اس کا حصہ دو اونٹوں کے بدلے میں خرید لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ جو میں تجھ سے لے رہا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں تجھے دے رہا ہوں اور جو میں تجھے دے رہا ہوں وہ اس سے کم ہے جو تجھ سے لے رہا ہوں۔ اگر تم چاہو تو لے لو اور اگر چاہو تو روک لو۔ چنانچہ اس غفاری شخص نے لے لیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ سے حصے میں کچھ خریدا اور آپ کے ساتھیوں سے لیا۔ وہ کل ۱۰۰ تھے اور یہ اوس کا حصہ تھا۔ اسے حصہ لفیف کہا جاتا تھا اور یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حق ہو گیا تھا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسلم کے حصے کچھ اموال خریدے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ اسلم کے ستر سے کچھ اوپر لوگ تھے اور غفار کے بیس سے کچھ اوپر لوگ تھے اور یہ کل ۲۰۰ حصے تھے۔ پہلا قول ہمارے نزدیک راجح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کیا تو یہود نے آپ سے مطالبہ کیا اور کہا: اے محمد! ہم کھجوروں والے ہیں اور ان کی باغبانی خوب جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر انہیں مساقات پر دے دیا اور شرط طے کی کہ کھجوروں اور کھیتی کا آدھا حصہ انہیں ملے گا۔ وہ لوگ کھجوروں کے نیچے کھیتی اُگاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اس پر تب تک برقرار رکھوں گا جب تک اللہ تمہیں برقرار رکھیں گے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اسی پر رہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں بھی اسی پر رہے۔

آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجتے اور وہ ان پر کھجوروں کا اندازہ لگاتے۔ جب وہ اندازہ لگا لیتے تو ان سے فرماتے: اگر تم چاہو تو تم لے لو اور ہمیں اس اندازے کا آدھا دے دینا اور اگر تم چاہو تو ہم لیتے ہیں اور ہم تمہیں اس اندازے کا آدھا دے دیں گے۔ انہوں نے ان پر چالیس ہزار وسق کھجوروں کا اندازہ لگایا۔ انہوں نے اپنی عورتوں کا زیور جمع کر کے انہیں دیا اور کہنے لگے: یہ تمہارے لیے ہے۔ تم تقسیم میں ہم سے درگزر کرنا۔ انہوں نے فرمایا: او یہودیو! اللہ کی قسم! تم میرے نزدیک اللہ کی بدترین مخلوق ہو۔ تم مجھے ابھار رہے ہو کہ میں تم پر نرمی کروں! یہ سن کر وہ کہنے لگے: یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہی ان پر اندازہ لگاتے رہے۔

پھر جب وہ غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوھیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کو ان پر اندازہ لگانے کے لیے بھیجا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبار بن صخر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ یہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کرتے رہے جو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کیا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بعد ان پر حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اندازہ لگاتے تھے۔

فرماتے ہیں: بعض مسلمان یہود کے ساتھ معاملہ مساقاۃ کے بعد اور ان کے لیے پیداوار کا نصف طے ہو جانے کے بعد ان کی کھیتیوں میں جا پڑتے۔ یہودیوں نے اس بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ایک قول کے مطابق حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ پھر اعلان ہوا کہ نماز جمع کرنے والی ہے اور جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا۔

لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: یہودیوں نے مجھے یہ شکایت کی ہے کہ تم ان کی کھیتیوں میں جا پڑتے ہو۔ حالانکہ ہم نے انہیں ان کے خون اور اموال پر امان دی ہے اور جو ان کے ہاتھوں میں زمینیں ہیں، ہم نے ان سے معاملہ کر رکھا ہے اور معاہدین (ذمیوں) کا مال ناحق استعمال کرنا حلال نہیں ہے۔ سو مسلمان ان کی کھیتیوں سے جو بھی لیں، قیمت دے کر لیں۔ بسا اوقات یہودی یہ کوشش کرے گا کہ وہ مسلمان سے کہے: میں تمہیں یہ چیز باطل

طریقے سے دیتا ہوں۔ مگر مسلمان کو چاہیے کہ وہ قیمت ادا کیے بغیر ہرگز نہ لے۔

علامہ ابن واقد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کتیبہ کے بارے میں ہمارا اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے: وہ نبی کریم ﷺ کے لیے خاص ہو گیا تھا اور مسلمانوں نے اس پر کوئی محنت نہیں کی۔ وہ صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے تھا۔

حضرت بشیر بن یسار رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابراہیم بن جعفر رحمہ اللہ کے والد سے منقول ہے کہ وہ حضرات یہی کہتے تھے اور بعض نے کہا: یہ خمس تھا جو رسول اللہ ﷺ کو خیبر، شق اور نطاۃ سے حاصل ہوا تھا۔

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزام رحمہم اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں میری طرف خط لکھا کہ کتیبہ کے بارے میں مجھے تفصیلات سے آگاہ کرو۔

حضرت ابوبکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے جب بنو ابو حقیق سے صلح کر لی تو آپ نے نطاۃ، شق اور کتیبہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ کتیبہ بھی ان کا ایک جزو تھا۔ پھر آپ ﷺ نے پانچ اونٹ مقرر فرمائے اور ان میں سے ایک اونٹ پر علامت لگا دی اور اسے اللہ کے لیے قرار دے دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! کتیبہ میں اپنا حصہ ڈال دے۔ چنانچہ اس میں سب سے پہلے جو نکلا اس میں کتیبہ کے متعلق لکھا ہوا تھا۔ چنانچہ کتیبہ رسول اللہ ﷺ کا خمس بن گیا۔ باقی حصے مجہول تھے۔ ان پر علامات نہیں تھیں۔ وہ اٹھارہ حصوں میں مسلمانوں کے سپرد کر دیے گئے۔

حضرت ابوبکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے یہ ساری تفصیلات حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف لکھ کر بھیج دیں۔

حضرت حزام بن سعد بن محیصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ کا حصہ نکل گیا تو شق اور نطاۃ کے چار حصے بنا کر مسلمانوں کے سپرد کر دیے گئے۔

حضرت زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ کتیبہ رسول اللہ ﷺ کا خمس تھا۔ رسول اکرم ﷺ کتیبہ میں لوگوں کو کھلاتے پلاتے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ فرماتے۔

حضرت ابن واقد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ وہ خیبر سے رسول اللہ ﷺ کا خمس تھا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے شق اور نطاۃ سے کبھی کسی کو نہیں کھلایا اور انہیں مسلمانوں کا حصہ قرار دیا۔ کتیبہ میں ہی آپ کھلاتے تھے۔

کتیبہ میں تقریباً آٹھ ہزار وسق کھجوریں ہوتی تھیں۔ یہودیوں کے لیے ان میں سے آدھی یعنی ۴ ہزار ہوتیں۔

کتیبہ میں جو بھی کاشت کی جاتی تھی۔ اس سے تین ہزار صاع پیداوار ہوتی۔

نبی کریم ﷺ کو اس میں سے آدھی پیداوار یعنی ۱۵۰۰ صاع جو ملتی تھی۔ اس میں کشمش بھی ہوتی تھی۔ بسا اوقات ۱۰۰۰ صاع اکٹھی ہو جاتی۔ رسول اللہ ﷺ کو آدھی ملتی تھی۔ چنانچہ جَو، کھجور اور کشمش میں سے رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو بھی دیتے تھے۔

کتیبہ کے حصوں کی تعیین

رسول اللہ ﷺ کا پانچواں حصہ، سلالم اور جاسمین کا حصہ، عورتوں کا حصہ، مقسم نامی یہودی کا حصہ، عوان اور غریث کے حصے اور نعیم کا حصہ۔ یہ کل بارہ حصے تھے۔

کتیبہ سے آپ اپنی ازواج مطہرات اور دیگر لوگوں کو کھلاتے

رسول اللہ ﷺ اپنی ہر بیوی کو ۸۰ وسق کھجوریں اور ۲۰ وسق جو عطا فرمائے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ۲۰۰ وسق دیتے۔ حضرت فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما کو کھجوروں کے ۳۰۰ وسق اور جو کے ۸۵ وسق عطا فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ان میں سے ۲۰۰ وسق ہوتے تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ان میں سے ۱۵۰ وسق عطا فرماتے۔ ان میں ۴۰ وسق جو اور ۵۰ وسق کشمش ہوتی تھی۔ حضرت ام رمثہ بنت عمر بن ہاشم بن مطلب رضی اللہ عنہا کو ۵ وسق جو عطا فرماتے اور حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ۱۵ وسق جو عطا فرماتے۔

حضرت موسیٰ بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اپنی پھوپھی محترمہ کے واسطے سے ان کی والدہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے خیبر والے حصے کی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے بیع کی۔ یہ پندرہ وسق جو تھی جو ایک لاکھ درہم کی بیچی گئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے اسم سے کہ وہ عام رحم والا اور کمال رحم والا ہے۔"

یہ وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا۔

حضرت ابوبکر بن ابو قحافہ کے لیے سو وسق۔ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے ایک سو چالیس۔

بنو جعفر بن ابی طالب کے لیے ۵۰ وسق۔

ربیعہ بن حارث کے لیے ۱۰۰ وسق۔

ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب کے لیے ۱۰۰ وسق۔

صلت بن مخرمہ بن مطلب کے لیے ۳۰ وسق۔

ابو نبقہ کے لیے ۵۰ وسق۔

رکانہ بن عبد یزید کے لیے ۵۰ وسق۔

قاسم بن مخرمہ بن مطلب کے لیے ۵۰ وسق۔

مسطح بن اثاثہ بن عباد اور اس کی بہن کے لیے ۳۰ وسق۔

صفیہ بنت عبدالمطلب کے لیے ۴۰ وسق۔
بحینہ بنت حارث بن عبدالمطلب کے لیے ۳۰ وسق۔
ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے لیے ۴۰ وسق۔
حصین، خدیجہ اور ہند بن عبیدہ بن حارث کے لیے ۱۰۰ وسق۔
ام حکم بنت زبیر بن عبدالمطلب کے لیے ۳۰ وسق۔
ام ہانی بنت ابی طالب کے لیے ۴۰ وسق۔
جمانہ بنت ابی طالب کے لیے ۳۰ وسق۔
ام طالب بنت ابی طالب کے لیے ۳۰ وسق۔
قیس بن مخرمہ بن مطلب کے لیے ۵۰ وسق۔
ابوارقم کے لیے ۵۰ وسق۔ عبدالرحمن بن ابی بکر کے لیے ۴۰ وسق۔
ابوبصرہ کے لیے ۴۰ وسق۔
ابن ابی جیش کے لیے ۳۰ وسق۔
عبداللہ بن وھب اور اس کے بیٹوں کے لیے ۵۰ وسق۔
اس کے بیٹوں کے لیے چالیس وسق۔
بنولیث کے نمیلہ کلبی کے لیے ۵۰ وسق۔
ام حبیبہ بنت جحش کے لیے ۳۰ وسق۔
ملکان بن عبدہ کے لیے ۳۰ وسق۔
محیصہ بن مسعود کے لیے ۳۰ وسق۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے خمس میں سے رھاویوں کے لیے بھی عمدہ گندم کے سو وسق کی وصیت فرمائی۔ اسی طرح داریوں کے لیے بھی عمدہ گندم کے ۱۰۰ وسق کی وصیت فرمائی۔ وہ کل ۱۰ داری تھے، جو شام سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان کے لیے ۱۰۰ وسق کی وصیت فرمائی۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

ھانی بن حبیب، فاکہ بن نعمان، جبلہ بن مالک، ابوھند بن بر اور اس کے بھائی طیب بن بر، رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ تمیم بن اوس، نعیم بن اوس، یزید بن قیس، عزیز بن مالک، رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا تھا۔ ان کے بھائی مرہ بن مالک۔

آپ نے اشعریوں کے لیے بھی عمدہ سو وسق کی وصیت کی۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے صرف تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔ داریوں کے لیے ۱۰۰ وسق گندم کی، اشعریوں کے لیے ۱۰۰ وسق گندم کی اور رھاویوں کے لیے بھی ۱۰۰ وسق گندم کی اور یہ وصیت بھی فرمائی کہ جیش اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو تیار کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے باپ کے مقتل کی طرف ان کے لیے جھنڈا باندھا تھا۔ آپ نے یہ وصیت بھی فرمائی کہ جزیرۃ العرب میں دو دین باقی نہ چھوڑے جائیں۔

فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے خمس کی تقسیم میں حضرت جبریل علیہ السلام سے مشورہ لیا۔ انہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ اسے بنو ہاشم، بنو مطلب اور بنو عبد یغوث میں تقسیم فرما دیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو خاندانِ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے رشتہ داروں پر تقسیم کیا تو میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ چلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ بنو مطلب سے ہمارے بھائی ہیں۔ ہم ان کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے، کیوں کہ ان کا آپ سے تعلق ہے اور وہ اللہ کا عطا کردہ ہے۔ بھلا بتلایئے! وہ ہمارے مطلبی بھائی ہیں۔ ہم اور وہ آپ سے ایک جیسا رشتہ رکھتے ہیں مگر آپ نے انہیں عطا کیا اور ہمیں چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنو مطلب نے جاہلیت اور اسلام میں مجھے کبھی نہیں چھوڑا۔ وہ میرے ساتھ گھاٹی میں بھی داخل ہوئے۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی چیز ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل فرمایا۔

فرماتے ہیں: حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عباس بن عبد المطلب اور ربیعہ بن حارث اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے: اگر ہم ان دو لڑکوں (مجھے اور فضل بن عباس) کو رسول اکرم ﷺ کی طرف بھیجیں۔ پھر وہ دونوں آپ سے بات کریں۔ پھر آپ انہیں ان صدقات پر امیر بنا دیں۔ پھر یہ بھی دے دیں جو لوگ دیتے ہیں اور انہیں بھی وہ نفع حاصل ہو جو لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ مجھے اور فضل کو بھیجا گیا۔ ہم نکلے اور آپ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ ہم پہلے پہنچ گئے اور آپ ظہر کے بعد ہماری طرف آئے۔ ہم آپ کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس ٹھہر گئے تھے۔ آپ نے ہمارے کندھے پکڑے اور فرمایا: کہو جو تمہارے دل میں ہے۔ پھر جب اندر تشریف لے گئے اور وہ دونوں بھی اندر آ گئے تو انہوں نے آپ سے بات کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تا کہ آپ ہمیں ان صدقات پر امیر بنا دیں۔ پھر ہم بھی وہ سب دے دیں جو لوگ ادا کرتے ہیں اور ہمیں بھی وہ نفع حاصل ہو جو لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ آپ خاموش رہے اور اپنا سر گھر کی چھت کی طرف اٹھا لیا۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بے شک صدقہ محمد اور آلِ محمد کے لیے حلال نہیں ہے۔ یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔

محمیہ بن جزء زبیدی اور ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب کو بلاؤ پھر آپ نے محمیہ سے فرمایا: اپنی بیٹی کی شادی فضل سے کر دو اور ابو سفیان سے فرمایا: تم اپنی بیٹی کی شادی عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث سے کر دو اور محمیہ سے فرمایا: ان دونوں کا مہر

اس مال سے ادا کرو جو تمہارے پاس خمس میں سے ہے۔ وہ خمس پر نگران تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس طرف بلایا ہے کہ وہ اس میں ہماری بیوہ عورتوں کا نکاح کرے اور اس کے ذریعے سے ہمارے کنبے کی خدمت کرے اور اس سے ہمارے قرض خواہ کو ادائیگی کر دے۔ ہم نے انکار کر دیا اور چاہا کہ وہ سارے کا سارا ہمارے حوالے کر دیں۔ مگر وہ اس سے انکاری رہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم نے ان دونوں حصوں کو یتیموں اور مسکینوں پر خرچ کر دیا۔ اور بعض نے فرمایا: اسلحے اور راہِ خدا میں تیاری پر خرچ کیا۔

اور یہ غلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے صاع کے مطابق لیے جاتے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر، عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے زمانۂ خلافت میں بھی اسی صاع سے لیے جاتے۔ پھر جب یحییٰ بن حکم کا زمانہ آیا تو اس نے صاع میں مد کے چھٹے حصے کا اضافہ کیا اور انہیں اس کے مطابق دیا۔ اور غلہ وصول کرنے والوں میں سے جو بھی مر جاتا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شہید ہو جاتا تو اس کے ورثاء کو ملتا رہتا۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی ہوئے تو آپ نے ہر مرنے والے کے غلے کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اسے وراثت قرار نہیں دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے غلے پر قبضہ کر لیا۔ اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے بات کی تو آپ نے انکار کر دیا۔ اسی طرح آپ نے صفیہ بنت عبدالمطلب کے غلے پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس بارے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بات کی حتیٰ کہ سخت لہجہ استعمال فرمایا۔ مگر آپ نے چادر دینے سے بھی انکار کر دیا۔ جب انہوں نے مجبور کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں کچھ تھوڑا دے دوں گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! آپ مجھ سے روک کر ایک کھجور بھی نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سارا دینے سے ہی انکار کر دیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو سارا ہی لوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور انہوں نے مہاجرین پر مال لوٹانے سے انکار کر دیا۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غلے پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس بارے میں ان سے بات کی گئی تو انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے وہ سب نافذ کر دیتے جو وہ کرتیں۔ پھر آپ کی خلافت میں ہی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے ان کے ورثاء اور اس غلے کو چھوڑ دیا۔ آپ نے ان ازواج کے ہر عمل کو نافذ قرار دیا۔ یعنی انہوں نے جو بیچ دیا یا ہبہ کر دیا اور اس مال کا ان کا ہر وارث، وارث ہوا۔ آپ نے ان کے علاوہ کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس غلے کے بیچنے والے کی بیع کو جائز قرار نہیں دیا اور فرمایا: یہ چیز معروف نہیں ہے۔ جب کھلانے والا مر جائے تو اس کا حق باطل ہو جاتا ہے۔ سو اس کی بیع کیسے جائز ہو گی۔ مگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے تمام معاملات کو درست قرار دیا۔

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والی ہوئے تو ان سے اس غلے کے بارے میں بات ہوئی۔ انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر واپس کر دیا۔ باقیوں پر واپس نہیں کیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے کھانے کے بارے میں بات کی تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا: میں اس وقت حاضر تھا جب تم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بات کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کا انکار کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: کچھ حصہ لے لو۔ سو میں بھی آپ کو وہی کچھ حصہ دیتا ہوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ پر پیش کیا تھا۔ میں آپ کو دو تہائی دے دیتا ہوں اور ایک تہائی روک لیتا ہوں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! حتی کہ ایک کھجور بھی نہیں یا تم سارا حوالے کرو یا سارا روک لو۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کی اولاد ان کی وارث ہوئی۔ وہ خیبر سے ان کا حصہ ۱۰۰ اوسق لے لیتے تھے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی ہوا۔ ان کی بیویاں ام رومان بنت عامر بن عویمر کنانیہ اور حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابوزہیر رضی اللہ عنہم ان کی وارث ہوئیں اور وہ اسی پر برقرار رہیں حتی کہ حضرت عبدالملک کے زمانے میں یا ان کے بعد ختم ہو گیا۔

حضرت ابوعبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابراہیم بن جعفر رحمہ اللہ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا پانچواں حصہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے فرمایا: تم اس بارے میں کبھی کسی سے مت پوچھو گے جو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہو۔ جس کو بھی وہ وظیفہ دیا گیا وہ اس پر موت تک جاری رہا، پھر اس کے ورثاء اس کے وارث ہوتے، وہ بیچتے، ہبہ کرتے اور کھلاتے پلاتے۔ یہ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوار میں ہوتا رہا۔

میں نے پوچھا: آپ نے یہ کس سے سنا؟ انہوں نے فرمایا: اپنے والد اور اپنی قوم کے دیگر لوگوں سے۔

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبدالرحمن بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے یہ حدیث ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: مجھے اس شخص نے بتلایا جس پر مجھے اعتماد ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور ان کے علاوہ کی زندگی میں مرنے کے بعد اس وظیفے پر قبضہ کر لیتے تھے۔ پھر فرمایا: حضرت زینب بنت جحش ۲۰ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے وظیفے کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ ان سے بات کی گئی تو انہوں نے ان کے ورثاء کو دینے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ وظیفہ صرف اس شخص کی زندگی تک تھا۔ مرنے کے بعد اس کے ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو خیبر سے وظیفہ عطا فرمایا تھا۔ ان کے لیے اس بارے میں کوئی مکتوب نہیں تھا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے قرار دے دیا۔

میں نے پوچھا: کیا کسی سے منقول ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے یا عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنے والد کے وظیفے کے متعلق بات کی ہو، پھر انہوں نے انکار کر دیا ہو؟ فرمایا: بس وہی ہوا جو میں نے تمہیں بتلا دیا۔ حضرت ابوعبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اصل بات ہے۔

شہداء خیبر کے اسماء گرامی

۱۔ ان کے حلفاء بنو امیہ میں سے ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ، یہ نطاۃ میں شہید ہوئے۔ انہیں حارث یہودی نے قتل کیا تھا۔

۲۔ ثقف بن عمرو بن سمیط رضی اللہ عنہ، انہیں اسیر یہودی نے قتل کیا تھا۔

۳۔ رفاعہ بن مسروح رضی اللہ عنہ، انہیں حارث یہودی نے قتل کیا تھا۔

۴۔ بنو اسد بن عبدالعزی میں سے عبداللہ بن ابو امیہ بن وھب جو ان کے حلیف تھے اور ان کے بھتیجے تھے۔ یہ نطاۃ میں قتل ہوئے۔

۵۔ انصار میں سے محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، ان پر مرحب نے نطاۃ میں ناعم کے قلعے سے چکی لڑھکا دی تھی۔

۶۔ بنو عمرو بن عوف میں سے ابوضیاح بن نعمان رضی اللہ عنہ یہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔

۷۔ حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ یہ بھی بدر میں شریک ہوئے تھے۔

۸۔ عدی بن مرہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ۔

۹۔ اوس بن حبیب رضی اللہ عنہ یہ بھی ناعم کے قلعے پر شہید ہوئے تھے۔

۱۰۔ انیف بن وائلہ رضی اللہ عنہ، یہ ناعم کے قلعے پر شہید ہوئے۔

۱۱۔ بنو زریق میں سے مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ۔ اسے مرحب نے قتل کیا تھا۔

۱۲۔ بنو سلمہ میں سے بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ، یہ زہریلی بکری کھانے سے شہید ہوئے تھے۔

۱۳۔ فضیل بن نعمان یہ عرب کے قبیلے اسلم سے تعلق رکھتے تھے۔

۱۴۔ عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ، ناعم کے قلعے پر انہیں اپنے ہاتھ سے زخم آیا تھا۔

پھر یہ اور محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ایک ہی غار میں مقامِ رجیع میں دفن ہوئے۔

۱۵۔ بنو غفار میں سے عمارہ بن عقبہ بن عباد بن ملیل رضی اللہ عنہ۔

۱۶۔ حبشی غلام یسار رضی اللہ عنہ۔

۱۷۔ قبیلہ اشجع کا ایک شخص۔

کل پندرہ لوگ تھے جو شہید ہوئے۔ ان کی نمازِ جنازہ کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا: نبی کریم ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور بعض نے کہا: آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

یہودیوں کے ۹۳ آدمی مارے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے جبلہ بن جوال ثعلبی کو خیبر کا ہر پالتو جانور دیا اور ایک قول کے مطابق نطاۃ میں پالتو جانور انہیں دیے اور کتیبہ اور شق سے کوئی چیز انہیں نہیں دی۔

خیبر میں کہے جانے والے اشعار

ناجیہ بن جندب اسلمی نے کہا:

يَا عِبَادَاللهِ فِيمَا نَرْغَبُ
مَا هُوَ إِلَّا مَأْكَلٌ وَمَشْرَبُ
وجنة فيها نعيم معجب

''اے اللہ کے بندو! کس چیز میں ہم رغبت کر رہے ہیں وہ تو کھانے اور پینے کی جگہ ہے اور جنت ایسی جگہ ہے جس میں بہترین نعمتیں ہیں۔''

انہوں نے یہ اشعار بھی کہے:

أَنَا لِمَنْ أَبْصَرَنِيْ ابْنُ جُنْدُبُ
يا رب قِرْنٍ قد تركت أنكب
طَاحَ عَلَيْهِ أَنْسُرٌ وَثَعْلَبُ

''میں اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا ابن جندب ہوں۔ اے بہادری کے رب! میں نے زخمی کر کے چھوڑ دیا، جس پر گدھ اور لومڑیاں چکر لگاتی ہیں۔''

یہ اشعار میرے لیے عبدالملک بن وہب نے ناجیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے نقل کیے۔ فرماتے ہیں: میں لڑکپن کے زمانے سے اپنے باپ کے ان اشعار کو روایت کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ان سے اس رہان کے بارے میں پوچھا گیا جو قریش کے درمیان تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف چلے۔ انہوں نے فرمایا: حویطب بن عبدالعزی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: میں صلح حدیبیہ سے واپس لوٹا اور مجھے یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب مخلوق پر غالب ہو کر رہیں گے۔ شیطانی حمیت ہی مجھے اپنے دین پر قائم رکھے ہوئے تھی۔ پھر عباس بن مرداس سلمی ہمارے پاس آئے اور ہمیں خبر دی کہ محمد خیبر کی طرف چل پڑے ہیں اور خیبر والوں نے لشکروں کو جمع کر لیا ہے اور محمد کو فتح نہیں ہوگی۔ عباس نے یہاں تک کہا: جو چاہے میں اس کی بیعت کر لیتا ہوں کہ محمد کو فتح نہیں ہوگی۔ میں نے کہا: میں تمہاری مخالفت کرتا ہوں۔ صفوان بن امیہ کہنے لگا: اے عباس! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ نوفل بن معاویہ نے بھی کہا: اے عباس! میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

میرے پاس قریش کے چند لوگ آئے اور ہم نے ۱۰۰، ۱۰۰ اونٹوں کی شرط لگالی۔ میں اور میرے ساتھی کہہ رہے تھے: محمد غالب ہوگا۔ جبکہ عباس اور اس کے حامی کہہ رہے تھے: غطفان غالب ہوں گے۔ پھر اس کی آواز لڑکھڑا گئی۔ ابوسفیان بن حرب

کہنے لگا: لات کی قسم! مجھے عباس بن مرداس کے لوگوں پر ڈر ہے۔ صفوان غصے ہوگیا اور کہنے لگا: تیری بات کبھی پوری نہ ہو۔ ابوسفیان خاموش ہوگیا۔ پھر ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کے فتح یاب ہونے کی خبر پہنچ گئی۔ چنانچہ خویطب اور اس کے ساتھیوں نے رہن لے لی۔ انہوں نے کہا: ایمن خیبر کی قسم اٹھاتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو مکہ والے آپس میں شرطیں لگانے لگے۔ بعض کہنے لگے: خیبر میں یہودی اور ان کے حلیف اسد اور غفار غالب ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ یہودیوں نے اپنے تمام حلیفوں کو نکلنے کا کہا تھا اور ان سے مدد مانگی تھی اور خیبر کی ایک سال کی کھجوریں دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں ان کے درمیان بڑی بڑی خرید وفروخت ہوئیں تھیں۔

حجاج بن علاط سلمی رضی اللہ عنہ کا قصہ

حجاج بن علاط سلمی، بھزی اپنے کسی شکار کے لیے نکلا ہوا تھا۔ اسے علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ خیبر میں ہیں۔ وہ وہاں جا کر مسلمان ہوگیا اور خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوا۔

مصعب عبدی کی بہن اور ان کی بیوی ام شیبہ بنت عمیر بن ہاشم تھی۔ حجاج دولت مند آدمی تھا۔ اس کے پاس بہت سا مال تھا۔ ان کی سونے کی کانیں تھیں جو بنو سلیم کے علاقے میں تھیں۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے۔ تاکہ میں جاؤں اور اپنا مال لے آؤں جو میری بیوی کے پاس ہے۔ اگر اسے میرے اسلام کا پتہ چل گیا تو میں اس سے کچھ نہیں لے سکوں گا۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے کوئی بات بنانا ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی کہ جو چاہو کہنا۔ حجاج کہتے ہیں: میں نکلا۔ جب میں حرم تک پہنچا تو حیران رہ گیا۔ میں نے ان لوگوں کو ثنیہ بیضاء پر پایا۔ وہاں قریش کے چند لوگ خبروں کو سن رہے تھے۔ انہیں یہ بات پہنچی تھی کہ رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف چل نکلے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ وہ حجاز کی ایسی بستی ہے جہاں مال و دولت کی فراوانی ہے، خوب محفوظ علاقہ ہے اور مردان کار اور ڈھیروں اسلحہ ہے۔ چنانچہ وہ لوگ خبروں سے اندازے لگا رہے تھے، کیوں کہ انہوں نے رھان طے کر رکھا تھا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے: یہ حجاج بن علاط ہے۔ قسم بخدا! ضرور اس کے پاس خبر ہوگی۔ اے حجاج! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ قطع تعلق کرنے والا یہودیوں کے علاقے اور حجاز کی خوش عیشی والی زمین کی طرف چل نکلا ہے۔ میں نے کہا: مجھے بھی معلوم ہوا کہ وہ اس طرف چل نکلا ہے۔ مگر میرے پاس ایک ایسی خبر ہے جو تمہیں خوش کر ڈالے گی۔ وہ سب میری طرف میری سواری کے پاس اکٹھے ہوگئے اور کہنے لگے: اے حجاج! ہمیں بتلاؤ۔

میں نے کہا: محمد اور اس کے ساتھیوں کا مقابلہ ابھی تک کسی ایسی قوم سے نہیں ہوا جو اچھی طرح لڑنا جانتے ہوں سوائے خیبر والوں کے۔ وہ عرب میں گئے ہیں اور انہوں نے اس کے خلاف بڑا لشکر تیار کر رکھا ہے اور دس ہزار لوگ جمع ہوگئے۔ اسے ایسی شکست ہوگی کہ اس نے کبھی اس بارے میں سنا بھی نہیں ہوگا اور محمد قید ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم اسے ہرگز قتل نہیں

ہے اور جو خیبر میں تھا سب نکال لیا گیا ہے اور آپ نے تو حیی بن اخطب کی بیٹی سے شادی بھی کر لی ہے۔ ابن ابی حقیق مارا گیا ہے۔

جب اس دن کی شام ہوئی تو حجاج نکل پڑا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر وہ راتیں بہت لمبی ہو کر گزریں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دن رات کا لمحہ لمحہ انتظار کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے حجاج! دیکھ لو تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے خیبر دیکھا ہوا ہے۔ وہ حجاز کا سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ خوب محفوظ ہے اور وہاں جواں مردوں کی بڑی تعداد ہے۔ کیا جو تم کہہ رہے ہو وہ واقعی سچ ہے؟ فرمایا: اللہ کی قسم! مجھ سے ایک دن اور ایک رات اس بات کو چھپائے رکھنا، حتی کہ جب مدت پوری ہو گئی اور لوگ آپس میں شرطیں لگانے میں مگن ہو گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت لباس پہنا اور خلوق خوشبو لگائی اور اپنے ہاتھ میں ایک چھڑی لی، پھر جھومتے ہوئے آئے اور حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ پھر دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کی بیوی نے کہا: ابوالفضل! اندر مت آنا۔ پوچھا: حجاج کہاں ہے؟ اس نے بتایا: وہ محمد کے اموال غنیمت کی طرف گیا ہے۔ تا کہ اس میں سے وہ مال خریدے جو یہودیوں کو ان سے حاصل ہوا۔ اس سے پہلے کہ تاجر وہاں پہنچ جائیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: وہ شخص اب تیرا خاوند نہیں رہا۔ ہاں جب تو بھی اس کے دین کی پیروی کرے۔ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوا ہے۔ وہ تو اپنا مال لے کر تجھ سے اور تیرے گھر والوں سے پکڑے جانے کے ڈر سے بھاگ گیا ہے۔ کہنے لگی: اے ابوالفضل! کیا یہ سچ ہے؟ فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! کہنے لگی: ستاروں کی قسم! تم سچ کہہ رہے ہو۔ پھر وہ اٹھی اور اپنے گھر والوں کو بتانے لگی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف چلے گئے۔ قریش حجاج کی باتوں پر تبصرہ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے ان کی طرف دیکھا اور ان کی حالت پر غور کیا تو وہ بڑے حیران ہوئے کہ انہیں کوئی پریشانی ہی نہیں ہے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ طواف بیت اللہ میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے کہا: اے ابوالفضل! مصیبت آنے پر ایسی بہادری کیسی؟ اور آپ تین دن سے نظر نہیں آئے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کا نام لے کر تم قسم اٹھاتے ہو۔ اس (محمد) نے خیبر فتح کر لیا ہے اور ان کے بادشاہ حیی بن اخطب کی بیٹی سے شادی کر لی ہے۔ انہوں نے بنو ابو حقیق کی گردنیں اڑا دی ہیں۔ وہی سردار جنہیں یثرب میں بنو نضیر کے سردار سمجھتے تھے۔ حجاج اپنا وہ مال لے کر بھاگ گیا ہے جو اس کی بیوی کے پاس ہے۔ وہ کہنے لگے: یہ آپ کو کس نے بتلایا؟ انہوں نے فرمایا: میرے دل کی سچائی نے اور میرے سینے کے اعتماد نے۔ اس کے گھر والوں کی طرف کسی کو بھیجو۔ انہوں نے کوئی شخص بھیجا تو معلوم ہوا کہ واقعی حجاج اپنا مال لے کر چلا گیا ہے اور اس نے اپنے گھر والوں سے بھی یہ بات چھپا رکھی تھی۔ حتی کہ صبح ہو گئی۔ انہوں نے ان تمام باتوں کی تحقیق کی تو انہیں سچ پایا۔ یہ دیکھ کر مشرکین رنجیدہ خاطر ہوئے اور مسلمان خوش ہو گئے۔ ابھی پانچ دن ہی گزرے تھے کہ ان کے پاس اس کی خبر بھی پہنچ گئی۔

قصہ فدک

فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف بڑھے اور اس کے قریب ہوئے تو حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فدک کی طرف بھیجا۔ تا کہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں اور انہیں قتال سے ڈرائیں جیسا کہ خیبر والوں سے قتال ہوا اور آپ ان کے صحنوں میں اتر آئے۔

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان کے پاس آیا اور وہاں دو دن ٹھہرا رہا۔ وہ لوگ انتظار میں رکے رہے اور کہنے لگے: نطاۃ میں عامر، یاسر، اسیر، حارث اور یہودیوں کا سردار مرحب ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ محمد ان کے قریب بھی ہو سکتا ہے۔ اس میں تو دس ہزار جنگجو ہیں۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے ان کی خباثت کو دیکھا تو میں نے ارادہ کیا کہ میں واپس چلا جاؤں۔ وہ کہنے لگے: ہم تمہارے ساتھ چند لوگوں کو بھیجیں گے جو ہمارے درمیان صلح کرا دیں گے اور ان کا گمان تھا کہ یہودی حفاظت کر لیں گے۔ وہ اسی حالت پر رہے، حتی کہ ان کے پاس ناعم کے قلعے اور صعب والوں کے قتل کی خبر پہنچی۔ یہ سن کر ان کے کلیجے پھٹ گئے اور انہوں نے محیصہ سے کہا: جو ہم نے تجھے کہا تھا وہ کسی کو مت بتلانا۔ تم یہ ہماری عورتوں کا زیور لے لو۔ انہوں نے اسے بہت سا زیور جمع کر کے دیا۔ مگر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، بلکہ جو میں نے تم سے سنا وہ میں نبی کریم ﷺ کو بتلاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ان کی بات بتلا دی۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے ساتھ ان کے سرداروں میں سے ایک شخص بھی آیا تھا۔ اس کا نام نون بن یوشع تھا اور اس کے ساتھ یہودی بھی تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ ان کی جان بخش دیں اور انہیں جلاوطن کر دیں۔ وہ سارا مال آپ کے لیے چھوڑ جائیں گے۔ آپ نے اسے قبول کر لیا۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ پر یہ بات پیش کی تھی کہ وہ اپنے شہروں سے نکل جائیں مگر نبی ﷺ کے لیے ان کے اموال میں سے کچھ نہیں ہوگا۔ جب ان کھیتیوں اور پھلوں کے کاٹنے کا وقت ہوگا تو وہ آئیں گے اور انہیں کاٹ لیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

محیصہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: تمہاری دفاعی صلاحیت، تمہارے مرد اور قلعے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ تمہاری طرف سو آدمیوں کو بھیجیں تو وہ تم سب کو ہانک کر لے آئیں گے۔ بالآخر ان کے درمیان صلح ہو گئی اور طے ہوا کہ آدھی زمین ان کی ہوگی اور آدھی رسول اللہ ﷺ کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو قبول کر لیا۔ یہی قول ہمارے نزدیک زیادہ راجح

ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس پر برقرار رکھا اور انہیں نہیں نکالا۔

پھر جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف بھی ایک شخص کو بھیجا تا کہ وہ ان کی زمین کی قیمت لگائیں۔ آپ نے حضرت ابوھیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ، فروہ بن عمرو بن حیان بن صخر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ انہوں نے اندازہ لگایا کہ ان کے لیے کھجوریں اور زمین ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے لے لیا اور ان کی طرف کھجوروں کی آدھی قیمت دے دی۔ یہ مقدار ۵۰ ہزار درہم یا اس سے زیادہ کو پہنچ گئی۔ یہ مال ان کے پاس عراق سے آیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ابوخیثمہ حارثی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے قیمت لگائی۔

رسول اللہ ﷺ کی خیبر سے مدینہ روانگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر سے لوٹے۔ آپ وادیٔ قری آنا چاہ رہے تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ام سلمہ بنت ملحان رضی اللہ عنہا تھیں۔ بعض لوگوں نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھیں۔ حتی کہ آپ ان کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ان پر اپنی چادر ڈالی، پھر ان پر اسلام پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے دین پر ہو تو ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے اور اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر لیا ہے تو میں تمہیں اپنے لیے چنتا ہوں۔ انہوں نے کہا: نہیں، بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرتی ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی اور ان کی آزادی کو ان کے لیے مہر قرار دیا۔

جب آپ صہباء نامی جگہ میں آئے تو آپ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اپنی اس صاحبہ کو دیکھو اور اسے بناؤ سنوارو۔ آپ وہیں ان کی رخصتی چاہتے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا انھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارے پاس خیمے اور بڑی چادریں نہیں تھیں۔ میں نے دو چادریں اور عبائیں پکڑیں اور انہیں درختوں میں اٹکا دیا۔ پھر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کی کنگھی کی اور خوشبو لگائی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہیں ان سے ہمبستری فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ جب خیبر سے نکلے تو ان کے اونٹ کے قریب ہوئے۔ آپ نے اپنے کپڑے سے ان پر پردہ کر دیا۔ پھر آپ نے اپنی ران جھکائی تا کہ وہ اس پر اپنا پاؤں رکھ کر چڑھے۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اپنا گھٹنا آپ کے گھٹنے پر رکھا۔

جب آپ ﷺ ثبار نامی جگہ پہنچے تو آپ نے وہاں ان سے ہمبستری کا ارادہ کیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ حتی کہ آپ نے یہ بات محسوس کی۔ پھر جب آپ صہباء مقام پر آئے اور دومہ کی طرف مائل ہوئے تو انہوں نے بات مان لی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: جب میں نے ثبار میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے انکار کیوں کیا تھا؟ (ثبار خیبر سے چھ میل کے فاصلے پر ہے اور

صہبا،بارہ میل کے فاصلے پر)۔انہوں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول!مجھے آپ کے بارے میں یہودیوں کے قریب ہونے کا ڈر تھا۔پھر جب آپ دور ہوگئے تو مجھے اطمینان ہوگیا۔چنانچہ نبی کریم ﷺ کے دل میں ان کی محبت میں اضافہ ہوگیا اور آپ کو یقین ہوگیا کہ اس نے آپ سے سچ کہا ہے۔اسی رات کی شام وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئیں۔رسول اللہ ﷺ نے اس دن دعوتِ ولیمہ کی۔آپ نے حلوہ،ستو اور کھجوریں کھلائیں۔ان کے پیالے چمڑے کے دستر خوان تھے۔وہ پھیلا دیے گئے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی ان دستر خوانوں پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کھاتے دیکھا گیا۔

فرماتے ہیں:حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کے خیمے کے پاس رات گزاری۔وہ صبح تک تلوار پکڑ کر کھڑے رہے۔جب صبح سویرے رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا۔آپ نے پوچھا:ایوب تجھے کیا ہوا؟عرض کیا:اے اللہ کے رسول!آپ نے اس لڑکی سے صحبت کرلی۔حالانکہ آپ نے اس کے باپ،بھائیوں،چچوں اور قبیلے کے عام لوگوں کو قتل کردیا ہے۔مجھے ڈر تھا کہ وہ کہیں آپ سے مکر نہ کرلے۔رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور ان کے لیے کوئی بھلی بات کہی۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ اترے تو آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرایا اور حارثہ رضی اللہ عنہ وہاں سے منتقل ہوگئے۔حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا ایک ہاتھ کی طرح تھیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا۔انہیں سلام کیا۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم کی زوجہ محترمہ تھیں اور غزوۂ خیبر میں آپ کے ساتھ تھیں۔انہوں نے ان سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا:کیا وہ واقعی خوبصورت ہے؟حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:تجھے کس نے بھیجا ہے؟عائشہ نے؟وہ خاموش ہوگئیں۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہچان گئیں کہ انہوں نے ہی بھیجا ہے۔آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:میری عمر کی قسم!واقعی وہ بہت خوبصورت ہے اور رسول اللہ ﷺ ان سے محبت کرتے ہیں۔حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھپ کر نکلیں اور صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلی آئیں۔ان کے پاس انصار کی کچھ عورتیں بھی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقاب پہن کر آئیں اور انہیں دیکھا۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہچان لیا۔جب وہ باہر نکلیں تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔آپ نے پوچھا:اے عائشہ!تمہیں صفیہ کیسی لگیں؟انہوں نے فرمایا:کچھ خاص نہیں۔بس میں نے تو یہودی عورتوں کے درمیان ایک یہودیہ کو دیکھا ہے۔(وہ ان کی پھوپھیوں اور خالاؤں کو مراد لے رہی تھیں)لیکن مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ ان سے محبت کرتے ہیں۔ان کے لیے یہ چیز ان کے خوبصورت ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:عائشہ!ایسی باتیں نہ کرو۔میں نے اس پر اسلام پیش کیا تھا۔اس نے جلدی سے اسلام قبول کرلیا اور وہ بہت اچھی مسلمان ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حسن کے بارے میں بتلایا۔حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

بھی انہیں دیکھنے گئیں۔ پھر انہیں دیکھ کر واپس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور فرمایا: وہ واقعی خوبصورت ہے اور جیسے تم کہہ رہی ہو ویسی ہی ہے۔

جب آپ ﷺ صہباء تک آئے تو آپ آہستہ آہستہ چلے حتیٰ کہ وادی قری میں پہنچ گئے۔ آپ وہاں کے یہودیوں کا ارادہ رکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر سے وادئ قری کی طرف نکلے۔ رفاعہ بن زید بن وہب جزامی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سیاہ فام غلام ھبہ کیا۔ اس کا نام مدعم تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کو چلاتا۔

پھر جب وہ وادئ قری میں اترے تو ہم یہودیوں تک پہنچ گئے۔ ان کی طرف عرب کے کچھ لوگ بھی آ گئے تھے۔ ابھی مدعم رسول اکرم ﷺ کی سواری کے کجاوے کو اتار رہا تھا کہ یہودیوں نے ہمارے پڑاؤ ڈالتے ہی تیروں سے ہمارا استقبال کیا۔ اس نے کوئی زرہ وغیرہ بھی نہیں پہن رکھی تھی۔ وہ لوگ اپنے قلعوں میں چیخ رہے تھے۔ اس دوران ایک تیر تیزی سے آیا اور مدعم کو آلگا اور اسے قتل کر دیا۔ لوگ کہنے لگے: تجھے جنت مبارک ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن اموال غنیمت سے چرائی تھی اور ابھی تقسیم بھی نہیں ہوئی وہ آگ بن کر اس پر لپٹی ہوئی ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص نبی کریم ﷺ کی طرف ایک یا دو تسمے لے کر آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک یا دو تسمے بھی جہنم کے تسمے ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو قتال کے لیے ابھارا اور ان کی صف بنائی اور اپنا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دے دیا، ایک جھنڈا حضرت سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور انہیں بتلایا کہ اگر وہ اسلام لے آئے تو وہ اپنے اموال محفوظ کر لیں گے اور اپنی جانوں کو بچا لیں گے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔

ان میں سے ایک شخص مقابلے کے لیے آیا تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس کی طرف نکلے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر ایک اور نکلا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے آئے اور اسے بھی ختم کر دیا۔ پھر ایک تیسرا نکلا تو حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان کے گیارہ آدمی قتل کر دیے۔ جب بھی آپ ایک شخص کو قتل کرتے تو باقیوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ نماز کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر آپ لوٹ آئے اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی۔ پھر شام تک ان سے لڑائی جاری رہی۔ اگلی صبح ابھی سورج ایک نیزے کی بقدر بھی بلند نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور آپ نے اسے غلبہ پا کر فتح کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال آپ کو غنیمت میں عطا فرما دیے۔ آپ کو گھر کا اور دوسرا بہت سا سامان عطا ہوا۔

آپ ﷺ وادئ قری میں چار دن ٹھہرے رہے۔ جو مال آپ کو حاصل ہوا وہ آپ نے وادئ قری میں ہی اپنے

صحابہ رضی اللہ عنہم پر تقسیم فرما دیا۔

آپ نے نخلستان اور زمین یہودیوں کے حوالے کر دی اور انہیں اس پر مزدور رکھ لیا۔ جب تیماء کے یہودیوں کو یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر، فدک اور وادیٔ قری کو فتح کر لیا ہے تو انہوں نے جزیہ دینے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی۔ آپ نے ان کے اموال ان کے پاس رہنے دیے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے خیبر اور فدک کے یہودیوں کو نکال دیا۔ مگر تیماء اور وادیٔ قری کے یہودیوں کو نہیں نکالا، اس لیے کہ وہ دونوں بستیاں شام کے علاقے میں داخل تھیں۔ وادیٔ قری سے اوپر کا جتنا علاقہ مدینہ کی طرف تھا وہ حجاز میں شامل تھا اور اس کے پیچھے کا علاقہ شام میں شامل تھا۔

سفرِ مدینہ میں اسلامی لشکر پر نیند کا غلبہ

وادیٔ قری کے محاذ سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے رات کو آرام کرنا چاہا۔ ابھی صبح ہونے میں تھوڑی دیر باقی تھی کہ آپ اترے اور خیمہ زن ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: کیا کوئی نیک آدمی ہے جو اپنی نیند پر قابو رکھ سکے اور ہمیں نمازِ فجر کے لیے بیدار کر دے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے سر ٹیک دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! جاگتے رہنا۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حبوہ باندھ لیا اور مطلعِ فجر کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ معلوم نہیں کب میں بھی اپنے پہلو کے بل سو گیا۔ جب سورج کی کرنیں میرے چہرے پر پڑیں اور کچھ لوگوں نے انا للہ پڑھا تب میری آنکھ کھلی۔ لوگ مجھے ملامت کرنے لگے اور سب سے زیادہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے اور آپ نے لوگوں میں سب سے ہلکی سی ملامت کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے کوئی ضرورت ہو تو وہ اسے پورا کر لے۔ لوگ درختوں کی جڑوں میں بکھر گئے۔ آپ نے فرمایا: اے بلال! فجر کی اذان دو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنے اسفار میں اسی طرح کرتا تھا۔ پھر میں نے اذان دی۔ جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو سنتیں پڑھ لو۔ لوگوں نے پڑھ لیں۔ پھر آپ نے فرمایا: اے بلال! اقامت کہو۔ میں نے اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے رہے حتی کہ سورج کی گرمی سے ایک شخص کی پیشانی سے پسینہ بہہ پڑا۔ پھر آپ نے سلام پھیرا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہوتی ہیں۔ اگر وہ چاہے تو انہیں قبض کر لے اور وہ اس کے زیادہ لائق ہے۔ پھر جب وہ انہیں ہماری طرف لوٹا دے تو ہم نماز پڑھیں گے۔ پھر آپ بلال رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے بلال! چھوڑو۔ انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میری جان کو بھی اس نے قبض کیا جس نے آپ کی جان کو قبض کیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔

جبل احد کی آپ ﷺ سے محبت

جب رسول اللہ ﷺ نے احد کی طرف دیکھا تو فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! میں مدینہ کی دونوں پہاڑیوں کی درمیانی جگہ کو محترم قرار دیتا ہوں۔

پیغمبر کی نافرمانی کا انجام

آپ ﷺ رات تک مقام جرف میں پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد کسی شخص کو بھی رات کے وقت گھر جانے سے منع فرما دیا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے مقام جرف میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم عشاء کی نماز کے بعد رات کو اچانک اپنی عورتوں کے پاس مت جانا۔ کہتی ہیں: محلے کا ایک شخص گیا اور رات کو اچانک اپنی بیوی کے پاس گیا تو اس نے مکروہ صورتِ حال کا سامنا کیا۔ اس نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور اسے کچھ نہیں کہا۔ اس نے اپنی بیوی کو الگ کرنا چاہا اور اس کی اس سے اولاد بھی تھی اور وہ اس سے محبت کرتا تھا (چنانچہ وہ ایسا نہیں کر سکا) اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور ناگوار صورتِ حال سے دوچار ہوا۔

یہودیوں کی بدعہدی کے واقعات

حضرت سعد بن حزام بن محیصہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے اور بھوک نے ہمیں ستا رکھا تھا۔ چنانچہ ہم خیبر کی طرف نکلتے۔ پھر کچھ دن وہاں ٹھہرتے اور پھر لوٹ آتے۔

بسا اوقات ہم فدک اور تیماء بھی جاتے۔ یہودی لوگوں نے ابھی پھل نہیں کاٹے تھے اور تیماء میں ایک جاری چشمہ تھا۔ جو پہاڑ کی جڑ سے نکل رہا تھا۔ جب سے وہ جاری ہوا تھا، ابھی تک اس کا پانی نہیں رکا تھا۔ باقی خیبر میں تو وافر مقدار میں پانی تھا اور فدک میں بھی ایسے ہی تھا۔ یہ اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے اور خیبر فتح ہوا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تمہیں خیبر جانے کی خواہش ہے؟ ہم تو مشقت میں بھی ہیں اور بھوک نے بھی ستا رکھا ہے۔

میرے ساتھی کہنے لگے: وہ شہر اب ویسے نہیں رہے جیسے تھے۔ ہم مسلمان لوگ ہیں اور دشمن قوم کے پاس جائیں گے۔ وہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے سخت مخالف ہیں۔ پہلے ہم کسی چیز کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: ہم کوشش تو کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم نکلے اور خیبر آ گئے۔ ہم ایسی قوم کے پاس آئے جن کے قبضے میں زمین اور کھجوریں تھیں۔ جواب ویسی نہیں رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ آدھی پیداوار کے بدلے میں انہیں دے دی تھیں۔ یہودیوں کے سردار اور باہمت لوگ مارے گئے تھے۔ یعنی ابو حقیق، سلام بن مشکم اور ابن اشرف کی اولاد۔ باقی صرف وہ لوگ رہ گئے تھے جن کے پاس مال نہیں تھا اور وہ تو ان کے مزدور تھے۔

ہم شق، نطاۃ اور کتیبہ تینوں ایک ایک دن ٹھہرے۔ ہم نے کتیبہ کو اپنے لیے بہتر پایا۔ ہم وہاں چند دن ٹھہرے۔ پھر میرا ساتھی شق کی طرف گیا اور رات وہیں گزاری۔ ہم اسے یہود سے ڈراتے رہے۔ پھر اگلی صبح ہم اس کی تلاش میں نکلے۔ میں اس کے بارے میں پوچھتا پوچھتا شق تک پہنچ گیا۔ مجھے ابیات والوں میں سے کسی نے بتلایا کہ ایک شخص غروب آفتاب کے وقت ہم پر سے گزرا تھا۔ وہ نطاۃ جا رہا تھا۔

میں نطاۃ کی طرف بڑھنے لگا تو مجھے ان کے ایک لڑکے نے بتایا کہ آؤ، میں تمہیں تمہارے ساتھی کے بارے میں بتاتا ہوں۔ وہ مجھے ایک نالے کے کنارے لے گیا۔ مکھیاں اس نالے سے باہر آ رہی تھیں۔ میں اس نالے میں اترا تو وہاں میرا ساتھی مرا پڑا تھا۔ میں نے شق والوں سے کہا: کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہمیں تو اس بارے میں کچھ علم ہی نہیں۔ میں نے چند یہودیوں سے اسے نکالنے میں مدد لی۔ پھر میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور اسے دفن کر دیا۔ پھر میں تیزی سے نکلا اور مدینہ میں اپنی قوم کے پاس آ گیا۔ میں نے انہیں واقعہ کی اطلاع دی۔ پھر ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تو عمرۂ قضاء کا ارادہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ میرے ساتھ میری قوم کے ۳۰ آدمی نکلے۔ ہم میں سب سے بڑے میرے بھائی حویصہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ہمارے ساتھ مقتول کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن سہل رضی اللہ عنہ بھی نکلے۔ مقتول کا نام عبداللہ بن سہل تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن سہل رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ جوان تھے۔ وہ اپنے بھائی کی وجہ سے آبدیدہ تھے اور انہیں رہ رہ کر ان کا خیال آ رہا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ کو بھی خبر مل چکی تھی۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا بھائی قتل ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو۔ پھر میں نے بات کی تو آپ نے پھر فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو۔ میں خاموش ہو گیا۔ پھر میرے بھائی حویصہ نے بات کی۔ انہوں نے چند باتیں کیں۔ پھر فرمایا: ہمارا شک اور الزام یہودیوں پر ہے۔ پھر وہ خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: یا وہ تمہارے ساتھی کی دیت دے دیں یا پھر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں ان کی طرف ایک مکتوب بھیجا۔ پھر میں نے بات کی اور آپ کو واقعہ کی اطلاع دی۔

انہوں نے جواب لکھ بھیجا کہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حویصہ، محیصہ، عبدالرحمن اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا تم ۵۰ قسمیں اٹھاؤ گے، پھر تم اپنے ساتھی کے حق کے مستحق ہو جاؤ گے۔ وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! نہ ہم وہاں موجود تھے اور نہ ہی حاضر۔ آپ نے فرمایا: پھر یہودی تمہارے لیے قسم اٹھائیں گے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ لوگ تو مسلمان ہی نہیں ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس سے اس کی دیت ۱۰۰ اونٹ ادا کی۔ ۲۵ جذعے، ۲۵ حقے، ۲۵ بنت لبون اور ۲۵ بنت مخاض۔

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے انہیں دیکھا ہے۔ انہیں سو اونٹ ملے۔ ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے ٹھوکر بھی ماری۔ میں ان دنوں بچہ تھا۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جاہلیت میں بھی قسامت ہوتی تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسلام میں بھی اسے برقرار رکھا اور اس کا فیصلہ اس انصاری کے بارے میں کیا جو خیبر میں یہودیوں کے ایک بڑے کنویں میں پائے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: تمہارے لیے یہودی قسم اٹھادیں گے۔ ان کے ۵۰ آدمی اللہ کی پچاس قسمیں اٹھائیں گے کہ ہم نے قتل نہیں کیا۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کافر قوم کی قسموں کو کیسے قبول کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تم میں سے ۵۰ آدمی اللہ کے نام کی ۵۰ قسمیں اٹھادیں کہ انہوں نے ہی تمہارے ساتھی کو قتل کیا ہے، پھر تم خون کے مستحق ہو جاتا؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! نہ ہم وہاں موجود تھے اور نہ ہم نے دیکھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی دیت یہودیوں پر ڈال دی؛ اس لیے کہ وہ ان کی موجودگی میں قتل ہوا تھا۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی دیت کا یہودیوں پر فیصلہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر وہ نہیں دیں گے تو پھر وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے تیس سے اوپر اونٹوں سے ان کی مدد بھی کی۔ سو یہ پہلی قسامت تھی۔ لوگ خیبر میں اپنے اموال کی خبر گیری کے لیے جاتے رہتے تھے۔ یہ حضرت نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں ہوتا رہا۔

حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں، زبیر، مقداد بن عمرو اور سعید بن زید بن عمر بن نفیل رضی اللہ عنہم خیبر میں اپنے اموال کی طرف جایا کرتے تھے۔ ہم انہیں دیکھتے اور ان کی خبر گیری کرتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی شخص کو بھیجتے جو ان کی طرف دیکھتا اور جانچ پڑتال کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

ایک بار جب ہم خیبر آئے اور اپنے اموال میں الگ الگ ہو گئے۔ پھر آدھی رات کو میں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا کہ اچانک میرے ہاتھ ناکارہ ہو گئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: تیرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ میں نے کہا: مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ انہوں نے میرے ہاتھوں کو درست کیا۔

حضرت سالم کے علاوہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے رات کے وقت جب وہ اپنے بستر پر سوئے ہوئے تھے ان پر جادو کر دیا تھا۔ ان کے ہاتھ ناکارہ ہو گئے حتی کہ صبح ہو گئی۔ گویا وہ رسیوں میں جکڑے ہوئے ہوں۔ ان کے ساتھی ان کے پاس آئے اور ان کے ہاتھوں کو درست کیا۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور اپنے والد کو اپنی آپ بیتی سنائی۔

حضرت محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ مظہر بن رافع حارثی شام سے مزدور لے کر آیا، جو اس کے لیے اس کی زمین میں کام کریں۔ اس نے انہیں خیبر میں ٹھہرایا۔ وہ تین دن ان کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ ان کے ساتھ ایک یہودی بھی شامل ہو گیا تھا۔ اس نے کہا: تم نصاریٰ ہو اور ہم یہودی ہیں اور یہ عرب لوگ ہم پر تلوار کے ذریعے غالب ہو گئے ہیں۔ تم دس مرد ہو۔ ان میں سے ایک شخص آتا ہے جو تمہیں شراب اور مال و دولت والی زمین سے مشقت اور تنگی کی طرف ہانک کر لے آتا ہے اور تم بھی سخت غلامی میں ہو۔ جب تم ہماری بستیوں سے نکلو تو اسے قتل کر دینا۔ انہوں نے کہا: ہمارے پاس اسلحہ

نہیں ہے۔ ان لوگوں نے انہیں دو یا تین چھریاں تیز کر کے دے دیں۔ پھر وہ نکلے۔ جب وہ ثبار نامی جگہ میں آئے تو انہوں نے ان میں سے ایک سے کہا اور وہ ان میں سے ان کا خادم تھا۔ اس نے کہا: مجھے فلاں فلاں چیز پکڑاؤ۔ وہ سب اس کی طرف اکٹھے ہو کر آئے اور انہوں نے اپنی چھریاں نکال لیں۔ حضرت مظہر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کی طرف بڑھے جو ان کے کجاوے کے تھیلے میں تھی۔ ابھی وہ اپنے اس تھیلے تک پہنچے ہی تھے اور اسے کھول بھی نہ پائے تھے کہ انہوں نے چھریاں ان کے پیٹ میں گھونپ دیں۔ پھر جلدی سے پلٹے اور خیبر میں یہودیوں کے پاس آ گئے۔ انہوں نے ان کو ٹھکانہ دیا۔ توشہ دیا اور قوت دی۔ پھر وہ شام چلے گئے۔

حجازِ مقدس سے بدبخت یہودیوں کی شرمناک جلاوطنی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک مظہر بن رافع کے قتل کی خبر پہنچی اور معلوم ہو گیا کہ یہودیوں نے کیا کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! یہودیوں نے عبداللہ کے ساتھ کیا تھا جو کیا تھا۔ اب انہوں نے مظہر بن رافع کے ساتھ بھی ایسے ایسے کیا ہے اور یہ سب اسی دشمنی کا نتیجہ ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کی عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔ مجھے کوئی شک نہیں کہ وہ اسی کے ساتھی ہیں۔ وہاں ہمارا ان کے علاوہ کوئی دشمن نہیں ہے۔ سو جس کا وہاں کوئی مال ہے وہ نکال لے، میں بھی نکال رہا ہوں۔ پھر آپ نے وہاں کے اموال کو تقسیم فرما دیا اور انہیں حد لگائی۔

میں انہیں وہاں سے نکال کر جلاوطن کرنے لگا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا: میں تمہیں تب تک برقرار رکھوں گا جب تک اللہ تمہیں برقرار رکھیں گے اور اللہ نے ان کے جلاوطن کی اجازت دے دی ہے۔ سو جس کسی کے پاس نبی علیہ السلام کا جاری کردہ کوئی معاہدہ ہو یا دلیل ہو کہ آپ نے اسے برقرار رکھا تو وہ پیش کرے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور گویا ہوئے: اللہ کی قسم! اے امیر المومنین! آپ نے بالکل درست فرمایا اور آپ کو توفیق دی گئی۔ بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: میں تمہیں تب تک ٹھہراؤں گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عبداللہ بن سہل کے ساتھ کیا جو کیا اور اب انہوں نے ہی مظہر بن رافع کے قتل پر ابھارا اور ان کے بندوں نے اسے قتل کر دیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی شرارت کی تھی۔ انہی پر تہمت ہے اور یہی ہمارا گمان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرے ساتھ تجھ جیسی رائے اور کون رکھتا ہے؟ فرمایا: تمام مہاجرین اور انصار۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش ہو گئے۔

حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الوفات میں فرمایا تھا: جزیرۃ العرب میں دو دین اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی تحقیق کی۔ جب آپ کو بااعتماد آدمی سے اس بات کا یقین ہو گیا تو آپ نے حجاز کے تمام یہودیوں کی طرف پیغام بھیجا کہ تم میں سے جس کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نامہ ہو تو وہ لے آئے وگرنہ میں تم سب کو جلاوطن کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو جلاوطن کرنے کی

اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجاز سے تمام یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔

بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

خیبر کی جدید تقسیم

محدثین فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار تقسیم کنندگان کو نکالا: ① فروہ بن عمرو بیاضی رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ② حباب بن صخر سلمی رضی اللہ عنہ یہ بھی بدری صحابی ہیں۔ ③ ابو ہیثم بن نبہان رضی اللہ عنہ یہ بھی بدر میں شریک ہوئے ہوئے تھے ④ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

انہوں نے خیبر کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کر دیا اور انہی سرداروں پر جن پر رسول اللہ ﷺ نے تقسیم فرمایا تھا۔ اٹھارہ حصے بھی متعین ہو گئے اور ان کے سردار بھی۔

پھر انہوں نے شق اور نطاۃ کے بھی حصے کر دیے اور اسے بھی اٹھارہ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ انہوں نے اٹھارہ مینگنیاں جمع کیں، انہیں ایک برتن میں ڈال دیا اور ہر سردار کے لیے مینگنی میں کوئی علامت لگا دی۔ پھر جب پہلی مینگنی نکالی تو کہا گیا: یہ فلاں فلاں کا حصہ ہے۔ شق میں تیرہ حصے تھے اور نطاۃ میں ۵ حصے۔

یہ حدیث مجھے حکیم بن محمد رحمہ اللہ نے مخرمہ کی اولاد کے واسطے سے ان کے والد سے نقل کی گئی ہے۔ پہلا حصہ جو نطاۃ میں نکلا وہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا، پھر بیاضہ کا حصہ۔ ایک قول ہے کہ ان کے سردار فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر اسید بن حضیر کا حصہ، پھر بنو حارث بن خزرج کا حصہ، ان کے سردار عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے، پھر ناعم یہودی کا حصہ۔ پھر انہوں نے شق میں حصوں کی تقسیم کی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عاصم بن عدی! تم محدود آدمی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمہارے حصے کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ شق میں سب سے پہلے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا حصہ نکلا۔ پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے حصے کے فوراً بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حصہ نکلا۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا حصہ، پھر طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا حصہ، پھر بنو ساعدہ کا حصہ۔ کہا جاتا ہے: ان کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر بنو نجار کا حصہ، پھر بنو حارثہ بن حارث کا حصہ، پھر اسلم اور غفار کا حصہ، کہا جاتا ہے کہ ان کے سردار بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر سلمہ کے دو حصے، کہا جاتا ہے کہ ان کے سردار بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر سلمہ کے دو حصے، پھر عبید سہام کا حصہ، پھر عمید کا حصہ، پھر اوس کا حصہ، یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہو گیا۔

علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابن ابی حبیبہ رحمہ اللہ سے پوچھا: عبید کے نام کے ساتھ سہام کیوں لگایا گیا؟ انہوں نے فرمایا: مجھے داؤد بن حصین رحمہ اللہ نے بتلایا: ان کا نام عبید تھا۔ مگر وہ خیبر میں حصے خریدنے لگ گئے تھے۔ چنانچہ ان کا نام عبید سہام (حصوں والا) پڑ گیا۔

حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے شق میں جو حصہ نکالا گیا وہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا۔ اس میں

نبی کریم ﷺ کا حصہ بھی تھا۔

حضرت ابراہیم بن جعفر رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں چاہتا تھا کہ میرا حصہ نبی کریم ﷺ کے حصے کے ساتھ نکلے۔ پھر جب وہ مجھ سے چوک گیا تو میں نے دعا کی: اے اللہ! میرا حصہ کسی علیحدہ جگہ میں ہو۔ وہاں کسی کا کوئی راستہ نہ ہو۔ چنانچہ ان کا حصہ بالکل الگ تھلگ تھا۔ اور ان کے شرکاء دیہاتی تھے۔ وہ ان سے ان کے حصوں کو چھڑواتے رہے، وہ ان میں سے ایک کا حق گھوڑا اور تھوڑی سی چیز دے کر لے لیتے حتیٰ کہ اوس کے تمام حصے ان کے ہو گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کو تقسیم کیا تو نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو ان کے وظیفے میں اختیار دیا۔ جو وظیفہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے کتیبہ میں طے کر رکھا تھا۔ فرمایا: اگر وہ چاہیں تو ان کے زمین اور پانی الگ کر دیا جائے۔ فرمایا: اگر وہ چاہیں تو ان کی زمین اور پانی الگ کر دیا جائے۔ پھر ان کے لیے وظیفہ نہ ہوگا یا پھر پھل انہیں ملتے رہیں گے مگر ان کی ضمان ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے زمین اور پانی کو اختیار کر لیا اور باقی ازواج مطہرات نے پھل اور ضمان قبول کر لی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن فرمانے لگیں: اللہ تعالیٰ ابن خطاب رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے مجھے زمین، پانی اور وظیفے میں اختیار دیا۔ میں نے زمین اور پانی کو اختیار کر لیا۔ اب وہ میرے قبضے میں ہیں اور وظیفے والیوں کو مروان کبھی کم دیتا ہے اور کبھی بالکل نہیں دیتا۔ کبھی دے بھی دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اختیار ازوج مطہرات کے علاوہ کسی کو نہیں دیا۔

حضرت ابراہیم بن جعفر رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام کو اختیار دیا تھا کہ چاہیں تو غلہ کیل کر کے لے لیں اور چاہیں تو پانی اور مٹی لے لیں۔ آپ نے اجازت دی کہ جو چاہے بیچ دے اور جو چاہے روک رکھے۔ چنانچہ سب لوگوں نے روک لیا۔ پھر اشعریوں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیع ہوئی اور عوض ۵۰۰۰ دینار طے ہوا اور رھاویوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کا معاملہ کیا۔

حضرت ابوعبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہی راجح ہے اور وہ جس پر ہم نے اہلِ مدینہ کو دیکھا۔

حضرت ایوب بن نعمان رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختیار دیا کہ جسے غلہ ملتا ہے وہ چاہے تو زمین اور پانی لے لے یا پھر غلہ لے لے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے غلہ لے لیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تقسیم سے فارغ ہوئے تو یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیبر سے مہاجرین اور انصار کی طرف وادئ قریٰ میں گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تقسیم کنندگان کو لے کر آئے۔ ان کے نام یہ ہیں: جابر بن صخر، ابوہیثم بن تیہا، فروہ بن عمرو اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ انہوں نے حصوں کو تعداد پر تقسیم کر دیا اور ان کی حد بندی کر دی اور نشانات لگا دیے۔ آپ نے انہیں جاری حصے بنا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وادئ قری میں جو تقسیم کی تھی اس میں ایک بڑا حصہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رکھا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بھی ایک حصہ تھا۔ اسی طرح عمر بن ابوسلمہ کے لیے ایک حصہ تھا۔ عامر بن ربیعہ کے لیے بھی ایک حصہ تھا، معیقب کے لیے ایک حصہ تھا۔ عبداللہ بن ارقم کے لیے بھی حصہ تھا، بنوجعفر کے لیے بھی حصہ تھا، عمرو بن سراقہ کے لیے بھی ایک حصہ تھا، عبداللہ اور عبیداللہ کے لیے بھی الگ الگ حصے تھے، شُیم کے لیے بھی حصہ تھا، ایک حصہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا ایک حصہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک حصہ تھا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ایک حصہ تھا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ایک حصہ تھا، معاذ بن عفراء کا ایک حصہ تھا، ابوطلحہ اور جبیر رضی اللہ عنہما کا ایک حصہ تھا، جبار بن صخر کا ایک حصہ تھا، جبار بن عبداللہ بن رباب کا ایک حصہ تھا، مالک بن صعصعہ اور جابر بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا ایک حصہ تھا، سلمہ بن سلامہ کا ایک حصہ تھا، عبدالرحمن بن ثابت اور ابن ابی شریق کا ایک حصہ تھا، ابوعبس بن جبر کا ایک حصہ تھا، محمد بن مسلمہ کا ایک حصہ تھا، عباد بن طارق کا ایک حصہ تھا، جبر بن عتیک کا آدھا حصہ تھا، ابن حارث بن قیس کا آدھا حصہ تھا، ابن جرمہ اور ضحاک کا ایک حصہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن منکف حارثی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تقسیم کنندگان میں سے دو حضرات کو نکالا: حضرت جبار بن صخر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما۔ وہ دونوں مدینہ کے قاسم اور حاسب تھے۔ انہوں نے خیبر کی تقسیم کی اور فدک کی کھجوروں اور زمین پر نگران ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فدک کے یہودیوں کو آدھی قیمت دے دی اور وادی قری کے بھی حصے تقسیم ہو گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجازِ مقدس سے یہودیوں کو نکال دیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے وادئ قریٰ میں ملنے والا اپنا حصہ صدقہ کر دیا۔

تربت کی طرف سریہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (شعبان ۷ ہجری)

حضرت ابوبکر بن عمر بن عبدالرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ۳۰ مردوں کے ساتھ ھوازن کے پیچھے تربت مقام کی طرف بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نکلے اور آپ کے ساتھ بنوھلال کا ایک راہبر تھا۔ یہ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے۔ ھوازن کو خبر پہنچی تو وہ بھاگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے صحنوں میں آئے اور وہاں کسی سے لڑائی نہیں ہوئی۔ آپ مدینہ کی طرف واپس چل دیے۔ مجدیہ کے راستے پر جب آپ جدر میں آئے تو ھلالی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ایک دوسرے لشکر سے لڑنا چاہتے ہیں جسے آپ چھوڑ آئے ہیں، یعنی خثعم کے لوگ۔ وہ سب بھی جمع ہو رہے ہیں اور ان کے شہروں میں بھی سرکشی پھیل رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حکم نہیں دیا۔ آپ نے مجھے صرف یہ حکم دیا تھا کہ میں ھوازن سے تربت میں لڑوں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ لوٹ گئے۔

مجد کی طرف سریہ ابوبکر رضی اللہ عنہ (شعبان ۷ ہجری)

حضرت ایاس بن سلمہ رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں

ہم پر امیر بنایا۔ ہم نے رات کو ھوازن کے چند لوگوں پر حملہ کیا۔ میں نے ابیات والوں کے سات آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ہمارا شعار ''اَمِتْ اَمِتْ'' تھا۔

فدک کی طرف سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ (شعبان ۷ ہجری)

حضرت عبداللہ بن حارث بن فضیل اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو تیس آدمیوں میں بنو مرہ کی طرف فدک کے مقام پر بھیجا۔ وہ نکلے تو ان کی ملاقات بکریوں کے چرواہوں سے ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: لوگ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتلایا: وہ اپنی وادی میں ہیں۔ ان دنوں سردی کا موسم تھا۔ وہ پانیوں پر نہیں آتے تھے۔ انہوں نے اونٹوں اور بکریوں کو ہانکا اور مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔ ایک شخص چیختا ہوا نکلا اور انہیں بتلایا۔ ان میں سے وہم رات کے وقت انہیں آلیا۔ وہ رات کو ہی ان پر تیر پھینکنے لگے۔ حتیٰ کہ بشیر کے ساتھیوں کے تیر ختم ہو گئے۔ صبح کے وقت بنو مرہ نے ان پر حملہ کر دیا اور بشیر کے کچھ ساتھیوں کو مار ڈالا۔ ان میں سے کچھ لوگ بھاگ گئے اور حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے سخت مقابلہ کیا۔ حتیٰ کہ ان کا ٹخنہ ٹوٹ گیا۔ بعض نے کہا: وہ شہید ہو گئے۔ وہ لوگ اپنے اونٹ اور بکریاں لے کر لوٹ گئے۔ سب سے پہلے اس جماعت کی شکست کی خبر لے کر جو شخص آیا وہ علبہ بن زید حارثی تھا۔ حضرت بشیر بن سعد مقتولین میں پڑے رہے۔ پھر جب شام ہوئی تو کوئی انہیں اٹھا کر فدک لے آیا۔ وہ اس یہودی کے پاس فدک میں چند دن ٹھہرے۔ جب ان کے زخم ٹھیک ہو گئے تو وہ مدینہ لوٹ آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو تیار کیا اور فرمایا: چلتے رہنا حتیٰ کہ تم بشیر کے ساتھیوں پر حملہ کرنے والوں تک پہنچ جاؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر کامیابی عطا فرمادے تو پھر ان میں مت ٹھہرنا۔ آپ نے ان کے ساتھ ۲۰۰ آدمیوں کو تیار کر کے بھیجا۔ ان کے لیے جھنڈا بھی باندھا۔ حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جماعت سے آگے بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان پر کامیابی عطا فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہا: بیٹھ جاؤ۔ آپ نے حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہی دو سو افراد کے ساتھ بھیجا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت میں نکلے۔ حتیٰ کہ بشیر اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کرنے والوں تک پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ علبہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی نکلے تھے۔

حضرت بشیر بن محمد بن عبداللہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت غالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقبہ بن عمرو، ابو مسعود، کعب بن عجرہ، اسامہ بن زید اور علبہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب غالب رضی اللہ عنہ ان کے قریب ہوئے تو چند ساتھیوں کو جاسوسی کے لیے بھیجا۔ چنانچہ حضرت علبہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دس آدمیوں کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ ان کے صحنوں میں نظر رکھیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے پوری جماعت کا بغور جائزہ لیا، پھر غالب رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹ کر آئے اور انہیں باخبر کیا۔ حضرت غالب رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہو کر چل پڑے۔ حتیٰ کہ جب ایسی جگہ آئے کہ وہاں سے انہیں دیکھ سکتے تھے اور رات کا وقت ہو گیا تھا۔ انہوں نے دودھ نکالا، خیمے لگائے اور آرام کرنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جس کا وہ اہل ہے، پھر فرمایا: اما بعد! میں تمہیں اللہ وحدہ لاشریک

سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ تم میری اطاعت کرنا، نافرمانی نہ کرنا اور کسی معاملے میں میری مخالفت نہ کرنا۔ اس لیے کہ اس رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی جس کی مخالفت کی جائے۔ پھر ان کی جوڑیاں بنادیں۔ فرمایا: اے فلاں! تم اور فلاں۔ اور اے فلاں! تم اور فلاں ...... غرض کوئی بھی اپنے ساتھی سے جدا نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی میرے پاس لوٹے اور میں پوچھوں! تمہارا فلاں ساتھی کہاں ہے؟ پھر وہ کہے: مجھے معلوم نہیں اور جب میں تکبیر کہوں، تم بھی تکبیر کہنا۔ پھر انہوں نے تکبیر کہی تو سب لوگوں نے تکبیر کہی۔ اور تلواریں نکال لیں۔ کہتے ہیں: پھر ہم نے اس بستی کا احاطہ کرلیا اور بستی میں اونٹ تھے۔ انہوں نے اپنے مویشیوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ ہماری طرف چند لوگ نکلے تو تھوڑی دیر ہم سے قتال کیا۔ ہم نے جہاں چاہا تلواروں کو رکھا اور ہم بلند آواز سے اپنا شعار پکار رہے تھے: ''امت امت''۔

کلمہ گو کا قتل درست نہیں

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک شخص کے پیچھے نکلے، جس کا نام نہیک بن مرداس تھا۔ پھر دور چلے گئے اور ہم نے بستی کا ہی احاطہ کیے رکھا اور ہم نے بعض لوگوں کو قتل کیا۔ ہمارے ساتھ عورتیں اور جانور بھی تھے۔ ہمارے امیر نے پوچھا: اسامہ بن زید کہاں ہے؟ وہ رات کا ایک حصہ گزرنے کے بعد آئے۔ ہمارے امیر نے انہیں سخت ملامت کی اور فرمایا: کیا تمہیں میرے ساتھ کیے اس عہد کا خیال نہیں آیا؟ انہوں نے فرمایا: میں ایک شخص کے پیچھے نکلا تھا۔ وہ میرا مذاق اڑا رہا تھا۔ جب میں اس کے قریب ہوا اور میں نے اس پر تلوار ابھاری تو وہ کہنے لگا: لا الہ الا اللہ۔ ہمارے امیر نے کہا: کیا پھر تم نے اسے تلوار دے ماری؟ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں نے ایسا نہیں کیا حتی کہ میں نے اسے گھاٹیوں میں اتار دیا۔ ہم نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جو کیا برا کیا۔ تم اس لیے نہیں آئے تھے کہ ایسے شخص کو قتل کرو جو لا الہ الا اللہ کہہ دے۔ چنانچہ انہیں سخت ندامت اور شرمندگی ہوئی۔

فرماتے ہیں: ہم نے اونٹ اور بکریاں ہانکیں اور آل اولاد کو بھی ساتھ لیا۔ ان کے حصوں میں ہر شخص کے لیے دس اونٹ یا ان کے برابر بکریاں طے ہوئیں۔ ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر سمجھا گیا۔

کلمہ گو کے قتل کی مذمت

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارے امیر نے میرے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخاۃ قائم کی تھی۔ فرماتے ہیں: جب میں نے اسے مارا تو اس وجہ سے میرے دل میں سخت ندامت ہوئی۔ حتی کہ میں نے خود کو دیکھا کہ میں کھانا کھانے پر قادر ہی نہ رہا۔ حتی کہ میں مدینہ آیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے بوسہ دیا اور مجھ سے معانقہ کیا۔ میں بھی آپ کے ساتھ لپٹ گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا: اے اسامہ! اپنے جہاد کی کارگزاری سناؤ۔ چنانچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کو بتلانے لگے، حتی کہ جب قتل والے قصے تک پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اسامہ! کیا تم نے اسے قتل کردیا حالانکہ اس نے ''لا الہ الا اللہ'' کہہ دیا تھا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس نے یہ کلمہ قتل سے بچنے کے

لیے کہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں کبھی ایسے شخص سے قتال نہ کروں گا جو "لا الہ الا اللہ" کہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے دل میں خواہش ہوئی کہ کاش! میں آج کے دن ہی مسلمان ہوا ہوتا۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بھلا بتلائیے، کفار میں سے کوئی شخص مجھ سے لڑ رہا ہو اور اس نے میرے ایک ہاتھ پر تلوار دے ماری ہو اور اسے کاٹ دیا ہو۔ پھر وہ مجھ سے ایک درخت کی اوٹ میں ہو کر کہے: میں اللہ پر ایمان لے آیا۔ تو کیا میں یہ کہنے کے بعد اسے قتل کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے قتل مت کرنا۔ عرض کیا: اگر میں اسے قتل کر دوں تو کیا ہوگا؟ فرمایا: وہ تمہارے اس مرتبے میں ہو جائے گا جس میں تو اسے قتل کرنے سے پہلے تھا اور تو اس مرتبے میں ہو جائے گا جس میں وہ شخص کلمہ کہنے سے پہلے تھا۔

بنو عبد بن ثعلبہ کی طرف منیعہ میں غالب بن عبداللہ کا سریہ (رمضان ۷ ہجری)

حضرت یعقوب بن عتبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ کدر سے واپس آئے تو چند دن ٹھہرے جتنا اللہ نے چاہا۔ پھر آپ کے غلام یسار رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول! میں بنو عبد بن ثعلبہ کی طرف سے بغاوت کو محسوس کر رہا ہوں۔ میرے ساتھ چند لوگوں کو ان کی طرف بھیجیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ۱۳۰ آدمی دے کر بھیجا۔ حضرت یسار رضی اللہ عنہ انہیں لے کر نکلے اور راستے سے ہٹ کر چلے۔ ان کے توشے ختم ہو گئے اور وہ مشقت میں آ گئے۔ انہوں نے گن کر کھجوریں آپس میں بانٹ لیں۔ ایک رات لوگوں کو یسار رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدگمانی ہونے لگی کہ شاید اس کا اسلام صحیح نہیں ہے اور وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں انہیں سیلاب نے روک دیا۔ جب یسار رضی اللہ عنہ نے سیلاب دیکھا تو اللہ اکبر کہا اور فرمایا: اللہ کی قسم! تمہاری ضرورت پوری کر دی گئی۔ اس سیلاب میں چلتے رہو۔ حتیٰ کہ یہ تم سے ختم ہو جائے۔ لوگ اس میں آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور بات بھی اشاروں سے کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ حرہ کے کنارے پہنچ گئے۔ حضرت یسار رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اگر کوئی بلند آواز والا لوگوں کو سنا دے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت غالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے یسار! میں اور آپ چلتے ہیں اور لوگوں کو گھات میں چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ پھر ہم چلے، حتیٰ کہ جب ہم لوگوں سے ایسی جگہ پہنچے جہاں سے وہ ہمیں دکھائی دے سکتے تھے تو ہم نے لوگوں کی آہٹ سنی اور چرواہوں کی آوازیں اور دودھ دوہنے والوں کی آوازیں۔ چنانچہ وہ دونوں جلدی سے لوٹ آئے اور اپنے ساتھیوں تک پہنچ گئے۔ پھر وہ سب اکٹھے ہو کر چلے۔ جب وہ اس محلے کے قریب ہوئے تو ان کے امیر غالب رضی اللہ عنہ نے انہیں وعظ کیا اور انہیں جہاد پر ابھارا اور انہیں بہت زیادہ پیچھا کرنے سے منع کر دیا اور ان کی جوڑیاں بنا دیں اور فرمایا: جب میں تکبیر کہوں تو تم بھی تکبیر کہنا۔ چنانچہ انہوں نے تکبیر کہی تو سب لوگوں نے مل کر تکبیر کہی اور یہ لوگ ان کے صحنوں کے بیچوں بیچ آ پہنچے۔ ان کی بکریاں اور اونٹ پکڑ لیے اور سامنے آنے والوں اور مقابلہ

کرنے والوں کو قتل کر دیا۔ ان کا وہاں پانی تھا جس کا نام میفعہ تھا۔ انہوں نے اونٹوں کو ہانکا اور انہیں لے کر مدینہ آ گئے۔ یہ نہیں سنا گیا کہ وہ قیدی بھی لائے ہوں۔

جناب کی طرف سریہ بشیر بن سعد (۷ ہجری)

حضرت بشیر بن محمد بن عبداللہ بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قبیلہ اشجع کا ایک شخص حسیل بن نویرہ نامی آیا۔ وہ خیبر کی طرف رسول اللہ ﷺ کے راہبر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: اے حسیل! کہاں سے آ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جناب سے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پیچھے کیا حالات ہیں؟ اس نے کہا: میں نے جناب میں غطفان کا ایک لشکر چھوڑا ہے۔ ان کی طرف عیینہ نے پیغام بھیجا ہے کہ یا تم ہماری طرف آ جاؤ یا ہم تمہاری طرف آتے ہیں۔ انہوں نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ تم ہماری طرف آ جاؤ۔ حتی کہ ہم سب اکٹھے ہو کر محمد کی طرف پیش قدمی کریں۔ وہ آپ کا یا آپ کے بعض اطراف کا ارادہ رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان سے یہ بات ذکر کی۔ انہوں نے عرض کیا: حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو بھیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ ان کے ساتھ ۳۰۰ افراد کو بھیجا۔ اور انہیں حکم دیا کہ رات کو سفر کریں اور دن کو گھات لگائیں۔ ان کے ساتھ حسیل بن نویرہ بطور رہبر کے نکلا۔ وہ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے، حتی کہ وہ خیبر کے زیریں علاقے تک پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے سلاح میں پڑاؤ ڈالا اور آرام کے بعد یہاں سے کوچ کیا۔ حتی کہ لوگوں کے قریب ہو گئے۔ رہبر نے ان سے کہا: لوگوں اور تمہارے درمیان تہائی دن یا آدھے دن کا فاصلہ ہے۔ اگر تم چاہو تو چھپ جاؤ۔ میں تمہارا جاسوس بن کر جاتا ہوں اور تمہارے پاس خبر لے آتا ہوں۔ یا پھر اگر تم چاہو تو ہم سب اکٹھے چلتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم تمہیں ہی آگے بھیجتے ہیں۔ انہوں نے اسے آگے بھیجا۔ وہ کچھ دیر ان سے غائب رہا، پھر ان کی طرف واپس آ گیا۔ کہنے لگا: یہ ان کے مال مویشی اور چرواہے ہیں، کیا تم ان پر حملہ کرنا چاہو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو گیا۔ بعض کہنے لگے: اگر ہم نے ابھی ان پر حملہ کر دیا تو وہ لوگ اور جانور ہم سے ڈر جائیں گے۔ دوسرے حضرات کا کہنا تھا: جو ہمارے لیے ظاہر ہوا ہے ہم اسے بطور غنیمت حاصل کریں گے، پھر ہم لوگوں کو ڈھونڈیں گے۔

چنانچہ انہوں نے اونٹوں پر غارت گری کر دی اور بہت سے اونٹ ہاتھ آئے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ بھر لیے اور چرواہے بکھر گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر انہوں نے لشکر کو ڈرا دیا۔ لشکر بھی ٹوٹ گیا اور وہ لوگ ڈر کر اپنے بالائی علاقوں کی طرف چلے گئے۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے اور ان کے صحنوں میں آئے۔ وہاں انہیں کوئی نہ ملا۔ وہ اونٹ لے کر لوٹ آئے، حتی کہ جب وہ واپسی پر سلاح میں تھے تو انہیں عیینہ کا جاسوس ملا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا، پھر عیینہ کے لشکر سے مقابلہ ہوا اور عیینہ کو ان کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا۔ انہوں نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا اور عیینہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ وہ لوگ دم دبا کر بھاگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا پیچھا کیا اور ان کے ایک یا دو آدمی پکڑ لیے۔ انہیں قیدی بنا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا۔

فرماتے ہیں: حارث بن عوف مری عیینہ کا حلیف تھا۔ عیینہ اپنے عقیق نامی گھوڑے پر اسے شکست خوردہ حالت میں ملا، وہ گھوڑے پر تیزی سے بھاگا جا رہا تھا۔ حارث نے اسے رکنے کو کہا تو وہ کہنے لگا: نہیں۔ میرے پیچھے محمد کے ساتھی مجھے ڈھونڈ رہے ہیں اور میں ان کے ہاتھ نہیں آنا چاہتا۔ وہ گھوڑے کو ایڑ لگانے لگا تو حارث بن عوف نے کہا: کیا یہ سب دیکھنے کے بعد بھی تم اپنے دین پر قائم ہو؟ محمد نے شہروں کو روند ڈالا اور تمہارے پاس کوئی جگہ بھی نہ رہی۔ حارث نے کہا: میں محمد کے گھڑسواروں کے راستے سے الگ ہو گیا، تاکہ میں انہیں دیکھ سکوں اور وہ مجھے نہ دیکھ سکیں۔ میں سورج ڈھلنے سے رات تک ٹھہرا رہا۔ مگر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کے پیچھے صرف رعب تھا جو اس کے اندر بیٹھ گیا تھا۔

کہتے ہیں: میں اس کے بعد اس سے ملا۔ حارث نے اسے کہا: میں اس جگہ رات تک ٹھہرا رہا میں نے کسی کو تمہارے پیچھے آتے نہیں دیکھا۔ عیینہ نے کہا: ایسا ہی ہوا۔ میں قید ہونے سے ڈر گیا تھا اور میرا کسی بھی جگہ سے پکڑا جانا محمد کے نزدیک بڑا اہم تھا۔

حارث نے کہا: او آدمی! میں نے اور ہم سب نے تیرے ساتھ بنو نضیر میں، خندق والے دن، بنو قریظہ میں اور اس سے پہلے بنو قینقاع میں اور خیبر میں ایک واضح معاملہ دیکھ لیا ہے کہ وہ لوگ حجاز کے معزز ترین یہودی تھے۔ لوگ ان کی بہادری اور سخاوت کی داد دیا کرتے تھے۔ ان کے پاس مضبوط ترین قلعے اور کھجوروں کے باغات تھے۔ اللہ کی قسم! اگر عرب ان کی طرف التجاء کریں تو وہ ان کا دفاع کرتے ہیں اور انہوں نے لوگوں سے ان کا دفاع کیا تھا۔ پھر تم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ جب وہ ان کے پاس آئے تو ان کی وہ بزرگی کیسے ختم ہو گئی۔ اب میں کیسے ان کی مدد کر سکتا ہوں۔

عیینہ نے کہا: اللہ کی قسم! ایسے ہی ہوا۔ لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہو رہا۔ حارث نے کہا: پھر محمد کے ساتھ شامل ہو جا۔ اس نے کہا: میں اب بعد میں جاؤں، جبکہ لوگ پہلے اس کی طرف چلے گئے ہیں۔ وہ لوگ اپنے بعد میں آنے والوں کا مذاق اڑائیں گے اور کہیں گے: ہم بدر اور دیگر جنگوں میں بھی شریک ہوئے۔ حارث نے کہا: بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ اگر ہم ان کی طرف پہلے چلے جاتے تو ہم ان کے کبار صحابہ میں شمار ہوتے۔ اب ان کے بعد ان کی قوم باقی رہ جائے گی اور وہ بھی معاملے کے منتہی ہونے تک کسی موقع کے انتظار میں ہیں۔

عیینہ نے کہا: قسم بخدا! میری بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ دونوں نے پکا عزم کیا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے اور ہجرت کر جانے کا ارادہ کر لیا۔ حتیٰ کہ فروہ بن ہبیرہ قشیری جو عمرے کے ارادے سے آ رہا تھا، ان کے پاس سے گزرا۔ وہ دونوں باہم گفت و شنید کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے دل کی بات اور ارادہ اسے کہہ ڈالا۔ فروہ کہنے لگا: اگر تم ٹھہر جاؤ اور دیکھو کہ اس مدت میں ان کی قوم کیا کرتی ہے اور میں تمہارے پاس ان کی خبر لاتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کو مؤخر کر دیا۔ فروہ چلا گیا اور مکہ آیا۔ اس نے ان کی خبروں سے اندازہ لگایا کہ قوم ابھی بھی آپ ﷺ کی دشمنی پر مصر ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ وہ کبھی بھی فرمانبردار ہو کر داخل ہوں۔ اس نے انہیں اطلاع دی کہ محمد نے خیبر والوں کے ساتھ ایسے ایسے کیا۔

فروہ نے کہا کہ میں نے آس پاس کے سرداروں کو تمہاری طرح محمد کی دشمنی پر ہی پایا ہے۔ قریش نے کہا: پھر تمہاری کیا

رائے ہے، تم اونٹوں والوں کے سردار ہو؟ اس نے کہا: ہم یہ مدت پوری کرتے ہیں جو تمہارے اور ان کے درمیان ہے۔ اس دوران ہم عرب سے مدد طلب کرتے ہیں۔ پھر ہم اس کے گھر جا کر اس سے لڑتے ہیں۔ وہ چند دن ٹھہرا رہا اور قریش کی مجالس میں چکر لگا تا رہا۔ نوفل بن معاویہ دیلی نے اس کے بارے میں سنا تو وہ اپنے گاؤں سے آیا اور اسے بتلایا گیا جو اس نے قریش سے کہا تھا۔ نوفل نے کہا: تب تو میں تمہارے اندر کچھ دم پاتا ہوں۔ جب سے مجھے اس بارے میں علم ہوا ہے میں فوراً چلا آیا۔ ہمارا دشمن ایسا ہے، جس کا گھر قریب ہے۔ وہ محمد کے بدخواہ ہیں اور ہمارے معاملات کا ایک حرف بھی اس سے مخفی نہیں رکھتے۔ اس نے پوچھا: وہ کون؟ کہا: خزاعہ۔ کہنے لگا: خزاعہ کا برا ہو۔ وہ اپنی قسم لے کر بیٹھ گیا ہے۔ فروہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ اس نے بتایا: اس نے قریش سے مدد لی تھی کہ وہ ہماری ان کے خلاف مدد کریں گے۔ فروہ کہنے لگا: میں تمہیں کافی ہوں۔ پھر وہ ان کے سرداروں سے ملا۔ جن میں صفوان بن امیہ، عبداللہ بن ابی ربیعہ اور سہیل بن عمرو شامل تھے۔ اس نے کہا: کیا تم دیکھتے نہیں، وہ تمہارے پاس کیا چیز لے کر آیا ہے۔ بے شک تم اس بات پر راضی ہو کہ تم سفر کر کے محمد سے مقابلہ کرو۔ انہوں نے کہا: پھر ہم کیا کریں؟ کہنے لگا: تم نوفل بن معاویہ کی اس کے دشمن کے خلاف مدد کرو، جو تمہارا بھی دشمن ہے۔ وہ کہنے لگے: پھر تو محمد ہم سے جنگ لڑے گا اور اس کا آغاز ہماری طرف سے نہیں ہوگا۔ پھر وہ ہم پر غلبہ پا کر ہمیں روند ڈالے گا اور ہم اس کے فیصلے پر اترنے کے لیے مجبور ہوں گے۔ جبکہ اب ہم ایک مدت میں ہیں اور اپنے دین پر ہیں۔ پھر وہ نوفل بن معاویہ سے ملا اور کہنے لگا: واقعی قوم میں کچھ دم نہیں ہے۔ پھر وہ واپس چلا آیا اور عیینہ اور حارث سے ملا اور انہیں بتلایا کہ میں نے اس کی قوم کو دیکھا ہے۔ وہ اس پر یقین کر چکے ہیں۔ انہوں نے ایک شخص سے مقاربت کر لی ہے اور معاملے کی تدبیر کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک پاؤں تو آگے کو بڑھایا ہے مگر ساتھ ہی دوسرا پیچھے کو ہٹا لیا ہے۔

غزوۂ قضیہ

محدثین فرماتے ہیں: جب ہجرت کے ساتویں سال ذوالقعدہ کا چاند نظر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ عمرۃ القضاء کی تیاری کریں اور فرمایا: حدیبیہ میں شریک ہونے والوں میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔ سوائے ان چند لوگوں کے جو خیبر میں شہید ہو گئے یا وفات پا گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ والوں کے علاوہ بھی دیگر مسلمان نکلے۔ یہ اگرچہ حدیبیہ میں شریک نہ ہوئے تھے مگر عمرے کا ارادہ تھا۔ سو عمرۃ القضاء میں مسلمانوں کی کل تعداد دو ہزار تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اس ماہ سے چار ماہ بعد ذوالقعدہ ۷ ہجری میں نکلے۔ جس میں مشرکین نے آپ کو روک دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمات قصاص۔

یعنی جیسے انہوں نے تمہیں بیت اللہ سے روک دیا تھا، سوتم آئندہ سال عمرہ کرو۔ چنانچہ مدینہ کے چند دیہاتی لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! نہ ہمارے پاس زادِراہ ہے اور نہ کوئی ایسا جو ہمیں کھلائے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے راستے میں خرچ کریں اور صدقہ کریں۔ اور یہ کہ وہ اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں وگرنہ وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم کیا صدقہ کریں حالانکہ ہم میں سے بعض لوگوں کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو بھی میسر ہو۔ اگرچہ کھجور کا ایک دانہ ہو یا نیزہ ہو جسے وہ راہِ خدا میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت اتاری:

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکہ۔

یہ آیت راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت راہ خدا میں خرچ نہ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عمرۃ القضاء میں ۶۰ اونٹ ساتھ لے گئے تھے۔

حضرت عبید اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ کو اپنے ھدی کے جانوروں پر نگران مقرر فرمایا۔ جو آگے آگے ہدی کے جانوروں کو لیے چلتے اور درختوں وغیرہ میں کوئی چرنے کی جگہ تلاش کرتے۔ ان کے ساتھ قبیلہ اسلم کے چار جوان اور تھے۔

حضرت عبید بن ابورحم فرماتے ہیں: میں ان لوگوں میں سے تھا جو ہدی کے جانوروں کو ہانک رہے تھے۔ میں ایک اونٹ پر سوار تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی اونٹ ہانکنے والوں میں سے تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ھدی کو بذاتِ خود لگام ڈالی ہوئی تھی۔

حضرت عاصم بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلحہ، خود، زرہیں، نیزے اور سو گھوڑے بھی ساتھ لیے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ تک پہنچے تو آپ نے ۱۰۰ گھڑسواروں کو آگے بھیجا۔ ان کے امیر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے آگے اسلحہ بھی بھیجا۔ اس پر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو نگران بنایا تھا۔

آپ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ تو اسلحہ بھی ساتھ لے کر آئے ہیں۔ جبکہ ہم پر تو یہ شرط لگائی گئی تھی کہ ہم صرف اتنا اسلحہ لے کر آسکتے ہیں جتنا ایک مسافر کے پاس ہوتا ہے۔ یعنی تلوار اور وہ بھی نیام کے اندر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم یہ اسلحہ حرم میں ان پر لے کر داخل نہ ہوں گے۔ لیکن یہ ہمارے قریب تو رہے گا۔ اگر ہمیں ان لوگوں کی طرف سے کسی ناگوار صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا تو اسلحہ ہمارے قریب تو ہوگا۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ قریش کو اس ذریعے سے خوف دلا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور اپنی سواری آگے بڑھا دی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے دروازے سے احرام باندھا۔ اس لیے کہ آپ فرع کے راستے سے چلے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ بیداء مقام سے تلبیہ پڑھتے۔

حضرت عبداللہ بن ابوقتادہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم عمرۃ القضاء میں فرع کے راستے سے چلے۔ میرے علاوہ میرے دیگر ساتھیوں نے احرام باندھ لیا تھا۔ میں نے ایک نیل گائے دیکھی۔ میں نے اس پر حملہ کیا اور اسے ذبح کر دیا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو بعض اسے کھانے والے تھے اور بعض انکار کر رہے تھے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: کھاؤ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ پھر جب آپ نے حجۃ الوداع فرمایا تو بیداء سے احرام باندھا اور یہ عمرہ مسجد سے کیا، اس لیے کہ اس کا راستہ بیداء پر نہیں تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ پڑھتے ہوئے چلے اور مسلمان بھی تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گھڑسواروں کو لے کر مرظھران پر سے گزرے تو وہاں قریش کے چند لوگوں کو پایا۔ انہوں نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کل صبح ان شاء اللہ یہاں پڑاؤ ڈالنے والے ہیں۔ انہوں نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ کثیر مقدار میں اسلحہ بھی دیکھا۔ وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور قریش کو آ کر بتلایا کہ انہوں نے اتنے اتنے گھوڑے اور اسلحہ دیکھا ہے۔ قریش یہ سن کر گھبرا گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم نے تو کوئی نیا کام بھی

نہیں کیا اور ہم تو اپنے معاہدے اور مدت پر ہیں۔ پھر کس وجہ سے محمد اپنے ساتھیوں کو لے کر ہم سے جنگ لڑ رہا ہے؟

آپ ﷺ نے مرظہران میں پڑاؤ ڈالا۔ اور اسلحے کو وادیٔ یاجج تک بھیج دیا۔ یہاں سے نشانات (حدود) حرم نظر آرہے تھے۔

قریش نے مکرز بن حفص بن احنف کو قریش کے چند لوگوں کے ساتھ بھیجا۔ حتی کہ وہ آپ سے وادیٔ یاجج میں ملے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ، ھدی کے جانور اور اسلحہ لے کر سامنے ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے محمد! اللہ کی قسم! ہم کسی چھوٹے اور بڑے کو نہیں جانتے جو دھوکے باز ہو۔ آپ اسلحہ لے کر حرم میں اپنی قوم کے پاس آرہے ہیں۔ حالانکہ ہم نے یہ شرط لگائی تھی کہ آپ صرف مسافر جتنا اسلحہ لے کر آسکتے ہیں۔ یعنی تلواریں اور وہ بھی نیام کے اندر۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم اسی طرح حرم میں داخل ہوں گے۔ پھر وہ جلدی سے اپنے ساتھیوں کو لے کر مکہ چلا گیا۔ اس نے کہا: محمد اسلحہ لے کر نہیں آئیں گے۔ وہ اسی شرط پر قائم ہیں جو تم نے لگائی۔

جب مکرز نبی کریم ﷺ کی خبر لے کر آیا تو قریش مکہ سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے اور مکہ خالی کر دیا۔ وہ کہنے لگے: ہم نہ اسے دیکھیں گے اور نہ اس کے ساتھیوں کو۔

آپ ﷺ نے ھدی کو اپنے آگے بھیجا، حتی کہ آپ کو ذی طوی میں روک دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نکلے۔ آپ اپنی قصواء نامی اونٹنی پر تھے۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے اردگرد تلواریں لٹکائے تلبیہ پڑھتے ہوئے آرہے تھے۔ جب آپ ذی طوی مقام تک پہنچے تو رسول اللہ ﷺ اپنی قصواء اونٹنی پر ٹھہر گئے اور مسلمان آپ کے اردگرد تھے۔ پھر آپ اس چوٹی سے داخل ہوئے جو حجون کے سامنے تھی اور آپ اپنی سواری پر تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔

حضرت عبید بن خدیج رحمہ اللہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تلبیہ ختم نہیں کیا حتی کہ آپ مکہ کے مکانات تک پہنچ گئے۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تلبیہ پڑھا حتی کہ رکن کا استلام کیا۔

حضرت ابو حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے پیچھے اسلحے پر دو سو آدمیوں کو محافظ مقرر کیا۔ ان پر اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کو نگران بنایا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں بھی عمرۃ القضاء میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی۔ میں حدیبیہ میں بھی شریک ہوئی تھی۔ گویا میں نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھ رہی ہوں جب آپ بیت اللہ تک پہنچے اور آپ اپنی سواری پر تھے۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کی سواری کی لگام کو تھامے ہوئے تھے۔

مسلمانوں نے آپ کے لیے صف بنائی ہوئی تھی۔ جب آپ رکن کے قریب ہوئے تو اس کے پاس آکر اپنی لاٹھی سے رکن کا استلام کیا۔ آپ اپنے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور اپنی سواری پر تھے۔ مسلمان آپ کے ساتھ طواف کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے کپڑوں کو لپیٹ رکھا تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھنے لگے:

خلوا بنی الکفار عن سبیله | انی شهدت انه رسوله
حقا وکل الخیر فی سبیله | نحن قتلنا کم علی تأویله
کم ضربنا کم علی تنزیله | ضرباً یزیل الهام عن مقیله
ویذهل الخلیل عن خلیله

"اے کفار کی اولاد! ان کے راستے سے ہٹ جاؤ، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ہر خیر ان کے راستے میں ہے۔ ہم ان کے اشارے پر تم سے لڑ پڑیں گے، جیسے ہم نے اس کے حکم پر پورا اترتے ہوئے تمہیں ایسی مار دی جس نے کھوپڑیوں کو ان کی گردنوں سے جدا کر دیا اور شہسواروں کو گھوڑوں سے پرے پھینک دیا۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں گھورا اور فرمایا: اے ابن رواحہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! میں سن رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح سے منقول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: مشرکین پہاڑوں پر سے آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ سو آپ رکنِ یمانی اور حجر اسود کے درمیان چلیے۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر ہی بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔

جب ساتویں اور آخری چکر میں آپ مروہ پر پہنچے تو آپ نے اپنی سواری مروہ کے پاس روک لی اور فرمایا: یہ قربان گاہ ہے اور مکہ کی ہر کشادہ جگہ قربان گاہ ہے۔ چنانچہ آپ نے مروہ کے پاس ہی قربانی کی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان لوگوں نے بھی عمرہ کیا جو حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے قربانی نہیں کی۔ جو حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے اور عمرۃ القضاء میں نکلے تھے وہ ہدی میں شریک ہوئے۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حدیبیہ والوں میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا بلکہ اس نے عمرہ قضا کیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو فوت ہو گئے یا شہید ہو گئے۔ چنانچہ میں اور میرے ساتھ چند عورتیں حدیبیہ میں نکلی تھیں۔ پھر ہم بیت اللہ نہ پہنچ پائیں۔ انہوں نے حدیبیہ میں اپنے بالوں میں قصر کی۔ پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ قضاء کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان اونٹ قربان کیے۔

جو لوگ حدیبیہ میں شریک ہوئے اور خیبر میں شہید ہو گئے اور انہوں نے عمرہ قضاء نہیں کیا، وہ درج ذیل تھے:

ربیعہ بن اکثم، رفاعہ بن مسروح، ثقف بن عمرو، عبداللہ بن ابوامیہ بن وهب اسدی، ابوصیاح، حارث بن حاطب، عدی بن مرہ بن سراقہ، اوس بن حبیب، انیف بن وائل، مسعود بن سعد زرقی، بشر بن براء اور عامر بن اکوع رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عمرة القضاء میں ھدی لے جانے کا حکم دیا۔ جسے اونٹ ملا اس نے وہ قربان کر دیا اور جسے اونٹ نہ ملا، آپ نے انہیں گائے قربان کرنے میں بھی رخصت دی۔ چنانچہ فلاں گائے لے کر آیا تھا جو اس سے لوگوں نے خرید لی تھی۔

حضرت حزام بن ہشام اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ نے مروہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حلق کیا۔

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان سے منقول ہے کہ آپ کا حلق حضرت معمر بن عبداللہ عدوی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مناسک پورے کر لیے تو بیت اللہ میں داخل ہوئے اور مسلسل وہیں رہے۔ حتی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر ظہر کی اذان دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انہیں اس کا حکم دیا تھا۔

عکرمہ بن ابی جہل کہنے لگا: اللہ نے ابوحکم کو اعزاز بخشا کہ اس نے اس غلام کی یہ ندا نہیں سنی اور صفوان بن امیہ کہنے لگا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو میرے باپ کو یہ دیکھنے سے پہلے ہی لے گیا۔

خالد بن اسید کہنے لگا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے باپ کو موت دے دی اور اس نے یہ دن نہیں دیکھا کہ بلال بن ام بلال کعبہ کی چھت پر چڑھ کر کھڑا (معاذ اللہ) رینگ رہا ہے۔ باقی سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھ چند لوگوں نے یہ آواز سنی تو انہوں نے اپنے چہروں کو جھکا لیا۔

حضرت داؤد بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرة القضاء میں کعبہ میں داخل نہیں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پیغام بھیج کر پوچھا تھا اور انہوں نے انکار کر دیا اور یہ کہا: یہ شرط میں طے نہیں ہوا تھا۔

آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اس دن صرف ایک بار کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ دوبارہ ایسا نہیں ہوا۔ یہی راجح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں ہی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے اپنے معاملے کو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ حالت احرام میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح ہو گیا۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حل میں آئے تب ان سے شادی کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمارہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب اور ان کی والدہ سلمٰی بنت عمیس مکہ میں تھیں۔

جب رسول اللہ ﷺ مکہ آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے بات کی کہ ہم اپنے چچا کی بیٹی کو مشرکین کے درمیان کیوں چھوڑ جائیں؟ نبی کریم ﷺ نے انہیں ساتھ لے جانے سے منع نہیں فرمایا۔ چنانچہ وہ انہیں لے آئے۔ پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بات کی۔ انہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی اور نبی کریم ﷺ نے مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کرتے ہوئے ان دونوں کو بھائی بھائی بنایا تھا۔ انہوں نے کہا: میں اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو کہنے لگے: خالہ والدہ کی طرح ہوتی ہے۔ میں اس کا زیادہ حق دار ہوں؟ کیوں کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ یعنی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: سنو میں اپنے چچا کی بیٹی کے بارے میں تمہیں رائے دیتا ہوں۔ میں نے اسے مشرکوں کے درمیان سے نکالا ہے اور تم میں سے مجھ سے زیادہ قریبی اس کا کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے۔ میں تمہاری بنسبت اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ اے زید! تم تو اللہ اور اس کے رسول کے غلام ہو اور اے علی! تم میری بھائی اور میرے ساتھی ہو۔ اور اے جعفر! تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ تم اس کے زیادہ حق دار ہو۔ کیوں کہ اس کی خالہ تمہارے نکاح میں ہے۔ مگر عورت سے اس کی خالہ یا پھوپھی کی موجودگی میں نکاح نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ آپ نے جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کا فیصلہ کر دیا۔

علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب آپ نے جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کا فیصلہ کر دیا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اٹھے اور آپ ﷺ کے پاس کودنے لگے۔ آپ نے پوچھا: جعفر! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نجاشی شاہ حبشہ جب کسی کو خوش کرتا تو وہ اس کے اردگرد کودنے لگتا۔

پھر نبی کریم ﷺ سے کہا گیا: آپ ان سے شادی کرلیں۔ آپ نے فرمایا: وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی کر دی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: کیا میں نے سلمہ کو بدلہ دے دیا؟

حضرت عبید اللہ بن محمد فرماتے ہیں: جب چوتھا دن ہوا تو ظہر کے وقت سُہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزی آئے اور رسول اللہ ﷺ انصار کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے آکر کہا: آپ کا وقت پورا ہوگیا ہے، سو ہمارے ہاں سے چلے جایئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم مجھے چھوڑے رکھو اور میں تمہارے درمیان شادی کرلوں اور تمہارے لیے کھانا تیار کروں؟ ان دونوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ اے محمد! ہم تمہیں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان یہی طے ہوا تھا۔ سو ہماری زمین سے چلے جایئے۔ تین دن پورے ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ کسی گھر میں نہیں ٹھہرے تھے۔ آپ کے لیے ابطح میں چمڑے کا ایک خیمہ بنایا گیا تھا۔ آپ وہیں تھے حتی کہ اس سے نکل آئے۔ آپ مکہ کے کسی گھر کی چھت کے نیچے داخل بھی نہیں ہوئے تھے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جب انہیں رسول اللہ ﷺ سے سخت لہجے میں بات کرتے دیکھا تو وہ غصے میں آگئے اور

سہیل سے کہنے لگے: تو جھوٹا ہے۔ تیری ماں نہ رہے۔ یہ نہ تیری زمین ہے اور نہ تیرے باپ کی۔ اللہ کی قسم! وہ یہاں سے اپنی مرضی سے خوش ہو کر جائیں گے۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: اے سعد! ایسی قوم کو تکلیف نہ پہنچاؤ جنہوں نے ہمارے کجاووں میں ہماری زیارت کی۔ وہ دونوں سعد کی بات سن کر خاموش ہو رہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: کوئی مسلمان بھی یہاں شام تک نہ رہے۔ آپ ﷺ سوار ہوئے اور مقام سرف آکر پڑاؤ ڈالا۔ لوگ بھی پیچھے پیچھے آنے لگے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ شام کے وقت آپ کی بیوی کو آپ کے پاس لے آئیں۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ شام تک رکے رہے۔ پھر حضرت میمونہ اور دیگر ساتھیوں کو لے کر نکلے۔ راستے میں انہیں چند جاہل اور بے وقوف مشرکین ملے جو نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو انتظار تھا کہ کوئی ان میں سے پکڑے تو وہ اس سے چھڑوائیں، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آگاہ رہو! میں تمہیں بتلائے دیتا ہوں کہ تمہارا جو یہ ارادہ ہے تو سنو! اللہ کی قسم! گھڑسوار اور اسلحہ وادئ یا جج میں موجود ہے۔ اچانک گھڑسوار قریب آگئے۔ وہ ہمارے لیے وہاں رک گئے اور اسلحہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا تھا جب انہوں نے عمرہ ادا کر لیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس وادئ یا جج جائیں اور وہاں ٹھہر جائیں اور دوسرے آکر اپنے مناسک ادا کریں۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ جب ہم وادئ یا جج پہنچے تو وہ ہمارے ساتھ چل پڑے۔ ہم ابھی مقامِ سرف نہ پہنچے تھے کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا۔ پھر ہم سرف میں آئے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ رات گزاری۔ پھر رات کے آخر حصہ میں چل پڑے اور مدینہ آگئے۔

سریہ ابن ابو العوجاء سلمی رضی اللہ عنہ ذو الحجہ ۷ ہجری

حضرت زہری فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ عمرۃ القضاء سے لوٹے تو اس وقت ذو الحجہ ۷ ہجری تھی۔ آپ نے ابن ابو العوجاء سلمی رضی اللہ عنہ کو پچاس آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ وہ بنو سلیم کی طرف نکلے۔ بنو سلیم کا ایک جاسوس بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب وہ مدینہ سے الگ ہوئے تو وہ جاسوس اپنی قوم کے پاس گیا اور انہیں محتاط اور باخبر کر دیا۔ انہوں نے ایک بڑا لشکر مقابلے کے لیے تیار کر لیا۔ ابن ابو العوجاء رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور قوم تو پہلے سے تیار تھی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے لشکر جرار کو دیکھا تو انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے تیروں سے ان کا استقبال کیا اور بات ہی نہیں سنی۔ کہنے لگے: ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دے رہے ہو۔ پھر انہوں نے کچھ دیر ان پر تیر برسائے۔ ادھر سے امداد بھی آتی رہی۔ حتی کہ انہوں نے مسلمانوں کو ہر جانب سے گھیر لیا۔ پھر بھیانک جنگ ہوئی حتی کہ اکثر لوگ شہید ہو گئے اور ان کے امیر ابن ابو العوجاء رضی اللہ عنہ بھی مقتولین کے ساتھ زخمی ہو کر گر پڑے، پھر انہیں اٹھا کر نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت عبد الحمید بن جعفر رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسلام کی

مخالفت میں اسلام سے پہلوتہی کیے رکھتا۔ میں بدر میں مشرکین کی جانب سے شریک ہوا۔ پھر میں بچ گیا۔ اس کے بعد میں احد میں شریک ہوا، پھر بچ گیا۔ پھر میں خندق میں شریک ہوا تو میں نے اپنے دل میں سوچا میں کب تک لڑتا رہوں گا؟ اللہ کی قسم! محمد ضرور قریش پر غالب آ کر رہیں گے۔ پھر میں نے اپنا مال رہط میں بھیج دیا اور میں لوگوں سے کھسک گیا۔ پھر میں صلح حدیبیہ میں بھی شریک نہیں ہوا۔ آپ ﷺ صلح کر کے لوٹ گئے اور قریش مکہ آ گئے۔ میں کہنے لگا: محمد اگلے سال اپنے ساتھیوں کو لے کر مکہ آئیں گے نہ مکہ میں ان کی منزل ہوگی اور نہ طائف میں اور کوئی چیز نہیں جو خروج سے بہتر ہو۔ میں اسلام سے دوری کی وجہ سے یہ رائے رکھتا تھا کہ اگر تمام قریش بھی مسلمان ہو جائے تب بھی میں مسلمان نہ ہوں گا۔ پھر میں مکہ آیا۔ میں نے اپنی قوم کے چند لوگوں کو اکٹھا کیا۔ جو میری رائے سے متفق تھے، میری بات سنتے تھے اور مجھے اپنے مسائل میں اپنا بڑا مانتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: میں تمہارے اندر کیسا ہوں؟ انہوں نے کہا: آپ رائے والے ہیں اور ہمارے سردار ہیں۔ آپ کا نفس مطمئن ہے اور آپ کے معاملے میں برکت ہے۔ میں نے کہا: تم جانتے ہو، اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ محمد کا معاملہ عجیب طریقے سے غالب ہوتا جا رہا ہے اور میری ایک رائے ہے۔

لوگوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: ہم نجاشی کے پاس چلے جاتے ہیں اور وہیں رہنے لگ جاتے ہیں۔ اگر محمد غالب آ ہی گیا تو ہم نجاشی کے پاس ہوں گے اور ہمارا نجاشی کے پاس ہونا اس سے بہتر ہے کہ ہم محمد کے ماتحت ہوں اور اگر قریش غالب آ گئے تو وہ ہمیں پہچانتے ہی ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ رائے درست ہے۔ انہوں نے کہا: پھر اس کے لیے ہدیہ تیار کرو اور ہمارے علاقے کا بہترین ہدیہ چمڑا ہے۔ چنانچہ ہم نے خاصی مقدار میں چمڑا اکٹھا کر لیا۔ پھر ہم نکلے اور نجاشی کے پاس آ گئے۔ ابھی ہم اس کے پاس پہنچے ہی تھے کہ اچانک وہاں عمرو بن امیہ ضمری آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک خط دے کر بھیجا تھا۔ اس میں تھا کہ وہ آپ کی شادی ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے کر دے۔ وہ اس کے پاس آیا۔ پھر اس کے پاس سے باہر نکلا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: یہ عمرو بن امیہ ہے۔ اگر میں نجاشی کے پاس گیا تو اس سے اسے مانگوں گا۔ اگر اس نے مجھے وہ دے دیا تو میں اس کی گردن اتار دوں گا اور جب میں ایسا کر لوں گا تو قریش خوش ہو جائیں گے اور میں محمد کے قاتل کو قتل کر کے ان کا بدلہ چکا دوں گا۔

پھر میں نجاشی کے پاس گیا۔ میں نے اسے سجدۂ تعظیمی کیا جو میں کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا: میرے دوست کے لیے خوش آمدید۔ تم اپنے علاقے سے میرے لیے کیا ہدیہ لائے ہو؟ میں نے کہا: جی بالکل، اے بادشاہ! میں آپ کے لیے بہت سا چمڑا ہدیہ لایا ہوں۔ پھر میں نے وہ اسے پیش کیا۔ اسے بہت اچھا لگا۔ اس نے چند چیزیں اپنے درباریوں کے درمیان تقسیم کر دیں اور اس سارے چمڑے کو ایک جگہ رکھنے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ اسے لکھ لیا جائے اور اس کی حفاظت کی جائے۔ جب میں نے اس کے دل کو خوش دیکھا تو میں نے کہا: اے بادشاہ! میں نے ابھی ایک شخص کو دیکھا ہے جو آپ کے پاس سے نکلا ہے اور وہ ایسے شخص کا قاصد ہے جو ہمارا دشمن ہے۔ اس نے ہمیں اکیلا چھوڑ دیا اور ہمارے سرداروں اور بہترین لوگوں کو قتل کر دیا۔ وہ مجھے دے دیجیے،

تا کہ میں اسے قتل کردوں۔ یہ سن کر اس نے اپنا ہاتھ ابھارا اور میری ناک پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ اسے توڑ دیا اور میری نکسیر جاری ہوگئی اور خون میرے کپڑوں پر گرنے لگا۔ مجھے ایسی ذلت محسوس ہوئی کہ کاش! زمین پھٹ جاتی اور میں اس کے ڈر سے اس میں اتر جاتا۔ پھر میں نے اسے کہا: اے بادشاہ! اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ کو ایسا کرنا اچھا نہیں لگے گا تو میں آپ سے ہرگز مطالبہ نہ کرتا۔ اس نے کہا: شرم کرو اور کہا: اے عمرو! کیا تم مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو مانگ رہے تھے۔ جن کے پاس وہی بڑا فرشتہ آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا اور جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس آتا تھا اور تو ان کے قاصد کو قتل کرنا چاہتا ہے؟

عمرو کہتے ہیں: اللہ نے میرے دل کی حالت بدل دی اور میں اپنے مذہب (بت پرستی) سے بیزار ہو چکا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: اس حق کو عرب وعجم پہچان چکے ہیں اور تو اب بھی مخالفت کر رہا ہے؟ میں نے کہا: اے بادشاہ! کیا تم بھی اس کی گواہی دیتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، میں اللہ کے پاس بھی اس کی گواہی کو تیار ہوں۔ اے عمرو! میری بات مانو اور ان کی اتباع کرلو۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں اور وہ ہر اس دین پر غالب آکر رہیں گے جو ان کی مخالفت کرے گا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے لشکروں پر غالب آکر رہے۔ میں نے کہا: کیا آپ اسلام پر میری بیعت لیتے ہیں۔ اس نے کہا: ہاں۔ پھر اپنا ہاتھ پھیلایا۔ میں نے اسلام پر ان کی بیعت کی۔ پھر انہوں نے میرے لیے تھال منگوایا اور میرا خون دھویا اور مجھے عمدہ لباس پہنایا۔ میرے کپڑے خون سے بھر چکے تھے۔ میں نے انہیں پھینک دیا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کی طرف نکلا۔ جب انہوں نے شاہی لباس دیکھا تو اس وجہ سے بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: کیا تم نے اپنی مراد پالی ہے؟ میں نے ان سے کہا: اگر میں ابتداءً ہی ان سے یہ کہہ ڈالوں تو یہ بہتر نہ ہوگا۔ میں نے کہا: پھر کسی وقت بات کرلوں گا۔ وہ کہنے لگے: تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پھر میں کسی حاجت کا بہانہ کرکے ان سے الگ ہوا۔ پھر میں کشتی والی جگہ آیا۔ وہ کشتی بھر چکی تھی۔ میں بھی ان کے ساتھ سوار ہولیا۔ وہ چل پڑی اور شعیبہ نامی جگہ آگئی۔ میں شعیبہ سے نکلا اور میرے پاس خرچہ تھا۔ میں نے اونٹ خریدا اور مدینے کے ارادہ سے چل پڑا۔ حتی کہ میں مرظہران پر جا نکلا۔ پھر میں چلتا رہا۔ جب میں ھدہ نامی جگہ پہنچا تو وہاں دو آدمی مجھ سے پہلے ہی کسی ٹھکانے کی تلاش میں تھے۔ ان میں سے ایک خیمے کے اندر تھا اور دوسرا دو سواریوں کو پکڑے کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہ خالد بن ولید تھے۔ میں نے کہا: ابوسلیمان! تم؟ کہنے لگے جہاں۔ میں نے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا: محمد کے پاس جا رہا ہوں۔ لوگ اسلام میں داخل ہو چکے اور کوئی باقی نہیں رہا جسے کچھ بھی طمع ہو۔ اللہ کی قسم! اگر ہم بھی ایسے ہی رکے رہے تو وہ ہماری گردنوں کو ایسے ہی پکڑ لے گا، جیسے گوہ کی گردن اس کے بل میں پکڑ لی جاتی ہے۔

میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں بھی محمد کے پاس جا کر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ اندر سے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی نکلے اور مجھے مرحبا کہا۔ پھر ہم سب ایک ہی منزل کے راہی ہوگئے۔ ہم اکٹھے سفر کرتے رہے اور مدینہ آگئے۔ میں اس شخص کی بات نہیں بھولتا جو ہمیں چاہِ ابوعنبہ کے پاس ملا تھا اور بلند آواز سے کہہ رہا تھا: ارے خوش ہو جاؤ۔ ارے خوش ہو جاؤ۔ ہم نے اس کی بات کو نیک فال سمجھا اور ہم چلتے رہے۔ پھر اس نے ہماری طرف دیکھا۔ میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: مکہ نے ان دونوں کے

بعد قیادت دے دی ہے۔ میں نے سمجھ لیا کہ وہ مجھے اور خالد بن ولید کو کہہ رہا ہے۔ پھر وہ مسجد کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے آنے کی خوشخبری دے رہا ہے اور ہوا بھی ویسے ہی جیسے میں نے گمان کیا تھا۔ ہم نے حرہ میں اپنے اونٹ بٹھائے اور اپنے سب سے عمدہ کپڑے پہنے۔ عصر کی اذان ہوگئی۔ پھر ہم سب اکٹھے ہو کر چلے اور آپ ﷺ کو سامنے سے دیکھا۔ آپ کا چہرہ (چودھویں رات کے چاند کی طرح) چمک رہا تھا اور مسلمان آپ کے اردگرد تھے۔ وہ ہمارے مسلمان ہونے کی وجہ سے بے حد خوش نظر آرہے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور بیعت کی۔ پھر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور بیعت کی۔ پھر میں آگے بڑھا۔ اللہ کی قسم! میں آپ کے سامنے بیٹھ تو گیا مگر مجھے حیاء کی وجہ سے آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ میں نے آپ کی بیعت کی تاکہ میرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں اور آئندہ گناہوں سے بچا رہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی گزشتہ تمام غلطیوں کو پاک کر دیتی ہے۔

فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے ہم مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے اہم معاملے میں مجھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے کسی عام صحابی کے برابر نہیں رکھا۔ بلکہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے مرتبے میں ہوتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اسی حالت میں ہوتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خالد رضی اللہ عنہ پر ذرا غصہ تھا۔

حضرت عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت یزید بن ابو حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: مجھے حبیب بن ابواویس کے غلام راشد نے حبیب بن اوس ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے عمرو رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

حضرت عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت یزید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: پھر انہوں نے آپ سے وقت بیان نہیں کیا کہ عمرو اور خالد رضی اللہ عنہما کب آئے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ مگر اتنی بات یقینی ہے کہ وہ فتح مکہ سے کچھ پہلے کا واقعہ ہے۔ میں نے کہا: مجھے میرے والد نے بتلایا کہ عمرو، خالد اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم یکم صفر المظفر ۸ ہجری کو مدینہ آئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت یحییٰ بن مغیرہ بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور ہدایت کے لیے میرا سینہ کھول دیا۔ میں نے سوچا: میں ان تمام جنگوں میں محمد کے خلاف شریک رہا ہوں۔ ہر جگہ سے ناکام لوٹا ہوں اور میرے دل میں یہی خیال آتا رہا ہے کہ میں غلط سمت میں ہوں اور محمد عنقریب غالب ہو کر رہیں گے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کی طرف نکلے تو میں بھی مشرکین کے گھڑ سواروں میں نکلا۔ میں عسفان میں رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تھے۔ میں آپ کے مقابل کھڑا ہوا اور آپ سے کچھ تعرض کیا۔ آپ نے اپنے

صحابہ ﷺ کو ظہر کی نماز ہم سے بے خوف ہو کر پڑھائی۔ ہمارا ارادہ ہوا بھی کہ ہم آپ پر حملہ کر دیں۔ مگر ہمیں ہمت نہ ہو سکی اور اسی میں بھلائی تھی۔ آپ ہمارے ارادے کو بھانپ گئے تھے۔ اس لیے آپ نے اپنے صحابہ ﷺ کو عصر کی نماز، نمازِ خوف پڑھائی۔ یہ پہلا موقع تھا جب میرے دل میں اسلام کی حقانیت آئی۔ اور میں نے سوچا: اس شخص کی حفاظت کی گئی ہے۔ ہم الگ ہو گئے۔ وہ ہمارے گھڑ سواروں سے الگ ہو کر چلے اور دائیں جانب والے راستے کو لیا۔ پھر جب آپ نے حدیبیہ میں قریش سے صلح کر لی اور قریش نے رواح میں آپ کی مدافعت کی تو میں نے اپنے دل میں سوچا: اب کون سی چیز باقی رہ گئی ہے؟ اب نجاشی کے پاس جانے کا موقع ہی کہاں رہا؟ وہ تو خود محمد کی اتباع کر چکا ہے اور اس کے ساتھی تو اس کے پاس امن سے رہ رہے ہیں یا پھر میں ہرقل کی طرف چلا جاؤں۔ پھر میں اپنے دین سے نصرانیت یا یہودیت کی طرف چلا جاؤں اور عجمیوں کے تابع ہو کر رہوں یا پھر باقی لوگوں میں اپنے گھر ہی ٹھہرا رہوں؟ ابھی میں اسی شش و پنج میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ عمرۃ القضاء کے لیے تشریف لائے۔ میں چھپ گیا اور آپ کے دخول کو دیکھا بھی نہیں۔ میرے بھائی ولید بن ولید رضی اللہ عنہ عمرۃ القضاء میں آپ ﷺ کے ساتھ شامل تھے۔ اس نے مجھے ڈھونڈا مگر میں اسے نہ ملا۔ پھر اس نے میری طرف ایک خط لکھا، اس میں تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امابعد! میں نے اس سے زیادہ عجیب رائے نہیں دیکھی کہ تو بھی اسلام سے منہ موڑے ہوئے ہے، حالاں کہ تو عقل مند آدمی ہے اور اسلام جیسے مذہب سے بھلا کوئی کیسے جاہل رہ سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تیرے بارے میں پوچھا کہ خالد کہاں ہے؟ میں نے کہا: اللہ اسے لے آئے گا۔ آپ نے فرمایا: اس جیسا آدمی تو اسلام سے جاہل نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ اپنی قدر جان لے تو خود کو مسلمانوں کے ساتھ مشرکین کے خلاف پائے اور یہ اس کے لیے بہت بہتر ہے اور ہم اسے دیگر لوگوں پر مقدم رکھیں گے۔ سو میرے بھائی! جو تجھ سے فوت ہو رہا ہے اسے حاصل کر۔ تجھ سے بہت سی اچھی جگہیں رہ گئیں۔

فرماتے ہیں: جب اس کا خط میرے پاس آیا تو میں نے نکلنے کا پکا ارادہ کر لیا اور اسلام میں میری رغبت بڑھ گئی اور رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں جو بات کی تھی اس نے مجھے خوش کر دیا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تنگ و تاریک جگہ میں تھا۔ پھر میں سرسبز اور کشادہ علاقے کی طرف نکل آیا۔ فرماتے ہیں: یہ خواب تھا۔ پھر جب میں مدینہ آیا تو میں نے سوچا: میں اسے ضرور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کروں گا۔ میں نے ان سے یہ خواب ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارے نکلنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور وہ تنگ جگہ جس میں تم تھے، شرک تھا۔

جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف نکلنے کا ارادہ کر لیا تو میں نے سوچا: میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنا رفیق سفر کسے بناؤں۔ میں صفوان بن امیہ سے ملا۔ میں نے کہا: اے ابو وہب! کیا ہم جس دین پر ہیں وہ درست ہے؟ ہم تو محض ایک لقمہ بن کر رہ گئے ہیں اور محمد عرب و عجم پر غالب آتا جا رہا ہے۔ اگر ہم محمد کے پاس ہی چلے جائیں اور ان کی اتباع کر لیں تو محمد کی عزت

ہماری عزت ہوگی۔ اس نے تو سختی سے انکار کر دیا اور کہنے لگا: اگر میرے علاوہ کوئی قریشی نہ بھی بچا تب بھی میں ہرگز ان کی اتباع نہ کروں گا۔ ہماری راہیں جدا جدا ہیں۔ میں نے سوچا: یہ شخص تو غصے میں ہے اور انتقام چاہتا ہے۔ اس کا باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے۔ پھر میں عکرمہ بن ابوجہل سے ملا۔ میں نے اس سے بھی وہی کہا جو صفوان سے کہا تھا۔ اس نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا۔ میں نے کہا: پھر اس بات کو کسی سے مت کہنا جو میں نے تم سے کہی۔ اس نے کہا: میں اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ میں اپنے گھر آ گیا۔ میں نے اپنی سواری نکالنے کا حکم دیا۔ پھر میں اس پر سوار ہوا اور عثمان بن طلحہ سے ملاقات کے لیے گیا۔

ہم سفر ملتے گئے کارواں بنتا گیا

میں نے سوچا: یہ تو میرا دوست ہے۔ اگر میں اس سے اپنا ارادہ ذکر کر دوں۔ پھر مجھے یاد آیا کہ اس کے بھی باپ دادا قتل ہو چکے ہیں اور میں اسے بتلانے سے کترانے لگا۔ پھر میں نے سوچا کہ میں تو اب جا ہی رہا ہوں۔ اسے بتلانے میں کیا حرج ہے۔ چنانچہ میں نے اسے کہا: ہماری مثال تو اس لومڑی کی طرح ہوگئی ہے جو اپنی بل میں گھسی ہوئی ہے۔ اگر اس پر پانی کے چند ڈول ڈالے جائیں تو وہ باہر نکل آئے۔ پھر میں نے اس سے بھی وہی بات کی جو پہلے دو آدمیوں سے کر چکا تھا۔ اس نے فوراً قبول کر لیا اور کہنے لگا: میں نے آج ہی ارادہ کیا تھا کہ میں بھی چلا جاؤں اور دیکھو میری اونٹنی فج میں تیار بیٹھی ہے۔ پھر میں نے اور اس نے وادیٔ یاجج میں اکٹھے ہونے کا وعدہ کر لیا اور طے کر لیا کہ اگر وہ مجھ سے پہلے پہنچ گئے تو ٹھہر جائیں گے اور اگر میں پہلے پہنچ گیا تو میں ان کا انتظار کروں گا۔

پھر ہم صبح سویرے منہ اندھیرے نکلے۔ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی تھی کہ ہم وادی یاجج پہنچ گئے۔ ہم چلتے رہے اور ہدہ نامی جگہ آ گئے۔ وہاں ہمیں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے کہا: آپ لوگوں کو خوش آمدید۔ ہم نے کہا: آپ کو بھی۔ پوچھا: کہاں جا رہے ہیں؟ ہم نے کہا: تم کیوں نکلے؟ انہوں نے کہا: پہلے تم اپنے سفر کی وجہ بتاؤ۔ ہم نے کہا: ہم اسلام قبول کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آنے کے لیے نکلے ہیں۔ وہ کہنے لگے: اسی وجہ سے میں بھی نکلا ہوں۔ چنانچہ ہم سب ایک ساتھ ہو لیے، حتی کہ مدینہ آ گئے۔ ہم نے حرہ نامی جگہ میں اپنی سواریاں بٹھائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری آمد کا پتہ چلا تو آپ خوش ہو گئے۔ میں نے اپنے عمدہ کپڑے پہنے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑا۔ مجھے میرا بھائی ملا اور کہنے لگا: جلدی جلدی چلو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے آنے کی خبر ملی ہے۔ وہ تمہارے آنے سے بے حد خوش ہیں اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میں تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔ میں آپ کے سامنے ہوا تو آپ مسلسل مجھے دیکھ کر مسکراتے رہے۔ حتی کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا۔ میں نے سلام نبوت پیش کیا۔ آپ نے خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے تمہیں ہدایت دی۔ میں

تمہیں عقل مند سمجھتا تھا۔ میں امید کر رہا تھا کہ تم ضرور خیر کی طرف پلٹ آؤ گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ میں ان جنگوں میں شریک ہوتا رہا اور میں حق کے مخالف تھا۔ سو اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پھر بھی آپ دعا فرمائیے۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ! خالد کی ہر خطا معاف فرما دے، جو اس نے تیری راہ سے روکنے کی کوششیں کی ہیں، ان سے درگزر فرما دے۔

خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمرو اور عثمان رضی اللہ عنہما بھی آگے بڑھے اور آپ ﷺ کی بیعت کی۔ فرماتے ہیں: ہمارا سفر صفر ۸ ہجری میں ہوا۔ اللہ کی قسم! جب سے میں مسلمان ہوا آپ ﷺ اپنے کسی بھی اہم کام میں مجھے اپنے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ممتاز رکھتے تھے۔

حضرت ابو عبداللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن زہیر کعبی رحمہ اللہ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے خزاعہ کی طرف کب خط لکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا: مجھے میرے والد نے بتلایا کہ قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ان کی طرف جمادی الاخری ۸ ہجری میں خط لکھا۔ یہ اس لیے کہ عرب کے بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو ابھی تک اپنے شرک پر قائم تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس آئے تو خزاعہ میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔ بلکہ وہ مسلمان ہوا، نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی اور اسلام لے آئے۔ وہ اپنے اردگرد کے لوگوں میں تھوڑے تھے۔ حتیٰ کہ علقمہ بن علاثہ اور ہوذہ کے دونوں بیٹے آئے۔ انہوں نے بھی ہجرت کر لی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے خزاعہ کی طرف خط لکھا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بدیل، بشر اور بنو عمرو کے سرداروں کی طرف۔ تم پر سلامتی ہو۔

میں تمہاری طرف اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔ وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد! میں نے تمہارے عہد کی خلاف ورزی نہیں کی اور نہ تم سے پہلو تہی کی۔ تم میرے نزدیک تہامہ کے سب سے معزز لوگ ہو۔ قریبی رشتہ دار ہو اور جو لوگ خوش ہو کر تمہاری اتباع کریں (وہ تمہارے جیسے ہیں) میں نے تم میں سے ہجرت کرنے والے کے لیے اتنا ہی لیا ہے جتنا میں نے اپنے لیے لیا ہے۔ اگرچہ وہ اپنی زمین کے ساتھ ہجرت کرے۔ بس مکہ میں نہ رہے۔ سوائے عمرے یا حج کی غرض سے اور جب میں ادا کروں گا تو تم میں کوتاہی نہ کروں گا۔ تم میری جانب سے بے خوف ہو کر رہو اور تم پر کوئی پابندی نہیں۔

اما بعد! علقمہ بن علاثہ اور اس کے بیٹے بھی مسلمان ہو چکے ہیں اور تابعداری اختیار کر لی ہے اور ہجرت کر لی ہے۔ جو بھی عکرمہ وغیرہ میں سے ان کی اتباع کر لے (وہ بھی مامون ہے) تم میں سے جو میری اتباع کرنے والے ہیں میں ان کے لیے بھی

اتنا ہی لیتا ہوں جتنا اپنے لیے لیتا ہوں اور ہم حل اور حرم میں ایک دوسرے کے ہو کر رہیں گے اور میں قسم بخدا! تم سے جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ تم سے تمہارا پروردگار محبت کرے۔

حضرت بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

مقام کدید کی طرف سریہ غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (صفر ۸ ہجری)

حضرت جندب بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت میں بھیجا۔ (یہ بنو کلب بن عوف میں سے ایک ہیں)۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ مقام کدید میں بنوملوح پر حملہ کریں۔ وہ بھی بنولیث میں سے تھے۔ چنانچہ ہم نکلے۔ جب قدید میں پہنچے تو ہمیں حارث بن مالک بن برصاء ملا۔ ہم نے اسے پکڑ لیا۔ وہ کہنے لگے: میں تو اسلام کے ارادے سے آ رہا تھا۔ ہم نے کہا: ایک رات کا بند ھا رہنا تجھے کوئی نقصان نہ دے گا اگر تو اسلام کا ارادہ رکھتا ہے اور اگر اس کے علاوہ کوئی ارادہ ہے تو ہم تجھ سے نمٹ لیں گے۔ پھر ہم نے اسے خوب جکڑ دیا اور ایک شخص کو اس پر پہرہ دار بنا دیا۔ جس کا نام سوید بن صخر تھا اور ہم نے کہہ دیا: اگر یہ تجھ سے جھگڑے تو اس کا سر اتار دینا۔

پھر ہم چلتے رہے اور کدید آ گئے۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ ہم نے وادی کی ایک جانب گھات لگا لی۔ مجھے ان کے پہرے داروں نے بھیجا۔ میں اس بستی کی جانب ٹیلے کی طرف سے بڑھا۔ وہ مجھے ان کی اطلاع لانے کے لیے بھیج رہے تھے۔ حتی کہ جب میں اس ٹیلے میں داخل ہو گیا اور میں نے جھانکا تو چونک گیا۔ قسم بخدا! میں ایک شخص کو دیکھ رہا تھا جو ان میں سے اپنے خیمے سے نکلا اور اس نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس ٹیلے کے پرے کچھ سیاہی سی دیکھی ہے۔ اسے میں نے آج صبح ہی اسے ٹیلے پر دیکھا ہے۔ تم اپنے برتنوں کو دیکھو کہیں کتوں نے اس میں سے کچھ لے نہ لیا ہو۔ اس نے دیکھا اور کہنے لگی: اللہ کی قسم! میں نے اپنے برتنوں سے کچھ بھی گم نہیں پایا۔ اس نے کہا: مجھے میری کمان اور تیر دو۔ اس نے اسے کمان اور دو تیر پکڑائے۔ اس نے ایک تیر چھوڑا۔ اللہ کی قسم! وہ میرے پہلو سے ذرا نہیں چوکا۔ میں نے اسے کھینچا اور رکھ دیا اور اپنی جگہ ٹھہرا رہا پھر اس نے مجھے دوسرا تیر مارا۔ وہ بھی مجھے آ لگا۔ میں نے اسے بھی کھینچا اور رکھ دیا اور اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی قسم! اگر وہ ہٹتا تو حرکت ضرور کرتا۔ میرے دو تیر اسے لگ گئے ہیں۔ تیرا باپ نہ رہے۔ جب صبح ہو تو اس کے پیچھے جانا۔ کہیں انہیں کتے نہ پھاڑ دیں۔ پھر وہ اپنے خیمے میں داخل ہو گیا۔ قبیلے کے پیادہ لوگوں نے اپنے اونٹوں اور بکریوں کو آرام کے لیے باندھ دیا۔ ان کا دودھ دوہا اور چارہ ڈالا۔ جب وہ لوگ بالکل مطمئن ہو کر سو رہے تو ہم نے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ ہم نے جنگجوؤں کو مار دیا اور بچوں وعورتوں کو قیدی بنا لیا۔ ہم نے اونٹوں اور بکریوں کو ہانکا اور ہم انہیں لے کر مدینہ چل پڑے۔ ہم ابوالبرصاء کے پاس سے گزرے تو ہم نے اسے اور اپنے ساتھی کو اٹھا لیا۔

ادھر کوئی شخص ان کی قوم میں پکارتا ہوا گیا۔ وہ ہمارے پاس دوسری جانب سے آیا تھا۔ انہوں نے ہماری طرف دیکھا۔

ہمارے اور ان کے درمیان ایک وادی تھی۔ ان کا رخ ہماری طرف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وادی کو جاری کر دیا۔ معلوم نہیں کہاں سے پانی آ گیا اور دونوں کناروں تک وادی بھر گئی۔ قسم بخدا! ہم نے اس سے پہلے نہ کوئی بادل دیکھا تھا اور نہ کوئی بارش۔ اتنا پانی آ گیا کہ کوئی بھی اسے پار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ میں انہیں کھڑا دیکھ رہا تھا اور وہ ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔

ہم نے اپنے نشانات قدم بھی مٹا دیے اور انہیں چکر دیا۔ سو وہ ہمیں نہ ڈھونڈ سکے۔ مجھے اپنے امیر غالب کے یہ اشعار نہیں بھولتے:

ابو القاسم نے انکار کر دیا کہ تم سے عزت حاصل کرو گے اور یہ سچے کا قول تھا جو جھوٹ نہیں بولتا۔ ایسی سرسبز جگہ میں جس کی کھیتی پک کر زرد ہو چکی تھی اور اس کا اوپر کا رنگ سنہری ہو چکا تھا۔

پھر ہم مدینہ آ گئے۔

حضرت محمد بن حمزہ بن عمر اسلمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ تھا اور ہم چودہ آدمی تھے اور ہمارا شعار یہ تھا: اَمِتْ اَمِتْ۔

ذات اطلاح کی طرف سریہ کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (ربیع الاول ۸ ہجری)

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ کو پندرہ آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ جب وہ شام کے علاقے ذات اطلاح پہنچ گئے تو انہوں نے وہاں ان کا ایک بڑا لشکر پایا۔ انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے دعوت قبول نہ کی اور ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ صورتِ حال دیکھی تو ان سے سخت مقابلہ کیا حتیٰ کہ جام شہادت نوش کر گئے۔ ان میں سے ایک صحابی جو مقتولین میں زخمی حالت میں تھے، وہاں سے بچ نکلے۔ جب رات ٹھنڈی ہوئی تو سوار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور آپ کو اطلاع دی۔ آپ پر یہ خبر انتہائی شاق گزری اور وہ ان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ وہ دوسری طرف چلے گئے ہیں تو آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

حضرت حارث بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کعب دن کو گھات لگاتا اور رات کو چلتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ ان کے قریب ہوا۔ اسے ان کے جاسوس نے دیکھا تو انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قلیل تعداد کا بتلایا۔ وہ گھوڑوں پر آئے اور انہیں قتل کر دیا۔

(۱) سریہ شجاع بن وھب

یہ جماعت رکبہ کی جانب بنو عامر کے علاقے سی کی طرف گئی تھی۔ یہ سریہ ربیع الاول ۸ ہجری میں گیا۔

(۲) تبالہ میں خثعم کی طرف بھیجی گئی جماعت

حضرت عمر بن حکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاع بن وھب کو چوبیس آدمیوں کے ساتھ ھوازن کے لشکر کی طرف بھیجا، جو مقامِ سی میں تھا اور حکم دیا کہ ان پر اچانک حملہ کر دیں۔

وہ نکلے اور رات کو سفر کرتے، دن کو گھات لگاتے۔ حتی کہ صبح کے وقت ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ انہوں نے اپنے تمام ساتھیوں کو خبردار کر دیا تھا کہ وہ پیچھا ہونے سے بے خوف مت ہوں۔ انہیں بہت سے اونٹ اور بکریاں ہاتھ آئیں اور وہ ان سب کو ہانک کر مدینہ لے آئے اور اموالِ غنیمت تقسیم کر لیے۔ ان کے پندرہ حصے اونٹ بنے۔ ہر شخص کو ایک اونٹ ملا اور دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر قرار پائیں۔ یہ جماعت پندرہ راتیں غائب رہی۔

حضرت ابن ابی سبرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: انہیں بستی سے عورتیں بھی ملی تھیں۔ وہ انہیں بھی ساتھ لے آئے تھے۔ ان میں ایک انتہائی خوبصورت لڑکی بھی تھی۔ وہ انہیں لے کر مدینہ آ گئے تھے۔ پھر ان کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا۔ جب وہ آئے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قیدیوں کے بارے میں بات کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاع رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے ان عورتوں کو واپس کرنے کی بات کی تو انہوں نے انہیں ان کے مردوں کے حوالے کر دیا۔

حضرت ابن ابی سبرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے انصار کے ایک شیخ سے اس بارے میں بات کی تو انہوں نے فرمایا: وہ جو خوبصورت لڑکی تھی۔ اسے حضرت شجاع بن وھب نے اپنے لیے قیمتاً خرید لیا تھا اور اس سے صحبت بھی کر لی تھی۔ جب وفد آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں اختیار دیا۔ اس نے حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرنے کو ہی پسند کیا۔ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور وہ لڑکی انہی کے پاس تھی۔ البتہ اس سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابن ابی سبرہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: میں نے کبھی کسی کو اس سریے کا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنا۔ انہوں نے فرمایا: سارا علم تم نے نہیں سن رکھا۔ انہوں نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔ پھر ابن ابی سبرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے اسحاق بن عبداللہ نے ایک اور سریے کا بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت اسحق فرماتے ہیں: مجھے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہ کو بیس آدمیوں کے ہمراہ تبالہ کی جانب خثعم کے ایک قبیلے کی طرف بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ ان پر اچانک حملہ کر دیں اور یہ کہ رات کو سفر کریں اور دن کو چھپ کر گھات لگائیں اور یہ حکم بھی فرمایا کہ اگلے ہی روز نکل پڑیں۔ چنانچہ یہ لوگ آگے پیچھے دس اونٹوں پر نکلے۔ انہوں نے اسلحہ چھپا دیا اور فتق کے راستے پر ہو لیے حتی کہ وادئ مسحب پہنچے۔ وہاں انہوں نے ایک شخص کو پکڑا اور اس سے پوچھا۔ اس نے بجائے کچھ بتلانے کے زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس کی گردن اتار دی۔

پھر وہ لوگ ٹھہرے رہے۔ حتی کہ جب رات کی کوئی گھڑی تھی تو ان میں سے ایک شخص جاسوسی کے لیے نکلا۔ اس نے وہاں بستی والوں کے اونٹ اور بکریاں پائیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آیا اور انہیں بتلایا۔ چنانچہ وہ لوگ دبے پاؤں نکلے اور پہرے داروں سے محتاط ہو کر چلے۔ حتی کہ بستی تک جا پہنچے۔ وہ سو چکے تھے اور غافل تھے۔ انہوں نے نعرۂ تکبیر لگایا اور

ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ بستی کے چند لوگ ان سے مقابلے کے لیے نکلے اور آپس میں سخت جنگ ہوئی اور دونوں فریقوں میں خوب زخم آئے۔

ادھر سے صبح کے وقت خثعمی لوگ دھم تک آئے تو ان کے سامنے سیلاب بہہ پڑا اور کوئی شخص بھی اس سیلابی ریلے کو عبور کرنے پر قادر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ بستی والوں پر آئے اور اونٹوں، بکریوں اور عورتوں کو لے کر مدینے آ گئے۔

ان کے حصے چار چار بنے۔ ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر قرار پایا اور خمس پہلے نکال لیا گیا تھا۔ یہ سریہ ماہِ صفر ۹ ہجری میں ہوا۔

غزوہ مؤتہ

حضرت عمر بن حکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو جو بنولھب کے ایک فرد تھے، شاہِ بصری کی طرف خط دے کر بھیجا۔ جب وہ مؤتہ میں پہنچے تو شرحبیل بن عمرو غسانی نے انہیں روک لیا اور پوچھنے لگا: کہاں جارہے ہو؟

انہوں نے کہا: شام۔ کہا: شاید تم محمد کے قاصد ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، میں اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد ہوں۔ اس نے انہیں باندھنے کا حکم دیا۔ پھر آگے بڑھا اور بندھا ہوا ہونے کی حالت میں ان کی گردن اتار دی۔

ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے کسی قاصد کو قتل نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ کو خبر ملی تو آپ کو سخت غصہ آیا۔ آپ نے لوگوں کو بلایا اور انہیں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر دی اور یہ بھی بتلایا کہ کس نے انہیں قتل کیا۔ لوگوں نے تیزی میں تیاری کی اور نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مقامِ جرف میں اپنا لشکر ٹھہرا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے معاملے کو واضح نہیں کیا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو بیٹھ گئے۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بیٹھے تھے۔ نعمان بن فنحص یہودی آیا اور لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے امیر ہوں گے۔ اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اگر وہ بھی نہ رہے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اگر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے تو مسلمان آپس کی رضامندی سے کسی شخص کو طے کرلیں اور اسے خود پر امیر بنالیں۔ نعمان بن فنحص کہنے لگا: اے ابو القاسم! اگر آپ واقعی نبی ہیں تو جن تھوڑے یا زیادہ لوگوں کے آپ نے نام لیے ہیں وہ سب مارے جائیں گے۔ بنی اسرائیل میں انبیاء جب لوگوں پر کسی شخص کو نگران بناتے، پھر فرماتے: اگر فلاں مارا گیا تو اگر وہ سو مردوں کے بھی نام لیتے تو وہ سب مارے جاتے۔ پھر وہ یہودی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: تم عہد کرو کہ تم کبھی محمد کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤ گے اگر وہ نبی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے سچے اور برگزیدہ نبی ہیں۔

جب انہوں نے چلنے کا ارادہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے جھنڈا باندھ دیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کے طے کردہ امراء کی طرف گئے اور انہیں الوداع کہنے لگے اور ان کے لیے دعا کرنے لگے۔ مسلمان ایک دوسرے کو بھی الوداع کہنے لگے۔ مسلمان تین ہزار کی تعداد میں تھے۔ جب وہ اپنے

جائے لشکر سے روانہ ہوئے تو مسلمانوں نے پکار پکار کر دعا دی کہ اللہ تمہارا دفاع کرے اور تمہیں صحیح سلامت با غنیمت واپس لائے۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اس موقع پر فرمانے لگے:

وضربةً ذات فرغ تقذف الزبدا
لكنني أسال الرحمٰن مغفرة

''اور فرغ والی ضرب جو جھاگ پھینکتی ہے۔ لیکن میں رحمن سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔''

چند اشعار تھے جو مجھے شعیب بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنائے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا یا فرمایا: اللہ کے راستے میں اللہ کا نام لے کر لڑنا اور جو اللہ کا انکار کرے اسے قتل کر دینا۔ نہ دھوکہ دینا، نہ خیانت کرنا اور نہ کسی بچے کو قتل کرنا۔ جب تم اپنے مشرک دشمنوں سے ملو تو انہیں تین میں سے ایک بات کی دعوت دینا۔ جسے بھی وہ تم سے قبول کرلیں تم بھی قبول کر لینا اور ان سے ہاتھ روک لینا۔ انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دینا۔ اگر وہ ایسا کرلیں تو ان سے قبول کر لینا اور رک جانا پھر انہیں دار الکفر سے دار الہجرت کی طرف آنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ ایسا کرلیں تو انہیں بتلانا کہ ان کے لیے بھی وہ سب ہے جو دیگر مہاجرین کے لیے اور ان پر بھی وہ سب باتیں لاگو ہیں جو دیگر مہاجرین پر لاگو ہیں اور اگر وہ مسلمان ہو جائیں اور اپنے گھروں میں ہی رہنا پسند کریں تو انہیں بتلانا کہ پھر وہ مسلمان دیہاتیوں کی طرح ہوں گے۔ ان پر اللہ کا فیصلہ لاگو ہوتا ہے۔ مگر مالِ غنیمت اور تقسیم میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔

اگر وہ اسلام سے انکار کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ اسے قبول کرلیں تو تم بھی ان سے قبول کرلو اور ان سے رک جاؤ۔ اگر وہ انکار کر دیں تو اللہ سے مدد مانگنا اور ان سے لڑنا۔ اگر تم کسی قلعے یا شہر کا محاصرہ کرلو۔ پھر وہ تم سے یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے حکم پر اترنے دو تو ہرگز انہیں اللہ کے فیصلے پر مت اتارنا، بلکہ انہیں اپنے فیصلے پر اتارنا۔ تم نہیں جانتے کہ تم ان کے بارے میں اللہ کے فیصلے کو پہنچ سکو گے یا نہیں اور اگر تم کسی قلعے یا شہر کا محاصرہ کرلو۔ پھر وہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ اور اس کے رسول کے ذمے میں دے دو تو ہرگز انہیں اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ نہ دینا۔ بلکہ انہیں اپنا، اپنے والد کا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دینا۔ پھر اگر تم اپنے اور اپنے والد کے ذمے میں کوتاہی کرو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے ذمے میں کوتاہی کرو۔

حضرت خالد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موتہ والوں کو رخصت کرنے کے لیے چلے حتی کہ ثنیہ وداع تک پہنچ گئے۔ پھر آپ ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ارد گرد ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر جہاد کرنا۔ اللہ کے اور اپنے دشمن سے شام میں قتال کرنا۔ عنقریب وہاں گرجا گھروں میں تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ سو انہیں

کچھ مت کہنا اور دوسرے شیطانی لوگ جن کے سروں میں گھونسلے ہوں گے۔ سوانہیں تلواروں سے اکھیڑ دینا اور کسی عورت، دودھ پیتے چھوٹے بچے اور بالکل لاغر بوڑھے کو قتل مت کرنا۔ کسی کھجور کو مت کاٹنا اور نہ کسی درخت کو اکھیڑنا اور نہ کوئی گھر گرانا۔

حضرت عطاء بن ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو الوداع کیا تو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کسی بات کا حکم فرمائیے جسے میں آپ کی طرف سے یاد کرلوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کل ایسے شہر میں جانے والے ہو جہاں سجدے بہت کم ہوتے ہیں۔ سوتم سجدوں کی کثرت کرنا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیے! آپ نے فرمایا: اللہ کا ذکر کرنا۔ وہ تمہاری تمام حاجات کے لیے مددگار ہوگا۔ وہ آپ کے پاس سے اٹھے اور جب جانے کا ارادہ کر چکے تو پھر آپ کے پاس واپس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بے شک اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو ہی پسند کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! میں عاجز نہیں آیا۔ سوتم بھی عاجز نہیں رہو گے اگر دس پر برے طریقے سے عمل کرنے کے بجائے ایک کو بخوبی نبھاؤ۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کے بعد آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔

حضرت ابوعبداللہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھا۔ میں نے کوئی بھی ان سے بہتر یتیم کا والی نہیں دیکھا۔ جب وہ مؤتہ کی طرف گئے تو میں بھی ان کے ساتھ نکلا۔ میں ان کا گرویدہ تھا اور وہ مجھ سے محبت کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے کجاوے کی دونوں لکڑیوں کے درمیان کیا اور اچانک یہ اشعار پڑھنے لگے۔

''جب تو حساء کے بعد چار دن کی مسافت طے کر کے میرے کجاوے کو اٹھائے ہوئے مجھے پہنچا دے گی۔ سو تیرا توشہ نعمتیں ہیں اور تو شریف النسب ہے اور میں اپنے پیچھے اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔''

مسلمانوں نے ٹھکانہ دیا اور مجھے شام کی زمین میں چھوڑ گئے، اس حال میں کہ مجھے ٹھکانے کی خواہش ہے۔

وہاں مجھے کھجوروں کے شگوفہ نکالنے یا پاؤں کے نیچے روندے جانے کی کوئی پروا نہیں۔

جب میں نے یہ اشعار سنے تو میں رو پڑا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے مجھے منع کیا اور فرمانے لگے: اے نالائق! تجھے کیا نقصان ہے اگر اللہ مجھے شہادت عطا فرما دے اور میں دنیا اور اس کی مشقتوں، مصائب اور غموں سے نجات پالوں۔ پھر وہ اپنے کجاوے پر بیٹھے چل پڑے۔ پھر انہوں نے رات کو ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد لمبی دعا مانگی۔ پھر مجھے کہا: اے لڑکے! میں نے کہا: جی حاضر ہوں۔ فرمایا: ان شاء اللہ شہادت ہی ملے گی۔

مسلمان مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ دشمن نے یہ بات سن لی کہ مسلمان ان پر حملہ آور ہونے آ رہے ہیں۔ ابھی وہ حارث بن عمیر کی جائے قتل نہیں پہنچے تھے۔ جب مسلمان مدینہ سے روانہ ہو لیے تب دشمن کو خبر ہوئی اور انہوں نے لشکروں کو جمع کر لیا۔ ان میں قبیلہ ازد کا ایک آدمی کھڑا ہوا، جس کا نام شرحبیل تھا۔ اس نے جاسوسوں کو آگے بھیج دیا۔ مسلمانوں نے وادیٔ قری

میں پڑاؤ ڈالا اور چند دن ٹھہرے رہے۔ اس نے اپنے بھائی سدوس کو بھیجا اور سدوس مارا گیا۔ شرحبیل بن عمرو ڈر گیا اور قلعہ بند ہو رہا۔ اس نے اپنے بھائی وبر بن عمرو کو بھیجا۔ مسلمان چلتے رہے حتی کہ شام کے علاقے معان میں پڑاؤ ڈالا۔

لوگوں کو خبر پہنچی کہ ہرقل بادشاہ بھی ارض بلقاء میں پڑاؤ ڈال چکا ہے اور اس کے ساتھ بھراء، وائل، بکر، لخم اور جذام کے قبائل ہیں اور ان کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔

ان پر بلی کا ایک شخص امیر ہے۔ اس کا نام مالک ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو وہ دو راتیں ٹھہرے رہے تا کہ ان کے معاملے کا بغور جائزہ لیں۔ انہوں نے سوچا: ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف خط لکھتے ہیں اور آپ کو واقعہ کی اطلاع دیتے ہیں یا آپ ہمیں واپس بلا لیں گے یا ہمارے پاس مزید لوگوں کو بھیجیں گے۔ ابھی لوگ اسی حالت میں تھے کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ پھر ان کی ہمت بندھائی اور فرمایا: اللہ کی قسم! ہم لوگوں سے تعداد، اسلحے یا گھوڑوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے بلکہ اس دین کو لے کر لڑتے ہیں جس کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی۔ چلو! اللہ کی قسم! ہم نے خود کو دیکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں ہمارے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور غزوۂ احد میں ایک گھوڑا تھا۔ دو اچھائیوں میں سے ایک تو ہو کر رہے گی: یا ہم ان پر غلبہ پالیں گے تو اس چیز کا اللہ اور ہمارے نبی نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا یا شہادت ملے گی اور ہم اپنے بھائیوں سے ملیں گے اور جنت میں ان کے ساتھ رہیں گے۔ لوگوں نے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بات سے ایک دوسرے کی ہمت بندھائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی مؤتہ میں شریک تھا۔ جب ہم نے مشرکین کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس تو اتنی بڑی تعداد، اسلحہ، جنگی ساز وسامان، ریشم اور سونا چاندی ہے۔ میری آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ حضرت ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے ابوہریرہ! تجھے کیا ہوا! شاید تم بہت بڑے لشکر کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے فرمایا: تم بدر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ ہماری مدد کثرت کے ساتھ نہیں کی جاتی۔

حضرت ابن کعب قرظی اور عمارہ بن غزیہ رضی اللہ عنہما حدیث میں ایک دوسرے پر کچھ اضافے سے نقل فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں اور مشرکین کی جنگ ہوئی اور امراء اس دن اپنے پاؤں پر لڑ رہے تھے۔ جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے پکڑا ہوا تھا۔ وہ اس کے باوجود لوگوں سے لڑ رہے تھے اور مسلمان اپنی صفوں پر تھے۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

حضرت ابن کعب قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اس شخص نے بتلایا جو اس دن حاضر تھا کہ وہ قتل نہیں ہوئے بلکہ انہیں نیزے کا زخم آیا۔ پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے اسے تھام لیا۔ وہ اپنے شقراء نامی گھوڑے سے اتر آئے اور اسے بھگا دیا۔ پھر قتال کرنے لگے حتی کہ شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ روم کے ایک شخص نے انہیں مارا اور انہیں دو حصوں میں کاٹ دیا۔ ان کا ایک حصہ انگوروں میں گر گیا۔ ان کے آدھے جسم میں تیس یا کچھ زخم پائے گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مقتولین میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا بدن ملا۔ ان کے کندھوں کے درمیان تلوار یا نیزے کی بہتر ضربیں لگی تھیں۔

حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بدن میں ساٹھ سے زیادہ زخم تھے اور ایک نیزہ ان کے بدن میں آر پار پایا گیا۔

شیطانی وساوس موت تک جان نہیں چھوڑتے

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبدالجبار بن عمارہ بن عمارہ بن عبداللہ بن ابی بکر باہم اضافے کے ساتھ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ جب موتہ میں لوگوں کی جنگ ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے تھے۔ آپ کے سامنے جنگ کا میدان کھول دیا گیا اور پردے ہٹ گئے۔ گویا آپ کھلی آنکھوں معرکے کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور زندگی اور دنیا کی محبت کا وسوسہ ان کے دل میں ڈالا اور موت سے نفرت دلائی۔ وہ اپنے نفس سے مخاطب ہوئے: اب جبکہ مومنین کے دلوں میں ایمان کے پختہ ہونے کا وقت ہے تم دنیا سے محبت کرنے لگے ہو۔ پھر وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور فرمایا: ان کے لیے استغفار کرو۔ وہ تو دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہو گئے ہیں۔ پھر جھنڈا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور انہیں بھی زندگی اور دنیا کا آرزومند بنانے کی کوشش کرنے لگا اور موت سے نفرت دلائی۔ انہوں نے بھی فرمایا: اے نفس! اب جبکہ ایمان کے مومنوں کے دلوں میں پختہ ہونے کا وقت ہے۔ تو مجھے دنیا کی امیدیں دلا رہا ہے۔ پھر وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بھی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کے لیے دعا کی، پھر فرمایا: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو۔ وہ بھی شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گیا اور اب وہ یاقوت کے دو پروں سے جنت میں جہاں چاہے اڑ رہا ہے۔ پھر اس کے بعد جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا۔ وہ بھی شہید ہو گئے اور وہ پہلو کے بل جنت میں داخل ہو گئے۔ انصار پر یہ بات شاق گزری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں زخم آئے تھے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ پہلو کے بل کیوں گئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انہیں زخم لگے تو وہ پیچھے ہٹے، پھر اپنے نفس کو عتاب کیا۔ پھر دلیر ہوئے اور شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گئے۔ ان کی قوم یہ سن کر خوش ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ فرشتوں کی طرح جنت میں اڑ رہے ہیں اور ان کے بازوؤں سے خون بہہ رہا ہے اور میں نے زید کو ان سے کم درجے میں دیکھا۔ میں نے سوچا: میں زید کو جعفر سے کم شمار نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا: زید کا مرتبہ جعفر سے کم نہیں ہے۔ لیکن ہم نے جعفر کو جو فضیلت دی ہے وہ ان کی آپ سے قرابت کی وجہ سے دی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر شہسوار ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے بہتر پیدل چلنے والے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت یحییٰ بن عباد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ لشکر میں بنو مرہ کا ایک شخص تھا۔ اسے کہا گیا: لوگ کہہ رہے ہیں: خالد مشرکین سے شکست کھا گیا۔ وہ کہنے لگا: نہیں اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوا۔ جب ابن رواحہ قتل ہوا تو میں نے جھنڈے کو گرتے ہوئے دیکھا اور مسلمان اور مشرکین باہم لڑ پڑے۔ میں نے جھنڈے کو خالد کے ہاتھ میں دیکھا جو پیچھے ہٹ رہا تھا۔ یہی شکست تھی۔

حضرت محمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عرب کے ایک شخص اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب ابن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ہر طرف مسلمانوں کو نہایت برے طریقے سے ہزیمت کا سامنا ہوا۔ میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا۔

پھر مسلمان دوبارہ پلٹے اور انصار کا ایک شخص آگے بڑھا اس کا نام ثابت بن ارقم تھا۔ انہوں نے جھنڈا پکڑ لیا اور وہ انصار کو چیخ چیخ کر بلانے لگا۔ لوگ ہر جانب سے ان کی طرف جمع ہونے لگے۔ وہ بہت تھوڑے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: لوگو! میرے پاس آؤ۔ وہ سب اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا: اے ابو سلیمان! یہ جھنڈا لے لیں۔ انہوں نے کہا: میں اسے نہیں لوں گا۔ آپ ہی اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ عمر میں بھی بڑے ہیں اور بدر میں بھی شریک ہو چکے ہیں۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آدمی! اسے لے لو۔ میں نے اسے تمہارے لیے ہی لیا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا۔ پھر تھوڑی دیر اسے اٹھائے رکھا۔

ادھر مشرکین نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ ثابت قدم رہے۔ حتی کہ مشرکین نے پلٹ پلٹ کر حملہ کیا۔ آپ نے بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر حملہ کر دیا۔ آپ نے ان کے ایک لشکر کو منتشر کر دیا۔ پھر ان کے بہت سے لوگوں نے اچانک مل کر حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمان گھبرا گئے اور پیچھے کو ہٹ گئے۔

حضرت ابن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے میری قوم کے چند لوگوں نے بیان کیا جو اس دن جنگ میں شریک تھے کہ جب انہوں نے جھنڈا پکڑا تو لوگوں کو لے کر پیچھے کو ہٹے اور شکست ہوئی۔ مسلمان شہید ہوئے اور مشرکین ان کا پیچھا کر رہے تھے۔

حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ چیخ چیخ کر پکارنے لگے: اے قوم! آدمی کا سامنا کرتے ہوئے مارا جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ پیٹھ پھیر کر مارا جائے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو پکار رہے تھے۔ مگر کوئی بھی ان کی طرف نہیں آ رہا تھا۔ شکست ہو چکی تھی اور وہ لوگ جھنڈے والے کے پیچھے شکست خوردہ بھاگ رہے تھے۔

حضرت ابراہیم بن یحییٰ بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب حضرت ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا تو لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر صلح کر لی۔ حضرت ثابت نے پوچھا: کیا تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر راضی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ چنانچہ وہ جھنڈا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور لوگوں کو لے کر لوٹ آئے۔

حضرت عطاف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب ابن رواحہ رضی اللہ عنہ شام کو شہید ہو گئے تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رات گزاری۔ پھر اگلی صبح انہوں نے لشکر کے پچھلے حصے کو آگے اور اگلے کو پیچھے کر دیا۔ بائیں کو دائیں اور دائیں کو بائیں کر دیا۔ یہ سب مشرکین کے لیے نیا تھا۔ کیوں کہ وہ ان کے جھنڈوں اور حالت کو جانتے تھے۔ مگر یہ سب ان کے لیے اوپرا تھا۔ وہ کہنے لگے: شاید ان کی مدد آچکی ہے اور وہ رعب میں مبتلا ہو گئے۔ پھر وہ شکست کھا کر بھاگے اور ان کا ایسے قتل عام ہوا کہ کبھی کسی قوم کا قتلِ عام نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب جنگ گرم ہوگی۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: پہلی بات ہمارے نزدیک راجح ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ لوگوں کو بھگا کر واپس لے آئے تھے۔

حضرت ابن ابی زناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خون گھوڑوں کے کھروں کے اوپر تک پہنچ گیا تھا اور جنگ بھی گرم ہو گئی تھی اور جب جانوروں کی وہ جگہ گرم ہوتی ہے تو یہ اس کے دشمن کے لیے اور بھی سخت ہوتی ہے۔

حضرت ثعلبہ بن ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس دن شکست ہوئی۔ حتی کہ ان لوگوں کو فرار ہونے پر عار دلائی گئی اور لوگوں کو برا بھلا کہا گیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر شکست خوردہ لوٹے۔ جب مدینہ والوں کو موتہ کے لشکر کے لوٹنے کی خبر ملی تو وہ مقام جرف میں ان سے آملے اور وہ ان کے چہروں پر مٹی ڈال رہے تھے اور کہہ رہے تھے: او بھگوڑو! کیا تم اللہ کے راستے میں بھاگ آئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بھگوڑے نہیں، بلکہ ان شاء اللہ وہ تو پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔

حضرت ابو بکر بن عبداللہ فرماتے ہیں: ہمارے ساتھ جو لشکر بھی بھیجا گیا اسے مدینہ والوں کا ایسا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جیسا موتہ والوں کو کرنا پڑا۔ مدینہ والے ان سے بری طرح پیش آئے۔ حتی کہ کوئی شخص اپنے گھر والوں کی طرف جانا چاہتا تو وہ ان پر دروازہ بند کر دیتے اور ان کے لیے کھولنے سے انکار کر دیتے اور کہتے: تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے کیوں نہ بڑھے؟ حتی کہ جو بڑی عمر کا صحابی ہوتا تو وہ اپنے گھر میں شرم سے بیٹھا رہا۔ حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف ایک ایک آدمی کو بھیجنے لگے اور فرمانے لگے: تم تو اللہ کے راستے میں پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔

حضرت ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: اس لشکر میں حضرت سلمہ بن ہشام بن مغیرہ بھی تھے۔ ان کی بیوی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان سے کہا: مجھے سلمہ بن ہشام کی حالت نہیں دیکھی جا رہی؟ پوچھا: کیا انہیں کوئی تکلیف ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: نہیں۔ قسم بخدا! بلکہ وہ تو باہر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جب بھی وہ نکلتے ہیں تو لوگ انہیں یہ طعنہ دیتے ہیں کہ او بھاگنے والو! کیا تم اللہ کے راستے سے بھاگ آئے؟ حتی کہ وہ گھر میں ہی بیٹھ گئے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ تو اللہ

کے راستے میں پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔ اسے باہر نکلنا چاہیے۔ چنانچہ وہ یہ سن کر باہر نکلے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نکلتے تھے اور لوگوں سے ناگوار باتیں سنتے تھے۔ میرے اور میرے چچازاد کے درمیان گفتگو بھی ہوئی تو وہ بھی یہی کہ تم غزوہ موتہ سے کیوں بھاگ آئے؟ اور میرے پاس اس کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ اس دن کی صبح تھی جس میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں نے اپنے چالیس افراد کے لیے سالن تیار کیا تھا اور آٹا گوندر کھا تھا۔ پھر میں نے اپنے بیٹوں کا منہ دھویا اور انہیں تیل لگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور فرمایا: اے اسماء! جعفر کے بیٹے کہاں ہیں؟ میں انہیں آپ کے پاس لے آئی۔ آپ نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ان کا بوسہ لیا۔ پھر آپ کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں اور آپ رو پڑے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! شاید آپ کو جعفر کے بارے میں کوئی خبر پہنچی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں وہ آج شہید ہو گئے۔ فرماتی ہیں: میں اٹھی اور میری چیخیں نکل گئیں۔ عورتیں میرے پاس جمع ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اے اسماء! منہ سے کوئی بے ہودہ بات نہ کہنا اور نہ سینہ پیٹنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور وہ کہہ رہی تھیں: ہائے! میرے چچا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جعفر جیسے پر رونے والی کو رونا چاہیے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو۔ آج کے دن انہیں اپنی کوئی فکر نہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کے پاس آئے اور انہیں میرے والد کی وفات کی خبر دی۔ میں آپ کی طرف دیکھ رہا تھا اور آپ میرے اور میرے بھائی کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ اور آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ حتی کہ آپ کی داڑھی بھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! جعفر تو بہت اچھے بدلے کی طرف چلا گیا۔ سو ان کی اولاد میں ان کا اچھا نائب بنا جو تو اپنے بندوں میں سے کسی کا اس کی اولاد میں بناتا ہے۔

پھر فرمایا: اے اسماء! کیا میں تمہیں بشارت نہ دوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میرے ماں باپ آپ پر قربان!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جعفر کو دو پر عطا فرمائے ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! لوگوں کو اس بارے میں بتلایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ اپنا ہاتھ میرے سر پر پھیر رہے تھے حتی کہ منبر پر چڑھ گئے۔ آپ نے مجھے اپنے سامنے منبر کی نچلی سیڑھی پر بٹھا دیا۔ غم کے آثار آپ کے چہرے میں نمایاں تھے۔ آپ نے بات شروع کی اور فرمایا: آدمی کو اپنے بھائی اور چچازاد بھائی کے ساتھ بہت لگاؤ ہوتا ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دو پر لگائے ہیں۔ جن کے ذریعے وہ جنت میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتر آئے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور مجھے بھی اندر لے گئے۔ آپ نے کھانا پکانے کا حکم دیا۔ میرے گھر والوں کے لیے کھانا بنایا گیا۔ آپ نے میرے بھائی کو بلوایا۔ ہم نے آپ کے پاس کھانا کھایا۔ قسم بخدا! کیسا پاکیزہ اور بابرکت کھانا تھا۔ آپ کی خادمہ سلمٰی رضی اللہ عنہا تھیں۔ جو لیا اور اسے پیسا۔ پھر اس میں پھونک ماری۔ پھر اسے گوندھا اور اس پر

زیتون کا تیل لگایا اور اس پر مرچیں ڈالیں۔ پھر میں نے اور میرے بھائی نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا۔ ہم آپ کے گھر میں تین دن ٹھہرے رہے۔ ہم آپ کے ساتھ آتے جاتے رہے۔ جب بھی آپ اپنی کسی بیوی کے گھر جاتے (ہم ساتھ ہوتے) پھر ہم اپنے گھر لوٹ آئے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں اپنی ایک بکری کا بھاؤ لگا رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے دعا دی: "اے اللہ! ان کے معاملے میں برکت عطا فرما۔" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر جب بھی میں نے کوئی چیز بیچی یا خریدی اس میں بڑی برکت ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو ہم نے اللہ کے رسول ﷺ میں غم کو پہچان لیا۔ فرماتی ہیں: پہلے لوگوں کو تکلف سے تکلیف نہ ہوئی۔ پھر ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! عورتوں کے رونے سے ہمیں تکلیف ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی طرف واپس جاؤ اور انہیں چپ کراؤ۔ اگر وہ انکار کریں تو ان کے مونہوں میں مٹی ڈالو۔ میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ تجھے دور کرے اگر تو اپنے نفس کو نہ چھوڑے اور اللہ کے رسول کی بات نہ مانے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں دروازے کے ایک کونے سے دیکھ رہی تھی اور یہ سب سن رہی تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کو اس جنگ میں نقصان بھی ہوا اور مشرکوں کا کچھ سامان غنیمت میں بھی ملا۔ اسی غنیمت میں ایک انگوٹھی بھی تھی۔ ایک شخص وہ انگوٹھی لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا: میں نے اس دن ان کے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ آپ ﷺ نے وہ اسی کو بطورِ نفل عطا فرما دی۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارا سامنا مشرکین کی ایک جماعت سے ہوا، جس میں قضاعہ اور عرب کے نصرانی تھے۔ انہوں نے ہم پر صف بنالی۔ ایک رومی شخص مسلمانوں کی طرف آیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ وہ ایک بھورے گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کا اسلحہ اور گھوڑے کی لگام سونے سے جڑی ہوئی تھی۔ میں نے دل میں سوچا: یہ کون ہے؟ امداد حمیر کا ایک شخص ہمارے ساتھ تھا۔ وہ ہمارے اس سفر میں ہمارے ساتھ تھا۔ اس کے پاس تلوار نہیں تھی۔ اچانک کسی شخص نے اونٹ نحر کیا۔ اس مددی نے اس سے تھوڑی سی کھال مانگی۔ اس نے اسے ہبہ کر دی۔ اس نے اسے دھوپ میں ڈال دیا اور اس کے اطراف میں کیل گاڑ دیے۔ جب وہ خشک ہو گئی تو اس نے اسے مٹھی میں لے کر ڈھال بنالی۔ پھر جب اس مددی نے دیکھا کہ وہ رومی مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہا ہے تو وہ ایک چٹان کے پیچھے اس پر حملے کے لیے چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس پر ٹوٹ پڑا اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ گھوڑا پاؤں کے بل گر گیا اور وہ مضبوط آدمی اس سے گر گیا۔ اس نے اس کو پکڑا اور اس کی تلوار سے اسے قتل کر دیا۔

حضرت عمارہ بن غزیہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں بھی غزوۂ موتہ میں شریک ہوا۔ میں نے اس دن ایک

شخص کو مقابلے کے لیے پکارا۔ پھر اسے مار ڈالا۔ اس نے ایک خود پہن رکھی تھی۔ جس میں یاقوت جڑی تھی۔ میں نے اس سے صرف وہ یاقوت لے لی۔ پھر جب ہمیں شکست ہوئی اور ہم مدینہ آگئے تو میں اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے بطورِ نفل مجھے عطا فرمادی۔ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسے سو دینار میں بیچ دیا اور اس کے بدلے بنو خطمہ میں ایک کھجوروں کا باغ خرید لیا۔

موتہ میں شہید ہونے والے بنو ہاشم اور دیگر لوگ

بنو ہاشم میں سے حضرت جعفر بن ابو طالب، زید بن حارثہ تھے۔ بنو عدی بن کعب میں سے مسعود بن اسود بن حارثہ بن نضلہ تھے۔

بنو عامر بن لوی کے قبیلے بنو مالک بن حسیل میں سے حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح۔ انصار کے بھی کچھ لوگ شہید ہوئے۔

پھر بنو نجار کی شاخ بنو مازن میں سے سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنساء اور بنو نجار میں سے حارث بن نعمان بن یساف بن نضلہ بن عمرو بن عوف بن غنم بن مالک۔

بنو حارث بن خزرج میں سے عبداللہ بن رواحہ، عبادہ بن قیس رضی اللہ عنہم۔

پھر وہ لوگ مدینہ لوٹ آئے۔

غزوۂ ذات السلاسل

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ قضاعہ اور بلی کا ایک لشکر جمع ہو رہا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اطراف کے قریب ہونا چاہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے لیے سفید جھنڈا باندھا۔ انہیں ایک کالا پرچم بھی دیا اور انہیں مہاجرین اور انصار کے سرداروں سمیت تین سو آدمیوں کا لشکر دے کر بھیجا۔ مہاجرین میں سے: حضرت عامر بن ربیعہ، صہیب بن سنان، ابو اعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم انصار میں سے: اسید بن حضیر، عباد بن بشر، سلمہ بن سلامہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم۔

آپ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنے پاس سے گزرنے والے عرب سے مدد لے لیں۔ وہاں بلی، عذرہ اور بلقین کے علاقے تھے۔

یہ اس لیے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ان سے رشتے داری تھی۔

عاص بن وائل کی ماں بلویہ تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں عمرو رضی اللہ عنہ کے ذریعے مانوس کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ وہ چلے اور دن کو چھپ جاتے اور رات کو چلتے۔ ان کے ساتھ تیس گھوڑے تھے۔ جب وہ لوگوں کے قریب ہوئے تو انہیں یہ خبر پہنچی کہ ان کا لشکر کافی بڑا ہے۔ انہوں نے عشاء کے وقت ان کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ سردی کا موسم تھا۔ ان کے ساتھیوں نے لکڑیاں جمع کیں اور وہ آگ سلگانا چاہتے تھے اور علاقہ بھی ٹھنڈا تھا۔ مگر انہوں نے منع کر دیا۔ یہ چیز ان پر بڑی شاق گزری۔ حتیٰ کہ بعض مہاجرین نے ان سے اس بارے میں بات بھی کی اور غصے ہوئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ میرا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ سو تم ایسے ہی کرو۔

حضرت رافع بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ پیغام پہنچایا کہ ان کا لشکر بہت زیادہ ہے اور آپ سے کمک کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ آپ نے ان کے ساتھ مہاجرین کے سرداروں کو بھیجا۔ یعنی حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو اور کچھ انصاری سرداروں کو بھی۔ آپ نے حکم دیا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے جا ملیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دو سو آدمیوں کو لے کر نکلے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک ساتھ ہو کر رہیں اور اختلاف نہ کریں۔ وہ چلتے رہے حتیٰ کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ لوگوں کی امامت کروائیں اور عمرو آگے بڑھے۔ اور ان سے کہا: تم صرف میری مدد کے طور پر آئے ہو اور تمہارے لیے میری امامت کرانا درست نہیں ہے۔ میں امیر ہوں اور تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری مدد کے طور پر بھیجا ہے۔

مہاجرین کہنے لگے: ہرگز نہیں، تم اپنے ساتھیوں کے امیر ہو اور وہ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم ہماری مدد کے طور پر آئے ہو۔ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اختلاف دیکھا اور وہ نہایت عمدہ اخلاق کے مالک اور نرم طبیعت والے تھے کہنے لگے: اے عمرو! مطمئن رہو۔ جان لو کہ سب سے آخری عہد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے لیا تھا یہ تھا کہ جب تم اپنے ساتھی کے پاس جاؤ تو دونوں ایک دوسرے کی بات ماننا، اختلاف نہ کرنا۔ سو قسم بخدا! اگر تم میری نافرمانی کرتے ہو تو میں ضرور تمہاری اطاعت کروں گا۔ چنانچہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اطاعت قبول کر لی اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ سو اب سب لوگ عمرو کے ساتھ مل گئے اور کل پانچ سو ہو گئے۔ اب وہ دن رات چلتے گئے اور بلی کے علاقوں کو تہ تیغ کرتے گئے۔ اور ان پر قبضہ کرتے گئے۔ جب بھی وہ کسی جگہ پہنچتے جس کے بارے میں انہیں معلوم ہوتا کہ وہاں لشکر ہے۔ وہ لشکر ان کے بارے میں سنتے اور بکھر جاتے۔ پھر جب وہ بلی، عذرہ اور بلقین کے بالائی علاقوں تک جا پہنچے تو وہاں ایک مختصر سا لشکر تھا۔ انہوں نے وہاں تھوڑی دیر لڑائی کی اور تیر پھینکے۔ اس دن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو تیر لگا اور ان کی بازو زخمی ہو گئی۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا اور وہ بھاگ کھڑے۔ وہ اس قدر تیزی سے بھاگے کہ نظر نہ آئے اور سب بکھر گئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے وہاں بھی قبضہ کر لیا۔ پھر وہاں چند دن ٹھہرے رہے اور کسی لشکر کے بارے میں کوئی خبر نہیں آئی اور نہ ان کے کسی جگہ میں ٹھکانہ پکڑنے کی خبر آئی۔

آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے والوں کو بھیجتے، وہ بکریاں اور اونٹ لاتے اور انہیں ذبح کر لیا جاتا۔ وہاں جانور ہی تھے اور غنیمتیں تقسیم نہیں ہوئیں مگر جو ذکر کر دی گئیں۔

حضرت رافع بن ابورافع طائی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے تھے۔ میں ایسا شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے اموال پر غارت گری کیا کرتا تھا۔ میں شتر مرغ کے انڈے میں پانی جمع کرتا اور اسے ایسی جگہوں پر ڈال دیتا جنہیں میں پہچانتا تھا۔ پھر جب میں وہاں سے گزرتا اور مجھے پیاس لگی ہوئی تو میں انہیں نکالتا اور پی لیتا۔ جب میں اس لشکر میں نکلا تو میں نے سوچا: اللہ کی قسم! میں اپنے لیے ایک ساتھی چن لیتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے اس کے ذریعے سے نفع دے گا۔ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اور میں ان کے ساتھ ہو لیا۔ ان کی ایک فدکی عبایہ تھی۔ جب وہ سوار ہوتے تو اسے اس پر ڈال دیتے اور جب اترتے تو اسے بچھا لیتے۔

جب ہم چلے تو میں نے کہا: اے ابوبکر! اللہ آپ پر رحم کرے مجھے کچھ سکھایئے، اللہ مجھے اس کے ذریعے سے نفع دے۔ انہوں نے فرمایا: میں ایسا کرنے ہی والا تھا، اگرچہ تم مجھ سے اس کا سوال نہ کرتے۔ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرنا اور کبھی دو مسلمانوں پر بھی امیر نہ بننا۔ فرماتے ہیں: میں نے کہا: آپ نے جو مجھے نماز، روزے اور حج کا حکم دیا ہے تو میں اسے ضرور کروں گا۔ باقی حکومت، تو میں نے لوگوں کو دیکھا ہے جو اس شرف،

مالداری اور اللہ کے رسول اور لوگوں کے ہاں مرتبے کو اسی کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: تم نے مجھ سے نصیحت کو کہا تو میں نے تیرے لیے اپنے نفس کو مشقت میں ڈال دیا۔ لوگ اسلام میں خوشی، ناخوشی داخل ہوئے۔ سو اللہ نے انہیں ظلم سے پناہ عطا فرمائی۔ سو وہ اللہ کے معاہد اور پناہ گزیں ہو گئے اور اللہ کی امانت میں آ گئے۔ سو جو کوتاہی کرے گا تو اللہ اس کی پناہ میں کوتاہی کرے گا اور تم میں سے کسی کی بکری یا اونٹ چلا جائے، پھر وہ کس قدر غصے میں بپھرا ہوتا ہے اور اپنے پڑوسی پر غصہ ہوتا ہے اور اللہ تو اس کے پڑوسی سے ورے ہے۔

فرماتے ہیں: پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو میں ان کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے ابوبکر! کیا تم نے مجھے دو آدمیوں پر امارت سے منع نہیں کیا تھا؟ فرمایا: ہاں، میں اب بھی کرتا ہوں۔ کہا: پھر آپ کو کیا ہوا۔ آپ کیوں پوری امت محمد پر حاکم بن گئے؟ انہوں نے فرمایا: لوگ اختلاف کا شکار ہو گئے اور مجھے ان پر ہلاکت کا ڈر ہوا۔ انہوں نے مجھے پکارا اور میرے لیے کوئی چارہ نہ رہا۔

فرماتے ہیں: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اس سفر میں حضراتِ شیخین سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھی تھے۔ ایک دن عوف رضی اللہ عنہ لشکر میں نکلے۔ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے ہاتھوں میں اونٹ تھے۔ جو کام کرنے سے عاجز آ چکے تھے۔

حضرت عوف رضی اللہ عنہ اونٹوں کو جانتے تھے۔ فرمانے لگے: کیا تم مجھے ان پر کچھ دیتے ہو، میں انہیں تمہارے درمیان تقسیم کردوں گا؟ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ ہم آپ کو ان کا دسواں حصہ دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں قربان کر دیا اور ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ انہوں نے اسے ان کا حصہ دیا۔ وہ اسے لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور اسے پکایا اور کھایا۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ گوشت تم کہاں سے لائے تھے؟ انہوں نے قصہ سنایا۔ وہ دونوں فرمانے لگے: تم نے ہمیں یہ گوشت کھلا کر اچھا نہیں کیا۔ پھر انہوں نے اٹھ کر قے کر دی۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو لشکر نے بھی ایسا کر دیا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے اجرت لینے میں جلد بازی سے کام لیا۔ پھر وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا۔

جب ہم چلے تو ایک سخت ٹھنڈی رات میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو احتلام ہو گیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے؟ قسم بخدا! مجھے احتلام ہو گیا ہے اور اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا۔ پھر انہوں نے پانی منگوایا۔ وضو کیا اور اپنی شرم گاہ دھوئی اور تیمم کیا، پھر اٹھے اور انہیں نماز پڑھائی۔ سب سے پہلے جنہیں قاصد بنا کر بھیجا گیا وہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ فرماتے ہیں: میں صبح سحری کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: عوف بن مالک ہو؟ میں نے کہا: جی، اے اللہ کے رسول! عوف بن مالک ہوں۔ آپ نے فرمایا: اونٹ والا۔ میں نے کہا: جی۔ آپ نے اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔ پھر پوچھا: کیا خبر لائے ہو؟ میں نے آپ کو سارے واقعات کی اطلاع دے دی، جو ہمارے سفر میں پیش آئے اور حضرت ابوعبیدہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے

درمیان جو ہوا اور حضرت ابو عبیدہ کے اطاعت قبول کرنے کا بھی بتلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ پھر میں نے آپ کو بتلایا کہ عمرو رضی اللہ عنہ نے ہمیں جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی حالانکہ ان کے پاس پانی تھا۔ انہوں نے صرف پانی سے اپنی شرم گاہ دھوئی اور تیمم کیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے نماز کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اگر میں غسل کرتا تو مر جاتا۔ میں نے ایسی سخت سردی کبھی نہیں دیکھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے اور ہمیں معلوم نہیں کہ آپ نے کوئی بات ارشاد فرمائی ہو۔

سریہ خبط یا سیف البحر کا بیان

اس کے امیر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے۔

محدثین بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر بھیجا، جس میں مہاجرین اور انصار تھے۔ وہ لوگ تین سو تھے اور ساحل سمندر کی طرف گئے تھے جہاں جہینہ کا ایک قبیلہ تھا۔ انہیں سخت بھوک نے آلیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے زادِ راہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب بھوک لگتی تو ان میں کھجوریں تقسیم کر دی جاتیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا تہائی کھجور سے کسی کا پیٹ بھر جاتا تھا؟ فرمانے لگے: بعد میں تو یہ بھی ختم ہو گئیں۔ ان کے پاس سواریاں بھی نہیں تھیں۔ وہ لوگ یا پیادہ تھے اور اونٹوں نے ان کا سامان اٹھا رکھا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس دن درختوں کے پتے بھی کھائے اور ان دنوں درختوں کے پتے بھی نئے نئے اُگے تھے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ تو اونٹوں کی طرح درختوں کے پتے چبانے پر مجبور ہو گئے۔ ہم اسی حالت پر رہے۔ حتیٰ کہ کسی نے کہا: اب اگر ہمارا دشمن سے سامنا ہو جائے تو ہم میں اس کی طرف اٹھنے کی حرکت بھی نہ ہو گی، اس لیے کہ لوگ انتہائی مشقت میں ہیں۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: کون ہے جو مجھ سے اونٹ کے بدلے میں کھجوریں خریدے۔ اونٹ وہ مجھے ابھی دے گا اور کھجوریں میں اسے مدینے میں جا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اس لڑکے کو کیا ہوا۔ اس کے پاس مال تو ہے نہیں اور اپنے غیر کے مال میں قرض والا معاملہ کر رہا ہے۔ انہیں قبیلہ جہینہ کا ایک شخص ملا۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اونٹ بیچ دو۔ میں تجھے مدینہ جا کر کھجوروں کا ایک سقط (ایک پیمانہ) دوں گا۔ اس جہنی نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو تجھے پہچانتا ہی نہیں۔ تم ہو کون؟ انہوں نے کہا: میں قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم ہوں۔ جہنی نے کہا: میں تمہارے نسب کو نہیں پہچانتا۔ مگر میرے اور سعد کے درمیان دوستی تھی جو یثرب والوں کا سردار تھا۔ چنانچہ انہوں نے ان سے پانچ اونٹ خریدے۔ ہر اونٹ دو وسق کھجوروں کے بدلے میں تھا۔ اس دیہاتی نے ان پر شرط لگائی کہ کھجوریں آل دلیم کی ذخیرہ کی ہوئی پختہ ہوں۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جہنی نے کہا: میرے لیے گواہ بناؤ۔ انہوں نے انصار کے چند لوگوں کو گواہ بنایا۔ ان کے ساتھ چند مہاجرین بھی تھے۔ پھر

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جسے چاہو گواہ بنالو۔ اس نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گواہی دیں تو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کی گواہی نہیں دیتا۔ یہ قرضے والا معاملہ کر رہا ہے اور اس کے پاس مال نہیں ہے۔ مال تو اس کے باپ کے پاس ہے۔ اس جہنی نے کہا: سعد ایسا تو نہیں جو ایک سقط کھجوروں کی وجہ اپنے بیٹے کی خاطر مجھے دھوکہ دے۔ میں نے تو اسے اچھی صورت اور شریفانہ اخلاق کا حامل پایا ہے۔ اس بات کو لے کر حضرت عمر اور قیس رضی اللہ عنہما کے درمیان بات بڑھ گئی۔ حتی کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے سخت باتیں کہہ دیں۔ پھر حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے اونٹ لیے اور انہیں مسلمانوں کے لیے ذبح کر دیا۔ تین مختلف جگہوں میں ذبح کیا اور روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے۔ پھر جب چوتھا دن ہوا تو امیر نے انہیں منع کر دیا اور کہا: تم اپنے ذمہ کو ہلکا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تمہارے پاس مال نہیں ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ فرمایا: میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اب تم اونٹ قربان نہیں کرو گے۔ کیا تم اپنے ذمہ میں کوتاہی کرنا چاہتے ہو اور تمہارے پاس مال بھی نہیں ہے؟ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! کیا تم ابوثابت کو جو لوگوں کا قرضہ ادا کر دیتا ہے۔ تنگ دست کا بوجھ اٹھاتا ہے، بھوک میں کھانا کھلاتا ہے، یہ سمجھتے ہو کہ وہ راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لیے ایک سقہ کھجوریں بھی نہیں دے گا؟!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے نرمی کی اور انہیں چھوڑ دیا۔ حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ان کو منع کر دو۔ چنانچہ انہوں نے پھر سے منع کر دیا اور انہوں نے بھی نحر کرنے سے انکار کر دیا۔ اب ان کے پاس دو اونٹ باقی رہ گئے۔ حتی کہ لوگوں کو ایک بڑی مچھلی ملی۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ انہیں لے کر سواری کرتے ہوئے مدینہ آ گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ لوگوں کو کس قدر بھوک نے ستایا۔ انہوں نے فرمایا: اگر قیس ہوتا جیسا کہ میں اسے جانتا ہوں۔ وہ لوگوں کے لیے ضرور اونٹ قربان کر دیتا۔ پھر جب حضرت قیس رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور پوچھا: جب لوگوں کو بھوک نے ستایا تو تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں نے اونٹ قربان کیا۔ فرمایا: بہت اچھا کیا۔ یہی کرنا چاہیے تھا۔ پھر کیا ہوا؟ فرمایا: میں نے پھر اونٹ قربان کیا۔ فرمایا: بہت اچھا کیا۔ یہی کرنا چاہیے تھا۔ پھر کیا ہوا؟ فرمایا: میں نے پھر اونٹ قربان کر دیا۔ فرمایا: بہت اچھا۔ ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ پھر کیا ہوا؟ انہوں نے فرمایا: پھر مجھے روک دیا گیا۔ پوچھا: تجھے کس نے روکا؟ فرمایا: میرے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے۔ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ فرمایا: ان کا خیال تھا کہ میرے پاس مال نہیں ہے۔ کہتے تھے: مال تو تیرے باپ کا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میرے والد مقروضوں کا قرضہ ادا کر دیتے ہیں۔ تنگ دست کا بوجھ اٹھاتے ہیں، بھوک میں کھانا کھلاتے ہیں۔ کیا وہ میرے لیے اتنا بھی نہیں کریں گے۔ انہوں نے فرمایا: جاؤ تمہارے لیے چار باغ ہیں اور انہوں نے ان کو لکھ کر دے دیے۔ وہ یہ مکتوب لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے بھی گواہی دے دی۔ حضرت عمر آئے تو انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ اس میں گواہی دیں۔ سب سے چھوٹے باغ کی پیداوار ۵۰ وسق کھجوریں تھیں۔ وہ دیہاتی قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا تو انہوں نے

اس کا عوض پورا ادا کر دیا۔ اسے سواری بھی دی اور لباس بھی پہنایا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس قیس رضی اللہ عنہ کی کارگزاری پہنچی تو آپ نے فرمایا: وہ تو سخاوت کا گھر ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سمندر نے ہمارے لیے ایک پہاڑ جیسی مچھلی باہر پھینکی۔ پورا لشکر بارہ راتیں اس سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کی ایک پسلی کھڑی کی جائے۔ پھر آپ نے ایک اونٹ کے گزارنے کا حکم دیا جو اس کے نیچے سے گزر گیا اور اسے چھوا بھی نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی اس کی آنکھ کے سوراخ میں بیٹھ سکتا تھا اور سوار ہو کر اس کی دو پسلیوں کے نیچے سے اپنی سواری سمیت گزر سکتا تھا۔

حضرت عمر بن عثمان بن شجاع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب دیہاتی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے کہا: اے ابو ثابت! اللہ کی قسم! تیرے بیٹے جیسا کوئی نہیں۔ اس نے کام بھی کر دیا اور مجھے بغیر مال کے بھی نہیں چھوڑا۔ تیرا بیٹا تو اپنی قوم کا سردار ہے۔ امیر نے مجھے اس سے بیع کرنے سے روکا بھی تھا۔ پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: اس کے پاس مال جو نہیں تھا۔ جب اس نے تمہاری طرف اپنا نسب بیان کیا تو میں نے اسے پہچان لیا۔ سو میں آیا اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم اعلیٰ اخلاق کے مالک ہو اور سخی داتا ہو اور تم اپنے ہاں اسے رسوا نہیں کرو گے جس کی اسے معرفت نہیں تھی۔ چنانچہ اس دن انہوں نے اپنے بیٹے کو بڑے بڑے اموال عطا کیے۔

سریہ خضرہ کا بیان

اس کے امیر ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ شعبان ۸ ہجری میں ہوا۔ حضرت محمد بن سہل بن ابی حثمہ رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت سراقہ بن حارثہ بخاری رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کی۔ یہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ مجھے دنیا سے جو بھی حاصل ہوا وہ مجھے اس کے مرتبے سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔ میں نے اس کا مہر دو سو درہم قرار دیا اور میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا جو میں اس کے پاس لے کر جاتا۔ میں نے کہا: اس کی ادائیگی اللہ اور اس کا رسول ہی کروائیں گے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو بتلایا۔ آپ نے فرمایا: تم نے اسے کتنے دینے ہیں؟ میں نے کہا: دو سو درہم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم بطحان کی جانب سے چلو بھرتے تو تم زیادہ نہ کرتے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کے مہر میں میری مدد فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تو میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے میں تمہاری مدد کروں۔ لیکن میرا ارادہ ہے کہ میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو ۱۴ آدمیوں کے ساتھ ایک جماعت میں بھیجوں، کیا تم اس میں نکلنا چاہتے ہو؟ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری بیوی کا مہر بطورِ غنیمت عطا فرما دیں گے۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر ہم نکلے اور ہم کل سولہ آدمی تھے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر تھے۔ آپ نے ہمیں نجد کی جانب قبیلہ غطفان کی طرف بھیجا۔ فرمایا: رات کو چلنا اور دن کو چھپ جانا اور اچانک حملہ کرنا اور عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا۔ پھر ہم نکلے، حتیٰ کہ ہم غطفان کی ایک جانب پہنچ گئے۔ ہم نے ان کی ایک بڑی آبادی پر حملے کا ارادہ کیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور اللہ سے ڈرنے کی وصیت کی اور ہر دو آدمیوں کو باہم دوست بنا دیا اور فرمایا: کوئی بھی شخص موت تک اپنے دوست سے ہرگز جدا نہ ہو۔ یا پھر میری طرف لوٹ آؤ اور مجھے بتلاؤ اور کوئی بھی میرے پاس اس حال میں نہ آئے کہ میں اس سے اس کے ساتھی کے بارے میں پوچھوں تو وہ کہے: مجھے کوئی پتہ نہیں اور جب میں تکبیر کہوں تم بھی تکبیر کہو۔ جب میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ کرو اور کسی کی طلب میں دور مت بھاگنا۔ ہم نے اس بستی کو گھیر لیا۔ اچانک میں نے ایک شخص کو چیختے ہوئے سنا: اے خضرہ! مجھے امید ہو چلی اور میں نے سوچا کہ مجھے مال ملے گا اور میں ضرور اپنی بیوی کے لیے جمع کروں گا۔ ہم نے رات کے وقت ان پر حملہ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار ننگی کی تو ہم نے بھی ایسا کر لیا۔ انہوں نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی ان کے ساتھ نعرۂ تکبیر لگایا اور بستی پر حملہ کر دیا۔ لوگوں نے بھی قتال کیا۔ اچانک ایک دراز قد آدمی ننگی تلوار سونتے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے مسلمان! آؤ جنت کی طرف۔ میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ پھر اس نے کہا: تمہارا ساتھی بڑا باتدبیر ہے اور اس کا معاملہ ہی غالب آ کر رہے گا۔ وہ جنت جنت کہتا ہوا جا رہا تھا اور ہمارا مذاق اڑا رہا تھا۔ میں جان گیا کہ وہ مڑ کر آئے گا۔ میں اس کے پیچھے نکل پڑا۔ میرا ساتھی کہنے لگا: دور مت جانا۔ ہمارے امیر

نے ہمیں ڈھونڈنے کے لیے نکلنے سے منع کیا ہے۔ میں نے اس کی ننگی کمر کی طرف تیر پھینک دیا۔ اس نے پھر کہا: اے مسلمان! جنت کے قریب ہو۔ میں نے اسے پھر سے اس کی طرف تیر پھینکا اور اسے قتل کر دیا۔ وہ مر کر گر گیا۔ میں نے اس کی تلوار لے لی۔ میرا دوست مجھے پکار رہا تھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے؟ اللہ کی قسم! میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف گیا۔ انہوں نے مجھ سے تیرا پوچھا تو میں نے انہیں بتلایا۔ فرماتے ہیں: میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے اس سے پہلے مل لیا تھا۔ میں نے کہا: کیا امیر نے میرے بارے میں پوچھا؟ اس نے کہا: ہاں اور وہ مجھ پر اور تم پر غصہ ہو رہے تھے۔

انہوں نے مجھے بتلایا کہ انہوں نے اموالِ غنیمت جمع کیے اور جو سامنے آیا اسے قتل کیا۔ میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے ملامت کی۔ میں نے کہا: میں نے ایک آدمی کو قتل کیا جس کا معاملہ یوں تھا اور وہ ایسے ایسے کہہ رہا تھا۔ پھر ہم نے جانوروں کو ہانکا اور عورتوں کو سوار کر لیا۔ ہماری تلواریں پالان کے ساتھ لٹکی ہوئی تھیں۔ صبح ہوئی تو میرے اونٹ سے قطرے بہہ رہے تھے۔ ایک عورت تھی جو ہرن کی طرح بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا: کیا دیکھ رہی ہو؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں ایک شخص کو دیکھ رہی ہوں۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو ہمیں تم سے بچا لیتا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ وہ شاید وہی ہے جسے میں نے قتل کر دیا اور یہ اس کی تلوار ہے جو پالان کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔ کہنے لگی: یہ اللہ کی قسم! اسی کی تلوار کی نیام ہے۔ اس میں داخل کر کے دیکھ اگر وہ سچا ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے داخل کی تو وہ پوری آ گئی۔ چنانچہ وہ رونے لگی اور مایوس ہو گئی۔

حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکریاں اور اونٹ لے کر آئے۔

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب میں غزوہ خضرہ سے لوٹا اور ہمیں مالِ غنیمت حاصل ہوا تو ہر شخص کے حصے میں ۱۲ اونٹ آئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرما دیا۔

حضرت جعفر بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ لوگ پندرہ راتیں غائب رہے اور دو سو اونٹ، ایک ہزار بکریاں اور بہت سے قیدی لائے۔ خمس الگ کر لیا گیا اور ان کے حصے میں ۱۲ اونٹ آئے۔ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں: ہمارے اس رخ میں ہمیں چار عورتیں بھی ملیں۔ ان میں ایک جوان لڑکی تھی۔ جو خوبصورتی اور نرمی میں ہرن جیسی تھی اور عجیب چیز تھی۔ چند بچے اور بچیاں بھی تھیں۔ انہوں نے قیدیوں کو تقسیم کر دیا اور وہ خوبصورت لڑکی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو ملی۔ حضرت محمیہ بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو اس رخ میں ایک خوبصورت لڑکی ملی ہے اور آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کو جو پہلا مالِ غنیمت ملے گا تو آپ مجھے لونڈی دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ کیا کوئی لڑکی تمہارے حصے میں آئی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، قیدیوں میں ایک لڑکی انتہائی خوبصورت ہے۔ ہم نے خمس نکالنے کے بعد اسے اپنے لیے لے لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ مجھے ہبہ کر دو۔ انہوں نے کہا: جی بہتر، اے اللہ کے رسول۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لیا اور حضرت محمیہ بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

غزوۂ فتح مکہ

فرماتے ہیں: قبیلہ خزاعہ نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو پکڑا جس کا تعلق بنو بکر سے تھا اور اس کا مال لے لیا۔ اس کے بعد خزاعہ کا کوئی شخص بنو دیل پر سے گزرا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ چنانچہ ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ پھر بنو اسد بن رزن، ذؤیب، سلمیٰ اور کلثوم خزاعہ پر سے گزرے اور نشانات حرم کے پاس عرفہ میں ان کو قتل کیا۔

اسود کے لوگ زمانہ جاہلیت میں بنو بکر کو ان کی فضیلت کی وجہ سے دو دیتیں ادا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے سے درگزر کیا اور اسلام کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے رک گئے۔ لیکن ان میں اندر کی نفرت ختم نہ ہوئی۔ وہ چونکہ اکٹھے مسلمان ہوئے تھے اس لیے رک گئے۔

پھر جب صلح حدیبیہ ہوئی تو خزاعہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیماں میں داخل ہوئے اور خزاعہ عبدالمطلب کے حلیف تھے۔ آپ ﷺ کو یہ بات معلوم تھی۔ اس دن خزاعہ عبدالمطلب کا مکتوب آپ کے پاس لے کر آئے اور اسے پڑھا۔

حضرت ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں یہ لکھا تھا: "اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ۔ یہ عبدالمطلب بن ہاشم کا خزاعہ کے لیے حلف نامہ ہے۔ جب ان کے پاس ان کے سردار اور اہل رائے آئے۔ ان کا غائب بھی اس کا اقرار کرنے والا ہے جو ان کے حاضر نے فیصلہ کیا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کا عہد و میثاق ہے جو کبھی نہیں بھولتا اور نہ لڑائی لے کر آتا ہے۔ ہاتھ بھی ایک ہی ہے اور مدد بھی ایک ہی۔ جب تک ثبیر روشن رہے اور حراء ثابت رہے اور جب تک سمندر روئی کو تر کرتا رہے، ہمارے اور تمہارے درمیان سوائے تجدد کے کوئی زیادتی کبھی نہیں ہوگی۔ یہ عہد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ پڑھ کر سنایا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں خود کو تمہارا حلیف نہیں سمجھتا۔ تم اسی حلف پر ہو جس پر تم نے اسلام قبول کیا۔ زمانہ جاہلیت میں جو بھی حلف تھا، اسلام نے اس میں اضافہ ہی کیا ہے اور اسلام میں کوئی حلف نہیں۔

آپ کے پاس قبیلہ اسلم بھی آیا، جبکہ آپ غدیر اشطاط میں تھے۔ انہیں بریدہ بن حصیب لے کر آیا تھا۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ قبیلہ اسلم ہے اور یہ ان کے رہنے کی جگہ۔ ان میں سے بعض نے آپ کی طرف ہجرت کر لی اور بعض اپنی معاش اور جانوروں کے لیے باقی رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جہاں بھی رہو، تم مہاجر ہی ہو۔

آپ نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں ایک خط لکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے لکھا: "یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے قبیلہ اسلم کے ہر اس شخص کی طرف ہے جو اللہ پر ایمان لایا اور اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد

اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ اللہ کی امان کے ساتھ امن والا ہے۔ اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ اور ہمارا اور تمہارا معاملہ اس شخص کے بارے میں ایک ہی ہے جو لوگوں میں سے ہم پر ظلم کا ارتکاب کرے۔ ایک ہی ہاتھ ہے اور ایک ہی مدد اور ان کے دیہاتیوں کے لیے بھی وہی ہے جو ان کے شہریوں کے لیے ہے اور وہ جہاں بھی ہوں مہاجر شمار ہوں گے۔"

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے خط لکھ دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے لیے بہت اچھا آدمی ہے۔ وہ ان کے حق میں بہت بڑی برکت ہے۔ ایک رات ہم دوران سفر ان کے پاس سے گزرے۔ ہم مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ وہ بھی اپنی قوم کے مسلمان ہونے والوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! بریدہ نہ صرف اپنی قوم کے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی بہت اچھا آدمی ہے۔ بے شک قوم کا بہترین شخص وہ ہوتا ہے، جو اپنی قوم کی طرف سے مدافعت کرے۔ جب تک گناہگار نہ ہو۔ اس لیے کہ گناہ میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

قریش کی بدعہدی

حضرت محسن بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خزاعہ اور کنانہ کے درمیان جو آخری معاملہ ہوا یہ تھا کہ انس بن زنیم دیلی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی و بے ادبی کی۔ اسے ایک خزاعی غلام نے سن لیا۔ وہ اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے زخمی کر دیا۔ وہ اپنی قوم کی طرف نکلا اور انہیں اپنا زخم دکھایا۔ چنانچہ شر بھڑک اٹھا۔ مزید ایک معاملہ ان کے درمیان تھا اور بنو بکر نے خزاعہ سے اپنے خون کا مطالبہ بھی کیا تھا۔

جب صلح حدیبیہ کو ۲۲ ماہ گزر چکے اور شعبان کا مہینہ تھا تو بنو بکر میں سے بنو نفاثہ نے جو قریش کے سردار تھے اور بنو مدلج الگ ہو گئے تھے۔ انہوں نے بدعہدی نہیں کی تھی۔ یہ مطالبہ کیا کہ وہ مردوں اور اسلحے کے ذریعے سے ان کے خزاعی دشمنوں کے خلاف مدد کریں۔ انہوں نے ان سے ان مقتولین کا ذکر بھی کیا، جنہیں خزاعہ نے اپنے نیزوں سے قتل کیا تھا اور یہ بھی بتلایا کہ وہ ان کے ساتھ ان عہد و میثاق میں شریک ہیں اور اب خزاعہ محمد کے عہد و پیماں میں شامل ہو کر اس کی طرف چلے گئے ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو اس کی طرف جلدی پایا مگر ابوسفیان نے اس بارے میں نہ کوئی مشورہ دیا اور نہ معلوم کیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس سے ذکر کیا تو اس نے انہیں انکار کر دیا۔ بنو نفاثہ اور بنو بکر کہنے لگے: ہم تو اسلحے، گھوڑوں اور مردوں کے ساتھ ان کی مدد کریں گے اور اس بات کو پردۂ راز میں رکھیں گے۔ تاکہ خزاعہ ڈر جائیں۔ وہ امن میں ہیں اور موادعت کی وجہ سے دھوکے میں ہیں اور اسلام ان کے درمیان حائل نہ ہوگا۔

پھر قریش نے اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ اکٹھے کرنے پر وعدہ کیا۔ وہ لوگ وعدے کے مطابق وہاں جمع ہو گئے۔ ان میں قریش کے بڑے بڑے لوگ حلیہ بدل کر نقاب پہن کر آئے۔ ان میں صفوان بن امیہ، مکرز بن حفص بن اخیف اور حویطب بن

عبدالعزی تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھ اپنے غلاموں کو بھی ملا لیا اور بنو بکر کے سردار نوفل بن معاویہ دؤلی کو بھی۔ پھر انہوں نے خزاعہ میں ایک رات گزاری اور وہ اپنے دشمن سے محفوظ ہو کر غارت گری کرنے والے تھے۔ اگر وہ اس سے ڈرتے تو بچتے اور بڑی تعداد میں ہوتے۔ وہ مسلسل ان سے لڑتے رہے، حتی کہ وہ حدودِ حرم تک پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا: اے نوفل! اپنے معبود سے ڈر، اپنے معبود سے ڈر! تم حرم میں داخل ہو چکے ہو۔ اس نے کہا: اے بنو بکر! میرے لیے آج کے دن کوئی معبود نہیں ہے۔ تم بھی تو حاجیوں کی چوری کر لیتے تھے کیا پھر تم اپنے دشمن سے اپنا انتقام نہیں لو گے؟ تم میں سے کوئی بھی اپنی بیوی کے پاس آنے کی اجازت مجھ سے لیتا ہے۔ تم میں سے کوئی بھی آج کے دن اس سے انتقام لینے سے پیچھے نہ ہٹے۔

پھر جب خزاعہ حرم تک پہنچ گئے تو وہ بدیل بن وقاء اور رافع خزاعی کے گھر میں داخل ہو گئے۔ وہ صبح سویرے ان کے پاس پہنچ گئے تھے۔ قریش کے سردار اپنے ٹھکانوں میں چلے گئے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی پہچان نہیں ہو گی ورنہ یہ بات محمد کو معلوم ہو جائے گی۔

حضرت عطاء بن ابی مروان رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ان کے ۲۰ مردوں کو قتل کیا اور خزاعہ کو رافع اور بدیل کے گھر میں جمع کیا۔ اگلی صبح خزاعہ اور خزاعہ کا غلام رافع بدیل کے دروازے پر مرے ہوئے ملے۔ قریش الگ ہوئے اور اپنے کیے پر نادم ہوئے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ جو انہوں نے کیا ہے یہ درحقیقت اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدے اور مدت کو توڑ دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عکرمہ بن عبدالحارث بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حارث بن ہشام اور ابن ابی ربیعہ، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابوجہل کے پاس آئے اور ان کے بنو بکر کی مدد کرنے پر ان کو ملامت کی اور کہا کہ تمہارے اور محمد کے درمیان ایک مدت طے تھی اور یہ اسے توڑ دینے کے مترادف ہے۔ یہ لوگ واپس چلے گئے اور بطور سازش نوفل بن معاویہ کے پاس گئے۔ گفتگو کرنے کے لیے سہیل بن عمرو طے ہوا۔ اس نے کہا: میں نے دیکھا ہے جو ہم نے تمہارے ساتھ اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ کیا ہے اور وہ تم نے جو لوگوں میں سے قتل کیے اور تم ان کے پاس گئے اور تمہارا ارادہ تھا کہ ان میں سے جو باقی ہوں انہیں قتل کر دو اور یہ وہ بات ہے جس پر ہم آپ کی اطاعت نہیں کریں گے۔ انہیں ہمارے لیے چھوڑ دو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ اس نے انہیں چھوڑ دیا اور وہ باہر چلے گئے۔

ابن قیس نے شعر کہا جس میں سہیل بن عمرو کا ذکر کیا:

وہ اپنے خزاعی ماموؤں سے مل گیا جب قبائل نے مکہ میں ان پر لشکر جمع کیے۔

اس کو ابن لُعط دیلی نے جواب دیا۔

فرماتے ہیں: حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ، ابوسفیان کی طرف چلے۔ انہوں نے کہا: یہ ایسا معاملہ ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ صلح کر لی جائے۔ اللہ کی قسم! اگر اس معاملے میں صلح نہ ہوئی تو محمد کا اپنے ساتھیوں میں آنا تمہیں ہی گھبراہٹ

میں ڈالے گا۔ ابوسفیان کہنے لگا: ہند بن عتبہ نے ایک براخواب دیکھا ہے جس نے اسے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے اور اس کے شر سے ڈر گئی ہے۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ کہا: اس نے ایک خون دیکھا ہے جو حجون سے بہتا ہوا آیا ہے اور خندمہ میں آکر ٹھہر گیا ہے۔ پھر وہ خون نہیں رہا۔ لوگوں کو یہ خواب اچھا نہ لگا اور انہوں نے کہا: یہ تو برا ہے۔

حضرت مجمع بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب ابوسفیان نے یہ شر دیکھا تو وہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! یہ ایسا معاملہ ہے کہ نہ میں اس میں حاضر ہو سکتا ہوں اور نہ اس سے غائب۔ اس کا بوجھ میرے اوپر ہو گا اور نہ مجھے کوئی مشورہ دیا جائے گا اور نہ میری مدد ہو گی جب یہ مجھ تک پہنچ گیا۔

اللہ کی قسم! اگر میرا گمان سچ نکل آیا تو محمد ہم سے جنگ کرنے والا ہے اور میرے لیے ضروری ہے کہ میں محمد کے پاس جاؤں اور ان سے بات کروں کہ جنگ بندی میں اضافہ کر دیں اور اس معاملے کے پہنچنے سے پہلے تجدید عہد کر لیں۔ قریش نے کہا: قسم بخدا! تمہاری رائے درست ہے اور قریش کو ندامت ہوئی کہ انہوں نے خزاعہ کے خلاف بنوبکر کی مدد کی تھی۔ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ ان سے ضرور جنگ کریں گے۔

ابوسفیان نکلا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔ وہ دو سواریوں پر سوار ہوئے اور تیز چلے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے والا وہ تھا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: ہم نے خزاعہ کا معاملہ ایک اور طریقے سے بھی سنا ہے۔ میں نے اس سے پہلے لوگوں کو اس پر نہیں پایا اور نہ وہ اسے جانتے ہیں۔ حالانکہ اسے بھی بااعتماد لوگوں نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے نکلنے والے جن کی طرف رد کیا گیا ہے ثقہ اور متقن ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کے لیے یہ معروف ہو۔ لوگ ہم سے پہلے اس کی نفی کرتے تھے اور کہتے تھے: ایسے نہیں ہوا۔ میں نے اسے ابن جعفر، محمد بن صالح اور ابو معشر وغیرہ ان حضرات سے بیان کیا جنہیں سریہ کا علم تھا۔ ان میں سے ہر ایک نے اس کا انکار کیا اور اس رخ کو ذکر نہیں کیا۔

پہلی حدیث جن لوگوں نے بیان کی وہ بھی میرے نزدیک ثقہ ہیں۔ انہوں نے عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ جب خزاعہ سوار ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا کہ ان میں سے کوئی قتل ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کس کو متہم ٹھہراتے ہو اور تمہارا گمان کن پر ہے؟ انہوں نے کہا: بنوبکر۔ پوچھا: کیا سارے بنوبکر؟ عرض کیا: نہیں، بلکہ ان میں سے بنونفاثہ اور خاص کر قوم کا سردار نوفل بن معاویہ نفاثی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بنوبکر کی وادی ہے اور میں مکہ والوں کی طرف کسی کو بھیجوں گا اور اس معاملے کے بارے میں ان سے پوچھوں گا اور انہیں چند باتوں میں اختیار دوں گا۔

پھر آپ نے حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا اور انہیں تین باتوں میں اختیار دیا: یا وہ خزاعہ کی دیت ادا کریں یا حلفِ نفاثہ سے برأت کا اظہار کر دیں یا وہ سب برابر کے ذمہ دار ٹھہریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان کے

پاس آئے اور ان سے آکر وہی بات کی جو آپ نے فرمائی تھی۔ قرطہ بن عبد عمرو اعجمی کہنے لگا: اگر ہم خزاعہ کے مقتول کی دیت ادا کریں تو نفاثہ ایسی قوم ہے جن میں بد اخلاقی ہے۔ سو ہم ان کی دیت ادا نہیں کریں گے کہ پھر ہم بکریوں اور اونٹوں سے خالی ہو جائیں۔ اور اگر ہم نفاثہ کے حلف سے برأت کا اظہار کردیں تو عرب میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں جو بیت اللہ کا حج کرے اور نفاثہ سے زیادہ اس گھر کی تعظیم کرتا ہو اور وہ ہمارے حلیف بھی ہیں۔ سو ہم ایسا بھی نہیں کرسکتے کہ پھر ہمارے پاس نہ اونٹ رہیں گے نہ بکریاں۔ لیکن ہم سب اس معاملے کے اکٹھے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں۔

ضمرہ یہ فیصلہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس چلے گئے۔ پھر قریش نے ابوسفیان بن حرب کو رسول اللہ ﷺ سے تجدید عہد کا مطالبہ دے کر بھیجا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس طرح کا فیصلہ دے کر واپس کرنے پر ندامت ہوئی۔

حضرت ابوعبداللہ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے ہر ایک نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔

اور فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے نقب لگانے کا فیصلہ کرلیا اور خبریں عام ہوگئیں کہ آپ مکہ میں اچانک داخل ہوں گے۔ حتی کہ میں نے یہ حدیث حزام بن ہشام کعبی رحمہ اللہ سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: اس نے کچھ نقصان نہیں کیا جس نے یہ حدیث تجھے بیان کی۔ لیکن بات وہی ہے جو میں تجھے بیان کر رہا ہوں قریش کو نفاثہ کی مدد کرنے پر ندامت ہوئی اور وہ کہنے لگے کہ اب محمد ہم سے جنگ لڑیں گے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو ان دنوں کفار کے پاس تھا اور مرتد کافر تھا، کہنے لگا: میری ایک رائے ہے۔ محمد تم سے جنگ نہیں لڑے گا حتی کہ تم سے عذر بھی کہے گا اور تمہیں تین باتوں میں اختیار دے گا ہر ایک تم پر اس سے لڑنے سے زیادہ آسان ہوگی۔ انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اس نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ خزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کرو اور وہ کل ۲۳ مقتول ہیں یا اپنے اور خزاعہ کے درمیان حلف کے عہد سے بری ہو جاؤ یا پھر ہم تم سے جنگ لڑیں گے۔ تم نے اس میں سے کس کو اختیار کیا؟ لوگوں نے کہا: آخری کو۔ حالانکہ وہ جانتا بھی تھا۔ سہیل بن عمرو نے کہا: سب سے آسان صورت یہ تھی کہ ہم بنونفاثہ کے حلف سے بری ہو جاتے۔ شیبہ بن عثمان عبدری کہنے لگا: تیرے ماموؤں نے حفاظت کی اور ان کے لیے غصے بھی ہوئے۔ سہیل نے کہا: خزاعہ نے قریش کے باپ کو نہیں جنا۔ شیبہ کہنے لگا: نہیں، بلکہ ہم خزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کریں گے۔ وہ ہم پر زیادہ آسان ہے۔ پھر قرطہ بن عبد عمرو نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! وہ دیت نہیں دیں گے اور نہ ہی حلفِ نفاثہ سے برأت کریں گے۔ وہ ہمارے مددگار ہیں اور تنگیوں میں ہمارے کام آتے ہیں۔ لیکن ہم سب برابر کے قصوروار ہی بہتر ہیں۔ ابوسفیان کہنے لگا: یہ تو کوئی بات نہ ہوئی اور ہماری یہ رائے اس معاملے کو اور سنگین بنا رہی ہے۔ گویا قریش بد عہدی کر بیٹھے ہیں اور مدت ختم کردی ہے۔ اگر کسی قوم نے ہمارے ارادے اور ہم سے مشورہ کیے بغیر ایسے کیا ہوتا تو ہم پر کوئی الزام نہیں تھا۔ انہوں نے کہا: یہ بات ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی رائے بہتر نہیں کہ تم ہر معاملے سے انکار کردو اور اس نے کہا: میں خود بھی اس میں شریک نہیں ہوا اور نہ ہی میں نے اس کا حکم دیا اور میں اس میں سچا بھی ہوں۔ میں نے تمہارے کیے کو ناپسند کیا اور میں جان گیا تھا کہ عنقریب اس کے لیے سخت اور تاریک دن آکر رہے گا۔

قریش نے ابوسفیان سے کہا: تم اسی بات کو لے کر جاؤ۔ چنانچہ وہ نکلا اور نبی کریم ﷺ کی طرف چل پڑا۔

حضرت ابوعبداللہ فرماتے ہیں: میں نے حزام کی حدیث اپنے حضرات میں سے ابن جعفر وغیرہ سے ذکر کی تو انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا اور فرمایا: یہی وجہ تھی اور اسے مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے لکھا۔

حضرت عطاء بن ابی مروان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مجھے خزاعہ کے معاملے میں حیرت ہے۔ علامہ ابن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قریش آپ سے بدعہدی کی جرأت کر سکتے ہیں، حالانکہ تلوار نے انہیں ختم کر کے رکھ دیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کی بدعہدی کسی امر کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اللہ ان کے ساتھ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا خیر کا معاملہ ہے یا شر ہے؟ آپ نے فرمایا: خیر کا معاملہ ہے۔

حضرت حزام بن ہشام بن خالد کعبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کو لے کر نکلے اور رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگی اور آپ کو بتلایا جو انہیں مصیبت پہنچی اور قریش نے جو ڈھٹائی دکھائی۔ قریش نے ان لوگوں کی مردوں اور اسلحے سے مدد کی۔ صفوان بن امیہ بھی اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر اس میں شامل تھا اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ قبیلہ خزاعہ کا سردار عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ اٹھا اور رسول اللہ ﷺ سے شعر سنانے کی اجازت چاہی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور خود بھی سننے لگے۔ اس نے کہا:

"اے اللہ! میں محمد ﷺ کو اپنے اور آپ کے قدیم مالدار والد کے حلف کا واسطہ دیتا ہوں۔ تم اولاد ہو اور ہم والد ہیں۔ پھر ہم بھی مسلمان ہو گئے اور ہم نے ہاتھ نہیں کھینچا۔"

قریش نے وعدہ خلافی کی ہے اور آپ سے کیے ہوئے پختہ عہد کو توڑ دیا ہے۔ سو ہماری مدد کیجیے، اللہ آپ کو ہدایت دے۔ اور اللہ کے بندوں کو پکاریے جو مدد کے لیے آ ئیں۔

ان میں اللہ کے رسول ہیں جو لشکر میں اکیلے جھاگ پھینکتے سمندر کی طرح ہیں۔ وہ سمندر میں اگنے والے درختوں کی طرح ہیں۔ انہوں نے ہمیں رات کے وقت پہاڑی راستے پر اونٹوں کو ٹھہرانے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہم رکوع اور سجدے میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کا گمان ہے کہ میں کسی کو نہیں پکاروں گا اور وہ زیادہ ذلت والے اور کم تعداد والے ہیں۔

پھر جب قافلہ فارغ ہوا تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! انس بن زنیم دیلی نے آپ کی ہجو کی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا خون معاف قرار دیا۔ یہ بات انس بن زنیم کو معلوم ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت کی۔ اس نے یہ اشعار کہے:

"کیا تم وہ ہو جس کے حکم سے پھل اور سبزیاں پکتی ہیں۔ بلکہ اللہ ہی انہیں پکاتا ہے اور اس نے تجھے کہا: گواہ ہو جا۔"

میں کسی اونٹنی کے کجاوے پر سوار نہیں ہوا۔ کوئی بھی محمد سے زیادہ نیک اور وعدہ وفائی کرنے والا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو اس کا قصیدہ پہنچا اور اس کی معذرت بھی اور نوفل بن معاویہ دیلی نے آپ سے بات کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ لوگوں میں سب سے زیادہ معاف کرنے والے ہیں اور ہم میں سے کون ہے جس نے آپ سے دشمنی نہیں کی یا تکلیف نہیں دی اور ہم زمانہ جاہلیت میں نہیں جانتے تھے کہ کیا پکڑیں اور کیا چھوڑیں۔ حتی کہ اللہ نے ہمیں آپ کے ذریعے ہلاکت سے بچالیا اور قافلے نے آپ کو جھوٹ بولا ہے اور آپ کے پاس کچھ زیادہ ہی بیان کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قافلے کو چھوڑو۔ ہم تہامہ کی سرزمین میں کسی قریبی یا دور کے رشتہ دار کو نہیں جانتے جو خزاعہ سے زیادہ ہمارا خیر خواہ ہو۔ چنانچہ نوفل بن معاویہ خاموش ہو گیا۔ جب وہ خاموش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے معاف کیا۔ نوفل نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اٹھے اور اپنی چادر کھینچتے ہوئے فرمانے لگے: نہیں، میں مدد کروں گا اگر میں نے بنو کعب کی مدد نہیں کی، اس سے جس سے میں اپنی مدد کرتا ہوں۔

حضرت حزام بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گویا تمہارے پاس ابوسفیان آیا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ تجدید عہد کریں اور جنگ بندی کی مدت میں اضافہ کریں اور وہ اپنے غصے کو لے کر لوٹے گا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے فرمایا: تم لوٹ جاؤ اور وادیوں میں بکھر جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ اٹھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ آپ غصے کی حالت میں تھے۔ آپ نے پانی منگوایا اور غسل کے لیے اندر چلے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں آپ کو یہ فرماتے ہوئے سن رہی تھی جبکہ آپ اپنے اوپر پانی بہا رہے تھے۔ یہ ٹھیک نہ ہوگا اگر میں نے بنو کعب کی مدد نہیں کی۔

کشکولِ مذاکرات

ادھر ابوسفیان مکہ سے نکل پڑا اور وہ اس وجہ سے ڈر رہا تھا جو عمرو بن سالم اور اس کے ساتھیوں نے کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے سے ہچکچا رہا تھا۔

جب وہ لوگ واپسی پر ابواء مقام تک پہنچے تو بکھر گئے۔ ایک جماعت ساحل کی طرف چلی گئی تاکہ راستے پر نظر رکھیں اور بدیل بن ام احرم اپنے ساتھیوں کو لیے راستے پر ٹھہر گیا۔ ابوسفیان کی ان سے ملاقات ہوگئی۔ ابوسفیان ڈر گیا کہ کہیں بدیل محمد کے پاس نہ گیا ہو۔ بلکہ اسے یقین ہو چلا تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا: مجھے یثرب کے بارے میں خبر دو۔ تم وہاں کب گئے تھے؟ انہوں نے کہا: ہمیں اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ وہ جان گیا کہ یہ اس بات کو چھپا رہے ہیں۔ پھر کہنے لگا: کیا تمہارے پاس یثرب

کی کھجوروں میں سے کچھ ہے جو تم ہمیں کھلاؤ؟ اس لیے کہ یثرب کی کھجوریں تہامہ کی کھجوروں سے عمدہ ہیں۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہتے ہیں: یہ سن کر اس کے نفس کو قرار نہیں آیا حتی کہ اس نے پوچھ لیا: اے بدیل! کیا تم محمد کے پاس گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، میں نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن میں اس ساحل سے کعب اور خزاعہ کے علاقے میں گیا تھا اور یہ ایک مقتول کے بارے میں جوان کے درمیان قتل ہوا تھا۔ پھر میں نے ان کے درمیان صلح کروائی۔

کہتے ہیں: ابوسفیان کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم اتنے اچھے اور صلح رحمی کرنے والے ہو۔ پھر ابوسفیان ان سے بحث کرتا رہا۔ حتی کہ بدیل اور ان کے ساتھی چل پڑے۔ پھر وہ اس جگہ آیا جہاں انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ اس نے ان کے اونٹوں کی ایک مینگنی اٹھا کر توڑی تو اس میں سے گٹھلی نکلی۔ اسے ان کے ٹھکانے سے عجوہ کھجور کی گٹھلیاں بھی ملیں، گویا وہ پرندوں کی زبانیں ہیں۔

ابوسفیان کہنے لگا: میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ یہ لوگ محمد کے پاس گئے تھے اور جب واقعہ پیش آیا تو وہ اسی صبح نکلے تھے اور انہیں ابوسفیان تک پہنچنے میں تین دن لگے تھے۔

ادھر بنو بکر نے خزاعہ کو بدیل اور رافع کے گھر میں تین دن کے لیے محبوس کر دیا تھا اور ان کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ قریش نے یہ طے کیا تھا کہ ابوسفیان نکلے۔ وہ دن ٹھہرا رہا، پھر نکلا تو یہ خزاعہ کے قتل کو پانچ دن ہو لیے تھے۔

ابوسفیان آیا اور مدینہ داخل ہو کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور کہنے لگا: اے محمد! میں صلح حدیبیہ میں نہیں تھا۔ سو آپ عہد کو مزید پختہ کریں اور مدت میں اضافہ کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم سے پہلے کوئی نیا واقعہ رونما ہوا؟ کہنے لگا: اللہ کی پناہ! آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ہم اپنی مدت اور اپنی حدیبیہ والے دن کی صلح پر قائم ہیں۔ ہم اس میں کوئی ردو بدل نہیں کریں گے۔

پھر وہ آپ کے پاس سے اٹھا اور اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ پھر جب وہ آپ ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو انہوں نے جلدی سے اسے لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا: کیا تم نے اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے قابل نہیں جانا؟ انہوں نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور تم ایک مشرک اور ناپاک آدمی ہو۔

ابوسفیان نے کہا: اے بیٹی! تمہیں تمہارے علم سے شر حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی اور آپ اے ابا جان! قریش کے سردار ہیں اور بڑے آدمی ہیں۔ آپ اسلام میں داخل ہونے سے کیسے رہ گئے۔ آپ پتھر کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے؟ کہنے لگا: بڑے تعجب کی بات ہے! کیا تم بھی ایسے کہہ رہی ہو؟ کیا میں اپنے آباء و اجداد کے معبودوں کو چھوڑ کر محمد کے دین کی اتباع کر لوں؟ پھر وہ ان کے پاس سے اٹھ گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے بات کی اور کہا: آپ محمد سے بات کریں اور کیا آپ لوگوں کو پناہ نہیں دیں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری پناہ رسول اللہ ﷺ کی پناہ کے ساتھ ہے۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ اور ان سے بھی وہی بات کی جو

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں ایک زرے کو بھی تم سے لڑتا ہوا پاتا تو میں تمہارے خلاف اس کی ضرور مدد کرتا۔ ابوسفیان نے کہا: تجھے رشتہ داری سے برا بدلہ دیا جائے۔

پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو میرا آپ سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو۔ سو آپ جنگ بندی کی مدت بڑھائیے اور تجدید عہد کروائیے۔ اس لیے کہ آپ کے صاحب آپ کی بات کبھی نہیں لوٹائیں گے۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کسی صحابی کا اتنا اعزاز و اکرام نہیں دیکھا جتنا آپ کا ہوتے دیکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی وہی جواب دیا کہ میری پناہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ کے ساتھ ہے۔

حضرت عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ (ابوسفیان) حضرت فاطمہ بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا کے پاس بھی گیا اور ان سے بھی بات کی کہ لوگوں کو پناہ دلوائیے۔ انہوں نے فرمایا: میں تو ایک عورت ہوں۔ کہنے لگا: آپ کا پناہ دینا جائز ہے۔ آپ کی بہن نے بھی تو ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی تھی اور محمد نے اسے جائز قرار دیا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ معاملہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہے اور اس پر انکار کرتی رہیں۔ اس نے کہا: پھر اپنے بیٹوں میں سے کسی سے کہیے کہ لوگوں کو پناہ دلوائیں۔ انہوں نے فرمایا: وہ ابھی بچے ہیں، ایسے نہیں کہ کسی کو پناہ دے سکیں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابوالحسن! لوگوں کے درمیان پناہ قائم کیجیے اور محمد سے بات کیجیے کہ وہ مدت میں اضافہ کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے ابوسفیان! تم بے وقوف ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا عزم کر چکے ہیں کہ ایسا نہ کریں گے اور کسی میں ہمت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کریں جو آپ کو ناگوار ہو۔ پھر ابوسفیان نے پوچھا: پھر آپ کی کیا رائے ہے؟ میرے معاملے میں آسانی کیجیے۔ یہ معاملہ مجھ پر تنگ ہو چکا ہے۔ آپ مجھے کوئی ایسا معاملہ بتلائیے جو مجھے نفع دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے لیے اس سے بہتر اور کوئی رائے نہیں پاتا کہ تم خود اٹھو اور لوگوں کے درمیان امن قائم کرواؤ۔ تم بنو کنانہ کے سردار ہو۔ اس نے کہا: آپ کیا سمجھتے ہیں، اس سے مجھے کچھ نفع ہوگا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو میں نہیں جانتا، مگر قسم بخدا! میں تمہارے لیے اس کے علاوہ کوئی راہ نہیں پاتا۔ چنانچہ وہ لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا اور چیخ کر کہنے لگا: سنو! میں نے لوگوں کو پناہ دی اور میرا خیال نہیں کہ محمد مجھے رسوا کرے گا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے محمد! میرا خیال نہیں کہ آپ میری پناہ کو لوٹا دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوسفیان! یہ تو تمہاری بات ہے۔

حضرت واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ابوسفیان سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی آیا اور کہا: اے ابو ثابت! تم اس تعلق کو تو پہچانتے ہو جو میرے اور تمہارے درمیان تھا اور میں اپنے حرم میں تمہیں پناہ دیتا تھا اور تم اسی طرح یثرب میں مجھے پناہ دیا کرتے تھے اور آپ اس جزیرے کے سردار ہیں۔ سو لوگوں کو پناہ دلوائیے اور مدت میں اضافہ کروائیے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسفیان! میری پناہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ کے ساتھ ہے۔ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر ہو کر

پناہ نہیں دے سکتا۔

کہتے ہیں: ابوسفیان بس یہ بات لے کر نکلا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا تھا کہ اے ابوسفیان! یہ تو تمہاری بات ہے۔

کہا جاتا ہے: جب وہ چیخا تو رسول اللہ ﷺ قریب بھی نہ ہوئے۔ چنانچہ وہ اپنی سواری پر سوار ہوا اور مکہ چلا گیا۔

قریش کی تشویش اور بدگمانی

وہ روک دیا گیا تھا اور اسے غائب ہوئے طویل عرصہ بیت گیا تھا۔ قریش نے جب دیکھا کہ وہ آنے میں دیر کر رہا ہے تو انہوں نے اس پر سخت تہمت لگائی اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہمیں تو یہی لگ رہا ہے کہ وہ بے دین ہو چکا ہے اور اس نے پوشیدہ طور پر محمد کی اتباع کر لی اور وہ اپنے اسلام کو چھپا رہا ہے۔

جب وہ رات کو ہند کے پاس گیا تو وہ کہنے لگی: تم روک دیے گئے حتیٰ کہ تمہاری قوم نے تم پر تہمت لگا دی ہے۔ اگر تم طویل عرصہ ٹھہرنے کے بعد ان کے پاس کوئی کامیابی کی خبر لاتے تو تم مرد ہوتے۔ پھر وہ اس کے قریب ہوا اور ویسے بیٹھنے لگا جیسے مرد عورت پر بیٹھتا ہے تو اس نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ پھر اس نے ہند کو سارا واقعہ سنایا اور کہنے لگا: میں نے علی کے مشورے پر عمل کے بنا کوئی چارہ نہیں پایا۔ اس نے اپنی ٹانگیں اس کے سینے میں دے ماریں اور کہنے لگی: تم اپنی قوم کے برے قاصد ثابت ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عثمان بن ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ پھر جب صبح ہوئی تو اس نے اساف اور نائلہ دو بتوں کے پاس اپنا سر منڈوایا اور ان کے لیے قربانی کی اور اس کا خون ان کے سروں کو لگایا اور کہنے لگا: میں تمہاری عبادت سے موت تک جدا نہ ہوں گا اور اسی دین پر قائم رہوں گا جس پر میرا باپ فوت ہوا۔ تب جا کر وہ قریش کی اس تہمت سے بری ہوا۔

حضرت حزام بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ قریش نے اس سے پوچھا: اپنے پیچھے کیا چھوڑ آئے ہو؟ کیا تم ہمارے پاس محمد کا کوئی خط یا مدت میں زیادتی لے کر آئے ہو؟ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم سے ضرور لڑے گا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ میں نے ان کے بڑے بڑے صحابہ سے بات کی مگر میں ان سے بھی کچھ نہ منوا سکا۔ وہ سب مجھے ایک جواب دیتے رہے۔ مگر علی نے مجھے یہ کہا، جب مجھ پر معاملات تنگ ہو گئے کہ تم کنانہ کے سردار ہو۔ تم خود ہی لوگوں کے درمیان امن قائم کروا دو۔ چنانچہ میں نے پناہ کے لیے آواز لگائی۔ پھر میں محمد کے پاس گیا اور میں نے کہا: میں نے لوگوں کے درمیان امن قائم کروا دیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ میری پناہ کو لوٹائیں گے۔ محمد نے کہا: اے ابوسفیان! یہ تو تم کہہ رہے ہو۔ اس سے زائد مجھے کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا: انہوں نے تو بس تم سے ایک کھیل ہی کھیلا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

تیاری فتح مکہ

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ابوسفیان واپسی کے ارادے سے چل پڑا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ہماری تیاری کرو اور اس معاملے کو چھپائے رکھنا۔ آپ ﷺ نے یوں دعا کی: اے اللہ! قریش

کے مخبروں اور جاسوسوں کو روکے رکھنا تا کہ ہم اچانک ان پر جا پہنچیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یوں دعا کی: اے اللہ! قریش کے نگہبانوں کو روکے رکھ اور وہ مجھے اچانک ہی دیکھیں اور اچانک ہی میرے متعلق سنیں۔

کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے پہرے دار مقرر فرما دیے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان محافظوں پر چکر لگاتے اور انہیں تربیت دیتے اور فرماتے: جو بھی اجنبی آدمی تمہارے پاس سے گزرے، اسے مت چھوڑو بلکہ واپس لوٹا دو۔ تمام محافظ مسلمان تھے۔ جو بھی مکہ جاتا یا مکہ کی جانب جاتا تو اس کی نگرانی کی جاتی اور اس سے اس بارے میں پوچھا جاتا۔

کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے تیاری کر رہی تھیں۔ ستو، آٹا اور جو بنا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ کا جنگ کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ جنگ کا ارادہ کر چکے ہیں تو مجھے بتلانا، ہم بھی تیاری کریں گے۔ کہنے لگیں: مجھے نہیں معلوم، شاید آپ کا ارادہ بنوسلیم کی طرف جانے کا ہو، شاید ثقیف کا ارادہ ہو یا ھوازن جانا چاہتے ہوں۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئیں۔ حتی کہ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کا سفر کا ارادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ عرض کیا: پھر میں بھی تیاری کروں؟ فرمایا: ہاں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: قریش کی طرف اور اے ابوبکر! اس بات کو چھپائے رکھنا۔ رسول اللہ ﷺ نے تیاری کا حکم دے دیا۔ پوچھا: کیا ان کے اور ہمارے درمیان مدت نہیں تھی؟ فرمایا: انہوں نے بدعہدی کی اور عہد شکنی کی، اب میں ان سے لڑوں گا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو میں نے تمہیں بتایا ہے اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

چنانچہ کسی کا گمان تھا کہ آپ شام جانا چاہتے ہیں اور کسی کا خیال تھا کہ ثقیف کی طرف جانے کا ارادہ ہے اور بعضوں نے ہوازن کی طرف جانے کا ارادہ سمجھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ کو آٹھ افراد کے ساتھ وادی اضم کی طرف بھیجا، تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ رسول اللہ ﷺ اس جانب جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہی خبریں عام ہو جائیں۔

حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وادیٔ اِضم کی طرف بھیجا۔ اس جماعت میں ہمارے امیر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس میں حضرت محلم بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ بھی تھے اور میں بھی تھا۔ ہم ابھی وادیٔ اِضم میں ہی تھے کہ ہمارے پاس سے عامر بن اُضبط اُشجعی گزرا۔ اس نے ہمیں سلام کیا۔ ہم اس سے رک گئے۔ مگر محلم بن جثامہ نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا۔ بطور سلب کے اس کا اونٹ، سامان اور دودھ کی مشک لے لی۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ ہم سے ملے تو ہمارے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

يا ايها الذين امنوا اذا ضربتم في سبيل الله فتبينوا ... الاية

''اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلو اور جو تمہیں سلام کہے تو تم یہ مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو تم دنیوی زندگی کے سامان کو چاہتے ہو۔''

چنانچہ وہ لوگ لوٹ گئے اور کسی لشکر کا سامنا نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ وہ ذی خشب نامی جگہ پر پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کی جانب متوجہ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بین کے راستے کو لیا اور مقامِ سقیا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا ملے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے قریش کی طرف جانے کا ارادہ کرلیا اور لوگوں کو اس بارے میں علم ہوا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کی طرف خط لکھا اور انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارادہ کرلیا ہے اور یہ خط قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو دے دیا اور اس کے لیے اجرت مقرر کردی کہ وہ اس خط کو قریش تک پہنچائے گی۔ اس نے اس خط کو اپنے میں چھپالیا اور اوپر سے مینڈھیاں بنالیں اور چل پڑی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آسمان سے خبر آگئی کہ حاطب نے ایسے کیا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور فرمایا: قبیلہ مزینہ کی اس عورت کو پکڑ لاؤ۔ اس کے پاس حاطب کا لکھا ہوا ایک خط ہے، جس سے وہ قریش کو باخبر کرنا چاہتا ہے۔ وہ دونوں نکلے اور خلیقہ مقام میں اس عورت کو پالیا۔ انہوں نے اسے نیچے اترنے کو کہا۔ پھر اس خط کو اس کے کجاوے میں تلاش کیا۔ مگر انہیں کوئی خط نہ ملا۔ انہوں نے اس عورت سے کہا: ہم اس پر اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ نہیں فرمایا اور نہ ہم جھوٹے ہیں۔ یا تو تم وہ خط نکال کر ہمیں دے دو وگرنہ ہم تمہارا لباس اتار دیں گے اور تمہاری تلاشی لیں گے۔ جب اس عورت نے یہ صورت دیکھی تو کہنے لگی: مجھ سے پرے ہٹ جاؤ۔ وہ ذرا دور ہو گئے۔ چنانچہ اس نے اپنے سر کی مینڈھیاں کھول دیں اور وہ خط نکال کر ان کے حوالے کردیا۔ وہ یہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے۔ آپ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پوچھا: تمہیں ایسا کرنے کی ہمت کیونکر ہوئی؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔ نہ میں نے غیرت کی وجہ سے ایسا کیا اور نہ میں نے دین بدلا۔ بلکہ میں ایسا شخص ہوں کہ ان لوگوں میں میرا کوئی خاندان یا قبیلہ نہیں ہے اور میرے اہل وعیال ان کے پاس ہیں۔ میں نے ان کی خاطر ایسا کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ تجھے برباد کرے۔ تم دیکھ بھی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تو محافظوں کو تیار کررہے ہیں پھر بھی تم نے قریش کو باخبر کرنے کے لیے خط لکھ ڈالا؟!

اے اللہ کے رسول! مجھے چھوڑیے۔ میں اس کی گردن اتارتا ہوں، یہ تو منافق ہوچکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تمہیں کیا معلوم؟ شاید اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن اہل بدر کے دلوں کو پرکھ لیا ہے تبھی تو فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو۔ میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حاطب کے بارے میں یہ آیت اتاری:

''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ۔ تم ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو۔'' الآیۃ

حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کی طرف خط لکھا تھا: صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل کی طرف کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جہاد کی اجازت دے دی ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ کا ارادہ تمہارے علاوہ کا ہو اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اس خط کی وجہ سے تم پر میرا ایک احسان ہو جائے۔ پھر انہوں نے وہ خط اہل عرج میں سے قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو دے دیا۔ اس کا نام کنود تھا اور خط پہنچانے کی شرط پر ایک دینار اس کے لیے مقرر کیا اور کہا: جتنا ممکن ہو اسے چھپائے رکھنا اور عام راستے پر سے مت جانا۔ اس لیے کہ راستوں پر تو پہرہ لگا ہے۔ وہ ریگستان میں مجہ کی بائیں جانب راستے سے ہٹ کر چلتی رہی حتی کہ مقامِ عقیق میں جا کر راستے پر چڑھی۔

حضرت حصین بن عبدالرحمن بن عمرہ بن سعد فرماتے ہیں: وہ سارہ نامی عورت تھی اور اس کے لیے دس دینار طے ہوئے تھے۔

شمع رسالت پر پروانوں کا اجتماع

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے جہاد کا اعلان کرنا چاہا تو دیہاتیوں اور اردگرد کے تمام مسلمانوں کی طرف پیغام بھیجا کہ جو شخص بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ رمضان میں مدینہ حاضر ہو جائے۔ آپ نے ہر جانب قاصد روانہ فرمائے۔ حتی کہ قبیلہ اسلم، غفار، مزینہ، جھینہ اور اشجع کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے بنوسلیم کی طرف بھی پیغام بھیجا۔ بنوسلیم مقامِ قدید میں آپ سے آملے۔ چنانچہ تمام عرب قبائل مدینہ سے روانہ ہوئے۔

حضرت سعید بن عطاء بن ابی مروان اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماء بن حارثہ اور ہند بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو قبیلہ اسلم کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ رمضان میں مدینہ حاضر ہو جائیں۔

آپ ﷺ نے مکیث کے دونوں بیٹوں جندب اور رافع رضی اللہ عنہما کو جہینہ کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ رمضان میں مدینہ حاضر ہو جائیں۔ اسی طرح ایماء بن رحضہ اور ابورھم کلثوم بن حصین رضی اللہ عنہما کو بنوحصین، بنوغفار اور بنوضمرہ کی طرف بھیجا اور قبیلہ اشجع کی طرف معقل بن سنان اور نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ مزینہ کی طرف بلال بن حارث اور عبداللہ بن عمرو مزنی کو بھیجا۔

بنوسلیم کی طرف حجاج بن علاط سلمی بہزی اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ بنوکعب میں بنوعمرہ کی طرف بشر بن سفیان اور بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔

بنوکعب آپ سے مقامِ قدید میں آملے۔ آپ کے ساتھ بنوکعب کے وہ سب لوگ نکلے جو مدینہ میں تھے۔

آپ ﷺ نے چاہِ ابوعنبہ کے پاس لشکر کو ترتیب دیا اور جھنڈے اور علم باندھے۔ مہاجرین میں تین جھنڈے تھے: ایک جھنڈا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس، دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اور تیسرا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

قبیلہ اوس کی شاخ بنوعبدالاشہل میں ایک جھنڈا حضرت ابونائلہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بنوظفر میں ایک جھنڈا حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بنوحارثہ میں جھنڈا حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بنومعاویہ میں جھنڈا حضرت جبر بن

عتیک رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

بنوخطمہ میں جھنڈا حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بنوامیہ میں جھنڈا مبیض رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

(ابن حیویہ نے کہا: ابوحیہ کی کتاب میں عمیض لکھا تھا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اس لیے کہ وہاں مبیض تھا۔)

بنوساعدہ میں جھنڈا حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بنو حارث بن خزرج میں جھنڈا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بنوسلمہ میں جھنڈا حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ کے پاس تھا۔ بنو مالک بن نجار میں جھنڈا حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بنو مازن میں جھنڈا حضرت سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بنو دینار میں بھی ایک جھنڈا تھا جسے کوئی صاحب اٹھائے ہوئے تھے۔ مہاجرین کل سات سو تھے۔ ان کے پاس ۳۰۰ گھوڑے تھے اور انصار چار ہزار تھے اور ان کے پاس ۵۰۰ گھوڑے تھے۔

قبیلہ مزینہ کے لوگ بھی ایک ہزار تھے۔ ان میں سو گھوڑے، سو زرہیں اور تین جھنڈے تھے۔ ایک جھنڈا حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ دوسرا حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور تیسرا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

قبیلہ اسلم کے چار سو افراد تھے۔ ان میں تیس گھوڑے تھے اور دو جھنڈے تھے۔ ان میں سے ایک بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا اور دوسرا ناجیہ بن اعجم رضی اللہ عنہ نے۔

جہینہ کے آٹھ سو افراد تھے۔ ان کے ساتھ ۵۰ گھوڑے تھے۔ اور چار جھنڈے تھے۔ ایک جھنڈا حضرت سوید بن صخر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ دوسرا ابن مکیث رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ تیسرا حضرت ابوزرعہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور چوتھا حضرت عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

بنوکعب بن عمرو کے پانچ سو افراد تھے۔ ان میں تین جھنڈے تھے۔ ایک جھنڈا حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ایک جھنڈا حضرت ابن شریح رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور ایک جھنڈا حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ان میں سے کوئی بھی مدینہ سے نہیں نکلا تھا۔ ان کی قوم کی آپ سے ملاقات قدید میں ہوئی تھی۔

حضرت حصین بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدید تک پہنچنے سے پہلے جھنڈا نہیں باندھا۔ جب آپ قدید تک پہنچ گئے۔ پھر آپ نے مہاجرین اور انصار کے لیے جھنڈے باندھے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا۔ فرماتے ہیں: قبیلہ اشجع کا جھنڈا حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ رمضان المبارک بروز بدھ عصر کے بعد روانہ ہوئے۔ آپ نے گرہ نہیں کھولی حتی کہ صلصل تک پہنچ گئے۔ مسلمان بھی روانہ ہو لیے۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کو آگے رکھا اور ان کے پیچھے اونٹوں کو چلایا۔ وہ کل ۱۰ ہزار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آگے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ۲۰۰ افراد کے ساتھ بھیجا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام بیداء میں پہنچے ...... حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ بادل بنوکعب کی مدد کے لیے گرجتا ہوا آرہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ سے نکلے تو آپ کے منادی نے اعلان کر دیا کہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہے وہ روزے سے رہے اور جو افطار کرنا چاہتا ہے تو وہ افطار کرے اور خود رسول اللہ ﷺ روزے سے تھے۔

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث ایک شخص سے نقل فرماتے ہیں، جنہوں نے خود رسول اللہ ﷺ کو مقامِ عرج میں پیاس کی شدت سے اپنے سر اور چہرے پر پانی ڈالتے ہوئے دیکھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم ظہر اور عصر کے درمیان مقام کدید میں تھے تو آپ ﷺ نے پانی کا ایک برتن اپنے ہاتھ میں لیا اور مسلمان آپ کو دیکھ رہے تھے، پھر آپ نے اسی وقت روزہ افطار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ کچھ لوگ روزے سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ نافرمان ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کل صبح اپنے دشمن سے ملنے والے ہو اور روزہ چھوڑ دینا تمہاری طاقت کا سبب ہوگا۔ آپ نے یہ بات مرظہران میں ارشاد فرمائی۔

جب آپ ﷺ نے مقام عرج میں پڑاؤ ڈالا اور لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کا ارادہ کس طرف جانے کا ہے۔ قریش کی طرف، ہوازن کی طرف یا ثقیف کی طرف اور وہ جاننا چاہتے تھے۔

آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر مقامِ عرج میں بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے سوچا، میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جاتا ہوں اور تمہارے لیے آپ ﷺ کے رخ کو جان کر آتا ہوں۔ چنانچہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ آئے اور گھٹنوں کے بل آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر یہ اشعار پڑھے، ترجمہ:

> ہم نے تہامہ اور خیبر سے ہر شک کو ختم کر دیا پھر ہم نے اپنی تلواریں اکٹھی کیں۔ ہم ان سے پوچھ رہے ہیں، اگر وہ بول سکتیں تو کہتیں: اب ان کا نشانہ قبیلہ دوس یا ثقیف ہیں۔ میں ایسے شہری کے لیے نہیں ہوں اگر تم نے اپنے گھر کے صحن میں اس سے الفت نہیں دیکھی۔ سو ہم وادئ وج سے اپنے خیموں کو اکھیڑ دیں گے اور ہم ان کے گھروں کو پیچھے چھوڑ دیں گے۔

حضرت ایوب بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے مجھے یہ اشعار نقل کیے۔

رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور مزید کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔

لوگ کہنے لگے: قسم بخدا! تیرے لیے رسول اکرم ﷺ نے کوئی چیز واضح نہیں فرمائی۔ ہم نہیں جانتے کہ آپ کہاں سے آغاز کریں گے، قریش سے یا ثقیف سے یا ہوازن سے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے مقامِ قدید میں پڑاؤ ڈالا تو عرض کیا گیا: کیا آپ کو خوبصورت پاک دامن عورت اور اونٹ کے چمڑے میں حاجت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھ پر صلہ رحمی

کی وجہ سے حرام کر دیا ہے اور آپ نے انہیں اونٹوں کے قلادے سنبھال کر تیز چلنے کو کہا۔

حضرت ابوحویرث رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھ پر والد کے ساتھ صلہ رحمی کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے۔ آپ نے انہیں اونٹوں کے قلادے سنبھال کر تیز چلنے کو کہا۔

حضرت عیسیٰ بن عمیلہ فزاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عیینہ اپنے گھر والوں کے پاس مسجد میں تھا۔ اسے رسول اللہ ﷺ کے کسی طرف جانے کی خبر پہنچی اور یہ کہ تمام عرب آپ کی طرف جمع ہو گئے ہیں۔ وہ اپنی قوم کے چند لوگوں کو لے کر نکلا اور مدینہ آ گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تو اس کے آنے سے دو دن پہلے روانہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی آپ کے پیچھے چل پڑا اور آپ سے پہلے ہی مقامِ عرج تک جا پہنچا۔ آپ ﷺ نے مقامِ عرج میں اسے پایا۔

جب آپ نے مقامِ عرج میں پڑاؤ ڈالا تو وہ آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کے نکلنے کا علم ہوا اور جو لوگ آپ کی طرف اکٹھے ہوئے، ان کا پتہ چلا تو میں جلدی سے چل پڑا۔ مجھے علم نہیں تھا ورنہ میں اپنی قوم کو بھی جمع کرتا اور ہماری ایک بڑی تعداد جمع ہو جاتی۔ میں نے تو جنگ کی حالت نہیں دیکھی اور نہ مجھے جھنڈے نظر آ رہے ہیں۔ کیا آپ عمرے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اگر یہ بات ہے تو پھر میں آپ پر احرام بھی نہیں دیکھ رہا۔ اے اللہ کے رسول! آپ کس طرف جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں اللہ چاہے گا۔ وہ گیا اور آپ کے ساتھ چل پڑا۔

اس نے اقرع بن حابس کو مقامِ سقیا میں پایا۔ وہ بھی اپنی قوم کے دس آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ وہ بھی آپ کے ساتھ ہو لیے۔

پھر جب آپ نے مقامِ قدید میں پڑاؤ ڈالا تو جھنڈے باندھے اور علم مقرر کر دیے۔ جب عیینہ نے قبائل کو اپنے جھنڈے اور علم وصول کرتے دیکھا تو افسوس سے اپنی انگلیاں منہ میں ڈالیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہیں کس وجہ سے شرمندگی ہو رہی ہے؟ کہا: اپنی قوم پر افسوس ہے کہ وہ محمد ﷺ کے ساتھ نہیں نکلے۔ اے ابوبکر! محمد ﷺ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں اللہ چاہے گا۔ چنانچہ اس دن اللہ کے رسول ﷺ اقرع اور عیینہ کے درمیان مکہ میں داخل ہوئے۔

جانوروں پر رسول اکرم ﷺ کی رحم دلی

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ مقامِ عرج سے روانہ ہوئے تو ابھی آپ عرج اور طلوب کے درمیان تھے آپ نے ایک کتیا کو دیکھا جو اپنے بچوں کے ساتھ تھی۔ وہ اس کے اردگرد اس کا دودھ پی رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی جن کا نام جعیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ تھا حکم فرمایا کہ اس کے پاس کھڑا رہے تاکہ لشکر میں سے کوئی بھی اسے یا اس کے بچوں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

ہوازن کے جاسوس کا قبولِ اسلام

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے مقامِ عرج سے کوچ فرمایا تو آپ کے آگے آگے گھڑ

سواروں کا ایک دستہ چل رہا تھا جو مسلمانوں سے آگے ہو کر آگاہی حاصل کرنے پر متعین تھا۔ جب وہ عرج اور طلوب کے درمیان پہنچے تو وہ لوگ قبیلہ ہوازن کے ایک جاسوس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب ہم نے اسے دیکھا تو اس کی ٹوہ میں رہے تو وہ اپنی سواری پر تھا۔ پھر وہ ایک نشیبی زمین میں ہم سے غائب ہو گیا۔

پھر وہ آیا اور بلند جگہ پر چڑھ گیا اور اس پر بیٹھ گیا۔ ہم نے اس کی طرف گھوڑے دوڑائے۔ اس نے ہم سے بھاگنا چاہا مگر اس کا اونٹ اس ٹیلے کے نچلی جانب بندھا ہوا تھا اور وہ اسے چھپائے ہوئے تھا۔ ہم نے کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: بنوغفار کا ایک آدمی ہوں۔ ہم نے پوچھا: ہم بھی اسی شہر کے رہنے والے ہیں۔ تم بنوغفار کی کس شاخ سے ہو؟ وہ گھبرا گیا اور ہمارے لیے نسب بیان نہیں کر سکا۔ ہمارا شک اور بڑھ گیا اور ہم اس کے بارے میں بدگمان ہو گئے۔ ہم نے پوچھا: تیرے گھر والے کہاں ہیں؟ اس نے کہا: قریب ہی ہیں اور اپنے ہاتھ سے ایک جانب اشارہ کیا۔ ہم نے پوچھا: کس پانی پر؟ اور وہاں تیرے ساتھ کون کون ہے؟ وہ ہمیں کچھ بھی صحیح بیان نہ کر سکا۔ جب ہم نے اس کی خلط ملط باتیں سنیں تو ہم نے کہا: یا تو تم ہمیں سچ سچ بتاؤ وگرنہ ہم تمہاری گردن اتار دیں گے۔ اس نے کہا: اگر میں تمہیں سچ سچ بتاؤں تو کیا مجھے کچھ فائدہ ہوگا؟ ہم نے کہا: ہاں۔ تب اس نے بتلایا کہ میں بنونصر سے قبیلہ ہوازن کا ایک آدمی ہوں۔ مجھے ہوازن نے جاسوس بنا کر بھیجا ہے اور کہا ہے: تم مدینہ جا کر محمد سے ملو اور معلوم کرو کہ وہ اپنے حلیفوں کے معاملے میں کیا ارادہ رکھتے ہیں؟ کیا وہ قریش کی طرف کوئی لشکر بھیجیں گے یا ان سے خود لڑیں گے اور ہمارا خیال یہی ہے کہ وہ ضرور ان پر حملہ کریں گے۔ اگر وہ سب کو لے کر نکلتے ہیں یا کوئی لشکر بھیجتے ہیں تو تم بھی ان کے ساتھ چل پڑنا۔ حتی کہ تم وادئ سرف تک پہنچ جاؤ۔ پھر اگر وہ ہماری طرف آنا چاہ رہے ہوں تو وادئ سرف میں چلیں گے اور ہماری طرف نکل آئیں گے اور اگر وہ قریش کی طرف جانا چاہتے ہوں گے تو راستے پر ہو لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ہوازن کے لوگ کہاں ہیں؟ اس نے کہا: میں نے انہیں ''بقعاء'' میں چھوڑا ہے اور انہوں نے لشکر جمع کر لیا ہے اور دیگر عرب لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ انہوں نے ثقیف کی طرف پیغام بھی بھیجا تو انہوں نے بھی لبیک کہا۔ انہوں نے ساق پر ثقیف کو چھوڑا ہے۔ انہوں نے بھی لشکر جمع کر لیے ہیں اور قبیلہ جرش کی طرف بھی جانوروں کے کام اور منجنیق کے بارے میں پیغام بھیجا۔ وہ سب لوگ ہوازن کے لشکر کی طرف جمع ہو گئے ہیں اور وہ ایک بڑا لشکر بن گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: انہوں نے اپنا معاملہ کس کے سپرد کیا ہے؟ اس نے بتایا: اپنے ایک جوان مالک بن عوف کے سپرد کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا ہوازن نے ہر اس بات کو قبول کر لیا ہے جس کی طرف مالک نے انہیں دعوت دی ہے؟ اس نے کہا: صرف بنوعامر کے بزرگوں اور بہادروں نے دیر کی ہے۔ آپ نے پوچھا: کن لوگوں نے؟ اس نے کہا: کعب اور کلاب نے۔

آپ نے پوچھا: ھلال نے کیا کیا؟ اس نے بتلایا: ان میں سے بہت کم لوگ اس کی طرف آئے ہیں اور میں کل گزشتہ مکہ میں آپ کی قوم کی طرف گیا تھا۔ ان کے پاس ابوسفیان بن حرب آیا تو میں نے دیکھا، وہ سب اس کی خبر پر ناراض ہو رہے تھے اور وہ لوگ اندر سے بالکل ڈرے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔'' میرا

خیال ہے اس نے مجھ سے سچ کہا ہے۔ اس شخص نے کہا: پھر مجھے اس کا کوئی نفع ہوگا۔ آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے قید کرلو۔ لوگوں کو ڈر تھا کہ کہیں وہ پہلے جا کر لوگوں کو مطلع نہ کردے۔ پھر جب لشکر نے مرظہران میں پڑاؤ ڈالا تو وہ شخص کھسک گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھونڈ لیا اور اراک کے پاس اسے پکڑ لیا اور فرمایا: اگر تمہارے بارے میں مجھ سے عہد نہ لیا گیا ہوتا تو میں تمہاری گردن اتار دیتا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: اسے مکہ داخل ہونے تک قید رکھو۔

پھر جب آپ ﷺ داخل ہوئے اور اسے فتح فرمایا تو اسے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ ہوازن کی طرف نکلے۔ پھر اوطاس میں شہید ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمن بن سابط رحمہ اللہ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں: ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ ﷺ کا رضاعی بھائی تھا۔ اسے حلیمہ نے چند دن دودھ پلایا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا تھا اور آپ کا ہم عمر تھا۔ جب آپ ﷺ کو نبوت عطا ہوئی تو وہ آپ کا ایسا دشمن بنا کہ ایسی دشمنی کبھی کسی نے نہیں کی اور وہ شعب ابی طالب میں بھی داخل نہ ہوا تھا۔

اس نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ہجو بھی کی۔ اس نے کہا:

> "سنو! میری طرف سے حسان کو یہ پیغام دے دو کہ میں تجھے غریب اور بدترین لوگوں میں سے شمار کرتا ہوں۔ تمہارا باپ برائی والا ہے اور تمہارا ماموں بھی اسی طرح کا ہے۔ سو تم نہ اپنے باپ کی طرف سے اچھے ہو اور نہ ماموں کی طرف سے۔"

مسلمانوں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: تم بھی اس کی ہجو بیان کرو۔ انہوں نے کہا: نہیں، حتی کہ میں آپ ﷺ سے اجازت لے لوں۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں تجھے اپنے چچا زاد کی ہجو کی اجازت کیسے دوں؟ انہوں نے کہا: میں آپ کو اس سے ایسے نکال لوں گا جیسے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایک شعر کہا۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ پہلے اس شعر کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مذاکرہ کر لینا۔ چنانچہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے مذاکرہ کیا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

فرماتے ہیں: ابوسفیان نے ۲۰ سال رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں گزارے۔ وہ مسلمانوں کی اور آپ کی ہجو کرتا رہا اور کسی جگہ میں پیچھے نہیں رہا جہاں قریش آپ ﷺ سے جنگ کے لیے جاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔

ابوسفیان کہتے ہیں: میں نے سوچا، میں کس کو ساتھی بناؤں اور کس کے ساتھ جاؤں؟ اسلام تو ثابت اور مضبوط ہو گیا ہے۔ میں اپنی بیوی اور بچے کے پاس آیا۔ میں نے کہا: نکلنے کی تیاری کرو۔ محمد تمہاری طرف آنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا: اب تمہاری آنکھیں کھلی ہیں جبکہ عرب و عجم نے محمد کی پیروی کر لی ہے اور تم ان سے دشمنی ہی کرتے رہے۔ حالانکہ لوگوں میں تمہارا

سب سے زیادہ حق بنتا تھا کہ ان کی مدد کرے۔ میں نے اپنے غلام سے کہا: جلدی سے اونٹوں اور گھوڑے کو تیار کرو۔

کہتے ہیں: پھر ہم چل پڑے، حتی کہ ہم نے مقام ابواء میں پڑاؤ ڈالا اور لشکر کا اگلا حصہ ابواء میں پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ مجھے اجنبیت محسوس ہوئی اور قتل ہونے کا ڈر ہوا کہ میرا خون ضائع ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نکلا اور میں نے جعفر کے دونوں بیٹوں کو اپنے پیچھے ایک میل کے فاصلے سے آتا ہوا پایا۔

اسی صبح رسول اللہ ﷺ مقامِ ابواء پہنچ گئے۔ لوگ اپنی چال پر چلتے آرہے تھے۔ میں آپ کے صحابہ سے ڈر کر الگ ہولیا۔ پھر جب آپ کی سواری سامنے آئی تو میں آپ کے سامنے ہوا۔ جب آپ نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا تو اپنا چہرہ مجھ سے دوسری جانب پھیر لیا۔ میں دوسری جانب ہوا تو آپ نے پھر اعراض کر لیا اور کئی بار کیا۔ مجھے پرانی اور نئی باتیں یاد آنے لگیں۔ میں نے سوچا: میں آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی مارا جاؤں گا۔ مجھے آپ کی نیکی، رحمت اور رشتہ داری بھی یاد آئی۔ اس چیز نے میری ہمت بندھائی اور مجھے اس پر بھی پورا یقین تھا کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میرے مسلمان ہونے سے بے حد خوش ہوں گے۔ اس لیے کہ میری رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری تھی۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے اعراض کر لیا ہے تو ان سب لوگوں نے بھی مجھ سے اعراض کر لیا۔ چنانچہ ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ میرے سامنے ہوئے تو وہ بھی اعراض کیے ہوئے تھے۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا۔ ایک انصاری شخص مجھے غیرت دلانے لگا۔ ایک شخص میرے درپے ہولیا اور کہنے لگا: او اللہ کے دشمن! تم وہی ہو جو اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ تم ان کی عداوت میں مشرق و مغرب تک پہنچے ہو۔ میں نے بعض باتوں کا اپنی طرف سے جواب دیا۔ مگر وہ مجھ پر لمبا ہی ہوتا گیا اور بلند آواز سے بولنے لگا۔ حتی کہ اس نے مجھے نشانہ بنا لیا اور لوگ اس پر خوش ہو رہے تھے جو وہ مجھ سے کر رہا تھا۔

کہتے ہیں: میں اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ میں نے کہا: اے عباس! مجھے امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری قرابت اور شرف کی وجہ سے میرے اسلام سے خوش ہوں گے۔ میرا ان سے جو معاملہ ہوا وہ تم دیکھ چکے ہو۔ تم ان سے بات کرو تاکہ وہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ انہوں نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! میں تمہارے بارے میں ان سے کبھی بات نہیں کروں گا، اس لیے کہ میں نے آپ کا اعراض دیکھ لیا ہے یا پھر کوئی اور صورت ہو۔ میں تو رسول اللہ ﷺ سے بذاتِ خود بہت ڈرتا ہوں اور مرعوب ہوں۔ میں نے کہا: اے چچا! پھر مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ رہا۔ کہتے ہیں: پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ میں نے ان سے بات کی تو انہوں نے بھی مجھے اسی طرح کا جواب دیا۔ میں واپس حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹ آیا۔ میں نے کہا: اے چچا! مجھ سے اس شخص کو تو روکیے جو مجھے گالیاں نکال رہا ہے۔ انہوں نے کہا: مجھے بتلاؤ کون ہے؟ میں نے کہا: وہ گندم گوں رنگت والا پست قد آدمی ہے، جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان زخم کا نشان ہے۔ انہوں نے کہا: یہ تو نعمان بن حارث نجاری ہے۔ پھر انہوں نے ان کی طرف پیغام بھیج کر بلوایا اور فرمایا: اے نعمان!

ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد بھائی ہے اور میرا بھتیجا ہے۔ اگر چہ رسول اکرم ﷺ اس سے ناراض ہیں مگر عنقریب راضی ہو جائیں گے۔ سو ان کو برا بھلا کہنے سے باز آجاؤ۔ بڑی مشکل سے وہ باز آئے اور کہا: میں اس کے درپے نہیں ہوں گا۔

ابوسفیان کہتے ہیں: میں نکلا اور رسول اللہ ﷺ کی منزل کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ حتی کہ آپ جحفہ کی طرف نکلے۔ نہ آپ ﷺ مجھ سے بات کر رہے تھے اور نہ مسلمانوں میں سے کوئی ایک۔

جب بھی آپ کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو میں آپ کے دروازے پر کھڑا ہوتا۔ میرے ساتھ جعفر کے دونوں بیٹے بھی تھے۔

آپ ﷺ میری طرف دیکھتے ہی نہ تھے، بلکہ اعراض کر کے گزر جاتے۔ میں اسی حالت میں نکلا حتی کہ میں آپ کے ساتھ فتح مکہ میں شریک ہوا۔ میں کسی بہانے کی تلاش میں تھا۔ حتی کہ اذاخر سے اترے اور ابطح میں پڑاؤ ڈالا۔ میں آپ کے خیمے کے دروازے کے قریب ہوا۔ آپ نے میری طرف دیکھا۔ اس نظر میں پہلے سے ناراضگی کم تھی۔ مجھے امید تھی کہ آپ مسکرائیں گے۔ آپ کے پاس بنو مطلب کی عورتیں آ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ میری بیوی بھی داخل ہوئی۔ اس کا دل بھی میرے بارے میں نرم ہو چکا تھا۔ آپ مسجد کی طرف چل دیے۔ میں آپ کے سامنے رہا۔ میں کسی حالت میں آپ سے جدا نہیں ہو رہا تھا۔ حتی کہ آپ ہوازن کی طرف نکلے تو میں آپ کے ساتھ نکلا۔ عرب نے اتنا بڑا لشکر جمع کر رکھا تھا کہ اس جیسا کبھی نہیں ہوا۔ وہ اپنی عورتوں، بچوں اور مال مویشی کو لے کر نکلے تھے۔ پھر جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا: آج ان شاء اللہ میرا اثر دیکھا جائے گا۔ جب میں ان سے ملا تو انہوں نے حملہ کیا جس کا اللہ نے ذکر کیا تھا۔ پھر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے شہباء نامی خچر پر ثابت قدم رہے۔ آپ نے ننگی تلوار ہاتھ میں لی ہوئی تھی۔ میں اپنے گھوڑے سے اتر آیا۔ میرے ہاتھ میں بھی ننگی تلوار تھی۔ اس کی نیام ٹوٹ گئی تھی اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں آپ کی خاطر مر جانا چاہتا تھا اور آپ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کے خچر کی لگام پکڑ لی اور میں نے دوسری جانب سے پکڑ لی۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے سر سے خود ہٹا دی۔ ادھر سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے: اے اللہ کے رسول! آپ کا بھائی ہے اور آپ کے چچا کا بیٹا ابوسفیان بن حارث ہے۔ اے اللہ کے رسول! ان سے راضی ہو جائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسا کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ہر عداوت معاف کر دی ہے جو اس نے مجھ سے کی۔

فرماتے ہیں: میں آپ کی ٹانگوں کو چومنے لگا جو رکاب میں تھیں۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میری عمر کی قسم! میرا بھائی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اعلان کرو۔ انہوں نے اعلان کیا: اے گائے والو! اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! اے مہاجرین! اے انصار! اے خزرج! انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے داعی! ہم حاضر ہیں۔ انہوں نے یک زبان ہو کر بار بار کہا۔ انہوں نے نیامیں توڑ دیں اور نیزے لہرائے اور اپنی بلند آوازوں کو پست کر لیا اور وہ سانڈ کی طرح تیار تھے۔ میں نے خود کو دیکھا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ان کے نیزوں کا ڈر تھا۔ حتی کہ انہوں نے آپ ﷺ کو گھیر لیا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ان لوگوں کا مقابلہ کرو۔ میں نے ان پر ایسا حملہ کیا کہ انہیں ان

کی جگہوں سے ہٹا دیا۔ آپ ﷺ بھی ان لوگوں سے مقابلے کے لیے میرے پیچھے آ رہے تھے۔ وہ آگے نہ بڑھ سکے اور نہ اس جگہ قائم رہے حتی کہ میں نے انہیں ایک فرسخ کی بقدر پیچھے دھکیل دیا۔ اور وہ ہر جانب بکھر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے پیچھے بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک جانب بھیجا۔ دوسری جانب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو مقامِ اوطاس میں لشکر کی طرف بھیجا۔ وہ قتل ہو گئے اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے قاتل کو قتل کیا۔

حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ایک دوسری طرح بھی سنا ہے۔

فرماتے ہیں: میں اور عبداللہ بن ابو امیہ دونوں نیق عقاب میں رسول اللہ ﷺ سے ملے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی مگر آپ نے منع فرما دیا۔ میں نے آپ کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بات کی۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کا سسر ہے، آپ کی پھوپھو کا بیٹا ہے۔ آپ کے چچا کا بیٹا ہے۔ آپ کا رضاعی بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو لے آیا۔ یہ مسلمان ہو گئے ہیں اور ایسا نہ ہو یہ آپ کے التفات نہ فرمانے کے سبب لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت ہو کر رہ جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ باقی میرا بھائی تو وہ مجھے مکہ میں یوں کہا کرتا تھا: وہ ہرگز مجھ پر ایمان نہیں لائے گا حتی کہ میں آسمان میں چڑھ جاؤں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یا تمہارے لیے سونے کا گھر ہو یا تم آسمان میں چڑھ جاؤ اور ہم ہرگز تیرے جادو پر ایمان نہیں لائیں گے، حتی کہ تم ہم پر کتاب اتارو جسے ہم پڑھیں...... '' الآیہ

انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جو ہوا آپ کی قوم کی جانب سے ہوا۔ انہوں نے بھی بات کی اور قریش میں سے ہر ایک نے بات کی اور ان کے بارے میں بھی اسی طرح قرآن نازل ہوا اور آپ نے تو ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا جو ان سے بھی بڑے مجرم تھے اور یہ آپ کا چچا زاد بھائی بھی ہے اور اس کی آپ سے قرابت بھی ہے۔ آپ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کے جرم کو بھی معاف کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے میری بے عزتی کی۔ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جب ان دونوں کو معلوم ہوا تو ابوسفیان بن حارث کہنے لگا، ان کے ساتھ ان کا بیٹا بھی تھا کہ یا وہ مجھے قبول کریں گے یا پھر میں اپنے اس بیٹے کا ہاتھ پکڑوں گا اور زمین میں چلا جاؤں گا۔ حتی کہ میں بھوکا پیاسا ہلاک ہو جاؤں۔ حالانکہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ حلم والے اور معزز ہیں اور میرے رشتہ دار بھی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی یہ بات پہنچی تو آپ کا دل ان کے لیے نرم ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن امیہ فرماتے ہیں: میں بھی اس لیے آیا تا کہ آپ کی تصدیق کر دوں۔ میرے ساتھ آپ کی رشتہ داری بھی ہے اور آپ سے سسرالی رشتہ بھی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ان دونوں کے بارے میں سفارش کرنے لگیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کا دل ان دونوں کے لیے نرم ہو گیا اور آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ دونوں اندر آئے اور مسلمان ہو گئے۔

ان دونوں نے اسلام کا زمانہ بہت اچھا گزارا۔ عبداللہ بن امیہ رضی اللہ عنہ طائف میں شہید ہو گئے اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ ان پر کبھی تنقید نہیں کی گئی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات سے پہلے سے ان کا خون معاف قرار دے دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیق عقاب والے دن حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم وہی ہو جو یہ کہا کرتے تھے: تم نے مجھے ہر جگہ دھتکارا بلکہ اللہ نے تمہیں ہر جگہ دھتکارا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ بات میں نے جہالت کی وجہ سے کہی تھی اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ معاف کرنے والے اور بردبار ہیں۔

باقی آپ کا یہ فرمان کہ میں دعوا کر دوں گا، اگرچہ میرا محمد سے نسب بیان نہ ہوا۔ وہ بھاگ کر روم کے بادشاہ قیصر کے پاس چلے گئے تھے۔ اس نے پوچھا: تم کن میں سے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ قیصر نے کہا تھا: اگر تم ٹھیک کہہ رہے ہو تو تم محمد کے چچا زاد بھائی ہو۔ وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے؟ فرماتے ہیں: میں نے کہا: ہاں۔ میں ان کے چچا کا بیٹا ہوں۔ پھر میں نے کہا: مجھے روم کے بادشاہ کے پاس ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ میں اسلام سے بھاگ کر آیا ہوں۔ میری پہچان بھی محمد کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ تبھی میرے دل میں اسلام کی حقانیت اتر آئی تھی اور میں جان گیا تھا کہ جس مذہب پر میں ہوں وہ باطل شرک ہے۔ لیکن ہم ایسی قوم کے ساتھ تھے جو انتہائی عقل مند سمجھے جاتے تھے۔ میں نے بہترین لوگوں کو بھی اپنی عقل اور رائے پر زندگی گزارتے دیکھا۔ چنانچہ وہ جس کھائی میں گرے ہم بھی وہیں گرے۔ جب ہم نے دیکھا کہ معزز اور سردار لوگ محمد سے دور ہو رہے ہیں اور اپنے معبودوں کی مدد کر رہے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کے لیے غصہ میں آتے ہیں تو ہم نے ان کی اتباع کی۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب اور مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہما انہیں مقام سقیا میں ملے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، پھر باہر نہیں آئے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے۔ وہ ہر منزل میں آپ کے ساتھ ٹھہرتے تھے حتی کہ آپ مکہ میں داخل ہو گئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خواب

جب وہ رات ہوئی جس میں آپ مقام جحفہ میں ٹھہرے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب مکہ کے قریب ہوئے تو ان کے سامنے ایک کتیا نمودار ہوئی جو بھونک رہی تھی۔ پھر جب لوگ اس کے قریب ہوئے تو وہ چت لیٹ گئی اور اس کے تھنوں سے دودھ بہنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خواب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ان کا کتا چلا گیا۔ ان کی بھلائی قریب آ گئی۔ وہ تم سے اپنی رشتہ داری کا صلہ مانگیں گے اور تم ان میں سے بعض سے لڑو گے۔ پھر اگر تم ابوسفیان سے ملو تو اسے قتل مت کرنا۔

بنو سلیم کی شمولیت

جب رسول اللہ ﷺ نے قدید میں پڑاؤ ڈالا تو قبیلہ بنو سلیم آپ سے آملے۔ اس لیے کہ وہ اپنے شہروں سے چل پڑے تھے۔ انہوں نے آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی۔ وہ کل ۹۰۰ تھے اور سب کے سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہر آدمی کے پاس اس کا نیزہ اور اسلحہ تھا۔ ان کے ساتھ وہ دونوں قاصد بھی تھے، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف بھیجا تھا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ جب وہ ان کے قریب پہنچے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف نکلنے میں جلدی کی اور وہ سب لوگ بالکل تیار تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک ہزار تھے۔ بنو سلیم نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے دور تھے اور آپ کو ہمارے متعلق دھوکے کا گمان ہوا، حالانکہ ہم آپ کے ماموں ہیں۔ ام ہاشم بن عبد مناف عاتکہ بنت مرہ بن ھلال بن فالج بن ذکوان بنو سلیم سے تھیں۔ اے اللہ کے رسول! ہم آگئے، آپ دیکھیے گا ہمارے شہروں والے کیسے ہیں؟ ہم جنگ کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔ ملاقات کے وقت سچے ہیں۔ گھوڑوں کی پشتوں کے بہترین شہسوار ہیں۔

کہتے ہیں: ان کے ساتھ دو بڑے جھنڈے اور پانچ چھوٹے جھنڈے تھے اور وہ جھنڈے سیاہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چلو۔ آپ نے انہیں اپنے آگے رکھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے مقدمہ پر تھے۔ جب بنو سلیم آپ سے مقامِ قدید میں ملے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے مرظہران میں پڑاؤ ڈالا اور بنو سلیم آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت شعیب بن طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ بنو سلیم تین سو کی تعداد میں نکلے۔ ان کے ساتھ اتنے ہی گھوڑے، نیزے اور زر ہیں تھیں۔ انہوں نے اپنے جھنڈے اور علم لپیٹ رکھے تھے۔ ان کے ساتھ کوئی علم یا جھنڈا بندھا ہوا نہیں تھا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی جھنڈا باندھے اور علم مقرر فرمایئے جو آپ مناسب سمجھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج تمہارا جھنڈا وہی اٹھائے گا جو زمانہ جاہلیت میں اٹھایا کرتا تھا۔ وہ جوان کہاں ہے جو تمہارے وفود کے ساتھ میرے پاس آیا کرتا تھا اور وہ بڑا خوبصورت اور فصیح اللسان آدمی تھا۔ انہوں نے عرض کیا: وہ جوانی میں ہی فوت ہو گیا۔

حضرت معاویہ بن جاھمہ بن عباس بن مرداس سلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عباس فرماتے ہیں: میں دورانِ سفر اس سے ملا۔ حتیٰ کہ وہ مشلل سے اترے اور اس نے جنگی آلات زیب تن کیے ہوئے تھے۔ وہ ہمارے سامنے ظاہر ہوئے۔ گھوڑے ہمارے مددگاروں سے جھگڑ رہے تھے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے صف بنائی۔ آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔

عیینہ نے اپنے پیچھے والوں کو پکارا اور کہا: میں عیینہ ہوں اور یہ بنو سلیم ہیں۔ یہ ایک بڑی تعداد اور اسلحہ لے کر حاضر ہوئے ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ وہ بہترین شہسوار اور ماہر جنگجو ہیں اور تیر انداز ہیں۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آدمی! بڑائی بیان مت کرو۔ تم بخوبی جانتے ہو کہ ہم گھوڑوں کی پشتوں پر بہترین شہسوار ہیں اور بخوبی نیزہ چلانا جانتے ہیں اور تجھ سے اور تیری قوم سے زیادہ ماہر جنگجو ہیں۔ عیینہ کہنے لگا: تم جھوٹ کہہ رہے

ہو اور گھٹیا بات کر رہے ہو۔ جو باتیں تم نے اپنے بارے میں ذکر کی ہیں ہم ان کے زیادہ لائق ہیں اور عرب اس بات کو ہمارے لیے بخوبی جانتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا حتی کہ دونوں خاموش ہو گئے اور مسلمان مرظہران پر اکٹھے ہو گئے۔

قریش کو رسول اللہ ﷺ کے نکلنے کا بالکل علم نہ تھا اور وہ بے خبر تھے مگر انہیں ڈر تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے جنگ لڑیں گے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مرظہران میں پڑاؤ ڈالا تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگ جلانے کا حکم دیا۔ انہوں نے د س ہزار مختلف جگہوں پر آگ جلائی۔

ادھر قریش نے ابوسفیان کو بھیجا تاکہ حالات کا جائزہ لے اور کہا: اگر محمد سے تمہارا سامنا ہو تو ہمارے لیے ان سے پناہ طلب کرنا۔ مگر جب کہ تم ان کے ساتھیوں میں کمزوری دیکھو تب پھر انہیں جنگ کے لیے کہہ دینا۔ چنانچہ ابوسفیان اور حکیم بن حزام دونوں نکلے۔ راستے میں بدیل بن ورقاء کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی انہوں نے ان کو ساتھ نکلنے کا کہا تو وہ بھی چل پڑا۔

جب وہ مرظہران کے درختوں کے قریب پہنچے تو انہوں نے خیمے لشکر اور آگ کو دیکھا اور گھوڑوں کے ہنہنانے اور اونٹوں کے بڑبڑانے کی آواز سنی۔ یہ دیکھ کر وہ سخت گھبرا گئے۔ وہ کہنے لگے: یہ تو بنو کعب معلوم ہوتے ہیں جو جنگ کے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ بدیل نے کہا: ان کی تعداد بنو کعب کی تعداد سے زیادہ ہے۔ وہ کہنے لگے: پھر کیا قبیلہ ہوازن ہماری زمین میں آیا ہے۔ قسم! بخدا! ہمیں تو ان کا علم نہیں ہو پا رہا۔ یہ لشکر تو حاجیوں کے لشکر کی طرح ہے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات

کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے پہرے پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے دلدل نامی خچر پر سوار ہوئے اور قریب تھا کہ وہ قریش کی طرف کسی قاصد کو روانہ کرتے جو انہیں بتلاتا کہ رسول اللہ ﷺ دس ہزار کا لشکر لے کر ان پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس دوران انہوں نے ابوسفیان کی آواز سنی پوچھا: ابوحنظلہ۔ کہا: جی حاضر ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ پوچھا: ابوالفضل ہو؟ فرمایا: ہاں۔ پوچھا: تمہارے پیچھے کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر ہے۔ تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ خدا کرے تمہیں تمہاری ماں گم کر دے اور تمہارا قبیلہ بھی۔

پھر وہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم دونوں بھی اسلام قبول کر لو۔ میں تمہیں پناہ دوں گا حتی کہ تم رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جاؤ۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں نبی علیہ السلام تک پہنچنے سے پہلے تم پکڑے نہ جاؤ۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں لے کر نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء ہیں۔ میں نے انہیں پناہ دی ہے۔ یہ آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں اندر آنے دو۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ رات کا اکثر حصہ آپ کے پاس

ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ ان سے خبریں معلوم کرتے رہے اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دیتے رہے۔ آپ نے فرمایا: تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ چنانچہ حکیم اور بدیل نے تو گواہی دے دی مگر ابوسفیان نے اس بات کی تو گواہی دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مگر جب آپ نے یہ بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو وہ کہنے لگا: اے محمد! اللہ کی قسم! اس بارے میں میرے دل میں کچھ شک ہے۔ مجھے کچھ عرصہ مہلت دیجیے۔ پھر آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہم نے ان کو پناہ دی۔ انہیں اپنے ٹھکانے کی طرف لے جاؤ۔ جب صبح کا وقت ہوا تو تمام لشکر نے اذان دی۔ ابوسفیان ان کی اذان دیکھ کر گھبرا گیا اور پوچھنے لگا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان نے پوچھا: تم دن اور رات میں کتنی نمازیں ادا کرتے ہو؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ کہتے ہیں: پھر ابوسفیان نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے وضو کے پانی کی طرف جلدی کر رہے ہیں۔ کہنے لگا: اے ابوالفضل! میں نے اس طرح کبھی کسی بادشاہ کو بھی نہیں دیکھا۔ نہ کسریٰ، بنو عصفر کے بادشاہ کو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرا ستیا ناس ہو! ایمان لے آ۔ ابوسفیان نے کہا: اے ابوالفضل! مجھے ان کے پاس لے جاؤ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ ابوسفیان نے کہا: اے محمد! میں نے بھی اپنے معبود سے مدد مانگی تھی اور آپ نے بھی اپنے معبود سے مدد مانگی تھی۔ اللہ کی قسم! میں تو صرف ایک مرتبہ کامیاب ہوا۔ اگر میرا معبود برحق ہوتا اور تیرا معبود باطل ہوتا تو میں تجھ پر غالب آجاتا۔ چنانچہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے دی۔

پھر ابوسفیان نے کہا: اے محمد! میں اوباش لوگوں کو لے کر آیا۔ بعض ان میں سے معروف تھے اور بعض غیر معروف۔ یہ آپ کے قبیلے کے لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت ظلم کیا اور گناہ کا کام کیا۔ تم نے حدیبیہ کے عہد کو توڑ کر رکھ دیا۔ تم نے بنوکعب پر گناہ کے ذریعے غلبہ پانے کی کوشش کی اور سرکشی دکھائی۔ اللہ کے حرم کی بے حرمتی کی اور اس کے امن کو برباد کیا۔

ابوسفیان نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسا ہی ہوا۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں قبیلہ ہوازن کے بارے میں کوئی تدبیر کروں۔ اس لیے کہ ایک تو وہ آپ کے قریبی رشتہ دار بھی نہیں ہیں اور دوسرا وہ آپ سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنے پروردگار سے امید ہے کہ وہ ان سب کو فتح مکہ کے موقع پر میرے لیے جمع کر دے گا اور انہیں اسلام کے اعزاز سے نوازے گا اور ہوازن کو شکست ہوگی اور اللہ مجھے ان کے اموال اور ان کی اولاد بطور غنیمت عطا فرمائیں گے۔ میں اس بارے میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مرظہران میں پڑاؤ ڈالا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہائے قریش کی صبح! اگر رسول اللہ ﷺ غلبہ پا کر اس میں داخل ہوگئے تو قریش ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو جائیں گے۔ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کا شہباء نامی خچر لیا اور میں اس پر سوار ہوا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں کسی شخص کو قریش کی طرف بھیجوں اور وہ آپ کے ان پر غلبۃً داخل ہونے سے پہلے ہی آپ سے ملاقات کر لیں۔ فرماتے ہیں: ابھی

میں درختوں میں کسی شخص کو تلاش کر رہا تھا کہ اچانک میں نے کسی کو بات کرتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! میں نے اس رات جتنی آگ نہیں دیکھی۔ بدیل بن ورقاء کہنے لگا: اللہ کی قسم! یہ قبیلہ خزاعہ کے لوگ ہیں۔ انہیں جنگ نے اکٹھا کر دیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: خزاعہ تو بہت تھوڑی تعداد میں ہیں اور ان میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اتنی بڑی آگ اور اتنا بڑا لشکر لے کر آئیں۔

فرماتے ہیں: میں نے غور سے دیکھا تو وہ ابوسفیان تھا۔ میں نے کہا: او ابوحنظلہ! کہنے لگا: ہاں، ابوفضل! میں ہوں اور اس نے میری آواز پہچان لی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوا؟ میں نے کہا: یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور دس ہزار کا لشکر ساتھ ہے اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم اس خچر کی پشت پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاتا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر آپ کے آنے سے پہلے تم مغلوب ہو گئے تو مارے جاؤ گے۔

ابوسفیان نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! میرا بھی یہی خیال ہے۔ بدیل اور حکیم واپس ہو گئے اور وہ میرے پیچھے سوار ہو گیا۔ میں جب بھی کسی آگ پر سے گزرتا تو وہ پوچھتے: یہ کون ہے؟ پھر جب وہ مجھے دیکھتے تو کہنے لگے: یہ تو ان کے خچر پر رسول اللہ ﷺ کا چچا ہے۔ حتی کہ جب میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو جب انہوں نے مجھے دیکھا تو پوچھا: کون ہے؟

میں نے کہا: عباس۔ وہ دیکھنے لگے۔ انہوں نے ابوسفیان کو میرے پیچھے دیکھا۔ کہنے لگے: اچھا: یہ اللہ کا دشمن ابوسفیان ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے بغیر کسی عقد و معاہدہ کے تجھے اس پر قدرت دے دی۔ پھر وہ غصے میں رسول اللہ ﷺ کی جانب نکلے اور میں نے بھی خچر کو ایڑ لگا دی۔ ہم اکٹھے آپ ﷺ کے خیمے کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے پیچھے آ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ابوسفیان آیا ہوا ہے جو اللہ کا دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی عقد و معاہدہ کے آپ کو اس پر قدرت دے دی ہے۔ مجھے حکم فرمائیے! میں اس کی گردن اتار دوں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اسے پناہ دے دی ہے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹا رہا اور میں نے کہا: اللہ کی قسم! آج رات کوئی بھی میرے علاوہ اس سے بات نہیں کرے گا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں زیادہ بات کی تو میں نے کہا: اے عمر! ٹھہر جاؤ۔ اگر یہ بنو عدی بن کعب کا کوئی فرد ہوتا تو تم اس طرح بات نہ کرتے۔ لیکن یہ بنو عبد مناف کا ایک شخص ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالفضل! رہنے دو۔ اللہ کی قسم! آپ کا اسلام لانا مجھے آل خطاب کے کسی بھی شخص کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے لے جاؤ۔ میں نے اسے پناہ دی۔ رات اپنے پاس ٹھہراؤ۔ صبح لے کر میرے پاس آنا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

پھر جب صبح ہوئی تو میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: اے

ابوسفیان! تو ہلاک ہو۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے کہا: میرا باپ آپ پر قربان ہو جائے آپ کتنے بردبار اور کتنے معزز اور خوب معاف کرنے والے ہیں۔ میرے دل میں یہ بات اتر چکی ہے کہ اگر اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتا تو مجھے کچھ نفع تو حاصل ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم جان لو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کتنے حلیم، معزز اور خوب درگزر کرنے والے ہیں۔ اس بارے میں اللہ کی قسم! ابھی میرے دل میں کچھ شک ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی گواہی دو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ قبل اس سے کہ تم مارے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے بھی حق کی گواہی دے دی اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر اسلامی لشکروں کا گذر

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ابوسفیان کو جانتے ہیں کہ وہ شرف اور فخر کو پسند کرتا ہے۔ اس کے لیے کچھ مقرر کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا تو وہ امن والا ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا تو وہ بھی امن والا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے روانہ ہونے کے بعد فرمایا: اے عباس! اسے وادی کی تنگ جگہ میں پہاڑ کی چوٹی پر روک لینا۔ تاکہ اس پر سے اللہ کے لشکر گزریں اور یہ انہیں دیکھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایسے ہی کیا۔ جب میں نے اسے روکا تو وہ کہنے لگا: کیا آپ بنو ہاشم سے دھوکہ کرو گے؟ میں نے کہا: اہل نبوت دھوکہ نہیں دیا کرتے۔ لیکن مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ ابوسفیان نے کہا: تم نے مجھے اس بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا؟ میں نے کہا: مجھے تجھ سے ایک کام تھا۔ میرے دل پر ایک بوجھ سا تھا۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم اس راہ پر چلو گے۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گزارنا شروع کیا۔ تمام قبائل اپنے قائدین لشکروں اور جھنڈوں کے ساتھ گزر رہے تھے۔ سب سے پہلے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے، وہ بنو سلیم تھے اور ان کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ کل ایک ہزار تھے۔ ان کا ایک جھنڈا تھا جسے حضرت عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔ دوسرا جھنڈا اخفاف بن ندیہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔ تیسرا جھنڈا تھا جسے حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔

ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت خالد بن ولید۔ پوچھا: وہ لڑکا؟ فرمایا: ہاں۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے اور ان کے پہلو میں ابوسفیان بھی تھا۔ تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور چلے گئے۔

پھر ان کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ پانچ سو کے لشکر میں گزرے۔ ان میں مہاجرین اور عام عرب لوگ بھی تھے۔ ان کے پاس ایک سیاہ جھنڈا بھی تھا۔ وہ جب ابوسفیان کے سامنے سے گزرے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ ان کے ساتھیوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ اس نے پوچھا: یہ کون تھے؟ فرمایا: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔ پوچھا: تمہارا بھانجا؟ فرمایا نہیں۔ اور بنو غفار تین سو کے لشکر میں گزرے۔ ان کے جھنڈے کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یا ایک روایت کے مطابق حضرت ایماء بن رحضہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا

ہوا تھا۔ جب وہ سامنے آئے تو انہوں نے بھی تین مرتبہ نعرہ تکبیر لگایا۔

ابوسفیان نے پوچھا: اے ابوالفضل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: بنوغفار ہیں کہنے لگا: مجھے بنوغفار سے کیا غرض؟

پھر قبیلہ اسلم چار سو کے لشکر میں گزرا۔ ان میں دو جھنڈے تھے۔ ایک بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا اور دوسرا ناجیہ بن اعجم نے۔ جب وہ سامنے آئے تو انہوں نے بھی تین مرتبہ تکبیر کہی۔ ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: قبیلہ اسلم ہے۔ کہنے لگا: مجھے قبیلہ اسلم سے کیا غرض۔ ہمارے اور ان کے درمیان کبھی کوئی معاملہ نہیں ہوا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسلمان ہیں اور اسلام قبول کر چکے ہیں۔ پھر بنوعمرو بن کعب پانچ سو کی تعداد میں گزرے۔ ان کے جھنڈے کو حضرت بسر بن صفوان رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔ پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: بنوکعب بن عمرو۔ کہنے لگا: ہاں، یہ محمد کے حلیف ہیں۔ جب وہ سامنے آئے انہوں نے بھی تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور قبیلہ مزینہ ایک ہزار کے لشکر میں گزرا۔ ان کے پاس تین جھنڈے تھے اور ان میں ایک سو گھوڑے تھے۔ ان کے جھنڈے نعمان بن مقرن، بلال بن حارث اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم نے اٹھا رکھے تھے۔ جب وہ سامنے ہوئے تو انہوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: قبیلہ مزینہ ہے۔ کہا: اے ابوالفضل! مجھے مزینہ سے کیا غرض۔ وہ آوازیں نکالتے ہوئے میرے پاس آئے تھے پھر قبیلہ جہینہ آٹھ سو کے لشکر میں گزرا اور ان کے ساتھ ان کے قائدین تھے۔ ان میں چار جھنڈے تھے، ایک جھنڈا، ابوروعہ معبد بن خالد کے پاس تھا۔ دوسرا جھنڈا سوید بن صخر کے پاس تھا۔ تیسرا جھنڈا رافع بن مکیث کے پاس تھا اور چوتھا جھنڈا عبداللہ بن بدر کے پاس تھا۔ جب یہ لوگ سامنے آئے تو انہوں نے بھی تین مرتبہ تکبیر پڑھی۔ پھر بنوکنانہ، بنولیث، بنوضمرہ اور سعد بن بکر گزرے۔ یہ کل ۲۰۰ افراد تھے۔ ان کے جھنڈے کو ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔ جب یہ سامنے آئے تو انہوں نے بھی تین بار تکبیر پڑھی۔ پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: بنوبکر ہیں۔ کہنے لگا: یہ منحوس لوگ ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ وہی ہیں جن کی وجہ سے محمد سے ہماری جنگ ہوئی۔ باقی قسم بخدا! نہ مجھ سے اس بارے میں مشورہ لیا گیا اور نہ مجھے اس کا علم تھا۔ بلکہ جب مجھے علم ہوا تو میں نے اسے ناپسند کیا۔ لیکن یہ ایک طے شدہ معاملہ تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ نے تمہیں محمد کے ساتھ جنگ میں تھکا دیا اور یقیناً تم سب اسلام قبول کر لو گے۔

حضرت ابوعمرہ بن حماس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنولیث اکیلے گزرے۔ وہ کل ۲۵۰ تھے۔ ان کے جھنڈے کو حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔ جب وہ گزرے تو انہوں نے بھی تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ ابوسفیان ے پوچھا: یہ کون ہیں؟ فرمایا: بنولیث ہیں۔ پھر قبیلہ اشجع کا گزر ہوا۔ وہ آخر تک ۳۰۰ تھے۔ ان کے ساتھ دو جھنڈے تھے۔ ایک جھنڈا معقل بن سنان رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا اور دوسرا حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔ ابوسفیان نے کہا: یہ لوگ محمد کے بارے میں سب سے زیادہ سخت تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھی اسلام داخل کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر پوچھنے لگا: ابھی تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں گزرے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، ابھی تک

آپ نہیں گزرے۔ اگر تم اس لشکر کو دیکھ لو جس میں محمد ﷺ ہیں تو تم لوہے، گھوڑوں اور مردانِ کار کو دیکھو گے۔ کسی میں ان سے مقابلے کی ہمت نہیں ہے۔

کہنے لگا: اے ابوالفضل! اللہ کی قسم! میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ کون ہے جس میں ان سے لڑنے کی طاقت ہو۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وہ سبز لشکر سامنے آیا تو گھوڑوں کے کھروں کی وجہ سے غبار اور مٹی اڑ رہی تھی۔ جب بھی لوگ گزرتے تو وہ پوچھتے: محمد نہیں گزرے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے نہیں۔ حتی کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کے درمیان اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر گزرے۔ آپ ان سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سبز لشکر میں رسولؐ اللہ ﷺ ہیں۔ اس میں مہاجرین اور انصار ہیں۔ اس میں مختلف جھنڈے اور علم ہیں۔ ان میں صرف جوش و خروش ہی نظر آرہا ہے۔ اس میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک شور تھا۔ انہوں نے لوہا پہن رکھا تھا اور وہ رعب میں ڈال رہے تھے۔

ابوسفیان نے پوچھا: اے ابوفضل! یہ بولنے والا کون ہے؟ فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! بنو عدی کا معاملہ اس کے بعد برا ہوا۔ وہ کم رہ گئے اور رسوا بھی ہو گئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسفیان! بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بلندیاں عطا فرماتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اسلام نے بلندی عطا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ لشکر میں ایک ہزار زرہ پوش لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیا جو اس دستے کے امیر تھے۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا جھنڈا لے کر گزرے تو انہوں نے پکار کر کہا: اے ابوسفیان! آج جنگ کا دن ہے۔ آج کے دن حرمت بھی حلال ہے۔ اللہ نے قریش کو رسوا کیا۔ رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے۔ جب آپ ابوسفیان کے سامنے آئے تو اس نے آپ کو پکارا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو اپنی قوم کے قتل کا حکم ہوا ہے؟

سعد اور ان کے ساتھی جب ہمارے پاس سے گزرے تو انہوں نے اپنے گمان سے یہ کہا: اے ابوسفیان! آج جنگ کا دن ہے، آج کے دن حرمت حلال ہے، اللہ نے قریش کو رسوا کیا۔ میں آپ کو آپ کی قوم کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے، سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں اس سے امن نہیں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے قریش میں حملہ نہ ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج جنگ کا دن ہے۔ اللہ نے اس میں قریش کو عزت دی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد بھیجا اور انہیں معزول کر دیا۔ ان سے جھنڈا لے کر حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ جھنڈا تو سعد ہی کے پاس ہے۔ انہوں نے ابھی اپنے بیٹے کو نہیں دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حکم کے بغیر جھنڈا دینے سے انکار کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا عمامہ مبارک بھیجا۔

سعد رضی اللہ عنہ نے اسے پہچان لیا اور جھنڈا اپنے بیٹے قیس کے حوالے کر دیا۔

حضرت سعید بن عمرو بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر والوں سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی لے کر داخل ہوئے حتی کہ اسے حجون میں گاڑ دیا۔

حضرت ضرار بن خطاب فہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے جھنڈا لیا اور وہ اسے لے کر چلے۔ پھر اسے لے کر مکہ داخل ہوئے اور اسے رکن کے پاس گاڑ دیا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی اس دستے جیسا دستہ نہیں دیکھا اور نہ کسی بتانے والے نے بتایا۔ سبحان اللہ! کسی میں اس سے مقابلے کی طاقت اور ہمت نہیں ہے۔ پھر فرمایا: کل صبح تمہارے بھتیجے کی بادشاہت بہت بڑی ہو جائے گی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: اے ابوسفیان! تیرا ناس ہو! یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ نبوت ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔

حضرت عبداللہ بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: تمہارا ناس ہو۔ جاؤ اور آپ علیہ السلام کے ان کے پاس جانے سے پہلے ان سے ملو۔ چنانچہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نکلے۔ لوگ پہلے سے آ گئے۔ آپ مقامِ کداء کی طرف سے داخل ہوئے۔ وہ کہہ رہے تھے: جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ مامون ہے۔ حتی کہ وہ ہند بنت عتبہ کے دروازے پر پہنچا۔ اس نے اسے سر سے پکڑ لیا اور پوچھا: تمہارے پیچھے کیا حالات ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ محمد آ رہے ہیں اور ان کے ساتھ دس ہزار کا لشکر ہے۔ وہ سب اسلحے سے لیس ہیں۔ انہوں نے مجھے یہ شرف دیا ہے کہ جو میرے گھر میں داخل ہو گیا، اسے بھی امن حاصل ہے اور جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اسے بھی امن حاصل ہے۔ اور جس نے اپنا اسلحہ ڈال دیا وہ بھی مامون ہے۔

اس نے کہا: اللہ تجھے رسوا کرے۔ تم اپنی قوم کے بدترین قاصد ہو۔ وہ بلند آواز سے مکہ میں لوگوں کو پکارنے لگے: او بے وقوفو! تمہارے پاس وہ چیز آئی ہے جس سے مقابلے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ یہ محمد ہیں جو دس ہزار کا لشکر لیے آ چکے ہیں اور وہ سب اسلحے سے لیس ہیں۔ سو تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے: تم اپنی قوم کے برے قاصد نکلے۔ ہند کہنے لگی: اپنے اس قاصد کو قتل کر ڈالو۔ اللہ قوم کے اس قاصد کا برا کرے۔

ابوسفیان نے کہا: تمہارا برا ہو! تم اپنی جان کے بارے میں اس کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا۔ میں نے جو دیکھا ہے وہ تم نے نہیں دیکھا۔ میں نے جنگی ساز و سامان اور ایسے جواں مرد دیکھے ہیں، جن سے مقابلے کی کسی میں ہمت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: مسلمان ذی طوی مقام تک پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنے لگے۔ حتی کہ لوگ آپس میں مل گئے۔

ادھر صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلے کی دعوت دی اور قریش، بنو بکر اور ہذیل کے چند لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اسلحہ پہن لیا اور اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ محمد کو کبھی بھی مکہ میں غلبۃً داخل نہیں ہونے دیں گے۔

بنو دیل کا ایک شخص جس کا نام حماس بن قیس بن خالد دیلی تھا۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق سنا تو اپنا اسلحہ درست کرنے بیٹھ گیا۔ اس کی بیوی نے پوچھا: تم یہ کس کے لیے تیاری کر رہے ہو؟ اس نے کہا: محمد اور اس کے ساتھیوں کے لیے۔ مجھے امید ہے کہ میں ان میں سے تجھے کوئی خادم لا کر دوں گا۔ تمہیں ویسے بھی خادم کی ضرورت ہے۔

اس نے کہا: بے وقوف! ایسا مت کرو۔ قسم بخدا! تم ہرگز محمد کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ اگر تم محمد اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ لو تو یہ باطل خیال تمہارے دل سے نکل جائے گا۔ اس نے کہا: عنقریب تم بھی دیکھ لو گی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ اپنے سبز دستے میں سامنے آئے۔ آپ اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ نے یمنی چادر سے عمامہ باندھا ہوا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اس دن داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ میں نے اسے سیاہ ہی دیکھا ہے۔ آپ کا جھنڈا بھی سیاہ تھا۔ حتیٰ کہ آپ ذی طوی نامی مقام میں ٹھہر گئے۔ آپ کا جھنڈا بھی سیاہ تھا۔ حتیٰ کہ آپ ذی طوی نام مقام میں ٹھہر گئے۔ آپ لوگوں کے درمیان تھے۔ آپ کی ٹھوڑی مبارک کجاوے کی درمیانی لکڑی کو چھو رہی تھی یا بالکل قریب تھی۔ ایسا اللہ کے سامنے اظہار تواضع کے لیے تھا۔ اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی فتح اور مسلمانوں کی کثرت کو دیکھ چکے ہو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

گھوڑے ذی طوی مقام میں ہر جانب پھیل گئے تھے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان آئے تو وہ سب سکون سے ٹھہر گئے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ اس دن اپنی چھوٹی بیٹی قریبہ بنت ابی قحافہ کے ساتھ سوار تھے۔ جو انہیں ہانک رہی تھی۔ حتیٰ کہ جب وہ انہیں لے کر جبل ابی قبیس پر چڑھی۔ ان کی نگاہ ختم ہو چکی تھی۔ جب وہ بلند ہوئے تو پوچھا: اے بیٹی! تم کیا دیکھ رہی ہو؟ اس نے کہا: میں ایک شخص کو دیکھ رہی ہوں جو اس سیاہی کے درمیان آگے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ انہوں نے کہا: اے بیٹی! یہ تو منتشر کرنے والا ہے۔ دیکھو تم نے کیا دیکھا ہے۔ اس نے کہا: وہ سیاہی بکھر گئی۔ اس نے کہا: سب لشکر تمام گھروں میں بکھر گیا۔ پھر اس نے انہیں اتارا۔ وہ لڑکی یہ سب دیکھ کر رعب میں پڑ گئی۔ انہوں نے کہا: اے بیٹی! خوف نہ کرو۔ اللہ کی قسم! تمہارا بھائی عتیق محمد کے نزدیک ان کے ساتھیوں میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس نے چاندی کا ایک ہار پہن رکھا تھا۔ اسے کسی اندر آنے والے نے اچک لیا۔

کہتے ہیں: پھر جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنی بہن کے ہار کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ ایسا تین مرتبہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے بہن! اپنے ہار کو قابو میں رکھو۔ لوگوں میں امانت کا خیال کم ہے۔ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ ایک انصاری آدمی کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو آپ کے پہلو میں تھا۔ آپ نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیسے کہتے ہیں:

''ہم اپنے گھوڑوں کو معدوم سمجھیں گے اگر تم نے انہیں نہیں دیکھا۔ وہ تو مقامِ کداء میں دونوں کندھوں سے غبار اڑاتے ہیں۔''

پھر آپ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مقام کداء سے داخل ہوں۔ جھنڈا ان کے بیٹے قیس کے پاس تھا۔ آپ ﷺ چلتے رہے اور اذاخر نامی جگہ سے داخل ہوئے۔

جن کے قتل کا حکم ہوا

رسول اکرم ﷺ نے قتال سے منع فرمادیا اور سات آدمیوں اور چار عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ عکرمہ بن ابی جہل، ھبار بن اسود، عبداللہ بن سعد بن ابوسرح، مقیس بن صبابہ لیثی، حویرث بن نقیذ، عبداللہ بن ہلال بن خطل ادرمی اور عورتوں میں سے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ، عمرو بن ہشام کی لونڈی سارہ۔ ابوخطل کے دو غلام قرین اور قریبہ یا فرتن اور ارنبہ۔

سارا لشکر داخل ہوگیا۔ مگر کسی سے مقابلے کی نوبت نہیں آئی۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو ان کا سامنا قریش کے ایک لشکر سے ہوا۔ جن میں دیگر قبائل کے لوگ بھی تھے اور وہ آپ سے مقابلے کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ ان میں صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو بھی تھے۔ انہوں نے انہیں داخل ہونے سے روکا اور اسلحہ نکال لیا اور تیر پھینکے۔ اور کہنے لگے: تم ہرگز یہاں غلبۃً داخل نہیں ہوسکو گے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بآوازِ بلند اپنے ساتھیوں کو پکارا اور ان سے قتال شروع کردیا۔ ان میں سے قریش کے چودہ اور ہذیل کے چار افراد کو قتل کردیا۔ وہ لوگ بری طرح شکست سے دوچار ہوئے۔ حتی کہ حزورہ میں مارے گئے۔ باقی پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ ان میں سے ایک جماعت پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئی۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام چیخ چیخ کر کہنے لگے: اے قریش کے لوگو! کیوں اپنی جانوں کو قتل کرنے پر تلے ہو؟ جو اس کے گھر میں داخل ہوگیا وہ مامون ہے اور جس نے اسلحہ رکھ دیا وہ بھی مامون ہے۔

لوگ گھروں میں چھپنے لگے اور اپنے دروازے بند کردیے۔ انہوں نے راستوں میں اسلحہ ڈال دیا۔ مسلمان اسے اٹھانے لگے۔ جب رسول اللہ ﷺ اذاخر کی چوٹی پر سامنے آئے تو آپ نے جنگ ہوتے دیکھی۔ پھر پوچھا: یہ کیسی جنگ ہے؟ کیا میں نے لڑائی سے منع نہیں کیا تھا؟ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے قتال کیا گیا۔ اگر ان سے لڑائی نہ کی جاتی تو وہ کبھی نہ لڑتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بہتر فیصلہ کیا۔ کسی نے اس واقعہ کو اشعار میں بیان کیا۔ وہ خارجہ بن خویلد کعبی سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے یہ اشعار اپنے والد سے بیان کیے:

''جب اللہ کے رسول ﷺ ہمارے اندر ہوتے ہیں تو ہم خود کو سمندر کی موج کی طرح سمجھتے ہیں جو پوری آب و تاب سے آتی ہے۔''

ابن خطل مکہ سے آیا۔ وہ اسلحے سے لیس اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کی دم لمبی تھی اور ابن خطل کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ سعید بن عاص کی بیٹیاں تھیں۔ انہیں بتلایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ داخل ہو چکے ہیں تو وہ اپنے سر کھول کر نکلیاں۔ وہ اپنی

چادریں گھوڑوں کے چہروں پر مار رہی تھیں۔ ابن خطل نے انہیں مارا جو بالائی مکہ سے آیا تھا۔ اس نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! وہ یہاں داخل نہ ہوں گے حتیٰ کہ تم توشہ دانوں کے مونہوں کی طرح ایک جنگ دیکھوگی۔ پھر وہ نکل پڑا اور خندمہ تک پہنچ گیا۔ وہاں اس نے مسلمانوں کے گھوڑوں کو دیکھا اور قتال کے منظر کو دیکھا۔ اس پر رعب طاری ہوگیا اور وہ کانپنے لگا، واپس کعبہ کی طرف پلٹ آیا، پھر اپنے گھوڑے سے اترا اور اپنا اسلحہ پھینک دیا۔ پھر بیت اللہ کے پاس آیا اور اس کے پردوں کے درمیان چھپ گیا۔

حضرت جزام بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ بنو کعب کے ایک شخص نے اپنے آلاتِ حرب اٹھائے، گھوڑے کو تیار کیا اور اس پر سوار ہو کر مقام حجون میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملا۔

فرماتے ہیں: حماس بن خالد بھی شکست کھا کر آیا اور اپنے گھر آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کی بیوی نے دروازہ کھولا اور وہ اندر داخل ہوگیا۔ اس کے ہوش اڑ چکے تھے۔ اس کی بیوی نے کہا: وہ خادم کہاں ہے جس کا تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا؟ میں تو آج صبح سے تمہارا انتظار کر رہی تھی کہ کب تم اسے مسخر کر کے لاتے ہو؟ اس نے کہا: یہ بات چھوڑ اور دروازہ بند کرے۔ جس نے اپنا دروازہ بند کرلیا تو وہ مامون ہے۔ وہ کہنے لگی: تیرا ناس ہو! کیا میں نے تمہیں محمد سے جنگ کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تجھے کہا تھا: میں نے ایک مرتبہ کے علاوہ نہیں دیکھا کہ اس نے تم سے جنگ کی ہو اور اسے تم پر فتح حاصل نہ ہوئی ہو اور دروازہ بند کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا: کسی پر اس کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا۔ پھر کہا:

ابن ابی زناد نے مجھے یہ اشعار پڑھ کر سنائے:

اور تو اگر ہمیں خندمہ میں دیکھے تو وہاں سے صفوان بھی بھاگ گیا اور عکرمہ بھی اور ابو یزید بھی گونگی بڑھیا کی طرح ہوگیا۔ جس سے ملامت کا ادنیٰ کلمہ بھی نہ نکلا اس نے ہمیں تیز دھار تلواروں سے مارا۔ ہمارے پیچھے ان کا ایک شور وغوغا تھا۔

فرماتے ہیں: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر آئے اور مقامِ حجون تک پہنچ گئے۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھکانے کے قریب جھنڈا گاڑ دیا۔ مسلمانوں میں سے اس دن صرف دو آدمی قتل ہوئے۔ یہ راستہ بھول گئے اور غلط راستے پر چل پڑے تھے۔ چنانچہ قتل کر دیے گئے۔

(۱) کرز بن جابر فہری، خالد اشعر نے ان پر حملہ کیا تھا۔ جو حزام بن خالد کا دادا تھا۔ حتیٰ کہ وہ قتل ہوگئے اور جس نے خالد کو قتل کیا تھا وہ ابن ابی جذع جمحی تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان میں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چمٹے رہے۔ میں فتح کے دن مقام اذاخر سے آپ کے ساتھ ہی داخل ہوا۔ جب آپ اذاخر پر چڑھے تو مکہ کے گھروں پر نظر پڑی۔ آپ ٹھہر گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔ پھر آپ نے اپنے خیمے کی جگہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے جابر! یہ ہمارا ٹھکانہ ہے جب قریش نے ہم پر اپنے کفر میں مقاسمت کی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے وہ حدیث یاد آگئی جو میں نے اس سے پہلے مدینہ میں آپ سے سنی تھی کہ کل ان شاء

اللہ! ہمارا ٹھکانہ جب اللہ ہم پر مکہ فتح کرے گا مقام خیف میں ہوگا جب وہ مجھ پر کفر کی مقاسمت کریں گے۔ اور مقام ابطح میں تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں شعب ابی طالب میں رسول اللہ ﷺ اور خاندان بنو ہاشم تین سال تک محصور رہے۔

حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے مقامِ حجون میں رسول اللہ ﷺ کے لیے چمڑے کا خیمہ تیار کیا تھا، پھر آپ تشریف لائے اور خیمہ تک آئے، آپ کے ساتھ ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: کیا آپ وادی میں اپنے گھر نہیں ٹھہریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے۔ عقیل نے رسول اللہ ﷺ کا گھر اور مکہ میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کے گھر بیچ دیے تھے۔

چنانچہ آپ سے عرض کیا گیا: پھر آپ مکہ کے کسی اور گھر میں ٹھہر جائیے مگر آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور فرمایا: میں ان گھروں میں داخل نہیں ہوں گا۔

چنانچہ آپ حجون میں ہی خیمہ زن رہے اور کسی گھر میں داخل نہ ہوئے۔ آپ حجون سے صرف مسجد کی طرف آتے تھے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو کبھی مکہ کے گھروں میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ آپ عمرۃ القضاء میں بھی مقام ابطح میں ٹھہرے رہے، اسی طرح فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں بھی۔

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ میں حجون میں خیمہ زن دیکھا۔ آپ ہر نماز کے لیے تشریف لاتے تھے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پناہ دینے کا واقعہ

فرماتے ہیں: ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا ہبیرہ بن ابو وہب مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ جب فتح مکہ کا دن تھا تو ان کے دو سسرالی رشتہ دار عبداللہ بن ابو ربیعہ مخزومی اور حارث بن ہشام آئے اور ان سے پناہ مانگتے ہوئے کہا: ہم آپ کی پناہ میں ہیں۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ تم دونوں میری پناہ میں ہو۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ دونوں میرے پاس رہے۔ اچانک میرے پاس ایک شہسوار آیا۔ وہ اسلحے سے لیس تھا اور میں اسے نہیں پہچان سکی۔ میں نے اسے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے چچا کی بیٹی ہوں۔ فرماتی ہیں: وہ رک گئے اور اپنا چہرہ کھولا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے کہا: میرا بھائی۔ میں ان کے گلے لگ گئی اور انہیں سلام کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا تو ان پر تلوار سونتی۔ میں نے کہا: کیا لوگوں میں سے میرا بھائی ہی میرے ساتھ ایسے کرے گا؟ فرماتی ہیں: میں نے ان پر کپڑا ڈال دیا اور بھائی نے کہا: کیا تم مشرکین کو پناہ دے رہی ہو؟ اور ان کے درمیان حائل ہو گئی ہو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم ان سے پہلے مجھ سے آغاز کرو گے۔ فرماتی ہیں: پھر وہ نکلے اور کچھ نہیں کہا۔ میں نے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور کہا: اب تم دونوں کو کوئی ڈر نہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں وادی بطحاء میں رسول اکرم ﷺ کے خیمے کی طرف آئی۔ مگر مجھے آپ نہیں ملے۔ میں نے اس میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پایا۔ میں نے کہا: پتہ ہے مجھے اپنے ماں جائے بھائی علی رضی اللہ عنہ سے کیا ملا؟ میں نے اپنے دو مشرک سسرالی رشتہ داروں کو پناہ دی اور انہوں نے انہیں قتل کرنے کے لیے ان پر تلوار سونت لی۔ وہ تو مجھ پر میرے خاوند سے بھی زیادہ سختی کر رہے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: کیا آپ مشرکین کو پناہ دے رہی تھیں؟ اچانک رسول اللہ ﷺ سامنے سے تشریف لائے۔ آپ پر غبار کا اثر تھا۔ آپ نے فرمایا: فاختہ ام ہانی کے لیے خوش آمدید۔ آپ نے ایک ہی کپڑا پہنا ہوا تھا۔ میں نے کہا: معلوم ہے مجھے اپنے ماں جائے بھائی علی رضی اللہ عنہ سے کیا ملا؟ مجھے ان سے یہ امید نہیں تھی۔ میں نے اپنے دو مشرک سسرالی رشتہ داروں کو پناہ دی اور انہوں نے ان کو قتل کرنے کے لیے ان پر تلوار سونت لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے۔ ہم نے بھی اسے امان دی جسے تم نے امان دی اور ہماری پناہ بھی اسے حاصل ہے جسے تمہاری پناہ حاصل ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا۔ انہوں نے آپ کے لیے غسل کا پانی مہیا کر دیا۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ پھر ایک ہی کپڑا لپیٹ کر آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ چاشت کی نماز تھی۔

فرماتی ہیں: پھر میں ان کی طرف لوٹ آئی اور انہیں خبر دی اور ان سے کہا: اگر تم چاہو تو ٹھہرے رہو اور اگر چاہو تو اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔

فرماتی ہیں: پھر وہ دن میرے ہاں ہی ٹھہرے رہے۔ پھر اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ فرماتی ہیں: میں مقامِ ابطح میں نبی کریم ﷺ کے خیمے میں آپ کے ساتھ تھی۔ حتیٰ کہ آپ حنین کی طرف نکلے۔ کوئی شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حارث بن ہشام اور ابن ابی ربیعہ اپنی مجلس میں بیٹھے ہیں اور بڑی شان سے سرداروں میں بیٹھے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کی طرف کوئی راہ نہیں۔ ہم نے انہیں امان دے دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ دن کی ایک گھڑی اپنے ٹھکانے پر ہی گزاری۔ مطمئن رہے اور غسل کیا۔ پھر آپ نے اپنی قصواء نامی اونٹنی منگوائی۔ اسے آپ کے خیمے کے دروازے کے قریب لایا گیا۔ آپ نے جنگی لباس منگوایا اور جنگی ٹوپی پہن لی۔ لوگوں نے صف بنالی۔ آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور گھوڑے خندمہ سے حجون تک چل رہے تھے۔

اس دوران آپ ﷺ ابو احیحہ کے گھر کے سامنے سے وادی بطحاء میں گزرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ دونوں یارِ محوِ گفتگو تھے۔ وہاں ابو احیحہ کی بیٹیوں کو دیکھا۔ انہوں نے اپنے سر کھول رکھے تھے اور گھوڑوں کے چہروں پر اپنے دوپٹے ڈالے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ اسی موقع کے لحاظ سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک شعر کہا:

"ہمارے عمدہ گھوڑے دوڑ رہے تھے اور عورتیں ان کے چہروں پر اپنے دوپٹے ڈال رہی تھیں۔"

بت شکن پیغمبر ﷺ

جب رسول اللہ ﷺ کعبہ تک پہنچے اور اسے دیکھا۔ آپ کے ساتھ مسلمان بھی تھے۔ آپ اپنی سواری پر ہی آگے بڑھے اور اپنی لاٹھی سے ہی حجر اسود کا استلام کیا۔ اللہ اکبر کہا اور مسلمانوں نے بھی آپ کی تکبیر کی وجہ سے اللہ اکبر کہا۔ انہوں نے ایسے نعرہ تکبیر لگایا کہ مکہ ان کی تکبیر سے گونج اٹھا۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ مشرکین پہاڑوں کے اوپر سے سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی سواری پر ہی بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس کی لگام حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے تھامی ہوئی تھی۔ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت رکھے تھے، جنہیں چونے سے مزین کیا گیا تھا۔ ھبل ان میں سب سے بڑا تھا اور وہ کعبہ کے دروازے کے سامنے تھا، اسی طرح اساف اور نائلہ بھی تھے۔ یہاں وہ اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی ان میں سے کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی سے اشارہ کرتے اور فرماتے: ”حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل ہے ہی مٹنے والا۔“ چنانچہ بت منہ کے بل گر جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ بت کی طرف صرف چھڑی سے اشارہ کرتے اور وہ منہ کے بل گر جاتا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی سواری پر ہی طواف کے سات چکر لگائے، ہر چکر میں اپنی لاٹھی سے حجر اسود کا استلام کرتے۔ پھر جب آپ ساتویں چکر سے فارغ ہوئے تو اپنی سواری سے اترے۔ معمر بن عبداللہ بن نضلہ آیا اور اپنی سواری نکالی۔ پھر آپ ﷺ مقامِ ابراہیم تک گئے اور وہ ان دنوں کعبہ سے ملا ہوا تھا۔ آپ نے زرہ اور خود پہن رکھا تھا اور عمامہ مبارک دونوں کندھوں کے درمیان تھا۔ پھر آپ نے دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر زمزم کی طرف آئے اور اس میں جھانکا۔ پھر فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بنو عبدالمطلب غالب آجائیں گے تو میں اس سے ایک ڈول نکال لیتا۔ چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے آپ کے لیے ڈول نکالا اور اس سے پیا۔ ایک روایت کے مطابق ڈول نکالنے والے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب تھے۔ آپ نے ھبل بت کو توڑنے کا حکم دیا اور آپ وہاں کھڑے تھے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا: اے ابو سفیان! ھبل بت توڑ دیا گیا تم اس کی طرف سے احد والے دن دھوکے میں پڑے تھے، تمہارا گمان تھا کہ یہ اس کا انعام ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اے ابن عوام! اس بات کو چھوڑ دو۔ میں جانتا ہوں کہ اگر محمد کے معبود کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا تو ویسے نہ ہوا ہوتا جیسے اب ہوا ہے۔

کنجی کعبہ کے وارث

فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ لوٹ گئے اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے اور لوگ آپ کے اردگرد تھے۔ پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام دے کر بھیجا کہ وہ کعبہ کی چابی لے کر آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی بہتر۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کی طرف گئے اور وہ شیبہ کی بیٹی تھیں۔ چابی ان دنوں اسی کے پاس ہوتی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ماں سے کہا: اے امی جان! مجھے چابی دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے میری طرف پیغام بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں چابی لے کر آؤں۔ اس کی ماں نے کہا: میں تجھے اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں کہ تم ایسے بن جاؤ جس کی قوم کی موروثی خوبی اس کے ہاتھوں ختم ہو جائے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! یا تو تم مجھے دے دو گی یا پھر تیرے پاس میرے علاوہ کوئی آئے گا اور وہ اسے تجھ سے لے لے گا۔ اس نے اسے اپنے کمر بند میں ڈالا ہوا تھا۔ کہنے لگی: کون شخص اپنا ہاتھ یہاں داخل کرے گا؟ ابھی وہ اسی حالت پر تھے۔ وہ اس سے بات کر رہی تھی، اچانک میں نے گھر میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی آواز سنی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نکلنے میں دیر کر رہے ہیں تو انہوں نے بلند آواز سے فرمایا: عثمان او عثمان! جلدی باہر آؤ۔ اس کی ماں نے کہا: یہ لو بیٹا، چابی لے لو۔ تم ہی یہ چابی لے جاؤ، یہ اس سے زیادہ مجھے پسند ہے کہ اسے قبیلہ تیم یا عدی لیں۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے چابی لی اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں لا کر دے دی۔ جب آپ نے اسے پکڑا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور کہا: اے اللہ کے نبی! ہمارے لیے پانی پلانے اور چوکیداری کے شرف کو اکٹھا کر دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں وہ چیز دوں گا جسے تم ذمہ داری سے نبھاؤ۔ وہ چیز نہیں دوں گا جس کی وجہ سے تم مصیبت میں پھنس جاؤ۔

راوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے چابی لینے کا ایک دوسرا واقعہ بھی سنا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر سوار ہو کر آئے اور اسامہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب آپ چوٹی پر پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا، وہ آپ کے پاس چابی لے کر آئے۔ پھر انہوں نے آپ سے قبول کرنے کا کہا۔

فرماتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے ساتھ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تھے۔ وہ مدینہ سے ہمارے ساتھ نکلے تھے۔

حضرت ابوعبداللہ فرماتے ہیں: یہ سب سے زیادہ راجح قول ہے۔

تصویر سازی اسلام میں نہیں

فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے بطحاء سے بھیجا۔ آپ کے ساتھ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے انہیں حکم فرمایا کہ بیت اللہ کو کھول دیں اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت کے علاوہ جو صورت یا تصویر نظر آئے اسے مٹا دیں۔

پھر جب آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی۔ جو انتہائی بوڑھے دکھائی دے رہے تھے اور تیروں سے فال نکال رہے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ وہ جو تصویر بھی دیکھیں اسے مٹا دیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر چھوڑ دی۔ جب رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی۔ آپ نے فرمایا: اے عمر! کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ اس میں جو تصویر بھی ہو اسے مٹا دینا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ ابراہیم علیہ السلام کی تصویر تھی۔ آپ نے فرمایا: اسے بھی مٹا دو۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ اندر آئے تو اس میں فرشتوں کی تصاویر دیکھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر بھی دیکھی۔ فرمایا: اللہ انہیں (کافروں کو) برباد کرے۔ انہوں نے آپ کی تصویر ایک بوڑھے کی بنائی جو تیروں سے فال نکال رہے ہیں۔ پھر مریم علیہا السلام کی تصویر دیکھی۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا: اس میں جتنی بھی تصاویر ہیں سب مٹا دو۔ صرف ابراہیم علیہ السلام کی تصویر رہنے دو۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوا۔ آپ نے اس میں تصاویر دیکھیں۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ایک ڈول میں پانی لے کر آؤں۔ پھر اس میں کپڑے کو بھگویا اور اس سے تصویریں مٹا دیں۔ آپ فرما رہے تھے: اللہ ان مشرکوں کو ہلاک کرے، انہوں نے ایسی چیزوں کی تصاویر بنا ڈالیں جنہیں وہ پیدا نہیں کر سکتے۔

کعبہ کے اندر نماز

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کا دروازہ اندر سے بند کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے ساتھ اسامہ بن زید، بلال بن رباح اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ اس میں جتنی دیر اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے۔

بیت اللہ ان دنوں چھ ستونوں پر تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی کریم ﷺ جب بیت اللہ کے اندر گئے تو آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ نے دو ستونوں کو اپنے دائیں طرف چھوڑا اور دو کو بائیں طرف اور تین کو پیچھے، پھر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور چابی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ دروازے پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو لوگوں کو دروازے سے ہٹا رہے تھے۔ حتی کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے۔

حضرت برہ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی تھی، جب آپ کعبہ کے اندر سے باہر آ رہے تھے۔ پھر آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور دروازے کی چوکھٹ پکڑ لی۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھا اور چابی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ پھر آپ نے اسے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

خطبۂ فتح مکہ

محدثین فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگ کعبہ کے اردگرد قریب ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔ تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم بھلی بات کہتے ہیں اور خیر کا ہی گمان رکھتے

ہیں۔آپ کریم بھائی اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں۔اور آپ کو قدرت حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ویسے ہی کہوں گا جیسے میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا:'' آج کے دن تمہاری گرفت نہیں۔اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب رحم کرنے والوں میں بڑا رحم کرنے والا ہے۔آگاہ ہو جاؤ! زمانہ جاہلیت کا ہر سود، ہر خون، مال یا موروثی فخر سب کے سب میرے ان قدموں کے نیچوں ہیں، سوائے بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کے۔سنو! ڈنڈے اور کوڑے سے غلطی سے مارا ہوا بھی جان بوجھ کر مارنے کی طرح ہے اور اس میں سخت دیت ہوگی۔یعنی سو اونٹ اور ان میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کا اپنے آباء واجداد پر فخر کرنا ختم کر دیا ہے۔تم سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے اور تم اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو تم میں سب سے بڑا متقی ہے۔سنو! اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اس دن سے ہی حرمت عطا کی تھی جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔سو یہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے قابل احترام ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی میں حلال ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس کی قلت کو بیان کیا۔اس کے شکار کو بھگایا نہ جائے اور نہ ہی اس درخت کاٹے جائیں اور اس میں گری ہوئی چیز صرف اس کے لیے اٹھانا حلال ہوگی جو اعلان کرنے والا ہو اور نہ ہی اس کا گھاس کاٹا جائے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک تجربہ کار آدمی تھے، کہنے لگے: اذخر کے علاوہ اے اللہ کے رسول! اس کے لیے کہ وہ قبروں کے لیے اور گھروں کو پاک کرنے کے لیے ضروری ہے۔آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: سوائے اذخر بوٹی کے۔وہ حلال ہے اور کسی وارث کے لیے وصیت کرنا درست نہیں ہے اور بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں اور کسی بھی عورت کے لیے اپنے مال سے عطیہ کرنا اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر حلال نہیں ہے۔مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی ہیں۔مسلمان اپنے غیر کے مقابلے میں ایک ہاتھ ہیں۔ان کے خون برابر ہیں۔ان کا دور والا بھی ان پر لوٹایا جائے گا اور ان کا ادنیٰ بھی ان پر معاملہ کر سکے گا اور ان کا بہادر ان کے کمزور کا خیال رکھے گا اور ان کا سوار ان کے بیٹھنے والے کا ذمہ دار ہے اور کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے گا اور نہ کسی ذمی کو اس کے ذمے میں اور دو مختلف مذاہب والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔اب کوئی بھی پہلے جا کر مال نہ خریدے کہ پھر لوگوں کو مہنگا کر کے دے اور نہ کوئی ذخیرہ اندوزی کرے جس سے لوگوں کو نقصان ہو اور مسلمانوں کی زکاۃ ان کے گھروں اور ان کی زمینوں میں ہی وصول کی جائے گی اور کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نکاح جائز نہیں ہے اور گواہ مدعی کے ذمے ہیں اور قسم منکر کے ذمے ہے اور کوئی عورت بھی تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر اپنے محرم کے بغیر نہ کرے۔اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے اور نہ ہی فجر کے بعد۔اور تمہیں دو دن روزہ رکھنے سے منع کرتا ہوں۔عید الاضحیٰ کے دن اور عید الفطر کے دن اور دو قسم کے لباس سے منع کرتا ہوں۔تم میں

سے کوئی بھی ایک کپڑے میں حبوہ نہ باندھے کہ اس کی شرم گاہ آسمان کی طرف ننگی ہو اور نہ کوئی اس طرح کپڑا اپنے کہ چادر کو دائیں ہاتھ اور بائیں مونڈھے پر اور پھر بائیں ہاتھ اور دائیں مونڈھے پر لپیٹ کر ڈالے اور تم میں سے کوئی بھی جانے بغیر اپنا خیال ظاہر نہ کرے۔

کعبہ کے محافظ

فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نیچے تشریف لے آئے۔ چابی آپ کے پاس ہی تھی۔ آپ مسجد کے ایک کونے میں الگ ہوئے اور بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پانی پلانے کی خدمت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چابی کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ پھر جب آپ بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: عثمان کو میرے پاس بلاؤ۔ حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تھا، جب آپ انہیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور چابی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔

آپ نے فرمایا تھا: مجھے امید ہے کہ عنقریب تم اس چابی کو میرے ہاتھ میں دیکھو گے، میں اسے جہاں چاہوں گا رکھوں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: تب تو قریش رسوا اور ہلاک ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ تو اصل آباد ہی اس دن ہوں گے اور اصل عزت حاصل ہوگی۔ فرماتے ہیں: جب آپ نے وہ چابی لینے کے بعد مجھے بلایا تو مجھے آپ کی وہ بات یاد آگئی۔ میں آیا تو میں نے خوش چہرے سے آپ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ بھی خندہ پیشانی سے مجھ سے ملے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو ابی طلحہ! یہ چابی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے لو۔ اسے تم سے لینے والا ظالم ہی ہوگا۔ اے عثمان! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر کی حفاظت کے لیے قبول کیا ہے سو تم حلال کھانا ہی کھانا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں منہ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے مجھے آواز دی۔ میں آپ کی طرف واپس آیا۔ آپ نے فرمایا: کیا وہی نہیں ہوا جو میں نے تم سے کہا تھا؟ فرماتے ہیں: مجھے آپ کی وہ بات یاد آگئی جو آپ نے مکہ میں مجھے کہی تھی۔ میں نے کہا: کیوں نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر آپ نے وہ چابی انہیں عنایت کر دی۔ آپ نے اپنا کپڑا لپیٹ لیا اور فرمایا۔ اس کی مدد کرنا اور فرمایا: دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور حلال چیز کھانا۔

ساقیٔ حجاج

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔ زمانہ جاہلیت میں بھی بنو عبدالمطلب میں سے صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی اس خدمت میں پر مامور تھے۔ ان کے بعد ان کی اولاد ان کی وارث ہوئی۔

حضرت محمد بن حنفیہ نے اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بات کی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہیں اس خدمت سے کیا سروکار؟ ہم زمانہ جاہلیت میں بھی اس کے حامل تھے اور تمہارے والد نے بھی اس بارے میں بات کی تھی، پھر

بطور گواہ کے حضرت طلحہ بن عبید اللہ، عامر بن ربیعہ، ازھر بن عوف اور مخرمہ بن نوفل کو پیش کر دیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی زمانہ جاہلیت میں اس کے حامل تھے اور تمہارے والد عرنہ میں اپنی مجلس میں اپنے اونٹوں میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن وہ خدمت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی اور اس بات کو تمام حاضرین جانتے ہیں۔ پھر وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ملی۔ کوئی بھی اس بارے میں ان سے نہ جھگڑتا تھا اور نہ کوئی بات کر سکتا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا طائف میں مال تھا۔ انگور تھے جن کی کشمش ان کو ملتی اور وہ جاہلیت اور اسلام میں اس کی نبیذ بنایا کرتے تھے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے رہے، پھر حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی آج تک اسی طرح کر رہے ہیں۔

فرماتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم نے قتال کیوں کیا، حالانکہ میں نے قتال سے منع کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہوں نے ہم سے لڑائی کا آغاز پہلے کیا اور ہم پر تیر برسائے اور ہم پر اسلحہ اٹھایا۔ ہم نے اپنی کوشش کی بقدر دفاع کیا ہے اور ہم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ وہ اس امان میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہوئے۔ مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ حتی کہ جب ہمیں کوئی راہ دکھائی نہ دی تو ہم نے ان سے قتال کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر کامیابی عطا فرمائی اور اے اللہ کے رسول! وہ ہر جانب بھاگ گئے۔ پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بہتر فیصلہ فرمایا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! اپنے اسلحے کو روکے رکھو، سوائے بنو بکر کے دفاع میں خزاعہ سے اور یہ بھی نمازِ عصر تک اجازت ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس گھڑی میں ان سے قتال کیا اور یہ وہی گھڑی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کر دی گئی تھی اور یہ آپ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ میں سے بھی کسی کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ حضرت ابو یسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لیط سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ داخل ہوئے۔ مگر ان مشرک لوگوں نے جنہوں نے ہم سے لڑائی کا آغاز کیا انہوں نے ہمیں داخل ہونے سے روک دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے بات کی اور ان سے عذر بیان کیا، مگر انہوں نے پھر بھی انکار کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان پر حملہ کر دو۔ ہم نے حملہ کیا تو وہ ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہ ٹھہر سکے جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ نکالا جاتا ہے اور سب بھاگ گئے۔ انہوں نے ہمیں ان کا پیچھا کرنے سے روک دیا۔

حضرت ابو یسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی تلوار چلائی اور ایک شخص کا ارادہ کر کے اسے مارا تو وہ خزاعہ کی طرف بھاگنے لگا۔ پھر مجھے افسوس ہوا۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ حیا سے ہے یعنی خزاعہ کا بھائی۔ میں نے اللہ کی تعریف کی کہ میں نے خزاعہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کیا۔

فرماتے ہیں: ابو احمد عبداللہ بن جحش اپنے اونٹ پر مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ اپنے خطبے سے فارغ ہوئے تو وہ بلند آواز سے یوں کہہ رہے تھے: اے بنو عبد مناف! میں تمہیں اپنے حلف کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اے بنو عبد مناف! میں تمہیں اپنے گھر کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی سرگوشی کی۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ ابو احمد کی طرف گئے۔ اور ان سے سرگوشی کی۔ ابو احمد اپنے اونٹ سے اتر آئے اور لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر کسی نے نہیں سنا کہ ابو احمد نے کبھی موت تک اس کا ذکر کیا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن آپ سے ایسا کیا کہا تھا، جو آپ نے پھر ابو احمد سے کہا؟ انہوں نے فرمایا: اس بات کو میں نے نبی علیہ السلام کی زندگی میں ذکر نہیں کیا تو کیا اب آپ کی وفات کے بعد ذکر کروں؟ ابو احمد نے حرب بن امیہ سے حلف لیا تھا اور مطلب بن اسود نے اسے حلف کی طرف بلایا تھا اور کہا تھا: میرا خون تیرے خون کی طرح ہے اور میرا مال تیرے مال کی طرح ہے اور اس نے حرب بن امیہ سے بھی حلف نامہ لیا تھا۔ ابو احمد نے اس بارے میں کہا:

"اے بنو امیہ! میں تم میں کیسے رسوا ہوں گا حالانکہ میں تمہارا بیٹا اور عشرے سے تمہارا حلیف ہوں۔ مجھے تمہارے علاوہ نے بلایا مگر میں نے انکار کر دیا اور میں نے تمہیں زمانے کی مصیبتوں سے چھپائے رکھا۔ وہ لوگ دس ذوالحجہ کو کھڑے ہو کر حلف اٹھاتے تھے۔ وہ ایسے معاملہ کرتے جیسے دو خرید و فروخت والے معاملہ کرتے ہیں اور وہ دس ذوالحجہ سے پہلے باہم وعدہ کرتے تھے۔

ابو سفیان نے اپنا گھر ابن علقمہ عامر کو چار سو دینار کے عوض بیچ دیا تھا اور اس کے لیے سو دینار مقرر کیے تھے اور باقی کی قسطیں بنالیں تھیں۔ ابو احمد رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا تھا: تمہارے لیے اس گھر کے بدلے میں جنت میں ایک گھر ہوگا۔ ابو احمد نے ابو سفیان سے اپنے گھر کی بیع کا ذکر بھی کیا تھا:

کیا تم نے وہ عقد توڑ دیا جو ہمارے درمیان ہوا تھا اور حادثات ندامت کی طرف لے جاتے ہیں۔ سنو! مجھے وہ دس راتیں یاد ہیں جن میں قیام ہوتا ہے۔ میرا اور تمہارا عقد قائم ہے، نہ اس میں نافرمانی ہے اور نہ ہلاکت تمہارے چچا زاد بھائی کا گھر جسے میں بیچا اور تم نے اسے خرید لیا اور ادائیگی تمہارے ذمے ہے۔ اسے لے جا، اسے لے جا۔ وہ تو اب کبوتر کے چھلے کی طرح تمہارے گلے میں پڑ گیا ہے۔

تم نے نافرمانی کی جرأت کی ہے اور بد خلقی اور دھوکے کا مظاہرہ کیا ہے میں اس میں بچوں کو ٹھکانہ دیے ہوئے تھا، اسی میں ہماری رہائش اور سلامتی تھی۔ تمہارا معاملہ ویسے نہیں ہوا جیسے ابن عمرو کا ابن مامہ سے ہوا۔

إساف اور نائلہ کا ذکر

فرماتے ہیں: إساف اور نائلہ ایک مرد اور عورت تھے۔ مرد اساف بن عمرو تھا اور عورت کا نام نائلہ بنت سہیل تھا۔ یہ دونوں

قبیلہ جرہم سے تھے۔ انہوں نے کعبہ کے اندر زنا کرلیا تھا۔ پھر انہیں مسخ کر کے پتھر بنا دیا گیا۔ قریش نے ان بتوں کو معبود بنالیا۔ وہ جب قربانی کرتے تو ان کے پاس ذبح کرتے اور اپنے سروں کو منڈواتے۔ پھر ان دونوں میں سے ایک سے ایک عورت نکلی جو سیاہ و سفید بالوں والی کالے رنگ کی تھی اور اس نے اپنا چہرہ نوچ رکھا تھا۔ ننگے بدن اور بکھرے ہوئے بالوں والی تھی اور اپنی بربادی پکار رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ نائلہ تھی، جواب مایوس ہو کر نکلی ہے کہ اب تمہارے شہروں میں کبھی اس کی عبادت نہیں ہوگی۔

ابلیس کی چیخ و پکار

ایک روایت میں ہے کہ ابلیس تین مرتبہ چیخ کر رویا: ایک مرتبہ جب اس پر لعنت کی گئی تو اس کی شکل و صورت فرشتوں کی صورت سے تبدیل کر دی گئی۔ دوسری مرتبہ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور تیسری مرتبہ جب مکہ فتح ہوا۔ اس کی تمام اولاد اکٹھی ہوئی۔ ابلیس نے کہا: اب تم مایوس ہو جاؤ کہ اس دن کے بعد تم امتِ محمد کو شرک پر لوٹا سکو گے۔ البتہ تم ان میں نوحہ اور شعر گوئی کو پھیلا دو۔

تعیین حدودِ حرم مختلف ادوار میں

سب سے پہلے حرم کے پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نصب کیے۔ حضرت جبریل علیہ السلام انہیں دکھلا رہے تھے۔ پھر انہیں حرکت نہیں دی گئی۔ حتی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے انہیں نئے سرے سے رکھا۔ پھر انہیں حرکت نہیں دی گئی۔ پھر قصی نے ان کی تجدید کی۔ پھر انہیں حرکت نہیں دی گئی۔ حتی کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے تمیم بن اسد خزاعی کو بھیجا۔ انہوں نے حرم کے پتھروں کو نئے سرے سے رکھا۔ پھر انہیں حرکت نہیں دی گئی۔ حتی کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے قریش کے چند مردوں کو بھیجا جنہوں نے وادیوں میں ان کی نشاندہی کی۔ وہ چار افراد یہ تھے۔

① مخرمہ بن نوفل ② ازہر بن عبد عوف ③ حویطب بن عبد العزی ④ ابو ہود سعید بن یربوع مخزومی۔

پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے انہی لوگوں کو بھیجا۔ پھر حج والے سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے بھی انہی حضرات کو بھیجا۔

حضرت مسور بن رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب عبد الملک بن مروان نے حج کیا تو اس نے اس دن اپنے علم کے مطابق خزاعہ کے ایک بڑے بزرگ، اسی طرح قریش کے ایک بزرگ اور بنو بکر کے ایک بزرگ کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں اس کی تجدید کا حکم دیا۔ ہر وادی جو حرم میں بہتی تھی وہ حل میں بہنے لگی اور حل کی کوئی وادی حرم میں نہیں بہتی تھی سوائے ایک جگہ میں جو تنعیم کے پاس تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے شکار کو بھی نہیں ڈرایا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سائے سے دھوپ کی طرف نہ نکلے اور ایک قول یہ ہے کہ اسے ڈرایا نہ جائے۔

حضرت عبدالملک بن نافع رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کجاوے، کپڑوں اور کھانے پر کبوتر آجاتے مگر انہیں نہیں اڑایا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھگانے میں رخصت دیتے تھے۔

باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اس کی گری ہوئی چیز کو صرف وہی اٹھائے جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا لقطہ ویسے نہیں کھایا جائے گا جیسے دیگر شہروں کا لقطہ کھالیا جاتا ہے۔

محدثین فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں ہذیل کا ایک دستہ نکلا۔ ان میں جنیدب بن ادلع بھی تھا۔ یہ لوگ احمر بأس کے قبیلے کا ارادہ رکھتے تھے۔ احمر بأس قبیلہ اسلم کا ایک بہادر آدمی تھا۔ اس سے مقابلہ کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ اور وہ اپنے قبیلے میں نہیں سوتا تھا، وہ اپنی بستی سے باہر سوتا تھا۔ جب وہ سوتا تو بہت بری طرح خراٹے لیتا تھا کہ کسی پر اس کی جگہ مخفی نہیں رہتی تھی۔ کوئی شہری جب ان کے پاس گھبرا کر آتا تو وہ احمر بأس کو پکارتے اور وہ شیر کی طرح دھاڑتا ہوا آتا۔

جب ہذیل کا یہ دستہ ان کے پاس آیا تو جنیدب بن ادلع نے انہیں کہا: اگر تو احمر بأس ان کے پاس شہر میں ہے تو تمہارے لیے ان کے پاس جانے کا کوئی راستہ نہیں۔ اور اگر وہ سویا ہوا تو اس کے خراٹے کسی سے مخفی نہیں رہتے۔ سو مجھے چھوڑو میں غور سے سنتا ہوں اس نے آواز محسوس کی۔ پھر اس کے قریب ہو کر اسے سنا۔ وہ سویا ہوا ملا۔ اس نے اسے قتل کر دیا۔ تلوار اس کے سینے میں رکھی اور اس پر زور دیا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے قبیلے پر حملہ کر دیا۔ قبیلہ چیخ کر پکارنے لگا: اے احمر بأس! مگر کوئی آواز نہ آئی۔ احمر بأس تو قتل ہو چکا تھا۔

پھر انہوں نے بستی والوں سے اپنی ضرورت پوری کی، پھر لوٹ گئے۔ پھر لوگ اسلام قبول کرنے میں مشغول ہو گئے۔

جب فتح مکہ کا اگلا دن ہوا تو آپ کے ساتھ جنیدب بن ادلع بھی داخل ہوا۔ وہ انتظار کر رہا تھا اور دیکھ رہا تھا اور لوگ ایمان لا رہے تھے۔ اچانک جندب بن اعجم اسلمی نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے کہا: جنیدب بن اُدلع نے ہی احمر بأس کو قتل کیا تھا۔ اس نے کہا: ہاں۔ چنانچہ جندب نکلا اور اس کے خلاف لوگوں کو ابھار کر تیار کیا۔ سب سے پہلے وہ خراش بن امیہ کعبی سے ملا اور اسے خبر دی۔ خراش نے تلوار ہاتھ میں لی اور اس کی جانب بڑھا۔ لوگ اس کے آس پاس تھے اور وہ انہیں احمر بأس کے قتل کا واقعہ بتلا رہا تھا۔ ابھی وہ اس پر جمع تھے کہ اچانک خراش بن امیہ تلوار ہاتھ میں لیے آیا۔ اس نے کہا: اسی طرح کا آدمی تھا۔ اللہ کی قسم! لوگوں نے وہاں سے ہٹ جانے میں ہی عافیت سمجھی اور سب لوگ تتر بتر ہو گئے۔ جب اس سے دو ہو گئے تو خراش بن امیہ نے تلوار سے اس پر حملہ کر دیا اور اسے اس کے پیٹ میں اتار دیا۔ ابن اُدلع مکہ کی کسی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ اس کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے نکل کر بہہ پڑیں اور اس کی آنکھیں اس کے سر میں کھلی رہ گئیں۔ وہ کہہ رہا تھا: اے خزاعہ کے لوگو! آخر تم نے کر ہی دیا۔ پھر وہ شخص گر کر مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قتل کا علم ہوا تو آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین، آسمان، سورج اور چاند کو پیدا کیا اور ان دو پہاڑوں کو قائم کیا تو مکہ کو حرام قرار دیا۔ اب یہ قیامت تک قابل احترام ہے۔

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ مکہ میں کوئی خون بہائے اور کوئی بھی اس میں درخت نہ کاٹے۔ یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے بھی یہ دن کی ایک گھڑی میں حلال ہوا۔ پھر اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی۔ سو تم میں حاضر غائب تک یہ پیغام پہنچا دے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی تو اس میں قتال کیا تو تم کہنا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول کے لیے حلال کر دیا تھا۔ اے خزاعہ کے لوگو! یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہوا۔ سو تم قتل سے اپنے ہاتھ اٹھالو۔ اگر قتل نفع مند ہوتا تو اللہ کی قسم! یہاں بہت قتل ہوتا۔ تم نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے۔ اب تو قسم بخدا! میں اس کی دیت دے دیتا ہوں۔ مگر میرے اس جگہ کھڑے ہونے کے بعد اب جو قتل ہوا تو اس کے گھر والوں کو اختیار ہوگا، چاہیں تو بدلے میں قتل کر دیں اور چاہیں تو دیت لے لیں۔

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن سعید بن العاص رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ابن زبیر کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے، پھر انہوں نے یہی حدیث بیان کی اور فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا۔ عمرو بن سعید نے کہا: او بوڑھے لوٹ جاؤ، ہم اس کی حرمت کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس میں ظالم، باغی اور قاتل کا خون بہانا منع نہیں ہے۔ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے تجھے وہ حکم سنا دیا جو اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں دیا تھا۔ باقی تم جانو اور تمہارا کام۔

حضرت عبداللہ بن نافع اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے وہ ساری بات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بتلا دی جو حضرت ابو شریح رحمہ اللہ نے عمرو بن سعید سے کہی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو شریح رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، انہوں نے وہ فرض ادا کر دیا جو ان پر لازم تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن خزاعہ کے بارے میں بات کی جب انہوں نے ہذلی کو کسی معاملے میں قتل کیا، جسے میں یاد نہ رکھ سکا، مگر میں نے مسلمانوں کو یہ دیکھتے ہوئے سنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس کی دیت ادا کرتا ہوں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسے نبی کریم ﷺ کے قتل سے منع کرنے کے بعد خراش نے قتل کیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: اگر میں کسی مومن کو کافر کے بدلے میں قتل کرتا تو خراش کو ہذلی کے بدلے میں قتل کر دیتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خزاعہ کو اس کی دیت نکالنے کا حکم دیا۔ خزاعہ نے دیت نکالی۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: گویا میں ان بالوں والی بکریوں کی طرف دیکھ رہا ہوں جنہیں بنو مدلج دیت کی مد میں لائے تھے۔ وہ زمانہ جاہلیت میں انہیں ہی دیت میں دیتے تھے۔ پھر اسلام نے انہیں مضبوط کیا اور یہ اسلام میں سب سے پہلے مقتول تھے، جن کی دیت رسول اللہ ﷺ نے ادا کی۔

حضرت ابن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے بنو کعب کو حکم دیا کہ مقتول کی دیت سو اونٹ ادا کریں۔

فرماتے ہیں: ظہر کا وقت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ظہر کی اذان کعبہ کی چھت پر چڑھ کر دیں۔ مشرکین اس دن پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھے۔ ان کے سردار بھاگ گئے تھے اور وہ چھپ گئے تھے۔ انہیں قتل کیے جانے کا ڈر تھا۔ بعضوں نے امان طلب کر لی تھی اور بعضوں کو امان دے دی گئی تھی۔ جب بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور جتنا ان سے ہو سکتا تھا

انہوں نے آواز بلند کی۔ جب وہ "اشھد ان محمدا رسول اللہ" پر پہنچے تو ابوجہل کی بیٹی جویریہ کہنے لگی: میری عمر کی قسم! اس نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔ باقی ہم تو نماز ضرور پڑھیں گے۔ اللہ کی قسم! ہم اس سے کبھی محبت نہیں کریں گے جس نے محبوبوں کو قتل کیا۔ جو چیز محمد کو ملی یعنی نبوت وہ میرے باپ کو بھی ملی، مگر انہوں نے اسے رد کر دیا اور اپنی قوم کی مخالفت مول نہیں لی۔

خالد بن اسید کہنے لگا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے والد کو عزت بخشی اور انہوں نے اس دن جیسی آواز نہیں سنی۔

حارث بن ہشام نے کہا: ہائے میری بربادی! کاش میں اس دن سے پہلے ہی مر جاتا۔ آج میں بلال کو کعبہ کی چھت پر (معاذ اللہ) ہنہناتے ہوئے سن رہا ہوں۔

حکم بن ابوالعاص کہنے لگا: اللہ کی قسم! یہ تو بہت بڑا سانحہ ہو گیا کہ بنو جمح کا غلام ابوطلحہ کے بیٹوں پر چیخ رہا ہے۔

سہیل بن عمرو نے کہا: اگر اس میں اللہ کی ناراضگی ہوئی تو وہ بہت جلد اسے بدل دے گا اور اگر اللہ کی رضا ہوئی تو وہ اسے برقرار رکھے گا۔

ابوسفیان کہنے لگا: میں کوئی بات نہیں کہوں گا۔ اگر میں نے کچھ کہا تو یہی کنکریاں انہیں بتلا دیں گی۔

چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو ان کی گفتگو کی اطلاع دی۔

سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور غالب آ گئے تو میں اپنے کمرے میں چھپ گیا اور اپنا دروازہ بند کر لیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے لیے محمد سے پناہ مانگو۔ مجھے قتل ہونے سے امن نہیں ہے۔ میں محمد اور ان کے ساتھیوں کے سامنے اپنے اثر و رسوخ کا ذکر کیا کرتا تھا۔ اب کوئی بھی مجھ جیسا حقیر نہیں۔ میں حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ سے ایسے پیش آیا جیسے کوئی پیش نہیں آیا۔ میں نے ہی آپ سے مکاتبت کی تھی۔ میں بدر اور احد میں بھی آپ کے خلاف شریک رہا۔ جب بھی قریش نے کوئی حرکت کی تو میں اس میں شریک تھا۔

چنانچہ عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ انہیں امان دے دیجیے! آپ نے فرمایا: ہاں، وہ اللہ کی امان کے ساتھ ہی مامون ہے۔ اسے کہو کہ سامنے آ جائے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے پاس والوں سے فرمایا: جو بھی سہیل بن عمرو سے ملے تو اس کی طرف تیز نظروں سے مت دیکھے۔ اسے باہر نکلنا چاہیے۔ میری عمر کی قسم! سہیل عقل مند اور شریف آدمی ہے۔ سہیل ایسا نہیں ہے کہ اسے اسلام کا پتہ نہ ہو۔ وہ سب دیکھ چکا ہے جو معاملات ہوئے۔ وہ اس کے لیے نفع مند نہیں ہوئے۔

چنانچہ عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کی طرف نکلے اور انہیں نبی ﷺ کی بات بتلائی۔ سہیل نے کہا: وہ اللہ کی قسم! ہر چھوٹے بڑے پر رحم کرنے والے ہیں۔ سہیل آگے بھی بڑھے اور پیچھے بھی ہٹے۔ وہ نبی ﷺ کے ساتھ اپنے شرک کے باوجود حنین کی طرف بھی نکلے، حتی کہ جعرانہ کے مقام پر مسلمان ہوئے۔

ہبیرہ بن ابی وہب بھاگ گیا۔ وہ اس دن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کا خاوند تھا۔ وہ اور ابن زبعری دونوں بھاگ کر نجران چلے گئے۔ انہیں ڈر سے امن نہیں تھا حتی کہ وہ نجران کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ ان سے پوچھا گیا: تمہارے پیچھے کیا ہے؟ انہوں نے کہا: قریش ہلاک ہو گئے اور محمد مکہ میں داخل ہو گئے۔ ہم قسم بخدا! دیکھ رہے ہیں کہ محمد تمہارے اس قلعے کی طرف بھی ضرور آئے گا۔ چنانچہ بنو حارث اور بنو کعب اپنے قلعے کی مرمت کرنے لگے اور اپنے چوپاؤں کو اکٹھا کر لیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے چند اشعار بھیجے جن میں مراد ابن زبعری تھا۔ ابن ابی زناد نے وہ مجھے پڑھ کر سنائے۔

''اے عبداللہ! وہ آدمی ہمیشہ باقی رہے جس کی دشمنی نے تجھے نجران جا کر کمینگی اور ذلت کی زندگی گزرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تیرے ہتھیار پرانے ہو گئے اور جنگ کے قابل نہیں رہے۔ تیر شکست خوردہ اور معمولی نیزے عیب دار ہو چکے ہیں۔ زبعری اور اس کے بیٹے پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور زندگی بھر ان پر رسوائی کا عذاب مسلط رہے۔

پھر جب زبعری کے پاس حسان رضی اللہ عنہ کا شعر آیا تو اس نے نکلنے کی تیاری کر لی۔ ھبیرہ بن ابی وھب نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟ اے میرے چچا زاد بھائی! اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو محمد کی طرف جا رہا ہوں۔ پوچھا: کیا تم بھی ان کی اتباع کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! ھبیرہ کہنے لگا: اے کاش! میں نے تیرے علاوہ سے مرافقت کیوں نہیں کر لی۔ اللہ کی قسم! میرا خیال نہیں تھا کہ آپ کبھی بھی محمد کی اتباع کریں گے۔ ابن زبعری نے کہا: ایسا ہی ہے۔ ہم کس بنیاد پر ابن حارث بن کعب کے ساتھ کھڑے ہوں اور میں اپنے چچا زاد بھائی کو چھوڑ دوں۔ جو لوگوں میں سب سے بہترین ہے اور ان میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور وہ میری قوم کے ساتھ ہیں اور میرے گھر میں ہیں۔ چنانچہ ابن زبعری چل پڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی طرف دیکھا تو فرمایا: یہ ابن زبعری ہے اور اس کے ساتھ ایسا چہرہ ہے جس میں اسلام کا اظہار ہے۔

پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ میں نے آپ کی مخالفت کی، آپ کے خلاف لوگوں کو تیار کیا۔ میں گھوڑے اور اونٹ پر سوار ہوا اور اپنے قدموں پر بھی آپ کی عداوت میں چلا۔ پھر میں آپ سے بھاگ کر نجران چلا گیا۔ میں کبھی بھی اسلام کے قریب نہیں آنا چاہتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے خیر کا ارادہ کیا اور اسے میرے دل میں ڈال دیا اور مجھے اس سے محبت ہو گئی۔ میں نے ان تمام گمراہیوں میں کا ذکر کیا جن میں میں مبتلا تھا اور جو میں نے ان چیزوں کی اتباع کی جو کسی عقل مند کو نفع نہیں دیتیں، یعنی پتھر جن کی عبادت کی جاتی تھی اور ان کے لیے ذبح کیا جاتا تھا جبکہ وہ جانتے بھی نہ تھے کہ کون اس کی عبادت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کو اسلام کی ہدایت سے نوازا۔ اسلام گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ہبیرہ نجران میں ہی ٹھہرا رہا، ام ہانی مسلمان ہو گئیں۔ جب فتح مکہ والے دن ہبیرہ کو ان کا مسلمان ہونا

معلوم ہوا تو اس نے کہا:

کیا ہند تجھ پر شاق گزری یا تجھے اس کے سوال نے دور کر دیا۔ دوری کے یہی اسباب و وجوہات ہوتی ہیں۔

وہ حصن کے مضبوط قلعے میں باندی بن گئی جو نجران میں ہے۔ ایک رات کے بعد ان کے گھوڑے روانہ ہوئے۔

اور میں ایسی قوم سے ہوں کہ جب ان کا باہمت آدمی کوشش کرے تو پھر وہ اس دن جس حالت میں ہو اسی میں رہتا ہے۔

اور میں پیچھے اپنے قبیلے کی وجہ سے پریشان ہوں۔ جب ان کے مرد بالائی علاقے میں زبردستی آئے۔

اور اگر تو نے دین محمد کی اتباع کر لی ہے اور تو نے قطع رحمی کر لی ہے تو پھر باریک سرخ لباس میں جس پر غبار پڑی ہو اسی دوری کی حالت میں رہ۔ پھر وہ نجران میں ہی ٹھہرا رہا حتی کہ حالتِ شرک میں ہی فوت ہوا۔

حضرت منذر بن جہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مکہ فتح ہوا تو حویطب بن عبدالعزیٰ بھاگ گیا اور عوف کے باغ تک پہنچا اور اس کے اندر چلا گیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی ضرورت کے لیے نکلے اور وہ اس کے اندر آ گئے۔ جب حویطب نے انہیں دیکھا تو بھاگنے لگے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں پکارا۔ اور فرمایا: آجاؤ تمہیں امن حاصل ہے۔ وہ ان کی طرف لوٹ آیا اور انہیں سلام کیا۔ پھر فرمایا: تم مامون ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتا ہوں اور اگر تم چاہو تو اپنے گھر چلے جاؤ۔ اس نے کہا: کیا میرے لیے گھر جانے کی کوئی راہ ہے؟ میں پکڑا جاؤں گا اور گھر پہنچنے سے پہلے ہی مارا جاں گا یا کوئی میرے پاس میرے گھر میں آئے گا پھر میں مارا جاؤں گا۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں ساتھ چل کر تمہارے گھر پہنچا آتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ ان کے گھر تک گئے۔ پھر ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر اعلان کیا: حویطب کو امان حاصل ہے، سو ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے اور آپ کو واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہم نے تمام لوگوں کو امان نہیں دے دی، سوائے ان لوگوں کے جن کے قتل کا میں نے حکم دیا ہے۔

عورتوں کا قبولِ اسلام

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس دن مکہ فتح ہوا تو ہند بنت عتبہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اسی طرح عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام اور صفوان بن امیہ کی بیوی بھی مسلمان ہو گئی۔ اسی طرح فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ہند بنت منبہ بن حجاج بھی مسلمان ہو گئیں۔ ان کے ساتھ قریش کی دس مزید عورتیں بھی مسلمان ہو گئیں۔ یہ مقام ابطح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ کی بیعت ہوئیں۔ آپ کے پاس آپ کی بیوی، بیٹی فاطمہ اور بنو عبدالمطلب کی چند عورتیں تھیں۔ ہند بنت عتبہ نے بات کی: اے اللہ کے رسول! تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس دین کو غالب کیا جسے اپنے لیے پسند کیا۔ تا کہ مجھ تک بھی آپ کی رحمت پہنچے۔ اے محمد! میں اللہ پر ایمان

لاتی ہوں اور آپ کی تصدیق کرتی ہوں۔ پھر انہوں نے اپنا نقاب ہٹا دیا، پھر کہا: یہ ہند بنت عتبہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کے لیے خوش آمدید۔ پھر انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی گھرانہ ایسا نہیں تھا کہ وہ میرے نزدیک آپ کے گھرانے سے زیادہ قابل نفرت ہو۔ مگر اب روئے زمین پر کوئی گھرانہ ایسا نہیں ہے جو میرے نزدیک آپ کے گھرانے سے زیادہ معزز ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے بھی زیادہ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور ان سے بیعت لی۔ ان میں سے ہند نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم بھی آپ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ میرا سَو عورتوں سے بات کرنا بھی ایسے ہی ہے جیسے ایک عورت سے بات کرنا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ پر کپڑا رکھا، پھر انہوں نے اس دن آپ کے ہاتھ کو چھوا۔

ایک روایت میں ہے کہ پانی کا ایک پیالہ لایا گیا، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل فرمایا۔ پھر آپ نے وہ انہیں دے دیا۔ اور انہوں نے اپنے ہاتھ اس میں داخل کر دیے۔ مگر ہمارے ہاں پہلا قول ثابت ہے کہ آپ نے فرما دیا تھا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

عکرمہ بن ابوجہل کا قبولِ اسلام

پھر عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کے ڈر سے عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا ہے۔ انہیں قتل کیے جانے کا ڈر تھا۔ آپ انہیں امان دے دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ امن والا ہے۔ چنانچہ ام حکیم رضی اللہ عنہا ان کی تلاش میں نکلی اور اپنے ساتھ اپنے رومی غلام کو لے لیا۔ اس غلام نے انہیں بہکانے کی کوشش کی۔ وہ اُسے امید دلاتی رہی۔ حتی کہ قبیلہ عک کے ایک محلے تک پہنچی۔ پھر ان سے اس کے خلاف مدد مانگی۔ انہوں نے اسے رسیوں سے باندھ دیا۔

ادھر انہیں عکرمہ بھی مل گئے اور وہ تہامہ کے کسی ساحل تک پہنچ چکے تھے۔ پھر انہوں نے سمندر کا سفر شروع کر دیا۔ کشتی کا ملاح بھی انہیں کہنے لگا: اخلاص کی بات کرو۔ پوچھا: میں کیا کہوں؟ کہا: تم کہو: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عکرمہ کہنے لگا: میں اسی سے تو بھاگا ہوں۔ ام حکیم بھی اس دوران آ گئیں۔ وہ انہیں اصرار کرنے لگی اور کہنے لگیں: اے میرے چچا کے بیٹے! میں تمہارے پاس اس شخص کے پاس سے آئی ہوں جو سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا، سب سے زیادہ نیک اور بہترین ہے۔ تم خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ وہ ان کے لیے ٹھہر گیا۔ حتی کہ وہ ان کے پاس آ گئیں۔ پھر کہنے لگیں: میں نے محمد رسول اللہ ﷺ سے آپ کے لیے امان طلب کی ہے۔ اس نے کہا: کیا واقعی تم نے ایسا کیا ہے؟ کہنے لگی: ہاں، میں نے ان سے بات کی اور تجھے امان دلوائی۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ واپس آ گیا اور کہنے لگا: تمہارے ساتھ رومی غلام نے کیا کیا؟ اس نے سارا واقعہ سنا دیا۔ چنانچہ عکرمہ نے اسے قتل کر دیا۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ پھر جب وہ مکہ کے قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے

صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تمہارے پاس عکرمہ بن ابوجہل ایمان کی حالت میں ہجرت کر کے آرہا ہے۔ سوتم اس کے باپ کو گالی مت نکالنا۔ اس لیے کہ میت کو گالی دینے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ گالی میت کو نہیں پہنچتی۔ فرماتے ہیں: عکرمہ اپنی بیوی سے جماع کا مطالبہ کرتا رہا۔ مگر وہ برابر انکار کرتی رہیں اور فرماتی: تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں۔ وہ کہتے: جس معاملے نے تجھے مجھ سے روک دیا ہے وہ کوئی بہت بڑا معاملہ ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کو دیکھا تو جلدی سے ان کی طرف گئے اور آپ پر چادر بھی نہیں تھی۔ آپ نے عکرمہ کو مرحبا کہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور وہ آپ کے سامنے کھڑے تھے۔ ان کی بیوی نے نقاب کیا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا: اے محمد! اس نے مجھے بتلایا ہے کہ آپ نے مجھے امان دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ سچ کہہ رہی ہے۔ تم مامون ہو۔ عکرمہ نے کہا: اے محمد! آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تم نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو اور تم ایسے ایسے کرو حتی کہ آپ نے اسلام کے خصائل شمار کرائے۔

عکرمہ نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے صرف حق بات کی دعوت دی ہے اور حسین وجمیل معاملے کی طرف بلایا ہے اور اللہ کی قسم! میں تو آپ کی اس دعوت سے قبل بھی سمجھتا تھا کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ سچی بات کرنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ پھر عکرمہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے بے حد خوش ہوئے۔

پھر انہوں نے عرض کیا: مجھے کوئی بہترین کلمہ سکھائیے پڑھائیے جو میں پڑھا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ان کے بندے اور رسول ہیں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: پھر کیا پڑھوں؟ فرمایا: تم کہو: میں اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں، مہاجر ہوں اور مجاہد ہوں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آج مجھ سے جو کچھ بھی مانگو گے میں وہ تمہیں عطا کروں گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ آپ میرے لیے دعا کریں کہ ہر وہ دشمنی جسے میں نے آپ کے لیے روا رکھا اور ہر سفر جو آپ کے خلاف ہوا اور ہر مقام جس میں آپ سے جنگ کی اور ہر کلام جو میں نے آپ کے روبرو کہی یا آپ کی عدم موجودگی میں سب کی بخشش کر دی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کی ہر دشمنی معاف فرما جو انہوں نے مجھ سے روا رکھی اور ان کا ہر وہ سفر معاف کر دے جس میں وہ تیرے نور کو بجھانے کسی بھی جگہ گئے اور ان کی یہ بات بھی معاف فرما جو انہوں نے میرے منہ پر میری بے عزتی کی یا میری عدم موجودگی میں۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں راضی ہوں، پھر عکرمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں راہِ حق سے روکنے میں جو رقم خرچ کرتا تھا، اب اس سے دوگنی راہِ حق میں دیا کروں گا۔ میں نے اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے جو

بھی قتال کیا اب راہِ حق کے لیے اس سے دوگنی محنت کروں گا۔ پھر وہ قتال میں خوب کوشش کرتے تھے حتی کہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی بیوی کو اسی پہلے نکاح کے ساتھ واپس کر دیا۔

صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

صفوان بن امیہ بھاگ کر شعیبہ چلے گئے۔ وہ اپنے غلام یسار سے کہنے لگے، ان کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا کہ غور کرو تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: یہ عمیر بن وہب ہے۔ صفوان نے کہا: میں عمیر کا کیا کروں؟ اللہ کی قسم! وہ تو میرے قتل کرنے کے ارادے سے آیا ہے اور محمد ہم پر غالب ہو گیا۔ وہ ان کے ساتھ مل گیا۔ پھر کہا: اے عمیر! تمہیں کیا چاہیے، تم میرے ساتھ کیا کرنے والے ہو؟ میں نے تمہارے قرض اور عیال کا بوجھ اٹھایا اور اب تو مجھے قتل کرنے کے لیے آ گیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میں تو آپ کے پاس ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو لوگوں میں سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا: اے اللہ کے رسول! میری قوم کا سردار بھاگ گیا ہے تا کہ خود کو سمندر میں ہلاک کر دے۔ اسے ڈر ہے کہ آپ نے اسے امان نہیں دی۔ سو انہیں بھی امان دیجیے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے امان دے دی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے گئے اور انہیں کہا: رسول اللہ ﷺ نے تجھے امان دے دی ہے۔ صفوان کہنے لگا: نہیں، میں واپس نہ جاؤں گا حتی کہ تم کوئی علامت لے کر آؤ جس سے میں پہچان لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا عمامہ لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ آپ کا عمامہ مبارک لیے ان کے پاس آئے۔

یہ وہی یمنی چادر تھی جس میں رسول اللہ ﷺ اس دن لپٹے ہوئے تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ اس کی تلاش میں نکلے اور چادر لے کر آئے۔ اسے کہا: اے ابو وہب! میں تمہارے پاس ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں، جو لوگوں میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، سب سے زیادہ نیک اور سب سے بڑے بردبار ہیں۔ ان کی بزرگی تمہاری بزرگی ہے اور ان کی عزت تمہاری عزت ہے۔ ان کی بادشاہت تمہاری بادشاہت ہے۔ وہ تمہارے ماں کی طرف سے بھی رشتہ دار ہیں اور باپ کی طرف سے بھی۔ میں تمہیں تمہارے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ اس نے پھر کہا: مجھے ڈر ہے کہ مار دیا جاؤں گا۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ نے تجھے اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے۔ اگر تم راضی ہو، وگرنہ تمہیں دو ماہ کی مہلت دی ہے اور وہ لوگوں میں سب سے بڑے وعدہ وفائی کرنے والے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ نیک ہیں۔ انہوں نے آپ کی طرف اپنی وہ چادر بھیجی ہے جو انہوں نے لپیٹ رکھی تھی۔ تم اسے پہچانتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں۔ پھر انہوں نے اسے نکالا۔ اس نے کہا: ہاں یہ تو وہی ہے۔ پھر صفوان لوٹ آیا اور رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گیا۔ آپ ﷺ لوگوں کو مسجد میں عصر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ دونوں ٹھہر گئے۔ صفوان نے پوچھا: تم لوگ دن رات میں

کتنی نمازیں پڑھتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: پانچ۔ پوچھا: کیا انہیں محمد نماز پڑھاتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو صفوان نے بلند آواز سے پکارا: اے محمد! عمیر بن وھب میرے پاس آپ کی چادر لے کر آیا ہے اور اس کا گمان ہے کہ آپ کے مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دی ہے۔ اگر میں راضی ہو جاؤں تو ٹھیک وگرنہ آپ مجھے دو ماہ کی مہلت دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو وھب! اتر آؤ۔ کہنے لگے: نہیں، اللہ کی قسم! حتی کہ آپ واضح کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں چار ماہ تک اجازت ہے۔ چنانچہ صفوان اتر آیا اور رسول اکرم ﷺ ہوازن کی جانب چل پڑے۔ صفوان کافر ہونے کے باوجود آپ کے ساتھ نکلا۔ آپ نے اس سے اس کا اسلحہ بطور عاریت کے مانگا۔ چنانچہ اس نے اپنا اسلحہ ۱۰۰ زرہیں مکمل سامان کے ساتھ دیں۔ پھر اس نے پوچھا: یہ خوشی سے دوں یا مجبوری سے؟

پیغمبر ﷺ کی سخاوت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے تو محبت کی وجہ سے بطور عاریت کے لی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اور انہیں اٹھا کر حنین کی طرف لے جایا گیا۔ وہ حنین میں شریک ہوئے اور طائف میں بھی۔ پھر آپ جعرانہ کی طرف لوٹ گئے۔

آپ ﷺ اموالِ غنیمت میں چل رہے تھے۔ اور انہیں دیکھ رہے تھے۔ آپ کے ساتھ صفوان بن امیہ بھی تھے۔ صفوان بھی وادی کو دیکھنے لگے جو اونٹوں بکریوں اور چرواہوں سے بھری ہوئی تھی۔ کافی دیر انہیں دیکھتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ خوب گہری نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابو وہب! کیا تمہیں اس گھاٹی کو دیکھ کر تعجب ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چلو وہ گھاٹی تمہاری ہوئی اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب تمہارا ہوا۔ تب صفوان نے کہا: اتنا طیب نفس صرف نبی کا ہی ہو سکتا ہے کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ اسی جگہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہم اپنی بیویوں سے پہلے مسلمان ہو گئے۔ پھر عدت میں اپنی بیویوں کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اسی نکاح کے ساتھ واپس کر دیا اور صفوان اور عکرمہ رضی اللہ عنہما کی بیویاں ان سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ پھر وہ دونوں مسلمان ہوئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیویاں ان پر لوٹا دیں۔ اس لیے کہ ان کا اسلام ان کی عدت میں ہوا تھا۔

عبداللہ بن سعد بن ابو سرح رضی اللہ عنہ کی معافی

فرماتے ہیں: عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی تھے۔ بعض دفعہ آپ ﷺ انہیں سمیع علیم املاء کرواتے اور وہ علیم حکیم لکھ دیتے۔ آپ ﷺ پڑھتے تو فرماتے: کیا اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرمایا ہے۔ آپ اسے برقرار رکھتے اور آپ کی آزمائش ہوئی اور وہ کہتا: محمد کو کیا خبر کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور میں ان کے لیے جو چاہ رہا ہوں لکھ رہا ہوں۔ پھر اس نے دعویٰ

کیا: یہ وہ ہے جو میری طرف وحی کیا گیا جیسے محمد کی طرف وحی کی جاتی تھی۔ پھر مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ بھاگ گیا۔

آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اس کے قتل کی اجازت دے دی۔ جب مکہ فتح ہوا تو ابن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ وہ اس کے رضاعی بھائی تھے۔ کہنے لگا: اے میرے بھائی! اللہ کی قسم! میں نے آپ کا چناؤ کیا ہے۔ آپ مجھے یہاں روک رکھیں اور محمد کے پاس جا کر ان سے میرے بارے میں بات کریں۔ اگر محمد نے مجھے دیکھ لیا تو وہ میری گردن اتار دیں گے۔ میرا جرم بہت بڑا جرم تھا۔ لیکن اب میں توبہ کر کے آیا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم میرے ساتھ چلو۔ عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو وہ میری گردن اتار دیں گے اور مجھ سے بات نہیں کریں گے۔ انہوں نے میرے قتل کی اجازت دی ہے۔ ان کے ساتھی مجھے ہر جگہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو۔ تمہیں ان شاء اللہ کوئی قتل نہیں کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ان کی رعایت کردی۔ وہ عبداللہ بن سعد بن ابو سرح کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور دونوں آپ کے سامنے کھڑے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی ماں مجھے اٹھاتی اور اسے پیدل چلاتی اور مجھے دودھ پلاتی اور اسے دور رکھتی۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھی اور اسے چھوڑ دیتی تھی۔ یہ مجھے عنایت کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے ان سے اعراض کر لیا۔ پھر جب آپ اعراض کرتے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سامنے آجاتے اور یہی بات دہراتے۔ آپ ﷺ کا اعراض سے مقصود یہ تھا کہ کوئی شخص اٹھ کر اس کی گردن اتار دے۔ کیوں کہ آپ نے انہیں امان نہیں دی تھی۔ جب آپ نے دیکھا کہ کوئی بھی آگے نہیں بڑھ رہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ پر جھکے ہوئے آپ کا سر مبارک چوم رہے تھے اور عرض کر رہے تھے: اے اللہ کے رسول! انہیں معاف کر دیں، میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ پھر آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہیں کس نے روکا کہ تم میں سے کوئی اس کتے کی طرف اٹھتا اور اسے قتل کر دیتا۔ یا آپ نے فاسق کا لفظ فرمایا۔

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! آپ میری طرف اشارہ تو کرتے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں تو ہر طرف سے آپ کی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا کہ کہیں آپ میری طرف اشارہ کریں اور میں اس کی گردن اتار دوں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ بات ابو الیسر رضی اللہ عنہ نے کہی اور بعض نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اشارے سے قتل نہیں کرتا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس دن فرمایا: نبی کے لیے آنکھوں کی خیانت جائز نہیں ہے۔

پھر نبی ﷺ نے انہیں بیعت کروائی۔ مگر وہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو بھاگ جاتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اگر آپ ابن ام عبداللہ کو دیکھیں تو وہ آپ سے ڈر کر بھاگ جاتا ہے جب بھی وہ آپ کو دیکھے۔ نبی کریم ﷺ مسکرا دیے اور فرمایا: کیا میں نے اس سے بیعت نہیں لے لی اور کیا میں نے اسے امن نہیں دے دیا؟ عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! لیکن اسے اسلام میں اپنا عظیم جرم یاد آجاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا: اسلام گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس گئے اور ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو بتلایا۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگے اور لوگوں کے ساتھ مل کر آپ کو سلام کرتے۔

حویرث بن نفید قصی کی اولاد میں سے تھا۔ وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون کرنے کا بھی حکم فرمایا تھا۔ فتح مکہ کے دن وہ اپنے گھر میں تھا اور اس نے اپنا دروازہ بند کرلیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے بارے میں پوچھنے لگے: آپ کو بتلایا گیا: وہ جنگل میں گئے ہیں۔ حویرث کو پتہ چلا کہ اسے ڈھونڈا جا رہا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے دروازے سے الگ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حویرث ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف بھاگنے کے ارادے سے نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ نظر آ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اتار دی۔

درگزر کا ایک بے مثال واقعہ

ھبار بن اسود ایسا شخص تھا کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سریہ بھیجتے تو ھبار کے بارے میں انہیں حکم فرماتے کہ یہ جہاں کہیں بھی پکڑا جائے تو اسے آگ سے جلا دیا جائے۔ پھر آپ نے فرمایا: آگ کا عذاب تو آگ کا پروردگار ہی دے سکتا ہے۔ اگر تم اس پر قادر ہو جاؤ تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو۔ پھر فتح مکہ والے دن وہ نہ پکڑا گیا۔ اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پیچھا کیا اور ان کی کمر میں نیزہ مارا۔ وہ حاملہ تھیں۔ حتی کہ وہ گر پڑیں اور حمل ضائع ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا بھی حکم جاری کر دیا۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک ھبار بن اسود آیا۔ وہ بڑا تیز زبان تھا۔ اس نے کہا: اے محمد! اس کا برا ہو جو آپ کو گالی دے۔ میں اسلام کا اقرار کر کے آیا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسلام قبول کرلیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نکلیں اور کہا: اللہ تجھ پر انعام نہ کرے تم نے ایسے ایسے کام کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اسلام نے اس چیز کو مٹا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں برا بھلا کہنے اور بے عزت کرنے سے منع کر دیا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ میں بیٹھا تھا۔ آپ جعرانہ سے واپس تشریف لائے تھے۔ اچانک ھبار بن اسود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے جھانکا۔ جب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ھبار بن اسود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی طرف اٹھنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور ھبار آپ کے سامنے آیا۔ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں آپ سے ڈر

کر شہروں میں بھاگ گیا تھا۔ میں نے عجمیوں کے ساتھ مل جانے کا ارادہ کرلیا تھا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ آپ تو کس قدر درگزر کرنے والے ہیں، سب سے افضل اور نیک ہیں اور اپنے ساتھ جہالت سے پیش آنے والوں سے کس قدر درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول! ہم مشرک تھے، پھر اللہ نے ہمیں آپ کی وجہ سے ہدایت دی اور ہمیں آپ کی وجہ سے ہلاک ہونے سے بچالیا۔ سو آپ میری جہالت سے بھی درگزر فرمائیے اور ان تمام باتوں سے جو آپ کو مجھ سے پہنچیں۔ میں اپنی بد فعلی کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں معاف کیا اور اللہ تمہاری اصلاح کرے جیسے اس نے تجھے اسلام کی دعوت دی اور اسلام گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جب بھی رسول اللہ ﷺ کو ھبار کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا تو آپ اس پر سخت غصے ہوئے اور میں نے دیکھا کہ جب بھی آپ نے کوئی جماعت بھیجی تو یہ ضرور فرمایا کہ اگر تم ھبار کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاؤ تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینا، پھر اس کی گردن اتار دینا۔ اللہ کی قسم! میں اسے ڈھونڈتا رہا اور اس کے بارے میں پوچھتا رہا اور اللہ جانتا ہے اگر میں اسے ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جاتا پہلے اس سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو میں آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ وہ آپ ﷺ سے معذرت کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے محمد! اس کا برا ہو جو آپ کو برا بھلا کہے۔ اور اسے تکلیف پہنچائی جائے جو آپ کو تکلیف پہنچائے۔ میں نے ہی آپ کو برا بھلا کہا اور تکلیف پہنچائی۔ میں رسوا تھا اور اللہ نے میری مدد کی اور مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آپ ھبار کی عذر بیانی سے حیاء کرتے ہوئے سر کو جھکائے بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ اسلام گزشتہ تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ وہ بہت تیز لسان تھا۔ وہ گالیاں نکالتا تھا اور انتہا کر دیتا تھا۔ کسی کو نہیں چھوڑتا تھا۔ پھر آپ کو اس کا حلم معلوم ہوا اور وہ جو اسے تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ اس نے خود کہا تھا: اسے گالی دی جائے جو آپ کو برا بھلا کہے۔

باقی رہا ابن خطل تو وہ نکلا اور کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت نازل ہوئی: ''میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں اور آپ اس شہر میں حلال ہو کر داخل ہونے والے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن خطل کو نکالا اور وہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا۔ پھر میں نے رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی گردن اتار دی۔

ایک قول یہ ہے کہ اسے سعید بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بعض نے کہا: عمار بن یاسر نے، بعض نے کہا: شریک بن عبدہ عجلانی نے۔

ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اسے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

اس کا جرم یہ تھا کہ وہ مسلمان ہوا اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ ﷺ نے اسے ساعی بنا کر بھیجا اور قبیلہ خزاعہ کے ایک

شخص کو اس کے ساتھ بھیجا۔ وہ اس کا کھانا بناتا اور اس کی خدمت کرتا۔ وہ دونوں کسی جگہ اترے۔ اس نے اسے کھانا بنانے کا حکم دیا اور آدھے دن تک سوتا رہا۔ پھر وہ اٹھا اور خزاعی سو رہا تھا۔ اس نے کھانا بھی نہیں بنایا تھا۔ اسے غصہ آگیا۔ وہ اسے مارنے لگا حتی کہ قتل کر دیا۔ پھر جب اسے قتل کر چکا تو اسے خیال آیا کہ اللہ کی قسم! محمد تو مجھے اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے اگر میں ان کے پاس گیا۔ پھر وہ مرتد ہو گیا اور صدقہ کے جانوروں کو ہانک کر لے آیا اور مکہ کی طرف بھاگ نکلا۔ مکہ والوں نے اسے کہا: تم ہماری طرف واپس کیوں آئے؟ کہنے لگا: میں نے اس دین کو تمہارے دین سے بہتر نہیں پایا۔ پھر وہ اپنے شرک پر بیٹھا رہا۔ اس کی دو گانا گانے والی لونڈیاں تھیں۔ ایک کا نام فرتنا اور دوسری کا نام ارنب تھا۔ وہ دونوں فاسقہ تھیں۔ یہ خود اشعار کہتا جس میں اللہ کے رسول کی ہجو کرتا اور انہیں حکم دیتا کہ وہ اسے گا کر سنائیں۔ مشرکین اس پراو. اس کی لونڈیوں پر سے گزرتے تو وہ شراب پیتے اور وہ لونڈیاں اس ہجو کو گا گا کر سناتیں۔

اسی طرح عمرو بن ہاشم کی لونڈی سارہ بھی مکہ میں نوحہ خوانی کرتی تھی۔ اسے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی والے اشعار سنائے جاتے تو وہ انہیں گا کر سناتی۔ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صلہ رحمی کا سوال لے کر آئی تھی اور آپ سے حاجت مندی کا شکوہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تمہیں گانا گانے اور نوحہ خوانی میں ملتا ہے وہ تمہارے لیے کافی نہیں ہے۔ اس نے کہا: اے محمد! جب سے بدر میں قریش کے لوگ قتل ہوئے تو انہوں نے گانا سننا ہی چھوڑ دیا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے صلہ رحمی کی اور اسے ایک اونٹ غلے کا دیا۔ وہ قریش کی طرف لوٹ گئی اور اپنے دین پر ہی رہی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فتح مکہ والے دن اسے بھی قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ اس دن قتل ہوئی۔ باقی وہ دو لونڈیاں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک تو قتل ہو گئی۔ ارنب یا فرتنا۔ باقی فرتنا کے لیے امان طلب کی گئی حتی کہ وہ ایمان لے آئی اور زندہ رہی۔ حتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس کی کوئی پسلی ٹوٹ گئی اور وہ اس کی وجہ سے مر گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی دیت میں آٹھ ہزار درہم، چھ ہزار اور دو ہزار بطور دیت کے مقرر فرمائے، کیوں جرم بہت سخت تھا۔

محدثین فرماتے ہیں: مقیس بن صبابہ اپنے بنو سہم والے ماموؤں کے ساتھ تھا۔ اس کی ماں سہمیہ تھی۔ اس نے فتح مکہ کے دن صبح کے وقت اپنے دوستوں کے لیے شراب تیار کی۔ پھر وہ نمیلہ بن عبداللہ لیثی کے پاس آیا۔ وہ اس کے مکان کو جانتا تھا۔ اس نے اسے دعوت دی اور وہ اس کی طرف آیا۔

اس نے اسے تلوار ماری اور ٹھنڈا کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ صفا و مروہ کے درمیان اشعار کہتا ہوا نکلا۔ اسے مسلمانوں نے دیکھ لیا۔ انہوں نے اسے تلواروں سے لیا اور قتل کر دیا۔

اس کا جرم یہ تھا کہ اس کا بھائی ہاشم بن صبابہ مسلمان ہو گیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ مریسیع میں شریک بھی ہوئے۔ اسے بنو عمرو بن عوف کے کسی شخص نے غلطی سے قتل کر دیا تھا اور اسے علم نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مشرکین میں سے

ہے۔ پھر مقیس بن صبابہ آیا تو آپ نے بنو عمرو بن عوف پر اس کے لیے دیت کا فیصلہ کیا۔ اس نے اسے لے لیا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے بھائی کے قاتل کو بھی قتل کر دیا اور مرتد کافر ہو کر بھاگ گیا۔ وہ شعر کہتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ اسے اوس بن ثابت نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی جماعت میں سے قتل کیا تھا اور اسے علم نہیں تھا۔ اس لیے کہ وہ دشمن کے لشکر میں تھا۔ وہ ان کی تلاش میں نکلا، پھر لوٹ گیا۔ اوس رضی اللہ عنہ اسے ملے اور سمجھا کہ وہ بھی مشرک ہے۔ پھر اسے قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی جماعت پر اس کی دیت کا فیصلہ فرمایا۔

یہ قول ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح قرار دیا۔

حضرت ابی بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مقیس بن صبابہ قریش کی طرف مکہ لوٹ گیا تو انہوں نے پوچھا: تجھے ہماری طرف کون واپس لایا۔ حالانکہ تو محمد کی اتباع کر چکا تھا۔ کہتے ہیں: وہ دونوں بتوں کے پاس گیا اور اپنا حلق کروایا اور کہا: میں نے اس دین کو تمہارے دین سے بہتر نہیں پایا اور نہ ہی مقدم۔ پھر اس نے انہیں خبر دی کہ اس نے کیا کیا اور اپنے بھائی کے قاتل کو کیسے موت کے گھاٹ اتارا۔

حضرت ابو حصین ھذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب وہ لوگ قتل ہو گئے جن کے قتل کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا تو آپ نے مکہ میں ان پر نوحہ سنا۔ ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کی قوم میں بقیہ لوگ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد قریش کو کبھی باندھ کر قتل نہ کیا جائے گا، یعنی کفر پر۔

حضرت حارث بن برصاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آج کے بعد قیامت کے دن تک قریش سے جنگ نہ ہو گی یعنی کفر پر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ وحشی کے قتل کا بھی حکم دیا تھا۔ مسلمانوں کو اس دن سب سے زیادہ حرص وحشی کے قتل کی تھی۔ وحشی طائف کی طرف بھاگ گیا تھا۔ وہ وہیں ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ طائف کے وفد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وحشی؟ عرض کیا: جی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھو۔ مجھے بتاؤ تم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو کیسے قتل کیا۔ اس نے قصہ کہہ ڈالا۔ آپ نے فرمایا: اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لو۔ فرماتے ہیں: جب بھی میں آپ کو دیکھتا تو چھپ جاتا۔ پھر لوگ مسیلمہ کذاب کی طرف نکلے۔ میں مسیلمہ کی طرف گیا۔ میں نے برچھی سے اسے مارا۔ اسی طرح ایک انصاری نے بھی اسے مارا۔ سو پروردگار ہی جانتا ہے ہم میں سے جس نے اسے قتل کیا۔

حضرت عبداللہ بن ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے سال کسی کو بھیجا اور عبداللہ بن ابی ربیعہ سے ۴۰ ہزار درہم ادھار لیے۔ پھر اسے ادا کر دیے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوازن کی فتوحات ہوئیں اور ان کے اموال بطور غنیمت آپ کو حاصل ہوئے تو آپ نے انہیں واپس کر دیے اور فرمایا: ادھار کا بدلہ تعریف اور ادائیگی ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ

تعالیٰ تمہارے اموال اور اولاد میں برکت دے۔

بے مثال سخاوت

حضرت ابوحصین ھذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے قریش کے تین آدمیوں سے قرض لیا: صفوان بن امیہ سے ۵۰ ہزار درہم، جو انہوں نے دیے۔ عبداللہ بن ابوامیہ سے ۴۰ ہزار درہم اور حویطب بن عبدالعزیٰ سے بھی ۴۰ ہزار درہم قرض لیا۔ کل ایک لاکھ ۳۰ ہزار درہم ہو گئے۔ پھر آپ نے اسے اپنے غریب صحابہ کے درمیان تقسیم کر دیا۔

فرماتے ہیں: مجھ سے بنو کنانہ کے ایک شخص نے فرمایا: وہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ان میں دراہم تقسیم کیے۔ ہر شخص کے حصے میں ۵۰ درہم آئے یا کم وبیش۔ اسی مال سے آپ نے بنو جزیمہ کی طرف لشکر بھیجا۔

شراب کی حرمت

حضرت عبدالمطلب بن ابووداعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سخت گرم دن میں بیت اللہ کا طواف کیا، آپ کو شدید پیاس لگی، آپ نے پانی مانگا۔ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس اس کشمش کا مشروب ہے، کیا میں آپ کو اس سے نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ اس شخص نے اپنے گھر کسی کو بھیجا۔ وہ ایک بڑا پیالہ لے کر آیا۔ آپ نے اسے اپنے منہ کے قریب کیا تو اس میں سخت بو پائی۔ آپ کو اچھی نہ لگی۔ آپ نے واپس کر دیا۔ پھر آپ نے پانی منگوایا، پھر وہ مشرب منگوایا۔ ماء زمزم خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ نے زمزم اس مشروب پر ڈالا۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ پانی اس کے اطراف سے بہنے لگا۔ آپ نے اسے اپنی ضرورت کی بقدر پیا۔ پھر اسے اپنی دائیں جانب والوں کو پکڑا دیا اور فرمایا: جسے اپنے مشروب کے بارے میں شک ہو جائے تو وہ اسے پانی کے ساتھ توڑ دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ایک ثقفی دوست نے آپ کو شراب کا مشکیزہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اس شخص نے اپنے غلام سے کہا: اسے حزورہ کی جانب لے جاؤ اور اسے بیچ آؤ۔ آپ نے پوچھا: تم نے اسے کیا حکم دیا؟ عرض کیا: اسے بیچنے کا۔ فرمایا: جس چیز کا پینا اللہ نے حرام قرار دیا اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ پھر اسے بطحاء میں بہا دیا گیا۔

حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن شراب، خنزیر، مردار اور بتوں کی قیمت سے منع کیا اور کاہن کے نذرانے سے منع فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے فتح مکہ کے دن پوچھا گیا: آپ کیا فرماتے ہیں، کیا مردار کی چربی سے مشکیزوں کو تیل لگایا جا سکتا ہے؟ فرمایا: اللہ یہودیوں کو ہلاک کرے۔ ان پر چربی کو حرام کیا گیا، مگر انہوں نے اسے

بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھا گئے۔

حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے اس دن شراب کی قیمت کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ یہودیوں کو ہلاک کرے۔ ان پر چربی حرام کی گئی۔ پھر انہوں نے اسے بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔

حضرت ربیع بن سبرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن عورتوں سے نکاحِ متعہ کرنے سے منع فرما دیا۔

حضور علیہ السلام کی مکہ سے محبت

حضرت ابو عمرو بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے فتح مکہ کے دن مقامِ حزورہ میں رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہترین زمین ہے اور اللہ کی ساری زمین میں میرے نزدیک سب سے محبوب ہے۔ اگر مجھے تجھ سے نہ نکالا گیا ہوتا تو میں کبھی بھی نہ نکلتا۔

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ بھی نبی ﷺ سے اسی طرح نقل فرماتے ہیں کہ اگر تیرے اہل نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی نہ نکلتا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنو عبدالدار کا ایک غلام تھا، جس کا نام جبر تھا اور وہ یہودی تھا۔ اس نے ہجرت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو سورہ یوسف پڑھتے ہوئے سنا۔ وہ سب جان گیا جو اس میں ذکر کیا گیا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔

پھر جب عبداللہ بن سعد بن ابو سرح اسلام سے مرتد ہو کر مکہ واپس گیا تو اس نے اس کے مالکوں کو اس کے اسلام کے بارے میں بتلا دیا۔ غلام اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے مالکوں سے اپنا اسلام چھپایا کرتا تھا۔ پھر انہوں نے اسے سخت تکالیف دیں حتی کہ اس نے انہیں وہی کہہ دیا جو وہ چاہتے تھے۔

پھر جب مکہ فتح ہوا تو وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ سے شکایت کی اور آپ کو وہ سب قصہ بتلایا جو عبداللہ بن سعد کی وجہ سے ان کو پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کی قیمت دے دی۔

اس نے خود کو خریدا اور آزاد ہو گیا اور مستغنی ہو گیا اور ایک اونچی شان والی عورت سے شادی کی۔

مکہ کی فضیلت

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص فتح مکہ والے دن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے آپ پر مکہ فتح کر دیا تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اس نے تین بار اپنی وہی بات دہرائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں

میری جان ہے۔ یہاں نماز پڑھنا باقی شہروں کی بنسبت ایک ہزار گنا زیادہ افضل ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے خود پر لازم کیا تھا کہ اگر اللہ نے آپ پر مکہ فتح کر دیا تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس پر قادر نہیں ہو گی۔ تمہارے اور اس کے درمیان روم والے حائل ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا: میں ایک پہرہ دار لے جاؤں گی جو آگے پیچھے سے میرا پہرہ دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس پر قادر نہیں ہو۔ البتہ تم تیل بھیج دو، جس سے تمہارے لیے وہاں چراغ جلایا جائے۔ یہ ایسا ہی ہے گویا تم وہاں خود پہنچ گئی ہو۔

چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہر سال بیت المقدس کچھ مال بھیجتی تھیں، جس سے تیل خریدا جاتا اور اس کے ذریعے بیت المقدس میں چراغ جلایا جاتا، حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اس کی وصیت بھی کی تھی۔

حضرت حارث بن عبدالرحمن بن عوف اور ابراہیم بن عبداللہ بن عبداللہ بن محرز رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ اس میں ایک جماعت تھی جن میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس مجلس پر سے قریش کی عورتوں کا گزر ہوا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے لیے قریش کی عورتوں کا جس قدر حسن و جمال بیان کیا جاتا تھا، ہم نے انہیں ویسے نہیں دیکھا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ غصہ ہو گئے۔ قریب تھا کہ وہ سعد پر واقع ہو جاتے اور ان سے جھگڑتے۔ سعد وہاں سے بھاگ اٹھے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! معلوم ہے عبدالرحمن نے میرے ساتھ کیا کیا؟ پوچھا: کیا ہوا؟ پھر انہوں نے سارا قصہ کہہ ڈالا۔ نبی کریم ﷺ کو بھی غصہ آ گیا اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: تم نے انہیں دیکھا جبکہ انہیں ان کے آباء، ان کے بیٹوں، ان کے بھائیوں اور ان کے خاوندوں کے بارے میں مصائب اور تکالیف پہنچیں۔ سب سے بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سواری کرتی ہیں قریش کی عورتیں ہیں۔ جو اپنی اولاد پر بے حد مہربان اور اپنی مقدور بھر خاوندوں پر خرچ کرنے والی ہیں۔

حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ میں آپ کی گہری سفید رنگت اور گہرے سیاہ بالوں کو نہیں بھولتا۔

بعض لوگ قد میں آپ سے بھی لمبے تھے اور بعض آپ سے قد میں چھوٹے تھے۔

آپ چلتے تو وہ آپ کے اردگرد چلتے۔ میں نے اپنی والدہ سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول۔ پوچھا گیا: آپ کا لباس کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔

حضرت ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم فتح مکہ کے چند دن بعد مکہ آئے۔ ہم ڈرتے ڈرتے دیکھتے ہوئے آ رہے تھے۔ میں اپنے والد کے ساتھ تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو اسی وقت پہچان گیا اور مجھے اپنا وہ وقت یاد آ گیا جب میں نے آپ کو ذوالمجاز میں دیکھا تھا۔ اس دن ابولہب آپ کے پیچھے تھا۔ آپ ﷺ فرما رہے

تھے: اسلام میں کوئی حلف نہیں اور جاہلیت کے حلف کو اسلام مزید پکا ہی کرے گا۔

جمالِ پیغمبر ﷺ

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کے دانت رسول اللہ ﷺ کے دانتوں سے زیادہ خوبصورت ہوں اور جب میں نے آپ ﷺ کے بطن مبارک کو دیکھا تو یوں لگا گویا سفید کاغذ ایک دوسرے پر لپٹے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کے پیٹ کی سلوٹوں کو مراد لے رہی تھی۔

میں نے آپ کو مکہ میں داخل ہوتے دیکھا، آپ نے اس موقع پر سر کے بالوں کی چار مینڈھاں باندھ رکھی تھیں۔

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ذوالحلیفہ میں نبی کریم ﷺ کے بالوں کی چار مینڈھیاں بنا دیں جنہیں آپ نے نہیں کھولا حتی کہ مکہ فتح ہو گیا۔

آپ حنین کی طرف جانے سے پہلے مکہ میں ہی ٹھہرے رہے۔ پھر انہیں کھولا اور اپنا سر مبارک بیری کے پانی سے دھویا۔

حضرت ابو حصین ھذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنی باندی کے ہاتھ دو بھنے ہوئے بکرے بھیجے۔ آپ اس وقت مقام ابطح میں تھے۔ لونڈی رسول اللہ ﷺ کے خیمے تک پہنچی۔ آپ کو سلام کیا اور اجازت چاہی۔ آپ نے اسے اجازت دے دی۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اپنی ازواجِ مطہرات حضرت ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھے تھے۔ بنو عبدالمطلب کی چند عورتیں بھی وہاں موجود تھیں۔ اس لونڈی نے کہا: میری مالکن نے آپ کی طرف یہ ہدیہ بھیجا ہے اور وہ آپ سے بیان کر رہی ہیں کہ ہماری بکریاں اب کم بچے دینے لگی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری بکریوں میں برکت دے اور انہیں زیادہ کر دے۔ وہ لونڈی ہند کی طرف لوٹ گئی اور انہیں آپ ﷺ کی دعا کا بتلایا۔ وہ اس وجہ سے خوش ہو گئیں۔

وہ لونڈی بتلاتی ہیں: ہم نے اپنی بکریوں کی کثرت اور مادہ بکریوں کی افزائش اس قدر دیکھی کہ ہم نے نہ اس سے پہلے کبھی دیکھی اور نہ اس کے قریب قریب۔ ہند کہنے لگی: یہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی۔ پھر فرمایا: ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دھوپ میں کھڑی ہوں اور سایہ میرے قریب ہے۔ میں اس کی طرف جا نہیں پا رہی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ہمارے قریب ہوئے تو میں نے دیکھا گویا میں سائے میں آ گئی ہوں۔

رشتہ داروں سے صلہ رحمی

حضرت ابو حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنو سعد بن بکر کی عورتوں میں سے کوئی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ خالہ تھیں یا پھوپھی۔ وہ ایک مشکیزہ گھی کا بھرا ہوا اور ایک تھیلہ پنیر کا لے کر آئیں۔ آپ مقام ابطح میں تھے۔ جب وہ اندر آئی تو آپ کو

نسب بیان گیا۔ آپ انہیں پہچان گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ مسلمان ہو گئیں اور آپ کی تصدیق کر دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہدیہ قبول کرنے کا حکم دیا۔ آپ ان کے بارے میں حلیمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کرتے۔ انہوں نے بتلایا کہ ایک عرصہ ہوا وہ فوت ہو گئیں۔

رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر آپ نے پوچھا: ان میں سے کون باقی ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے بھائی بہنیں اور وہ اللہ کی قسم! آپ کے حسن سلوک اور صلہ رحمی کے محتاج ہیں۔ ان کا ایک ٹھکانہ ہے۔ چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ کے گھر والے کہاں رہتے ہیں؟ اس نے بتایا کہ ذنب اوطاس میں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں کپڑے دیے جائیں۔ آپ نے انہیں سواری والا اونٹ دیا اور دو سو درہم دیے۔ وہ چلی گئیں۔ وہ کہہ رہی تھیں۔ اللہ کی قسم! بچپن میں آپ کی بہترین کفالت کی گئی اور آپ بڑے ہو کر بہت اچھے مرد بنے اور برکت والے ہوئے۔

بت شکن پیغمبر ﷺ

حضرت سعید بن عمرو ھذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا تو چند جماعتوں کو روانہ فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کی طرف بھیجا اور عمرو بن حممہ کے بت ذی الکفین کی طرف حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے اسے آگ سے جلا دیا اور فرمایا:

> اے ذوالکفین! ہمارے میلاد تیری عبادت نہیں ہے اور میں تیرے میلاد سے آیا ہوں اور میں نے تمہارے دل میں آگ بھڑکا دی۔

اسی طرح حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو مقام مشلل میں مناۃ بت کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اسے گرا دیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ہذیل کے بت صواع کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اسے بھی گرا دیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہاں مجاور تھا۔ اس نے کہا: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: سواع کو گرانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: تجھے اس سے کیا غرض؟ میں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ اس نے کہا: تم اس کے گرانے پر قادر نہیں ہو گے۔ میں نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا: وہ روک دے گا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ابھی تک تم باطل پر ہو۔ تمہارا ستیاناس، کیا وہ سنتے یا دیکھتے ہیں؟

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں اس کے قریب گیا اور اسے توڑ دیا میں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ انہوں نے اس کے خزانے والے کمرے کو بھی گرا دیا۔ مگر اس میں کچھ نہیں ملا۔ پھر انہوں نے سادن سے کہا: اب تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میں اللہ کے تابع فرماں ہوا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے منادی نے مکہ میں اعلان کیا: جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول پر بھی ایمان لاتا ہے تو وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ چھوڑے، بلکہ اسے توڑ ڈالے۔

چنانچہ مسلمان ان بتوں کو توڑنے لگے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل جب مسلمان ہو گئے تو وہ قریش کے جس گھر میں بھی بت کا سنتے تو وہاں جاتے اور اسے توڑ دیتے۔

ابوتجراۃ زمانہ جاہلیت میں بت بناتے اور اسے بیچتے۔

حضرت سعد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے اسے بت بناتے اور بیچتے دیکھا ہے۔ اور مکہ میں قریش کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کے گھر میں بت نہ ہو۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے تو وہ ہرگز اپنے گھر میں کوئی بت نہ چھوڑے بلکہ اسے توڑ ڈالو یا جلا دو۔ مگر اس کی قیمت حرام ہے۔

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس سے قبل دیکھتا تھا کہ ان بتوں کا مکہ میں طواف کیا جاتا تھا۔ دیہاتیوں نے ان سے (وہ بت) خرید لیے اور اور انہیں لے کر اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔

قریش کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کے گھر میں بت نہ ہو۔ وہ جب بھی اندر آتا تو اسے چھوتا اور جب نکلتا تو اسے چھوتا اور ایسا برکت حاصل کرنے کے لیے کرتا۔

حضرت عبدالمجید بن سھیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں تو وہ اپنے گھر میں موجود بت کو پاؤں سے ٹھوکریں مارتیں اور کہتیں: ہم تمہارے بارے میں دھوکے میں پڑے ہوئے تھے۔

حضرت عبیداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں پندرہ دن قیام کیا اور دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔

حضرت عراک بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۲۰ راتیں ٹھہرے رہے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

عزیٰ کے گرانے کا واقعہ

حضرت سعید بن عمرو ھذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن مکہ تشریف لائے اور ابھی رمضان کی دس راتیں باقی تھیں۔ آپ نے ہر جانب جماعتوں کو روانہ فرمایا۔ آپ نے حکم فرمایا کہ ان تمام لوگوں پر حملہ کر دیں جو اسلام پر نہ ہوں۔

چنانچہ ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ دو سو کا لشکر لے کر یلملم کی جانب نکلے۔ خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ تین سو کا لشکر لے کر عرنہ کی طرف گئے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزی بت کی طرف اسے گرانے کے لیے بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تین سو شہسواروں کو اپنے ساتھ لے کر نکلے حتی کہ وہاں پہنچ گئے اور اسے گرا دیا۔ پھر نبی ﷺ کی طرف لوٹ آئے۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے اسے گرا دیا؟ عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے کوئی چیز دیکھی؟ عرض کیا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم نے اسے نہیں گرایا۔ دوبارہ جاؤ اور اسے گرا کر آؤ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ لوٹ گئے اور وہ سخت غصے میں تھے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو اپنی تلوار ننگی کر لی۔ اس سے ایک سیاہ رنگت والی ننگی عورت نکلی، جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ مجاور اس کی وجہ سے چیخنے لگا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی کمر میں ایک کپکپاہٹ محسوس کی اور وہ بلند آواز سے کہنے لگا:

''اے عزی! خوب مضبوط ہو جا، تم خالد پر مجھے نہیں جھٹلاؤ گی۔ تو دوپٹہ اوڑھ لے اور چھپ جا۔ اے عزیٰ! اگر تم خالد جیسے مرد کو قتل نہیں کیا۔ تو پھر جلدی سے گناہ کے ساتھ لوٹ جا یا مدد طلب کر۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ تلوار لے کر سامنے آئے اور فرمایا:

''اے عزیٰ! میں تیرا انکار کرتا ہوں، تیری پاکی بیان نہیں کرتا۔ میں نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ نے تیری توہین کر دی ہے۔''

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار ماری اور دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر وہ آپ ﷺ کی طرف واپس تشریف لے آئے اور آپ کو بتلایا۔ آپ نے فرمایا: ہاں، وہ عزیٰ تھی۔ اب وہ مایوس ہو چکی ہے کہ تمہارے شہروں میں کبھی اس کی عبادت نہ ہو گی۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں عزت دی اور ہمیں ہلاک ہونے سے بچا لیا۔ میں نے اپنے والد کو دیکھا تھا۔ وہ اپنی قربانی کے سو اونٹ اور بکریاں لے کر آئے اور انہیں عزیٰ کے لیے ذبح کر دیتے تھے۔ وہ اس کے پاس تین دن ٹھہرتے، پھر ہماری طرف خوش ہو کر لوٹتے۔ پھر میں نے اسے دیکھا جس پر میرے والد کا انتقال ہو۔ اور یہ اس شخص کی رائے ہے جو صاحب فضل ہو کر جیا۔

وہ کیسے دھوکے میں پڑ گیا حتی کہ ایک پتھر کے لیے ذبح کرنے لگا، جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ ہی نفع نقصان پہنچا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ امر اللہ کے سپرد ہے۔ جسے وہ ہدایت کی توفیق دیتا ہے تو وہ اس کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔ اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے تو وہ اس میں پڑ جاتا ہے۔

عزیٰ بت گرائے جانے کی تاریخ ۲۵ رمضان ۸ ہجری ہے۔

اس کا مجاور، بنو سلیم کا ایک شخص افلح بن نضر شیبانی تھا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو وہ اس کے پاس آیا اور وہ غمزدہ تھا۔ ابولہب نے اسے کہا: کیا ہوا، میں تجھے غمگین دیکھ رہا ہوں؟ کہنے لگا: مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد عزی ضائع ہو جائے گا۔ ابو لہب نے اسے کہا: تم غم نہ کرو۔ میں تمہارے بعد اس کا خیال رکھوں گا۔ چنانچہ وہ ہر ملاقاتی سے کہا کرتا تھا۔ اگر عزی غالب ہوا تو میرا اس کے ہاں ایک احسان ہو گا، کیوں کہ میں اس کی حفاظت کر رہا ہوں اور اگر محمد عزی پر غالب ہو گیا اور میں اسے غالب ہوتے نہیں دیکھتا تو وہ میرا بھتیجا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ''ابولہب کے ہاتھ ہلاک ہو جائیں۔'' ایک قول یہ ہے

کہ یہ لات کے بارے میں ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر شہید ہونے والے مسلمان اور ہلاک ہونے والے مشرکین

دو آدمی راستہ بھول گئے: کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ اور بنو کعب کے خالد اشعر رضی اللہ عنہ۔ اور مشرکوں میں سے باندھ کر تلوار سے قتل ہونے والا ابن خطل ہے۔ اسے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اسی طرح حویرث بن نقید ہے۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور مقیس بن صبابہ ہے۔ اسے نمیلہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ مقامِ خندمہ میں مشرکین میں سے چوبیس آدمی قتل ہوئے۔

غزوۂ بنو جذیمہ

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عزی بت کو گرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس آئے اور آپ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو آپ نے انہیں بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے بھیجا، قتال کے لیے حکم نہیں فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمان مہاجرین، انصار اور بنو سلیم کے ساتھ نکلے۔ اس لشکر میں ۳۵۰ افراد تھے۔

وہ زیریں مکہ میں ان کے پاس پہنچ گئے۔ بنو جذیمہ سے کہا گیا: یہ خالد بن ولید اپنے ساتھ مسلمانوں کو لیے آرہا ہے۔ انہوں نے کہا: ہم مسلمان لوگ ہیں، ہم نماز ادا کرتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم مساجد بناتے ہیں اور ان میں اذان دیتے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو فرمایا: اسلام۔ وہ کہنے لگے: ہم مسلمان لوگ ہیں۔ پوچھا: پھر تم نے اسلحہ کیوں رکھا ہے۔ وہ کہنے لگے: ہمارے اور ایک عرب قوم کے درمیان دشمنی ہے۔ ہم ڈر گئے کہ کہیں تم وہی ہو۔ پھر ہم نے اسلحہ اٹھالیا تاکہ ہم دین اسلام کے مخالفین سے اپنا دفاع کرسکیں۔

کہتے ہیں: پھر انہوں نے اسلحہ رکھ دیا۔ ان کے جحدم نامی ایک شخص نے ان سے کہا: اے بنو جذیمہ! وہ اللہ کی قسم! خالد ہے۔ محمد کسی سے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرتے کہ وہ اسلام کا اقرار کردے اور ہم اسلام کا اقرار کرتے ہیں، اور یہ خالد ہے یہ ہم سے وہ نہیں چاہتا جو مسلمانوں سے چاہا گیا۔ اور وہ ابھی تو اسلحے کے ساتھ صرف قیدی بنانے پر قادر ہے۔ پھر قید ہونے کے بعد تلوار ہوگی۔ ان سب نے کہا: خدا سے ڈر! ہمیں بدبختی میں مبتلا نہ کر۔ اس نے اپنی تلوار رکھنے سے انکار کردیا۔ مگر جب سب نے مجبور کیا تو اس نے بھی تلوار رکھ دی۔

ان سب نے کہا: ہم بھی مسلمان ہیں اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرلیا۔ اب ہمیں خالد رضی اللہ عنہ سے کوئی ڈر نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا: بہر حال، اللہ کی قسم! وہ تمہیں پرانی نفرت کی وجہ سے پکڑے گا جسے تم جانتے ہو۔ مگر لوگوں نے پھر بھی اسلحہ رکھ دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا: خود کو ہمارے حوالے کردو۔ جحدم کہنے لگا: اے میری قوم! ایک مسلمان قوم کو قیدی بنانے سے اس کا کیا مقصد۔ اس کا وہی مقصد ہے جو وہ ارادہ لے کر آیا ہے۔ مگر تم نے میری بات نہیں مانی اور میری نافرمانی کی۔ اللہ کی قسم! اب تلوار ہی تمہارا مقدر ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کو قیدی بنا دیا گیا اور بعضوں کے تو ہاتھوں کو پیچھے باندھ دیا گیا۔ پھر جب ان کے ہاتھ بندھ گئے تو انہوں نے ہر مسلمان کو ایک دو آدمی دے دیے۔ انہوں نے بندھے ہوئے کی حالت میں رات گزاری۔ پھر جب نماز کا وقت ہوتا تو وہ مسلمانوں سے اجازت لے کر نماز پڑھتے، پھر باندھ دیے جاتے۔

ایک بار سحری کے وقت مسلمانوں کا آپس میں اختلاف ہوگیا۔ کوئی کہنے لگا: ہم انہیں قیدی بنا کر کیا کریں گے۔ ہم انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جائیں گے۔ کسی نے کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سنتے ہیں یا اطاعت کرتے ہیں اور ہم انہیں آزمائیں گے اور ان کی جانچ کریں گے۔ لوگوں کی ابھی یہ دو رائیں تھیں۔ جب سحری کا وقت ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ندا لگائی کہ جس کے پاس جو بھی قیدی ہو وہ اسے فوراً ہلاک کر دے۔ یعنی تلوار سے قتل کر دے۔

چنانچہ بنو سلیم نے اپنے پاس موجود تمام قیدیوں کو قتل کر دیا۔ جبکہ مہاجرین اور انصار نے اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

حضرت ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ میرے ہاتھ میں ایک قیدی تھا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور کہا: جہاں چاہو چلے جاؤ۔ انصار کے لوگوں کے پاس بھی قیدی تھے۔ انہوں نے بھی ان کو چھوڑ دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اپنا قیدی چھوڑ دیا۔ مجھے یہ بھی پسند نہیں تھا کہ میں اسے قتل کروں اور میرے لیے وہ سب ہو جائے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔ میرے ساتھ میری قوم کے انصاری لوگوں نے بھی اپنے قیدی چھوڑ دیے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ندا لگائی کہ جس کے پاس جو قیدی ہو وہ اسے ہلاک کر دے تو میں نے اسی وقت اپنے قیدی کو چھوڑ دیا۔

حضرت ضمرہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو بشیر مازنی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: میرے ساتھ ان کا ایک قیدی تھا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی کہ جس کے پاس جو قیدی ہو وہ اسے قتل کر دے تو میں نے اپنی تلوار نکالی تاکہ اس کی گردن اڑا دوں۔ مجھے اس قیدی نے کہا: اے انصاری! یہ چیز تم سے فوت نہ ہو جائے۔ اپنی قوم کی طرف دیکھو۔ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا تو انصار کے سبھی لوگوں نے اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا۔ میں نے کہا: جاؤ جہاں چاہتے ہو۔ اس نے کہا: اللہ تمہیں برکت دے۔ لیکن جو ہمارے تم سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے۔ انہوں نے ہمیں قتل کر دیا۔ یعنی بنو سلیم۔

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کو قتل کرنے کا اعلان کیا تو بنو سلیم نے اپنے قیدیوں کو قتل کر دیا۔ باقی مہاجرین اور انصار نے انہیں چھوڑ دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ انصار میں سے انہیں چھوڑنے والوں پر غصہ ہوئے۔ اس دن ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ان سے بات کی اور فرمایا: اے خالد! اللہ سے ڈرو۔ ہم ایسے نہیں کہ مسلمانوں کو ہی قتل کرنے لگیں۔ انہوں نے پوچھا: تمہیں کیا معلوم؟ انہوں نے فرمایا: ہم نے انہیں اسلام کا اقرار کرتے سنا اور یہ ان کے محلوں

میں مساجد بنی ہوئی ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم بھی لشکر میں تھے۔ بنوجذیمہ کے ہاتھ باندھ دیے گئے۔ ان میں سے بعض کے ہاتھ کندھوں پر باندھنے کا حکم دے دیا۔ ایک قیدی نے پوچھا: او جوان! میں نے کہا: ہاں کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ میری اس رسی کو پکڑو اور مجھے عورتوں کی طرف لے جاؤ، پھر واپس لے آنا اور میرے ساتھ وہی کرنا جو میرے ساتھیوں کے ساتھ کیا گیا۔ انہوں نے کہا: تم نے تو بہت تھوڑا سا مطالبہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: پھر میں نے اس کی رسی پکڑی اور اسے عورتوں کی طرف لے گیا۔ اس نے ان میں سے ایک عورت سے بات کی جو وہ چاہتا تھا۔ فرماتے ہیں: پھر میں اسے لے کر لوٹ آیا اور قیدیوں میں ڈال دیا۔ ان میں سے کوئی اٹھا اور اس کی گردن اتار دی۔

ایک روایت میں ہے کہ بنوجذیمہ کے ایک جوان کو شام کے وقت لشکر نے پکڑ لیا۔ اس نے قوم میں ندا لگائی تو وہ اس سے رک گئے۔ بنوسلیم اس کی تلاش میں تھے۔ وہ جنگوں میں اس پر سخت ناراض تھے جو برزہ وغیرہ میں ان کے درمیان ہوئی تھیں۔ بنو جذیمہ نے برزہ میں ان کے لوگ قتل کیے تھے۔ وہ مقتولین کا قصاص لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس پر بہادری دکھائی۔ جب اس نے جان لیا کہ یہ لوگ اسے قتل کر کے رہیں گے تو اس نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ پھر دوبارہ حملہ کیا تو دوسرا آدمی قتل کر دیا۔ پھر اچانک اندھیری آ گئی اور ان کے درمیان حائل ہو گئی۔ نوجوان کو بھاگنے کا راستہ مل گیا۔ حتی کہ جب صبح ہوئی تو وہ آیا اور اس نے قوم کے دو آدمیوں کو قتل کیا ہوا تھا۔ عورتیں اور بچے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ اس نے امان طلب کر لی اور اپنا گھوڑا پیش کر دیا۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ کہنے لگے: یہ وہی ہے جس نے کل گزشتہ یہ سب کیا۔ وہ دن بھر اس سے جھگڑتے رہے۔ پھر اس نے انہیں عاجز کر دیا اور ان پر دوبارہ یہ پیش کش کی کہ

کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس شرط پر اتر آؤں کہ تم مجھے اس بات پر عہد و پیماں دو کہ تم میرے لیے وہی کرو گے جو تم عورتوں کے ساتھ کرو گے۔ اگر تم نے ان سے حیا کی تو میں بھی حیا کروں گا اور اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو میں بھی قتل کروں گا۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ وہ اللہ کے عہد و میثاق پر اتر آیا۔ جب وہ اتر آیا تو بنوسلیم کہنے لگے: یہ وہی ہے جس نے کل گزشتہ قتل کیے۔ انہوں نے کہا: اسے قیدی مردوں کی طرف لے جاؤ۔ اگر خالد رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا تو وہ امام ہیں اور ہم ان کی اتباع کریں گے اور اگر انہوں نے معاف کر دیا تو وہ بھی ان جیسا ہے۔ بعض نے کہا: ہم نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ ہو گا اور تم جانتے ہو کہ خالد رضی اللہ عنہ عورتوں کو قتل نہیں کریں گے۔ یا انہیں تقسیم کر دیں گے یا ان سے درگزر کر دیں گے۔ اس جوان نے کہا: جب تم مجھ سے وہ کرنا چاہو جو تم چاہتے ہو تو مجھے وہاں عورتوں کے پاس لے جانا۔ پھر جو تمہارا جی چاہے میرے ساتھ کر لینا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کے ہاتھ بھی کندھے پر باندھ دیے گئے تھے۔ وہ ان میں سے ایک عورت کے پاس کھڑا ہوا اور زمین کی طرف جھک گیا پھر کہنے لگا: تم مسلمان ہو جانا۔ زندگی گزارنے کے لیے گزر اوقات ضروری ہے۔ میرا کوئی گناہ نہیں ہے۔

حضرت حنظلہ بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب اس کی گردن کٹ گئی تو ایک عورت آئی، پھر اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیا۔ پھر اس کے ہونٹ منہ میں لے لیے۔ وہ مسلسل اسے چومتی رہی حتی کہ فوت ہوگئی۔

حضرت ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کارگزاری پر عیب لگایا اور کہا: اے خالد! تم نے بھی جاہلیت کے امر کو اختیار کیا اور انہیں اپنے بے وقوف چچا کے بدلے میں قتل کر دیا۔ اللہ تجھے ہلاک کرے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی خالد کے بارے میں ان کی اعانت کی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے انہیں تمہارے والد کے قتل کے بدلے میں پکڑا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میں نے اپنے والد کے قاتل کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا تھا اور میں نے اس کے قتل پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو گواہ بھی بنایا۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے والد کے قاتل کو قتل کیا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ جانتا ہوں۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خالد! تمہارا برا ہو۔ اگر میں نے اپنے والد کے قاتل کو قتل نہ بھی کیا ہوتا تو کیا تم میرے والد کے بدلے میں جو جاہلیت میں مرا ایک مسلمان قوم کا قتل کر دو گے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ مسلمان تھے؟ انہوں نے فرمایا: تمام لشکر والوں نے بتلایا کہ آپ نے انہیں اس حالت میں پایا کہ انہوں نے مساجد بنا رکھی تھیں اور اسلام کا اقرار بھی کیا تھا۔ پھر بھی تم نے انہیں تلوار پر مجبور کیا۔ کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تھے کہ میں ان پر اچانک حملہ کر دوں۔ میں نے آپ کے حکم کی وجہ سے حملہ کیا۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جھوٹ بول دیا اور حضرت عبدالرحمن سخت ناراض ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے اعراض کیا اور ان پر ناراض ہوئے۔ آپ کو وہ سب بھی معلوم ہوگیا جو انہوں نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔ آپ نے فرمایا: اے خالد! میرے صحابہ کو میرے لیے چھوڑ دو، جب تک لوگوں کے ناک خاک آلود ہوتے رہیں۔ اگر کوئی شخص سونے کا ایک ایک قیراط راہِ خدا میں خرچ بھی کرتا رہے تب بھی وہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صبح و شام نکلنے کا اجر نہیں پا سکتا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: اے خالد! تیرا ناس ہو۔ تم نے بنو جذیمہ سے ایک جاہلیت والے معاملے کا بدلہ لیا۔ کیا اسلام زمانہ جاہلیت کے تمام گناہوں کو مٹا نہیں دیتا۔ انہوں نے کہا: اے ابو حفص! اللہ کی قسم! میں نے انہیں حق کی وجہ سے پکڑا ہے۔ میں نے تو ایک مشرک قوم پر حملہ کیا تھا تو میرے لیے کوئی چارہ نہ رہا۔ میں نے ان سب کو قیدی بنا لیا۔ پھر میں نے انہیں تلوار پر مجبور کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آدمی! کیا تم عبداللہ بن عمر کو جانتے ہو؟ کہا: ہاں میں انہیں جانتا ہوں، اللہ کی قسم! وہ نیک آدمی ہیں۔ فرمایا: انہوں نے تو مجھے کوئی اور خبر دی جو تم نے نہیں دی اور وہ تمہارے ساتھ اسی لشکر میں تھے۔ اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ سے توبہ استغفار کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں

تسلی دی اور فرمایا: بے وقوف! میں نے رسول اللہ ﷺ کو تمہارے لیے استغفار کرتے دیکھا ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کے ساتھ تھے، فرماتے ہیں: جب حضرت خالد نے سحری کے وقت اعلان کیا کہ جس کے پاس کوئی قیدی ہو تو وہ اسے قتل کر دے۔ میں نے اپنے قیدی کو چھوڑ دیا اور خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ سے ڈرو۔ تم نے مرنا بھی ہے اور یہ مسلمان لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا: اے ابوقتادہ! تمہیں ان کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خالد نے مجھ سے ان کے بارے میں بات کی اور ان کے دل میں جو غصہ تھا اسے بیان کیا۔ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا جو خالد رضی اللہ عنہ نے کیا تھا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتی کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی گئی اور آپ فرما رہے تھے: اے اللہ! میں تیری طرف اس کام سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو خالد نے کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے انہیں ڈانٹا۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن اور خالد رضی اللہ عنہما کے درمیان گفتگو ہوئی۔ حضرت عبدالرحمن ان سے ناراض ہو گئے۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آئے اور معذرت کی تو وہ ان سے راضی ہو گئے۔ انہوں نے عرض کیا: اے ابومحمد! میرے لیے استغفار کیجیے۔ فرماتے ہیں: عمار رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہوں نے قوم کو ہلاک کر دیا حالانکہ وہ نماز بھی پڑھتے تھے اور اسلام بھی لے آئے تھے۔

پھر نبی کریم ﷺ کے پاس خالد کے ساتھ بھی ان کی بات ہوئی۔ خالد خاموش تھے۔ جب عمار رضی اللہ عنہ اٹھے تو خالد ان سے جھگڑنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خالد ٹھہر جاؤ۔ ابوالیقظان کو کچھ مت کہو؛ اس لیے کہ جو اس سے دشمنی رکھے گا، اللہ اس سے دشمنی رکھے گا، جو اس سے بغض رکھے گا، اللہ اس سے رکھے گا اور جو اسے بے وقوف قرار دے گا، اللہ اسے بے وقوف قرار دے گا۔

فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو مکہ میں کچھ مال بطور قرض لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر وہ مال انہیں دے دیا اور فرمایا: بنوجذیمہ کی طرف جاؤ اور جاہلیت کے معاملے کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالو۔ جو خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے کیا اس کی دیت ادا کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مال کو لے کر نکلے اور ان کے پاس آئے اور انہیں خالد رضی اللہ عنہ کے قتل کردہ لوگوں کی دیت ادا کی۔ وہ مال انہیں دے دیا۔ کچھ ادائیگی رہ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابورافع رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ آپ رضی اللہ عنہ مزید مال بھجوائیں۔ آپ نے مزید مال روانہ کر دیا۔ انہوں نے ان تمام لوگوں کی دیت ادا کر دی حتی کہ کتے کے باندھنے کی لکڑیاں بھی دے دیں۔

حتی کہ جب ان کا مطالبہ پورا ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال باقی رہ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بقیہ مال بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تمہارے لیے ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو خالد رضی اللہ عنہ نے تم سے کیا۔ نہ انہیں اس کا علم تھا اور نہ تمہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہ مال انہیں دے دیا اور نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور آپ کو اطلاع دی۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ مال جسے آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا وہ آپ نے ابن ابی ربیعہ، صفوان بن

امیہ اور حویطب بن عبد عزی سے قرض لیا تھا۔ وہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ جب علی رضی اللہ عنہ واپس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا: اے علی! کیا کر کے آئے ہو؟ انہوں نے واقعہ کی اطلاع دی۔ اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم مسلمان قوم کے پاس گئے۔ جنہوں نے اپنے محلوں میں مساجد تعمیر کر رکھی ہیں اور ہم نے ان کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تمام مقتولین کی دیت ادا کر دی۔ حتیٰ کہ کتوں کے باندھنے کی لکڑیاں بھی دے دیں۔ پھر میرے پاس کچھ مال باقی رہ گیا۔ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبول کر لو۔ یہ اس کے بدلے میں ہے جس کا نہ انہیں علم تھا اور نہ تمہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ میں نے خالد کو قتل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ صرف دعوت کا حکم دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے تھے اور ان سے ناراض تھے اور خالد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کر رہے تھے اور قسمیں اٹھا رہے تھے کہ انہوں نے ان کو کسی بغض یا عداوت کی وجہ سے قتل نہیں کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور ان کی دیت ادا کر دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے بعد وہ آپ کے کبار صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبد الملک بن ابی بکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو برا بھلا مت کہو۔ وہ تو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر مسلط کیا ہے۔

حضرت ابو احوص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد بن ولید اللہ کا بہترین بندہ ہے اور قبیلے والوں کا بھائی ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ نے کفار اور منافقین پر مسلط کر دیا ہے۔

حضرت عبد الملک بن عبد الرحمن بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو کنانہ پر حملہ کرنے کا حکم فرمایا اور یہ بھی کہا: اگر وہ اذان سنیں یا ان کے اسلام کا پتہ چلے تو حملہ نہ کریں۔ وہ نکلے اور بنو جذیمہ تک پہنچے۔ انہوں نے اپنا دفاع کیا اور قتال کے لیے اسلحہ پہن لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر، مغرب اور عشاء میں ان کا انتظار کیا مگر اذان کی آواز نہ سنی۔ پھر ان پر حملہ کر دیا۔ کچھ لوگ مارے گئے اور باقی قید ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام کا دعویٰ کر دیا۔

عبد الملک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر عتاب نہیں فرمایا اور وہ آگے ہی رہے حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد وہ آپ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے اور مقدمہ جیش کے امیر تھے اور بتوں کی طرف بھی گئے۔ آپ نے انہیں اکیدر اور دومۃ الجندل کی طرف بھی بھیجا۔ انہوں نے وہاں کچھ لوگوں کو قید کیا۔ پھر ان سے صلح ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنو حارث بن کعب کے لیے نجران کی طرف امیر بنا کر بھیجا اور حکم فرمایا کہ اللہ کی طرف دعوت دیں۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں بھی تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر منڈوایا تو انہیں اپنی پیشانی کے بال عطا فرمائے۔ وہ انہیں اپنی ٹوپی میں اگلی جانب رکھتے تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ جس کا بھی مقابلہ کرتے اللہ اسے شکست دے دیتا تھا۔

یرموک کی لڑائی میں ان کی ٹوپی گر گئی اور وہ کہنے لگے: میری ٹوپی میری ٹوپی۔ اس کے بعد انہیں کہا گیا: اے ابوسلیمان! آپ کے ٹوپی ڈھونڈنے پر بڑا تعجب ہوا۔ حالانکہ آپ عین لڑائی کے درمیان میں تھے۔ انہوں نے فرمایا: اس میں رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک کے بال تھے۔ اس کی برکت سے میں جس سے بھی مقابلہ کرتا تھا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ راہ خدا میں جہاد کرتے رہے۔ حتی کہ ان کی وفات ہوئی۔ ان کی قبر حمص میں بنی۔

مجھے اس شخص نے بتلایا جس نے انہیں غسل دیا تھا اور وہ ان کی موت کے وقت بھی حاضر تھا اور اس نے ان کے کپڑوں کے نیچے دیکھا تھا کہ بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہ تھی جہاں کسی تیر، تلوار یا نیزے کا زخم نہ ہو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے درمیان جو ہوا وہ اس وجہ سے نہ تھا۔ پھر وہ اس کے بعد انہیں یاد کرتے تو ان پر ترس کھاتے اور اس پر نادم ہوتے جو انہوں نے اس کے معاملے میں کیا تھا اور فرماتے: وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھی۔

جب حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا تو وہ اپنی اونٹنی پر سے اترے۔ ان کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ ایک شخص نے کہا: فلاں ہے۔ آپ نے فرمایا: فلاں تو اللہ کا کیسا برا بندہ ہے۔ پھر ایک اور شخص سامنے آیا تو پوچھا: یہ کون ہے؟ عرض کیا: فلاں ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ فلاں تو اللہ کا کیسا برا بندہ ہے۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سامنے آئے۔ آپ نے پوچھا: کون ہے؟ عرض کیا: خالد بن ولید ہے۔ فرمایا: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اللہ کا کیسا بہترین بندہ ہے۔

بنوجذیمہ کے ایک سفید رنگت والے شخص نے کہا: میں نے خالد بن ایاس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے تقریباً تیس آدمی قتل ہوئے تھے۔

غزوۂ حنین

محدثین فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو قبیلہ ھوازن کے سردار ایک دوسرے کی طرف گئے اور قبیلہ ثقیف کے سردار بھی۔ وہ سب اکٹھے ہوئے اور باغی ہو کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! محمد کا ابھی تک کسی ایسی قوم سے سامنا ہی نہیں ہوا جو لڑائی کو جانتے ہوں۔ سو تم سب اکٹھے ہو کر اس کی طرف خروج کرو، پہلے اس سے کہ وہ تمہاری طرف نکل آئے۔

چنانچہ تمام ھوازن اکٹھے ہو گئے اور انہیں مالک بن عوف نے جمع کیا۔ وہ ان دنوں تیس سال کا تھا اور ان کا سردار تھا۔ وہ بڑا سخی تھا۔ اپنا مال خرچ کرتا اور اس کی تعریف کی جاتی۔ تمام ھوازن اس کے لیے اکٹھے ہو گے۔

بنو ثقیف کے ان دنوں دو سردار تھے: (۱) قارب بن اسود بن مسعود بن احلاف تھا اور وہی ان کا قائد تھا اور بنو مالک میں گدھوں والا سبیع بن حارث تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ احمر بن حارث تھا۔ یہی ان کا قائد تھا اور ثقیف کو تیار کرنے والا تھا۔ یہ سب مل کر ھوازن کے ساتھ جمع ہو گئے۔ انہوں نے محمد (ﷺ) کی طرف نکلنے پر اتفاق کر لیا۔ ثقیف نے اس طرف جلدی دکھائی۔ انہوں نے کہا: ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ہم اس کی طرف نکلیں اور ہمیں پسند نہیں کہ وہ ہماری طرف نکلیں۔ اس کے باوجود اگر وہ ہماری طرف نکل پڑے تو ایک مضبوط قلعہ ہے۔ ہم اس میں محفوظ ہو کر لڑیں گے اور کھانا بھی کثیر مقدار میں ہے۔ پھر یا ہم انہیں ہلاک کر دیں گے یا وہ لوٹ جائیں گے۔ لیکن ہم ایسا نہیں چاہتے۔ ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ایک ہاتھ ہو کر لڑیں گے۔ پھر وہ ان کے ساتھ نکلے۔

غیلان بن سلمہ ثقفی نے اپنے دس بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: میں ایک معاملہ چاہتا ہوں جس کے لیے سارے امور ہوں گے۔ تم میں سے جو بھی اس میں شریک ہوگا وہ اپنے گھوڑے پر ہوگا۔ چنانچہ اس کے دس بیٹے اپنے دس گھوڑوں پر اس میں شریک ہوئے۔ پھر جب مقام اوطاس میں انہیں شکست ہوئی تو وہ بھاگ گئے اور طائف کے قلعے میں داخل ہو گئے اور اسے بند کر دیا۔

کنانہ بن عبد یالیل نے کہا: اے ثقیف کے لوگو! تم اپنے قلعے سے نکل رہے ہو اور تم ایک شخص کی طرف خروج کر رہے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ وہ تمہارے لیے نفع مند ہے یا تمہارے لیے وبال جان بن جائے گا۔ لہٰذا تم اپنے قلعے کی ٹوٹی ہوئی جگہوں کی مرمت کا حکم دو۔ اس لیے کہ تمہیں علم نہیں کہ شاید تم اس کی طرف محتاج ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اس کی درستگی کا حکم دے دیا اور اس کی مرمت پر اپنے پیچھے ایک شخص کو چھوڑ گئے اور خود روانہ ہو گئے۔

بنو ھلال کے چند لوگ بھی اس میں شریک ہوئے تھے۔ وہ زیادہ نہیں تھے۔ کل سو بھی نہیں تھے اور ھوازن میں بنو کعب اور

بنوکلاب اس میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔ بنوکلاب قریب تھے۔ ان میں سے بعض سے کہا گیا: کلاب نے اسے کیوں چھوڑا۔ وہ اس میں شریک کیوں نہیں ہوئے۔ اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! اگرچہ وہ قریب ہے مگر ابن ابی براء گیا اور اس نے انہیں شریک ہونے سے منع کر دیا اور انہوں نے اس کی بات مان لی اور اس نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تمام اہل مشرق اور اہل مغرب محمد پر حملہ کریں تب بھی وہ ان سب پر غالب آجائے گا۔

بنوجشم کے درید بن صمہ نے ان کی مدد کی۔ وہ ان دنوں ۱۶۰ برس کی عمر کا تھا۔ وہ انتہائی بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس میں کچھ بھی باقی نہیں تھا۔ صرف اس سے رائے لی جا سکتی تھی اور وہ جنگ آزمودہ تھا اور تجربہ کار بوڑھا تھا۔ ان دنوں اس کی نگاہ بھی ختم ہو چکی تھی۔

بنوثقیف اور ھوازن کے دیگر لوگ مالک بن عوف نصری کے پاس جمع ہو چکے تھے۔ جب مالک نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف نکلنے کا ارادہ کر لیا تو لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اموال، اپنی بیویاں اور اولاد لے کر آئیں اور اوطاس میں پڑاؤ ڈال دیا۔ باقی لوگ بھی وہاں اکٹھے ہو گئے۔ پھر انہوں نے لشکر کو ترتیب دیا اور وہاں اقامت پذیر ہو گئے۔ ہر جانب سے ان کی امداد آنے لگی۔

درید بن صمہ کی ھوازن کو نصیحت

درید بن صمہ ان دنوں شجار میں تھا۔ اسے اونٹ پر لایا جا رہا تھا۔ وہ اپنے اونٹ پر ہی ٹھہرا رہا۔ پھر جب وہ بوڑھا اترا تو اس نے اپنے ہاتھ سے زمین کو چھوا۔ پھر پوچھا: تم کس وادی میں ہو؟ انہوں نے کہا: اوطاس میں۔ اس نے کہا: یہ گھوڑوں کے ٹھہرنے کی بہترین جگہ ہے۔ نہ یہ سخت کھردری ہے اور نہ ہی نرم دھنسنے والی۔ کیا وجہ ہے میں اونٹوں کی بڑبڑاہٹ، گدھوں کی ہنہناہٹ، بکریوں کی منمناہٹ، گایوں کی آوازیں اور بچوں کے رونے کی آواز نہیں سن رہا؟ انہوں نے کہا: مالک بن عوف لوگوں سے ان کے بیٹے، ان کی عورتیں اور ان کے اموال لے گیا ہے۔ اس نے کہا: اے ھوازن کے لوگو! کیا تمہارے ساتھ بنوکلاب بن ربیعہ میں سے کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پوچھا: پھر کیا بنوکعب بن ربیعہ میں سے کوئی ہے؟ کہا: نہیں۔ پوچھا: پھر کیا بنوھلال بن عامر میں سے کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ درید نے کہا: اگر اس میں خیر ہوتی تو تم اس کی طرف ان سے پہلے نہ جاتے اور اگر قابل ذکر یا شرف کی بات ہوتی تو وہ اس سے پیچھے نہ رہتے۔ سوائے ھوازن کے لوگو! تم میری بات مانو اور واپس چلے جاؤ اور وہی کرو جو انہوں نے کیا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے کہا: پھر تم میں سے کون اس میں شریک ہے؟ انہوں نے کہا: عمرو بن عامر اور عوف بن عامر۔ اس نے کہا: وہ تو عامر کے دو مینڈھے ہیں۔ جن کا کوئی نفع نقصان نہیں ہے۔ پھر اس نے پوچھا: مالک کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ رہا مالک۔ اس نے اسے بلایا اور کہا: اے مالک! تم ایک معزز آدمی سے لڑ رہے ہو اور تم اپنی قوم کے سردار بن چکے ہو اور یہ آج تک ہوتا آیا ہے اور اس کے بعد بھی ہوتا رہے گا۔ اے مالک! کیا وجہ ہے کہ میں اونٹوں کی بڑ

بڑاہٹ، گدھوں کی ہنہناہٹ، گایوں کی آوازیں اور چھوٹے بچوں کا رونا نہیں سن رہا اور نہ ہی بکریوں کی منمناہٹ؟

مالک نے کہا: میں لوگوں کے ساتھ ان کے اموال، ان کی اولاد اور ان کی عورتوں کو لے گیا ہوں۔ درید نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ میں ہر شخص کے پیچھے اس کی بیوی، مال، اولاد اور گھر والوں کو رکھوں تا کہ وہ ان کے دفاع میں لڑے۔ اس نے اپنا ہاتھ چٹخایا اور کہا: بھلا بکریوں کو چرواہے کو جنگ کا کیا پتہ؟ کیا شکست خوردہ کو کوئی چیز واپس کر سکتی ہے؟ اگر یہ جنگ تمہارے حق میں ہوئی تو تمہیں آدمی اپنی تلوار اور نیزے سے نفع دے گا اور اگر تمہارے خلاف ہوئی تو تمہیں تمہارے اہل اور مال میں رسوائی ہاتھ آئے گی۔

پھر پوچھا: کعب اور کلاب نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: ان میں سے کوئی بھی شریک نہیں ہوا۔ اس نے کہا: بزرگی اور بہادری غائب ہے۔ اگر یہ رفعت و بلندی کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب تم سے پیچھے نہ رہتے۔

اے مالک! تم نے ھوازن کے سرداروں کو آگے بھیج کر گھوڑوں کو ذبح کرانے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ سو جب تم نے ایسا کر لیا ہے تو اب اس اہم معاملے میں میری نافرمانی نہ کرنا۔ ان کو اپنے شہروں کے رؤساء اور اپنی قوم کے اعلیٰ اور معزز لوگوں کے پاس لے جاؤ۔ پھر لوگوں کو گھوڑوں کی پشتوں پر بٹھاؤ۔ اگر یہ تیرے حق میں ہوئی تو پیچھے والے بھی تمہارے ساتھ مل جائیں گے اور تیرے اہل کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور اگر تیرے موافق نہ ہوئی تو تیرا سخت نقصان ہوگا اور تم اپنے اہل اور مال کو ہلاکت میں ڈال دو گے۔

مالک اس کی بات سن کر غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں ایسے نہیں کروں گا اور نہ اس معاملے میں تبدیلی کروں گا جسے میں کر چکا ہوں۔ تم بوڑھے ہو گئے ہو اور تمہارا علم بھی بوڑھا ہو گیا ہے اور تمہارے بعد وہ پیدا ہو چکا ہے جو جنگ کو تجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ درید نے کہا: اے ھوازن کے لوگو! اللہ کی قسم! تمہارے لیے یہ رائے مناسب نہیں ہے۔ میں تمہاری بے عزتی پر ہنس رہا ہوں اور تمہارے دشمن کو تم پر قادر دیکھ رہا ہوں اور میں ثقیف کے قلعے سے ملنے والا ہوں اور تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔ تم بھی لوٹ جاؤ اور اسے چھوڑ دو۔ مالک نے اپنی تلوار سونت لی اور اسے الٹا دیا۔ پھر کہنے لگا: اے ھوازن کے لوگو! اللہ کی قسم! یا تم میری اطاعت کرو گے یا پھر میں تلوار پر زور دوں گا تا کہ وہ میری کمر سے نکل جائے۔ مالک نے درید کا اس میں ذکر کرنا ہی پسند نہیں کیا۔

لوگ ایک دوسرے کی طرف گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! اگر ہم نے مالک نے نافرمانی کی اور وہ جوان ہے تو وہ خودکشی کرے گا اور ہم درید کے ساتھ باقی رہ جائیں گے۔ جو انتہائی بوڑھا ہے اور اس میں لڑنے کی سکت نہیں ہے۔ وہ ایک سو ساٹھ سال کا ہو چکا ہے۔

انہوں نے مالک کے ساتھ ملنے پر اتفاق کر لیا۔ جب درید نے یہ منظر دیکھا کہ وہ بھی اس کے مخالف ہو گئے ہیں تو وہ کہنے لگا: یہ ایسا دن ہے جس میں نہ میں شریک ہوں اور نہ اس سے غائب ہو سکتا ہوں۔

اے کاش! میں اس موقع پر جوان ہوتا! میں تو اس میں خائب و خاسر ہو چکا ہوں۔

درید شہسواری اور بہادری میں مشہور تھا اور ابھی ۲۰ سال کا بھی نہیں ہوا تھا۔ بنو جشم کا سردار تھا اور حسب ونسب میں ان سب میں اعلیٰ تھا۔ لیکن طویل العمری نے اسے آلیا اور وہ فنا ہو کر رہ گیا۔ اس کا نام درید بن صمہ بن بکر بن علقمہ تھا۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا آغاز ۱۳ رمضان کو کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ''جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی۔''

فرماتے ہیں: فتح مکہ جمعہ کے دن ۲۰ رمضان المبارک ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ۱۵ دن ٹھہرے اور دو رکعت پڑھتے رہے۔ پھر ہفتے کے دن ۶ شوال المکرم کو روانہ ہوئے اور مکہ پر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو عامل بنا دیا اور وہ انہیں نماز پڑھاتے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر گئے جو انہیں سنتیں اور دین کے احکامات سکھاتے۔

فتح ونصرت کثرت سے نہیں ہوتی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر نکلے۔ جن میں دس ہزار مدینہ والے تھے اور دو ہزار مکہ والے۔

جب آپ آبادی سے الگ ہوئے تو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کہا: اگر ہمارا سامنا بنو شیبان سے بھی ہو تو ہمیں پروا نہیں اور قلت کی وجہ سے کوئی ہمیں مغلوب نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت اتاری: اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت سی جگہوں میں مدد کی اور حنین کے دن بھی، جب تمہاری کثرت تمہیں بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت اتاری۔ ''اللہ نے تمہاری بہت سی جگہوں میں مدد کی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین ساتھی چار ہیں۔ بہترین جماعت ۴۰۰ کی ہے۔ بہترین لشکر ۴۰۰۰ کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔ جن کا کلمہ ایک ہی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سے مشرکین بھی نکلے تھے۔ ان میں صفوان بن امیہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ۱۰۰ زرہیں مکمل سامان سمیت عاریت پر لی تھیں۔ اس نے کہا: اے محمد! خوشی سے دوں یا مجبور ہو کر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاریت ہے جس کی ادائیگی کر دی جائے گی۔ آپ نے صفوان سے کہا: ان کے اٹھانے میں ہماری کفایت کرو۔ صفوان نے انہیں اپنے اونٹوں پر ڈالا اور مقام اوطاس تک پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے وہ آپ کے حوالے کر دیں۔

بے جا مطالبہ

ابو واقد لیثی یعنی حارث بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف نکلے۔ کفار قریش اور دیگر عرب کا ایک بہت بڑا سرسبز درخت تھا جس کا نام ''ذاتِ انواط'' تھا۔ وہ ہر سال اس کے پاس آتے۔ اپنا اسلحہ اس پر لٹکاتے اور

اس کے پاس ذبح کرتے اور ایک دن کا اعتکاف کرتے۔

فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک دن ہم نے راستے کی ایک جانب ایک بہت بڑا سرسبز درخت دیکھا۔ وہ ہمیں اچھا لگا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ذات انواط مقرر کر دیجیے جیسے ان کے لیے ذات انواط ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر اللہ اکبر اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم تو ویسے ہی کہہ رہے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو جیسا ان کا معبود ہے۔ تم جاہل قوم ہو اور یہ تو تم سے پہلے لوگوں کا طریقہ تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ذات انواط ایک بہت بڑا درخت تھا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس کے پاس ذبح کرتے تھے اور اس کے پاس ایک دن کا اعتکاف کرتے تھے۔ جو بھی ان میں سے حج کرتا تو اپنی چادر اس کے پاس رکھ دیتا اور اس کی تعظیم کرتے ہوئے بغیر چادر کے ہی داخل ہوتا۔

جب رسول اللہ ﷺ حنین کی طرف گئے تو آپ کے صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے کہا، ان میں حارث بن مالک بھی تھے کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ذات انواط مقرر کر دیجیے جیسا کہ ان کے لیے ذات انواط تھا۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر تین بار اللہ اکبر کہا اور فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایسے ہی کیا تھا۔

توکل علی اللہ

حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم اوطاس کے قریب پہنچے تو ہم ایک درخت کے نیچے اترے اور ہم نے ایک بڑے درخت کو دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے نیچے پڑاؤ ڈالا۔ آپ نے اپنی تلوار اور کمان اس پر لٹکا دی۔ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس وقت آپ کے قریب تھا۔ اچانک میں آپ کی آواز سن کر گھبرا کر اٹھا۔ آپ نے فرمایا: اے ابو بردہ! میں نے کہا: جی حاضر! پھر میں جلدی سے آپ کی طرف بڑھا۔ دیکھا تو رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے اور آپ کے پاس ایک مرد بیٹھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص آیا اور میں سویا ہوا تھا۔ اس نے میری تلوار لی اور اسے لے کر میرے سر پر کھڑا ہو گیا۔ میں گھبرا کر اٹھا اور وہ کہہ رہا تھا: اے محمد! آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟

میں نے کہا: اللہ!

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جلدی سے اپنی تلوار اٹھائی اور اسے سونت لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی تلوار اندر کرو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے چھوڑیے میں اس دشمن خدا کی گردن اتار دوں۔ یہ تو مشرکین کا جاسوس لگتا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے ابو بردہ! خاموش ہو جاؤ۔

فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے اسے کچھ نہ کہا اور نہ سزا دی تو میں نے لشکر میں چیخ چیخ کر لوگوں کو بتلا دیا۔ تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں اور کوئی آپ کے حکم کے بغیر ہی اسے قتل کر دے۔ باقی مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل سے روک دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: اے ابو بردہ! اس شخص کو جانے دو۔ فرماتے ہیں: پھر میں رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بردہ! اللہ تعالیٰ مجھے بچائیں گے اور میری حفاظت کریں گے حتی کہ وہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں۔

محدثین فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ حنین تک پہنچ گئے۔ اور یہ ۱۰ شوال المکرم منگل کی شام تھی۔

ادھر مالک بن عوف نے ھوازن کے چند لوگوں کو بھیجا جو محمد اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر آئیں۔ وہ تین آدمی تھے اس نے انہیں حکم دیا تھا کہ لشکر میں الگ الگ ہو کر داخل ہوں۔ وہ واپس لوٹ آئے اور وہ حواس باختہ حالت میں تھے۔ اس نے کہا: تمہارا ستیاناس کیا ہوا؟ کہنے لگے: ہم نے چتکبرے گھوڑوں پر سفید رنگ کے مردوں کو دیکھا۔ اللہ کی قسم! اگر جو ہم نے دیکھا اس سے ہمیں کچھ نقصان ہو جاتا تو ہم ٹھہر بھی نہ سکتے۔ ہم زمین والوں سے نہیں لڑ رہے۔ ہمارا مقابلہ تو آسمان والوں سے ہو رہا ہے۔ اس کے جاسوسوں کے دلوں میں ڈر بیٹھ گیا تھا۔ اگر آپ ہماری بات مانیں تو اپنی قوم کو لے کر لوٹ جائیں۔ اگر لوگوں نے بھی وہ سب دیکھ لیا جو ہم نے دیکھا ہے تو ان کی بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ہماری ہوئی ہے۔

اس نے جواب دیا: تم پر افسوس ہے! تم پورے لشکر میں سب سے زیادہ بزدل لوگ ہو۔ اس نے انہیں اپنے پاس ہی روک لیا کہ کہیں یہ رعب لشکر میں نہ پھیل جائے اور کہنے لگا: مجھے کسی بہادر آدمی کے بارے میں بتلاؤ۔ انہوں نے ایک شخص کو سامنے کر دیا۔ وہ نکلا، پھر وہ بھی واپس آ گیا۔ اور اس کی بھی وہی حالت ہوگئی جو اس سے پہلے لوگوں کی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ اس نے بتایا: میں نے چتکبرے گھوڑوں پر سفید مردوں کو دیکھا۔ ان کی طرف دیکھنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں۔ اللہ کی قسم! جو دکھائی دیا ہے اگر مجھے اس سے کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو میں کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر اس کا اثر اس کے چہرے پر قائم رہا۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: جاؤ لوگوں میں شامل ہو جاؤ اور ان کی خبر لاؤ اور دیکھو مالک کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نکلے اور ان کے لشکر میں چکر لگایا اور ابن عوف تک پہنچے۔ وہاں ھوازن کے رؤساء تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سنا، وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: محمد نے اس مرتبہ سے پہلے کبھی ایسی لڑائی نہیں لڑی ہوگی۔ وہ تو دیہاتیوں سے لڑتا رہا جنہیں جنگ کا کچھ پتہ نہ تھا۔ پھر ان کے خلاف اس کی مدد ہو جاتی۔ جب سحری کا وقت ہو تو تم اپنے جانوروں، عورتوں اور اولاد کی صف اپنے پیچھے بنانا۔ پھر اپنی صف بنانا۔ پھر تم میں سے حملہ کرنے والے آگے ہوں اور اپنی تلواروں کی نیامیں توڑ دو۔ پھر تم بیس ہزار تلواروں سے ان کا مقابلہ کرو جن کی نیامیں ٹوٹی ہوں اور یکبارگی حملہ کرو اور جان لو کہ غلبہ اسی کو حاصل ہوتا ہے جو پہلے حملہ کرے۔ جب عبد اللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ نے یہ سب محفوظ کر لیا تو نبی کریم ﷺ کی طرف

واپس آگئے اور جو سنا تھا وہ سب آپ کو بتلا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں ساری بات بتلائی۔ انہوں نے کہا: ابن ابی حدرد جھوٹ کہہ رہا ہے۔ حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو تم نے بہت مرتبہ حق کو جھٹلایا ہے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! سنیے ابن ابی حدرد کیا کہہ رہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سچ کہہ رہا ہے تم گمراہ تھے پھر اللہ نے تمہیں ہدایت دی۔

حضرت سہل بن حنظلیہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم غزوۂ ہوازن میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ جلدی جلدی چلے۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہوں نے آپ کے پیچھے سے راستہ کاٹ لیا ہے۔ آپ ﷺ اترے اور عصر کی نماز پڑھائی۔ اپنے پاس لوگوں کو ٹھکانہ دیا۔ پھر آپ نے حکم دیا وہ بھی ٹھہر گئے۔ ایک گھڑسوار آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے آگے آگے فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو وہاں ہوازن تھے اور وہ اپنے باپ کے ساتھ اپنی عورتوں اور چوپاؤں کو لے کر وادیٔ حنین میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: کل ان شاء اللہ یہ مسلمانوں کے اموالِ غنیمت ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی گھڑسوار رات کو ہمارا پہرہ دے گا؟ اچانک حضرت انیس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سامنے آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور فلاں فلاں پہاڑ پر کھڑے ہو جاؤ۔ اس سے نیچے نہ اترنا۔ صرف نماز کے لیے اترنا یا قضائے حاجت کے لیے۔ اور اپنے پیچھے سے دھوکہ نہ کھانا۔

فرماتے ہیں: ہم نے رات گزاری۔ حتی کہ فجر روشن ہو گئی۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم نے گزشتہ رات اپنے شہسوار سے کچھ محسوس کیا؟ ہم نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! پھر نماز کھڑی ہو گئی اور آپ نے ہمیں نماز پڑھائی۔

پھر جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کو درختوں کے درمیان سے جھانکتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ۔ تمہارا شہسوار آگیا ہے۔ وہ بھی آگئے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں پہاڑ پر کھڑا رہا، جیسا کہ آپ نے مجھے حکم فرمایا۔ پھر میں صرف نماز یا قضائے حاجت کے لیے اپنے گھوڑے سے اترا۔ حتی کہ صبح ہو گئی۔ میں نے کچھ محسوس نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھوڑے سے اتر جاؤ۔ آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اس پر کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ اس کے بعد کوئی بھی کام نہ کرے۔

فرماتے ہیں: مکہ سے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے آپ نے ان میں سے کسی کو دھوکہ نہ دیا۔ حالانکہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ کچھ سوار تھے اور کچھ پیدل۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ فتح کس کی ہوگی۔ پھر وہ مالِ غنیمت حاصل کریں۔ انہیں یہ بھی ناپسند نہیں تھا کہ جنگ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں ہو جائے۔ ابوسفیان بن حرب لشکر کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

جب بھی وہ کسی گری ہوئی کمان، نیزے یا نبی کریم ﷺ کے سامان کے پاس سے گزرتا تو اسے اٹھالیتا اور تیر اس کے ترکش میں تھے۔ حتیٰ کہ اس نے اپنے اونٹ پر ڈھیروں سامان لادلیا۔

صفوان بن امیہ بھی نکلا۔ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ وہ اسی مدت میں تھا۔ جو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مقرر کی تھی۔ وہ بھی لوگوں کے پیچھے پیچھے بے چین چلا آرہا تھا۔

اس کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام، حویطب بن عبدالعزی، سہیل بن عمرو، ابوسفیان بن حرب اور عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی تھے۔ یہ سب لوگ منتظر تھے کہ فتح کس کی ہوگی اور لوگوں کے پیچھے بے چین چلے آرہے تھے۔ لوگ قتال کررہے تھے۔ اس کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ اس نے کہا: خوش ہو جاؤ۔ محمد اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوگئی۔ صفوان نے جواب دیا کہ قریش کا رب مجھے ہوازن کے رب سے زیادہ پسند ہے اگر تو رب کو مانتا ہے۔

جب رات ہوئی تو مالک بن عوف اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں وادیٔ حنین میں لڑائی کے لیے تیار کیا۔ یہ وادی گھاٹیوں والی اور تنگ دروں کے درمیان ہے۔ لوگ اس میں بکھر گئے۔ اس نے لوگوں کو تیار کیا کہ محمد اور اس کے ساتھیوں پر یکبارگی حملہ کریں۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تیار کیا اور سحری کے وقت ان کی صفیں بنادیں اور ان کے لیے جھنڈے مقرر کردیے اور لوگوں میں تقسیم کردیے۔ جھنڈوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

قبیلہ	جھنڈے	علم بردار
مہاجرین	۳	حضرت علی، سعد بن وقاص، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم
انصار	۱	حباب بن منذر رضی اللہ عنہ
خزرج	۱	سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ
اوس	۱	اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ
بنوعبدالاشہل	۱	ابونائلہ رضی اللہ عنہ
بنوحارثہ	۱	ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ
بنوظفر	۱	قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ
بنومعاویہ	۱	جبر بن عتیک رضی اللہ عنہ
بنوواقف	۱	ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ
بنوعمرو بن عوف	۱	ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ

بنوساعدہ	۱	ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ
بنو مالک بن نجار	۱	عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ
بنوعدی بن نجار	۱	ابوسلیط رضی اللہ عنہ
بنو مازن	۱	سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ

زمانہ جاہلیت میں اوس اور خزرج کے جھنڈے سبز اور سرخ تھے۔ جب زمانہ اسلام آیا تو انہوں نے اسے اسی طرح برقرار رکھا۔ مہاجرین کے جھنڈے سیاہ تھے اور علم سفید تھے۔

بنواسلم	۲	بریدہ بن حصیب، جندب بن اعجم رضی اللہ عنہما
بنوغفار	۱	ابوذر رضی اللہ عنہ
بنوضمرہ اور		
بنوسعد بن لیث	۱	ابوواقد لیثی حارث بن مالک رضی اللہ عنہ
بنوکعب بن عمرو	۲	بشر بن سفیان، ابوشریح رضی اللہ عنہما
بنومزینہ	۳	بلال بن حارث، نعمان بن مقرن، عبداللہ بن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہم
جہینہ	۴	رافع بن مکیث، عبداللہ بن یزید، ابوزرعہ معبد بن خالد، سوید بن صخر رضی اللہ عنہم
بنواشجع	۲	نعیم بن مسعود، معقل بن سنان رضی اللہ عنہما
بنوسلیم	۳	عباس بن مرداس، خفاف بن ندبہ، حجاج بن علاط رضی اللہ عنہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن سلیم آئے جس دن مکہ سے روانہ ہوئے۔ آپ نے بنوسلیم کو گھڑسواروں کے اگلے دستے میں رکھا۔ آپ نے ان پر عامل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

وہ آپ کے مقدمۃ الجیش میں ہی رہے حتیٰ کہ آپ جعرانہ آگئے۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر چل پڑے اور آپ کا مقدمۃ الجیش روانہ ہو چکا تھا۔ آپ وادیٔ حنین کے قریب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ حدود میں آہستہ آہستہ چلتے رہے۔ آپ اپنے سفید خچر دلدل پر سوار تھے۔ آپ نے دو زرہیں، خود اور چادر پہن رکھا تھا۔ آپ صفوں کے سامنے آئے اور بعض صفوں پر چکر بھی لگایا۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم وادی میں اتر چکے تھے۔ آپ نے انہیں قتال کی ترغیب دی اور انہیں فتح کی بشارت سنائی، اگر انہوں نے خود کو سچا کر دکھایا اور صبر کیا۔ پھر وہ اسی حالت میں صبح کے اندھیرے میں چلتے رہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم وادیٔ حنین پہنچے۔ یہ تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی تھی اور اس میں

گھاٹیاں اور تنگ درے تھے۔ ھوازن ہمارے سامنے تھے۔ اللہ کی قسم! میں نے اس زمانے میں کبھی اتنی سیاہی اور کثرت نہیں دیکھی۔ وہ لوگ اپنی عورتوں، اموال اور آل اولاد کو بھی لے آئے تھے۔ پھر انہوں نے صف بندی کی۔ عورتوں کو مردوں کی صفوں کے پیچھے اونٹوں پر بٹھا دیا۔ پھر وہ اونٹوں، گایوں اور بکریوں کو لائے اور انہیں ان کے پیچھے رکھا تا کہ وہ اپنے گمان کے مطابق بھاگ نہ سکیں۔ جب ہم نے وہ سیاہی دیکھی تو ہم نے ان سب کو مرد خیال کیا۔ پھر جب ہم وادی میں اترے تو ابھی ہم صبح کی تاریکی میں تھے کہ اچانک چھوٹے چھوٹے دستے وادی کی تنگ جگہ سے ہم پر نمودار ہوئے اور ہم پر یک بارگی حملہ کر دیا۔ جس سے سلیم کے گھڑسوار جو سب سے آگے تھے پیٹھ پھیر کر بھاگے۔

ان کے پیچھے مکہ والے بھی ہو لیے اور باقی لوگ بھی ان کے پیچھے شکست خوردہ ہو کر بھاگے۔ وہ واپس پلٹ کر دیکھ ہی نہیں رہے تھے۔

نبی ﷺ کا حوصلہ اور شجاعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ اپنے دائیں بائیں دیکھ رہے تھے اور لوگ بھاگ رہے تھے آپ فرما رہے تھے: اے اللہ کے مددگارو! اور اس کے رسول کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا صبر کرنے والا رسول ہوں۔

پھر آپ اپنی برچھی لیے لوگوں کے آگے آگے بڑھتے جا رہے تھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! ہم نے جو تلوار بھی چلائی اور نیزہ گھمایا تو اللہ نے انہیں شکست دی۔ پھر آپ ﷺ واپس لشکر کی طرف لوٹ آئے۔ آپ نے حکم فرما دیا کہ جو بھی پکڑا جائے اسے قتل کر دو۔ ھوازن یہ دیکھ کر پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مسلمانوں میں بھاگنے والے بھی پلٹ آئے۔

حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: جب حنین کا دن ہوا اور مسلمانوں اور مشرکین کی جنگ ہوئی تو اس دن مسلمان بظاہر منہ پھیر کر بھاگے۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا۔ آپ کے ساتھ صرف ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب تھا۔ وہ آپ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کسی کی بھی پروا کیے بغیر تیزی سے مشرکین کی جانب بڑھتے جا رہے تھے۔

فرماتے ہیں: میں آپ کے پاس آیا اور آپ کے خچر کی لگام پکڑ لی۔ آپ اپنے شھباء نامی خچر پر سوار تھے۔ میں نے اس کی لگام کھینچی۔ میں بلند آواز والا آدمی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا: یہ تو مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہے۔ پھر فرمایا: اے عباس! بلند آواز سے ندا لگاؤ: اے انصار کے لوگو! اور اے اصحاب سمرہ! میں نے ندا لگائی: اے انصاریو! اے اصحاب سمرہ! یہ سنتے ہی لوگ ایسے متوجہ ہوئے گویا وہ اونٹ ہیں جو اپنی اولاد کی فکر میں دوڑے آ رہے ہیں۔ وہ لوگ کہہ رہے تھے۔ حاضر ہیں، حاضر ہیں۔ ان میں سے ایک شخص گیا اور اپنے اونٹ کو موڑا۔ مگر وہ اس پر قادر نہ ہوا۔ اس نے اپنی ذرہ لی

اور اسے اپنی گردن میں ڈالا۔ اپنی کمان اور تلوار لی اور اپنے اونٹ سے اتر آیا۔ پھر وہ لوگوں کو درمیان سے ہٹاتا ہوا اور لبیک کہتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ حتیٰ کہ سب لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ پہلی پکار میں انصار کو بلایا گیا۔ پھر خزرج کو۔ یہ لوگ مقابلے کے وقت ثابت قدم رہنے والے تھے اور جنگ کے وقت پیچ کر دکھانے والے تھے۔ آپ ﷺ اپنی سواری پر ہی میدانِ جنگ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں لڑتے ہوئے دیکھا۔ پھر فرمایا: اب جنگ گرم ہو چکی ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ میں کنکریاں لیں اور ان پر پھینک دیں اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! تم شکست کھاؤ گے۔ اللہ کی قسم! میں انہیں دیکھتا رہا وہ مسلسل پیچھے ہٹتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ نے انہیں شکست سے دوچار کیا۔ گویا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ ان کے پیچھے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے۔

پٹ کر جھپٹنا

ایک قول کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم آواز لگاؤ: اے اصحاب سمرہ! یہ سن کر انصار لوٹ آئے اور وہ کہہ رہے تھے: یہ بھاگنے کے بعد لوٹنا ہے۔ اب وہ ایسے مہربان ہوئے جیسے گائے اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے نیزے گھمانا شروع کر دیے۔ حتیٰ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ان کے نیزوں کا زیادہ خوف ہوا بنسبت مشرکین کے نیزوں کے۔ وہ صفوں میں جڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں۔ جب وہ آپس میں مل گئے اور باہم جنگ شروع ہو گئی تو آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار یوں دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے وعدے کا سوال کرتا ہوں۔ ان کا غالب ہونا مناسب نہیں ہے۔ پھر آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے کنکریاں پکڑاؤ۔ انہوں نے زمین سے چند کنکریاں آپ کو پکڑائیں۔ آپ نے فرمایا: چہرے خاک آلود ہوں۔ پھر ان کنکریوں کو مشرکین کے چہروں کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! تم شکست کھاؤ گے۔

حضرت عبدالرحمن بن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے تو اللہ کی قسم! ان کے شکست خوردہ نہیں بھاگ سکے۔ بلکہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس بندھے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ اس دن حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ اسلحے سے چھپے ہوئے تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو اس دن ثابت قدم رہے اور آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا: کون ہو؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کا بھائی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کا بھائی ابوسفیان بن حارث ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرے بھائی۔ مجھے زمین سے چند کنکریاں پکڑاؤ۔

ثابت قدم رہنے والے

فرماتے ہیں: میں نے آپ کو دے دیں۔ آپ نے ان تمام کی آنکھوں کی طرف انہیں پھینک دیا اور وہ شکست کھا گئے۔

پھر جب لوگ بھاگ گئے تو رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر بیٹھے دائیں جانب پھرے۔ آپ ابھی اترے نہ تھے۔ آپ نے اپنی تلوار ننگی کر لی اور اس کی زین پھینک دی۔ آپ ﷺ چند مہاجرین اور انصار کے بیچ میں باقی رہ گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت بھی تھے: حضرت عباس، علی، فضل بن عباس، ابوسفیان بن حارث، ربیعہ بن حارث، ایمن بن عبید خزرجی، اسامہ بن زید، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب لوگ بھاگ گئے تو آپ نے حارثہ بن نعمان سے کہا: اے حارثہ! تم نے کتنے لوگوں کو ثابت قدم دیکھا؟ انہوں نے فرمایا: جب میں نے اپنی پچھلی طرف مڑ کر دیکھا تو مجھے دائیں بائیں تقریباً ۱۰۰ آدمی نظر آئے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! تقریباً ۱۰۰ آدمی ہیں۔

حتی کہ ایک وہ دن بھی آیا جب میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ مسجد کے دروازے کے پاس حضرت جبریل امین علیہ السلام سے محو گفتگو تھے۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھا: اے محمد! یہ کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حارثہ بن نعمان۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ ان سو میں سے ایک ہیں جو حنین کے دن ثابت قدم رہے۔ اگر یہ سلام کرے تو میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں بتلایا تو انہوں نے عرض کیا: میں یہ سمجھ رہا تھا کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ کھڑے ہیں۔

جب لوگوں کو شکست ہوئی اور ۱۰۰ ثابت قدم لوگوں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو آپ نے یوں دعا کی: اے اللہ! آپ کے لیے ہر طرح کی تعریف ہے اور آپ ہی سے شکایت ہے اور آپ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: آپ کو بھی وہی کلمات سکھائے گئے جو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سکھائے جب ان کے آگے سمندر پھٹ گیا تھا اور فرعون پیچھے تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرے اور آپ جبریل علیہ السلام سے سرگوشی کر رہے تھے۔ آپ دونوں کھڑے تھے۔ حارثہ رضی اللہ عنہ نے آپ دونوں کو سلام کیا۔

پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا تھا؟ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔ لیکن معلوم نہیں کون تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے اور انہوں نے تمہارے سلام کا جواب بھی دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس دن سو ثابت قدم رہنے والوں میں ۳۳ مہاجرین اور ۶۷ انصار تھے اور حضرت عباس اور ابوسفیان رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے اور ابوسفیان آپ کے دائیں طرف تھے۔ مہاجرین اور انصار نے آپ کو گھیرا ہوا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت جبریل علیہ السلام کا گزر ہوا تو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے پوچھا: اے محمد! یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: حارثہ بن نعمان۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ

ان اسی صبر کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے اور ان کے عیال کے رزق کا ذمہ دار ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں، جن کے رزق اور ان کے عیال کے رزق کا اللہ نے جنت میں ذمہ لیا ہے۔

فرماتے ہیں: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا بھی پیچھے نہ ہٹے، بلکہ کھڑے رہے اور اللہ سے مدد مانگتے رہے اور آپ فرما رہے تھے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں یہ کوئی جھوٹی بات نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

اللہ تعالیٰ نے آپ پر مدد نازل کی۔ آپ کا دشمن شکست سے دوچار ہوا اور آپ کی حجت کامیاب ہوئی۔

فرماتے ہیں: قبیلہ ہوازن کا ایک آدمی سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ جھنڈا تھا، جو اس کے لمبے نیزے کے سرے میں تھا اور وہ لوگوں کے سامنے کھڑا تھا۔ جب بھی وہ کسی کو پالیتا تو نیزہ مارتا۔ اس نے سب سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کیا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اس کا قصد کیا اور اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر اس نے اپنے اونٹ کے دھاڑنے کی آواز سنی اور اونٹ لڑکھڑا گیا۔ اس دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ وہ دونوں اپنی تلواروں سے اسے اکٹھے مارنے لگے۔ حتیٰ کہ ان کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ان میں سے ایک رک گیا اور دوسرے نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: چلے جاؤ اور اس کے سامان کے پیچھے مت پڑنا۔ وہ دونوں چلے گئے اور اپنا مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش کر دیا کہ ہوازن کا ایک شہوار گزرا۔ اس کے ہاتھ میں سرخ جھنڈا تھا۔ ان میں سے ایک نے اس گھڑسوار کے بازو پر وار کیا اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔ پھر دونوں نے اسے اپنی تلواروں سے مار ڈالا اور دونوں اس کے سامان کو نہ لے گئے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو پہلے کا سامان اٹھا لیا اور دوسرے پر گزر ہوا تو اس کا سامان اٹھا لیا۔ حضرت عثمان بن عفان، علی، ابودجانہ اور ایمن بن عبید رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لڑتے رہے۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی بہادری

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب وہ دن ہوا اور لوگ ہر جانب شکست خوردہ بھاگ رہے تھے اور میں چار عورتوں کے ساتھ تھی۔ میرے پاس میری تیز دھار تلوار تھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس خنجر تھا۔ انہوں نے اسے درمیان سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ ان دنوں عبداللہ بن ابی طلحہ کو لیے حاملہ تھیں اور ام سلیط اور ام حارث رضی اللہ عنہما بھی تھیں۔

وہ تلوار سونتے ہوئے تھیں اور انصار کو چیخ چیخ کر بلا رہی تھیں کہ یہ تمہاری عادت نہیں ہے۔ تمہارا بھاگنے سے کیا تعلق۔ فرماتی

ہیں: میں قبیلہ ھوازن کے ایک شخص کو دیکھ رہی تھی۔ جو ایک خاکی اونٹ پر سوار تھا اور اس کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ وہ اپنے اونٹ کو مسلمانوں کے پیچھے بھگا رہا تھا۔ میں اس کے سامنے آگئی اور اونٹ کی ٹانگوں پر وار کیا۔ وہ اونٹ پشت کے بل گر پڑا۔ میں نے اس پر حملہ کر دیا۔ میں مسلسل اس پر وار کرتی رہی حتی کہ میں نے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ میں نے اس کی تلوار لے لی اور اس کے اونٹ کو دھاڑتے ہوئے یونہی چھوڑ دیا۔ اس کی پشت پیٹ سے مل رہی تھی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کھڑے تھے اور اپنے ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے تھے۔ آپ نے اس کی نیام پھینک دی تھی اور آپ بلند آواز سے پکار رہے تھے: اے سورہ بقرہ والو! مسلمان پلٹ آئے اور کہنے لگے: اے بنو عبدالرحمن! اے بنو عبید اللہ۔ اے اللہ کے گھڑسوارو!

رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھڑسواروں کا نام خیل اللہ رکھا تھا۔ مہاجرین کا شعار بنو عبدالرحمن تھا اور اوس کا شعار بنو عبید اللہ تھا۔ چنانچہ انصار پلٹ آئے اور ھوازن صرف اونٹنی کا دودھ دوہنے کی بقدر ٹھہر پائے پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ کی قسم! میں نے شکست بھی اسی طرح دیکھی۔ وہ ہر جانب بھاگ گئے۔ زید کے دونوں بیٹے حبیب اور عبد اللہ میری طرف لوٹ آئے اور قیدی بندھے ہوئے تھے۔ میں غصے میں ان کی طرف اٹھا اور ان میں سے ایک کی گردن اتار دی۔ لوگ قیدیوں کو لانے لگے۔ میں نے بنو مازن بن نجار میں ۳۰ قیدی دیکھے۔

مسلمان ان سے شکست کھا کر دور مکہ کی طرف نکل گئے تھے۔ پھر وہ لوٹ آئے نبی کریم ﷺ نے ان سب کیلئے حصہ نکالا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری والدہ ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ان لوگوں کو دیکھ رہے ہیں جو آپ پر مسلمان ہوئے۔ پھر آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور آپ کو رسوا کر دیا۔ آپ ان کو ہرگز معاف نہ کیجیے گا۔ جب اللہ آپ کو ان پر قدرت دے تو ان مشرکوں کی طرح انہیں بھی قتل کر دیجیے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! اللہ کافی ہے اور اللہ کی عافیت بڑی وسیع ہے۔ ان کے ساتھ اس دن ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا اونٹ تھا۔ اسے ڈر تھا کہ وہ اس پر غالب آجائے گا۔ انہوں نے اس کا سر اپنے قریب کیا اور اپنا ہاتھ لگام کے ساتھ اس کے حلقے میں ڈالا اور وہ اس کے درمیان میں اپنی چادر باندھ رہی تھیں۔ ان کے ہاتھ میں خنجر بھی تھا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے ام سلیم! یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے کہا: خنجر ہے۔ اسے میں نے اپنے ساتھ لے لیا تھا کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ سن رہے ہیں ام سلیم کیا کہہ رہی ہیں۔

ام حارث انصاریہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند! ابو حارث کے اونٹ کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ ان کے اونٹ کا نام مجسار تھا۔ انہوں نے کہا: اے حارث! تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑو۔ میں نے اونٹ کی لگام پکڑ لی۔ اونٹ یہ چاہتا تھا کہ وہ دیگر اونٹوں سے جا ملے اور لوگ شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اور وہ اسے الگ نہیں کر رہی تھیں۔ ام حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تو میں نے کہا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کا امر۔ ام حارث کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! جو میرے اونٹ سے گزرے گا میں اسے قتل کردوں گی۔ اللہ کی قسم! آج کے دن کی طرح میں نے نہیں دیکھا۔ یہ لوگ ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔ وہ بنوسلیم اور اہل مکہ کو مراد لے رہی تھیں جو لوگوں کو لے کر شکست خوردہ بھاگ رہے تھے۔ حضرت محمد بن عبداللہ بن ابوصعصعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس دن خزرج کو چیخ چیخ کر بلا رہے تھے: اے خزرج والو! اے خزرج والو!

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اوس کو تین بار پکارا: اے اوس کے لوگو! پھر قسم بخدا! وہ لوگ ہر جانب سے اکٹھے ہو گئے۔ گویا وہ شہد کی مکھیاں ہیں جو اپنے چھتے کی طرف آرہی ہیں۔ مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے اور ان سے لڑائی شروع کردی۔ مسلمانوں نے قتل میں اس قدر جلدی دکھائی کہ عورتوں اور بچوں کو بھی نہ چھوڑا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ اب یہ بچوں کو بھی قتل کرنے لگے۔ سنو! کسی بچے یا عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ آپ نے تین بار فرمایا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ مشرکین کی اولاد نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے بہترین لوگ مشرکین کی اولاد نہیں تھے؟ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ حتی کہ وہ ٹھیک طریقے سے بولنے لگے۔ پھر اس کے والدین ہی اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب ہم نے اور ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دیکھا تو ہم نے ایسی سیاہی دیکھی کہ اتنی کثرت سے سیاہی کبھی نہ دیکھی تھی۔ وہ سیاہی اونٹ تھے جن پر عورتیں سوار تھیں۔

فرشتوں کی مدد

پھر آسمان سے ایک گھنا سایہ نمودار ہوا اور ہم پر اور ان پر چھا گیا اور تا حد افق پھیل گیا۔ میں نے دیکھا کہ وادئ حنین سیاہ چیونٹیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اب مجھے شک نہ رہا کہ یہ مدد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بھیجی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی۔

حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کے انصاری بوڑھوں سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم نے اس دن گھوڑوں کا ایک سیاہ لشکر دیکھا جو یکے بعد دیگرے آسمان سے اتر رہا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا گویا چیونٹیاں ہر جانب بکھر گئی ہیں۔ ہم ان سے اپنے کپڑوں کو سمیٹنے لگے۔ وہ اللہ کی طرف ہماری مدد تھی۔

حنین کے دن فرشتے سرخ پگڑیاں باندھ کر آئے تھے۔ جنہیں انہوں نے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔ یہ رعب تھا جسے اللہ تعالیٰ نے حنین کے دن مشرکین کے دلوں میں ڈال دیا تھا۔ جیسے کنکریاں تھال میں ہوتی ہیں۔

حضرت سوید بن عامر سوائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وہ بھی اس دن شریک تھے۔ ان سے رعب کے بارے میں پوچھا گیا تو

انہوں نے کنکریاں اٹھائیں اور انہیں تھال میں ڈال دیا اور ان کی آواز آئی۔ پھر فرمایا: ہم اپنے پیٹوں میں اس طرح کی آواز محسوس کر رہے تھے۔

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے قوم کے متعدد افراد نے بتلایا جو اس دن شریک ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں تھیں تو ہم میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں کنکر نہ پڑی ہو۔

اور ہمارے سینوں میں ایسی آواز محسوس ہو رہی تھی جیسے کنکری تھال میں گرتی ہے۔ یہ عجیب آواز مسلسل ہمارے اندر سے آتی رہی اور ہم نے اس دن سفید مردوں کو دیکھا جو چتکبرے گھوڑوں پر تھے اور انہوں نے سرخ عمامے باندھ رکھے تھے اور ان کے شملے اپنے کندھوں کے درمیان ڈال رکھے تھے اور وہ آسمان و زمین کے درمیان دستوں کی شکل میں اتر رہے تھے۔ ان کا رعب ہی اتنا تھا کہ ہم میں ان سے لڑنے کی ہمت نہیں تھی۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے ہماری قوم کے چند لوگوں نے بتلایا جو اس دن حاضر تھے۔ بتلاتے ہیں کہ ہم نے تنگ دروں اور گھاٹیوں میں ان کے لیے گھات لگائی ہوئی تھی۔ پھر ہم نے ان پر حملہ کر دیا۔ ہم ان کے اوپر چڑھ دوڑے۔ حتی کہ ہم شھباء نامی خچر والے تک پہنچ گئے۔ ان کے اردگرد بڑے خوبصورت چہروں والے سفید رنگ کے لوگ تھے۔ انہوں نے کہا: چہرے ہلاک ہو جائیں۔ تم واپس چلے جاؤ اور ہمیں شکست ہوگئی۔ مسلمان ہم پر چڑھ دوڑے اور وہی ہوا۔ ہم اپنے پیچھے دیکھتے، ہم ان کی طرف دیکھتے اور وہ ہم سے چھپ جاتے۔ ہماری جماعت ہر جانب بکھر گئی۔ ایک کڑک تھی جو ہم پر چھا گئی تھی۔ حتی کہ ہم اپنے بالائی علاقوں کی طرف بھاگ گئے۔ اگر ہم سے اس کلام کو بیان کرنے کا کہا جائے تو ہم کچھ نہیں جانتے وہ کیا تھا۔ وہ اسلام کا ایک رعب تھا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ڈال دیا تھا۔

بنو ثقیف کے حلیفوں کا جھنڈا قارب بن اسود بن مسعود کے پاس تھا۔ جب لوگوں کو شکست ہوئی تو اس نے اپنا جھنڈا ایک درخت کے ساتھ باندھا اور خود اپنے چچا زاد حلیفوں کو لے کر بھاگ گیا۔ ان میں سے صرف دو آدمی قتل ہوئے۔ بنو مغیرہ کے وھب اور لجلاج۔ جب آپ کو لجلاج کے قتل کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: آج ثقیف کے جوانوں کا سردار مارا گیا۔ مگر وہ لوگ جو ابن هنیدہ سے تھے۔

بنو مالک کا جھنڈا ذی خمار کے پاس تھا۔ جب ھوازن کو شکست ہوئی تو مسلمان ان کے پیچھے بھاگے۔ بنو مالک میں ثقیف کے مقتولین کو شمار کیا گیا تو ان کے تقریباً ۱۰۰ آدمی قتل ہوئے، جو ان کے جھنڈے کے نیچے تھے۔ ان میں عثمان بن عبداللہ بن تھا۔ وہ دیر تک ان میں لڑتا رہا اور وہ ثقیف اور ھوازن کو قتال پر ابھارتا تھا حتی کہ خود مارا گیا۔

لجلاج بنو کنہ کا ایک شخص تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو کنہ والوں سے فرمایا: یہ ابن ھنیدہ کے علاوہ کنہ کے جوانوں کا سردار تھا۔ یعنی حارث بن عبداللہ بن یعمر بن ایاس بن اوس بن ربیعہ بن حارث۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ کنہ غاضر کی یمنی بیوی تھی۔ وہ قبائل عرب میں پہچانی گئی۔ حالانکہ وہ لونڈی تھی۔

حارث نے بنوکنہ کے ہر غلام کو آزاد کردیا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اسے کہا: کیا تمہیں پسند ہے کہ عامر بن طفیل اور علقمہ بن علاثہ کے گھر والے کنہ کی جگہ ہوتے؟ انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں چاہتا ہوں، بے شک یہ ایسے ہی ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش! میری ماں کنہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کی وجہ سے مجھے وہ سب عطا فرماتے جو تجھے عطا فرمایا۔ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی ماں کا خیال رکھتے تھے۔ وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتا اور خود اس کا سر دھوتا اور خود ہی اس کے سر میں کنگھا کرتا۔

فرماتے ہیں: بنوثقیف بھی بھاگ گئے تھے۔ ان کے بوڑھے لوگوں نے بتایا کہ وہ سب اس کے بعد مسلمان ہو گئے تھے جو اس دن شریک جنگ ہوئے تھے۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ہماری تلاش میں ہیں اور ہم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حتی کہ ہمارا ایک آدمی طائف کے قلعے میں داخل ہوگیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی اس کے پیچھے ہے۔ یہ شکست کا رعب تھا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہمارا آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں کا ایک بھاری دستہ تھا۔ میں نے دو آدمیوں کو دیکھا جو مسلمان اور مشرک دونوں کو قتل کر رہے تھے۔ ایک مشرک نے اس پر تلوار ابھاری۔ میں گھوم کر اس کے پیچھے سے آیا۔ میں نے اس کے کندھے کی ہڈی پر وار کیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ اس نے مجھے ایسے دبوچا کہ مجھے اس سے موت کی بو آنے لگی اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالتا۔ اگر اس کا خون نہ بہہ گیا ہوتا۔ پھر وہ گر گیا اور میں اس سے گزر کر آگے بڑھ گیا اور اس کا سامان اس پر ویسے ہی چھوڑ دیا۔ پھر میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملا اور پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا؟ انہوں نے فرمایا: یہ اللہ کا امر ہے۔

پھر لوگ لوٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی کو قتل کرے اور اس پر گواہ قائم کردے تو اس کا سامان اسی کا ہے۔

فرماتے ہیں: میں اٹھا اور پوچھا: کوئی ہے جو میرے لیے گواہی دے؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: جو کسی کو قتل کرے اور اس پر گواہ قائم کردے تو اس کا سامان اس کے لیے ہے۔ میں پھر اٹھا اور پوچھا: کیا کوئی میرے لیے گواہی دے گا؟ پھر بیٹھ گیا۔ آپ نے تیسری بار وہی بات ارشاد فرمائی۔

پھر حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اٹھے اور میرے لیے گواہی دی۔ پھر میں اسود بن خزاعی رضی اللہ عنہ سے ملا تو انہوں نے بھی میرے لیے گواہی دی۔ تب میرا وہ ساتھی جس نے سامان اٹھالیا تھا اس سے انکار نہ کر سکا کہ میں نے اسے قتل کیا۔ پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے، اسے میری طرف سے راضی کردیجیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تم اللہ کے ایک شیر کے متعلق ایسا مت سوچو۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر لڑا۔ وہ تجھے اس کا سلب دے دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ چنانچہ آپ وہ اسے دے دو۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر اس نے مجھے وہ دے دیا۔

مجھے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوقتادہ! کیا تم اسلحہ بیچو گے؟ پھر میں نے سات اوقیہ کے بدلے میں ان سے بیچ کر لی۔ پھر میں مدینہ آیا اور میں نے بنوسلمہ میں اس کے عوض کھجوروں کا ایک باغ خرید لیا۔ جسے ردینی کہا جاتا تھا۔ یہ پہلا مال تھا جو مجھے اسلام میں حاصل ہوا۔ ہم اس کی وجہ سے آج تک عیش میں ہیں۔

شیبہ بن عثمان بن ابوطلحہ اور صفوان بن امیہ نے رسول اللہ ﷺ کے حنین کی طرف روانہ ہونے کے بعد معاہدہ کیا تھا۔ امیہ بن خلف بدر کے دن مارا گیا تھا اور عثمان بن ابی طلحہ احد کے دن قتل ہوا تھا۔ ان دونوں نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ دونوں میں سے جس کا بس چلا وہ رسول اللہ ﷺ کو مار ڈالے گا (نعوذ باللہ) وہ دونوں آپ کے پیچھے تھے۔ شیبہ کہتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ایمان داخل کر دیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ میں نے آپ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ پھر کوئی چیز آئی جس نے میرے دل کو ڈھانپ لیا اور میں ایسا کرنے پر قادر نہ رہا۔ میں نے جان لیا کہ مجھے ایسا کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھے اندھیرے نے گھیر لیا اور مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں پہچان گیا کہ مجھے اس سے روک دیا گیا ہے اور مجھے اسلام پر یقین ہو چلا۔

میں نے شیبہ کا قصہ ایک دوسری طرح سے بھی سنا ہے۔ شیبہ بن عثمان کہتے ہیں: جب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرف جہاد کیا اور کامیاب ہو گئے اور ھوازن کی طرف نکل کھڑے ہوئے تو میں نے کہا: میں بھی نکلتا ہوں شاید میں اپنا انتقام لے لوں اور مجھے احد کے دن اپنے باپ کا قتل یاد آ گیا جنہیں حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور میرا چچا جنہیں علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

جب آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو شکست ہوئی تو میں آپ کی دائیں جانب سے آیا۔ وہاں عباس رضی اللہ عنہ کھڑے تھے اور چاندی کی طرح سفید زرہ پہن رکھی تھی۔ اس سے غبار چھٹ گیا تھا۔ میں نے سوچا: اس کا چچا اسے ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ پھر میں آپ کی بائیں جانب سے آیا۔ وہ آپ کے چچا کا بیٹا ابوسفیان تھا۔ میں نے سوچا: یہ ان کے چچا کا بیٹا ہے۔ انہیں ہرگز رسوا نہ ہونے دے گا۔ پھر میں آپ کے پیچھے سے آیا۔ بس صرف آپ کی طرف تلوار اٹھانا باقی رہ گیا تھا۔ اچانک میرے اور آپ کے درمیان آگ کا انگار بلند ہوا۔ گویا بجلی ہے۔ میں ڈر گیا کہ کہیں میری آنکھیں نہ چندھیا جائیں۔ میں نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیا اور میں الٹے پاؤں پیچھے ہٹا۔ آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: شیبہ! میرے پاس آؤ۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر رکھ دیا اور فرمایا: اے اللہ! ان سے شیطان کو دور کر دے۔ میں نے اپنا سر آپ کی طرف اٹھا کر دیکھا تو آپ مجھے میرے کانوں، میری آنکھوں اور میرے دل سے زیادہ پیارے ہو چکے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے شیبہ! کافروں سے لڑو۔ فرماتے ہیں: میں آپ کے سامنے ہی آگے بڑھ گیا اور اللہ کی قسم! اب مجھے پسند تھا کہ میں اپنے ذریعے اور ہر ممکن چیز کے ذریعے آپ کو بچاؤں۔

پھر جب ھوازن شکست کھا گئے تو آپ اپنی منزل کی طرف لوٹ آئے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے تمہارے ساتھ اس سے بہتر ارادہ کیا جو تم نے ارادہ کیا تھا اور آپ نے مجھے وہ سب

بیان کر دیا جو میرے دل میں خیال پیدا ہوا تھا۔

پھر جب شکست ہوئی اور مسلمانوں پر سخت حالت تھی تو ان لوگوں نے اپنے دل کے کفر ونفاق اور کھوٹ کو ظاہر کرتے ہوئے بات کی۔

ابوسفیان بن حرب نے کہا: ان کی ہزیمت سمندر کے قریب تک نہیں پہنچے گی۔ قبیلہ اسلم کے ایک صاحب جن کا نام ابو مقیت رضی اللہ عنہ تھا کہنے لگے: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرے قتل سے منع کرتے ہوئے نہ سنا ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ کلدہ بن حنبل جو صفوان کا ماں شریک بھائی تھا اور مکہ کے سیاہ لوگوں میں سے تھا۔ کہنے لگا: سنو، آج کے دن جادو باطل ہو گیا۔ صفوان نے کہا: خاموش ہو جا۔ اللہ تیرا منہ توڑ دے۔ قریش کا مالک میری پرورش کرے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ھوازن کا رب میری پرورش کرے۔

سہیل بن عمرو کہنے لگا: یہ معاملہ محمد اور اس کے ساتھیوں کے بس میں نہیں ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا، یہ کوئی بات نہیں ہے۔ معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ محمد ﷺ کو اس معاملے میں کچھ اختیار نہیں۔ اگر آج انہیں شکست ہو بھی گئی تو کل انجام کار انہی کا ہے۔ سہیل نے کہا: تمہارا وعدہ تو اس کے خلاف تھا۔ یہ تو نئی بات ہے۔ انہوں نے فرمایا: اے ابو یزید! اللہ کی قسم! ہمارے مذہب کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ حالانکہ ہم عقل مند تھے۔ ہم پتھر کی عبادت کرتے تھے جو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔

حضرت یعقوب بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عثمان بن عبداللہ گھوڑے، غلام اور اموال لے کر اس میں شریک ہوا تھا۔ وہ بھی اس کے ساتھ مارے گئے۔ اس کے ساتھ اس کا نصرانی غلام بھی مارا گیا، جو غیر مختون تھا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بنو ثقیف کے مقتولین کا سامان اکٹھا کر رہے تھے کہ ان کا گزر اس غلام پر ہوا۔ انہوں نے اسے غیر مختون پایا۔ وہ بلند آواز سے کہنے لگے: اے انصار کے لوگو! میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ بنو ثقیف کے لوگ ختنہ نہیں کرواتے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن لی اور فرماتے ہیں: مجھے ڈر ہوا کہ کہیں عرب ہمارے خلاف نہ ہو جائے۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! ایسا مت کیجیے! وہ تو ہمارا نصرانی غلام تھا۔ پھر میں بنو ثقیف کے دیگر مقتولین کا جسم کھول کر انہیں دکھانے لگا اور کہنے لگا: کیا آپ انہیں غیر مختون دیکھ رہے ہوں؟

ایک روایت میں ہے کہ ذوالخمار کا ایک غلام تھا جو نصرانی تھا۔ اس کا نام ازرق تھا۔ وہ اس دن اپنے سردار کے ساتھ مارا گیا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مقتولین کا سامان اکٹھا کر رہے تھے۔ انہوں نے اسے ننگا کیا تو وہ غیر مختون نکلا۔ انہوں نے بلند آواز سے انصار کو ندا دی۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ کہنے لگے: میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں: ثقیف کے لوگ ختنہ نہیں کرواتے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن لی اور دل میں محسوس کیا۔ کہنے لگے: اے ابو طلحہ! میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ پھر انہوں نے عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ کو ان کے لیے ننگا کیا اور فرمایا: یہ بنو ثقیف کا سردار تھا۔ پھر اس غلام کے سردار ذوالخمار کے پاس آئے تو اس کا ختنہ بھی ہوا تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ میرے پاس ایک ایسا معاملہ آیا جس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور میں ڈر گیا کہ کہیں یہ عرب میں

ہمارے اس معاملے کو عام نہ کردے۔ حتی کہ لوگوں نے دیکھا اور جان گئے کہ وہ ان کا نصرانی غلام تھا اور جس نے عثمان بن عبداللہ کو قتل کیا تھا وہ عبداللہ بن ابو امیہ تھے۔ نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اور عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ کو دور کرے۔ وہ قریش سے بغض رکھتا تھا۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا حضرت عبداللہ کے لیے رحمت کی دعا کرنا جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے کہا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسی رخ میں شہادت عطا فرمائیں گے۔ پھر وہ طائف کے محاصرے میں شہید ہو گئے۔

نبی کریم ﷺ نے حنین کے دن فرمایا: اگر ابن جشامہ اصغر نہ ہوتا تو آج کے دن گھڑ سوار رسوا ہو جاتے اور خزاعہ کی ایک عورت نے حنین کے دن کہا:

حنین کا پانی ہمارا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم اسے پیو گے تو اس پر غالب نہیں آؤ گے اور یہ اللہ کا رسول ہے جو اس پر غالب نہیں آئے گا۔

یہ اشعار ابن جعفر نے سنائے۔

اور مسلمانوں کی ایک عورت نے کہا:

اللہ کے گھڑ سوار لات کے گھڑ سواروں پر غالب آگئے۔

اور اللہ ہی ثابت رہنے کا زیادہ حق دار ہے۔

عورتوں کے قتل کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے مقدمۃ الجیش میں بنو سلیم کو آگے بھیجا اور ان پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرمایا۔ پھر آپ ﷺ کا گزر ایک مقتولہ عورت پر سے ہوا لوگ اس پر جمع ہو رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: ایک عورت ہے جسے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ خالد کے پاس جاؤ اور کہو: اللہ کے رسول ﷺ تمہیں عورت اور غلام کو قتل کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے ایک دوسری عورت کو دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا۔ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اسے قتل کیا ہے۔ یہ میرے پیچھے سے آئی اور مجھے قتل کرنا چاہتی تھی۔ پھر میں نے اسے قتل کر دیا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اسے دفن کرنے کا حکم دے دیا۔

فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے ہوازن کو شکست دی تو مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور انہیں قتل کرنے لگے۔ اس دوران بنو سلیم نے ندا لگائی کہ اپنے ماں شریک بھائیوں کو قتل کرنے سے رک جاؤ تو انہوں نے نیزے اٹھا لیے اور قتل سے رک گئے۔

ام سلیم بکمہ بنت مرہ تھی جو تمیم بن مرہ کی بہن تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا: اے اللہ!

بنولکمہ کی پکڑ فرما۔ اور انہیں علم نہیں تھا کہ ان کا ماں کا نام بکمہ تھا۔ آپ نے فرمایا: میری قوم میں تو انہوں نے اسلحے کو روا رکھا اور اپنی قوم سے اسلحہ اٹھالیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو ڈھونڈنے کا حکم دیا۔ پھر اپنے گھڑسواروں کو فرمایا۔ اگر تم بجاد پر قادر ہو جاؤ تو وہ ہرگز تم سے بچ کر نہ نکلے۔ اس نے ایک بہت بڑا جرم کیا تھا۔ وہ بنوسعد میں سے تھا۔ اس کے پاس ایک مسلمان گیا تو بجاد نے اسے پکڑ لیا اور اسے مار کر ایک ایک عضو کاٹ ڈالا اور اسے آگ میں جلا دیا۔ اس کا جرم مشہور ہوا تو وہ بھاگ گیا۔ گھڑسواروں نے نے اسے پکڑ لیا۔

رضاعی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن شیماء بنت حارث بن عبدالعزی کے پاس اسے رکھا۔ انہوں نے چلنے میں ان پر سختی کی۔ شیماء بنت حارث حارث کہنے لگیں: اللہ کی قسم! میں تمہارے صاحب کی بہن ہوں۔ وہ ان کی تصدیق نہیں کر رہے تھے۔ انہیں انصار کی ایک جماعت نے پکڑا تھا۔ وہ ھوازن پر بڑے سخت تھے۔ حتی کہ اسے لے کر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے۔ انہوں نے عرض کیا: اے محمد! میں آپ کی بہن ہوں۔ آپ نے پوچھا: کیا نشانی ہے؟ انہوں نے آپ کو دانت کے کاٹے ہوئے کا نشان دکھایا اور عرض کیا: ہم وادئ سرد میں تھے اور میں آپ کی پشت پر ٹیک لگائے ہوئے تھی کہ آپ نے مجھے دانتوں سے کاٹ لیا تھا اور ہم اس دن ان کے چرواہوں کے ساتھ تھے۔ آپ کے باپ میرے باپ ہیں اور آپ کی ماں میری ماں ہے اور ہم نے اکٹھے دودھ پیا ہے۔ اے اللہ کے رسول! یاد کیجیے! آپ ﷺ نے وہ نشان پہچان لیا۔ آپ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے اپنی چادر بچھا دی۔ پھر فرمایا: اس پر بیٹھ جاؤ۔ آپ نے انہیں مرحبا کہا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے ان سے اپنے رضاعی والدین کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتلایا کہ اتنا عرصہ ہوا وہ فوت ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو محبت اور اکرام کے ساتھ ہمارے پاس ٹھہر جائیں اور اگر اپنی قوم کی طرف واپس جانا چاہتی ہیں تو واپس بھی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا: میں اپنی قوم کی طرف واپس جاؤں گی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر آپ نے انہیں تین غلام اور ایک باندی عطا کی۔ ان میں سے ایک کا نام مکحول تھا۔ انہوں نے لونڈی سے اس کی شادی کر دی۔

حضرت عبدالصمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے میرے والد رحمہ اللہ نے بتلایا کہ انہوں نے بنوسعد میں اس کی نسل کو پایا ہے۔

شیماء رضی اللہ عنہا اپنے گھر لوٹ گئیں۔ عورتوں نے بجاد کے بارے میں ان سے بات کی۔ وہ آپ کی طرف واپس آئیں اور آپ سے بات کی کہ وہ انہیں ھبہ کر دیں اور اسے معاف کر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ نے ان کو ایک یا دو اونٹ دینے کا حکم دیا اور ان سے پوچھا کہ ان میں سے کون باقی ہے؟ انہوں نے اپنی بہن، بھائی اور چچا ابو برقان کے بارے میں بتلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم کے احوال دریافت فرمائے جو آپ رضی اللہ عنہا نے بتلائے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم جعرانہ لوٹ جاؤ اور اپنی قوم کے ساتھ رہنا۔ میں طائف کی طرف جا رہا ہوں۔ پھر وہ جعرانہ لوٹ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ جعرانہ میں ان کے پاس آئے اور انہیں اونٹ اور بکریاں دیں اور ان کے باقی گھر والوں کو بھی بہت کچھ دیا۔

فرماتے ہیں: جب لوگوں کو شکست ہوئی تو وہ طائف آ گئے۔ انہوں نے مقامِ اوطاس میں لشکر جمع کر لیا۔ کچھ لوگ نخلہ کی جانب چلے گئے اور نخلہ کی طرف جانے والے ثقیف میں سے بنو غیرہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے نخلہ کی طرف جانے والوں کے پیچھے گھڑ سواروں کو بھیجا اور ثنایا کی طرف جانے والوں کے پیچھے کوئی نہ گیا۔

ادھر درید بن صمہ کو ایک شخص نے پکڑ لیا، جن کا نام یہ ہے: ربیعہ بن رفیع بن اُھبان بن ثعلبہ بن ربیعہ بن یربوع بن سمال بن عوف بن امرئ القیس۔ یہ بنو سلیم میں سے تھے۔ انہوں نے اس کے اونٹ کی لگام پکڑ لی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی عورت ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ نقاب پوش تھا۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ مرد ہے۔ انہوں نے اونٹ کو بٹھا دیا۔ وہ ۱۶۰ سالہ بوڑھا نکلا۔ وہ درید تھا۔ مگر لڑکے کو اس کا تعارف نہ تھا۔ اس جوان نے کہا: میرا ارادہ اس کے غیر کا نہیں ان لوگوں میں سے جو اس جیسے دین پر ہیں۔ درید نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے فرمایا: میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں۔ پھر انہوں نے اپنی تلوار سے اسے مارا تو وار خالی گیا۔ درید نے کہا: تمہاری ماں نے تجھے برا اسلحہ دیا۔ کجاوے کے پیچھے سے نیام سے میری تلوار نکال اور اس سے مار۔ کھانے سے اٹھا اور دماغ سے جھکا۔ میں اسی طرح لوگوں کو قتل کیا کرتا ہوں۔ پھر جب تم اپنی ماں کے پاس جاؤ تو اسے کہنا کہ تم نے درید بن صمہ کو قتل کر دیا ہے۔ کتنے دن میں نے تمہاری عورتوں کو روک کر رکھا۔ بنو سلیم کا خیال تھا کہ جب ربیعہ نے اسے مارا تو موت کی وجہ سے اس کی رانیں اور پشت گھوڑے کے بیٹھنے کی وجہ سے کاغذوں کی طرح کھل گئیں۔ پھر جب ربیعہ اپنی ماں کی طرف لوٹ کر آیا اور اسے بتلایا کہ اس نے اسے قتل کر دیا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! اس نے ایک جنگ میں تمہاری تین ماؤں کو آزاد کیا تھا اور تیرے باپ کی پیشانی کاٹ دی تھی۔ نوجوان نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں تھا۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے پیچھے بھیجا جو اوطاس کی طرف بھاگ گئے تھے۔ آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کے ساتھ اس لشکر میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

وہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ہوازن کو شکست ہوئی تو انہوں نے اوطاس میں ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا۔ کچھ لوگ ان میں سے بھاگ گئے، کچھ مارے گئے اور کچھ قیدی ہوئے۔

ہم ان کے لشکر تک پہنچ گئے۔ وہ دفاعی حالت میں تھے۔ ان میں سے ایک شخص باہر آیا اور مقابلے کی دعوت دی۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ حتی کہ اسی طرح نو آدمی قتل کر دیے۔ جب نوواں آدمی ان سے مقابلے کے لیے آیا تو اس نے عمامہ باندھا ہوا تھا اور وہ بڑا ماہر جنگجو تھا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے اور اسے قتل کر دیا۔ جب دسواں آدمی آیا تو اس نے زرد رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ وہ شخص کہنے لگا: اے اللہ! گواہ نہ ہو۔ پھر اس نے ابو عامر رضی اللہ عنہ پر وار کیا اور انہیں گرا دیا۔ ہم انہیں اٹھا کر لائے تو ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔

انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور بتلایا کہ ان کا قاتل زرد عمامے والا ہے۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو وصیت کی اور جھنڈا ان کے سپرد کر دیا اور فرمایا: میرا گھوڑا اور اسلحہ نبی کریم ﷺ کو دے دینا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح یاب فرمایا۔ انہوں نے ابو عامر کے قاتل کو بھی قتل کر دیا۔ اور اس کا اسلحہ، ترکہ اور گھوڑا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور فرمایا: ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا کہ میرے لیے استغفار کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: اے اللہ! ابو عامر رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دے اور انہیں جنت میں میرے اعلیٰ امتیوں میں سے بنا دے۔

آپ نے ابو عامر رضی اللہ عنہ کا ترکہ ان کے بیٹے کو دینے کا حکم دیا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ابو عامر کو بخش دیا ہوگا۔ وہ شہید ہوئے ہیں۔ آپ میرے لیے بھی اللہ سے دعا کیجیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو معاف کر دے اور انہیں میری امت کے اعلیٰ لوگوں میں شامل فرما لے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ دعا فیصلے کے دن واقع ہوگی۔ فرماتے ہیں: بنو نصر میں خوب قتل ہوا، پھر بنو رباب میں۔ حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ مسلمان تھے، کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! بنو رباب ہلاک ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کی مصیبت ختم فرما۔

مالک بن عوف ایک چوٹی پر اپنے دو شہسوار ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا، کہنے لگا: ٹھہر جاؤ، حتیٰ کہ تمہارے کمزور لوگ گزر جائیں۔ تمہارا آخری ساتھی بھی مل جائے اور کہا: دیکھو تمہیں کیا دکھتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم کچھ لوگوں کو دیکھ رہے ہیں جو اپنے گھوڑوں پر ہیں اور اپنے نیزے اپنے گھوڑوں کے کانوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: وہ تمہارے بھائی بنو سلیم ہیں۔ اور تم پر ان کی جانب سے کوئی حرج نہیں ہے۔ اب تم کیا دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم محافظ لوگوں کو دیکھ رہے ہیں، جنہوں نے اپنے نیزے اپنے گھوڑوں کی دموں کی طرف کر رکھے ہیں۔ اس نے کہا: یہ خزرج ہیں اور تم پر ان کی طرف سے کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ اپنے بھائیوں کے طریقے پر چل رہے ہیں۔ اب تم کیا دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ایسے لوگوں کو دیکھ رہے ہیں گویا گھوڑوں پر بت بنے بیٹھے ہیں۔ کہا: یہ کعب بن لوی ہیں اور یہ تم سے لڑنے والے ہیں۔ جب گھڑسواروں نے اسے گھیر لیا تو وہ اپنے گھوڑے سے اترا، اسے ڈر تھا کہ پکڑا جائے گا۔ پھر درختوں کی اوٹ میں ہوتا ہوا وادیٔ نخلہ کے بالائی جانب جبل یسوم کی طرف چلا گیا اور انہیں بھاگنے میں پیچھے چھوڑ دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ پھر اس نے کہا: تم کیا دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے بتلایا کہ دو آدمیوں کے درمیان ایک شخص کو دیکھ رہے ہیں جس نے زرد عمامہ باندھ رکھا ہے اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر مارتا ہوا آ رہا ہے اور اس نے اپنا نیزہ اپنے کندھے پر رکھا ہے۔ اس نے کہا: یہ صفیہ کا بیٹا زبیر ہے اور اللہ کی قسم! یہ تمہیں تمہاری جگہ سے ضرور ہٹا دے گا۔ جب زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا تو ان پر حملہ کر دیا اور انہیں چوٹی سے اتار لائے۔ مالک بن عوف بھاگ گیا اور بلیہ کے محل میں قلعہ بند ہو گیا۔ بعض نے کہا: بنو ثقیف کے قلعے میں داخل ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا کہ حنین میں ایک شخص نے خوب جنگ لڑی حتیٰ کہ سخت زخمی ہو گیا۔ آپ سے اس کا نام ذکر کیا

گیا تو فرمایا: وہ تو جہنمی ہے۔ مسلمانوں کو اس بات میں ذرا تردد ہوا اور ان کے دل میں اللہ جانے کیا خیال آیا۔ جب اس کو زخموں نے خوب ستایا تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر لیا اور اس کے پھل سے خود کو ذبح کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اعلان کریں: سنو! جنت میں صرف مومن داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ دین کی مدد فاجر آدمی سے بھی کروا لیتے ہیں۔

غنیمت میں خیانت کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے اموالِ غنیمت اکٹھا کرنے کا حکم دیا اور حکم فرمایا کہ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ خیانت نہ کرے۔ لوگ اپنی غنیمتوں کو ایک جگہ ڈالنے لگے۔ حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر کسی کو نگران مقرر فرمایا۔ عقیل بن ابی طالب اپنی بیوی کے پاس گیا۔ اس کی تلوار پر خون لگا تھا۔ اس نے کہا: میں جانتی ہوں کہ تم نے مشرکین سے قتال کیا ہے۔ تمہیں کیا مالِ غنیمت حاصل ہوا؟ اس نے کہا: یہ سوئی ہے جس سے تم اپنے کپڑے سی سکتی ہو۔ اس نے وہ سوئی اسے دے دی۔ وہ فاطمہ بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ تھی۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے منادی کو سنا: جسے کچھ بھی مال غنیمت حاصل ہوا ہو وہ اسے واپس کر دے۔ عقیل واپس گئے اور کہا: اللہ کی قسم! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تیری سوئی گئی۔ پھر انہوں نے اسے بھی اموالِ غنیمت میں ڈال دیا۔

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس بالوں کا بنا ہوا دھاگا لے کر آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اسے تقسیم کر دیجیے، یعنی اسے میرے لیے چھوڑ دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرا اور بنو عبد المطلب کا ہے وہ تمہارا ہے۔

ایک اور شخص آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ رسی ہے۔ جب دشمن کو شکست ہوئی تو مجھے یہ ملی تھی۔ کیا میں اس سے اپنے کجاوے کو باندھ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں سے میرا جو حصہ ہے وہ تمہارا ہے اور تم باقی مسلمانوں کے حصے کا کیا کرو گے؟

حضرت عبد اللہ بن مغیرہ بن ابو بردہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ حنین والے سال لوگوں کے پاس ان کے قبائل میں آتے اور انہیں دعوت دیتے۔ آپ نے ایک قبیلے میں پڑاؤ ڈالا۔ آپ نے ان میں سے ایک شخص کے سامان میں سرخ عقیق کا ایک ہار دیکھا جو اس نے دھوکے سے لے لیا تھا۔ آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور تکبیر پڑھی جیسے کسی میت پر تکبیر پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عمارہ بن غزیہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کے کجاوے میں خیانت پائی تو اسے اور اس کی ماں کو ڈانٹا۔ نہ اسے سزا دی اور نہ ہی اس کے کجاوے کو جلایا۔

فرماتے ہیں: مسلمانوں کو اس دن لونڈیاں ملیں۔ وہ ان سے جماع کو ناپسند کر رہے تھے اور ان کے خاوند بھی تھے۔ انہوں نے آپ سے اس بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ
''اور پاک دامن عورتیں سوائے ان کے جن کے تم مالک ہو جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس دن فرمایا: کسی بھی حاملہ باندی سے وضع حمل تک وطی نہ کی جائے اور نہ ہی غیر حاملہ سے حتی کہ اسے ایک حیض آجائے۔ انہوں نے نبی علیہ السلام سے اس دن عزل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہر پانی سے بچہ نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا کرنے کا ارادہ کرلے تو پھر اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حنین میں ایک دن ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر آپ ایک درخت کی طرف الگ ہو کر بیٹھ گئے۔ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر آپ کی طرف اٹھا اور عامر بن اضبط اشجعی کے خون کا مطالبہ کرنے لگا۔ وہ ان دنوں قریش کا سردار تھا۔ اس کے ساتھ اقرع بن حابس بھی تھے۔ وہ محلم بن جثامہ سے اس قتل کو دور کر رہے تھے کیونکہ ان کا ان سے تعلق تھا۔ وہ دونوں نبی ﷺ کے سامنے جھگڑنے لگے۔ عیینہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! نہیں، اللہ کی قسم! میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ حتی کہ میں اس کی عورتوں پر ایسے ہی غم اور جنگ کو داخل کروں جیسے اس نے میری عورتوں پر داخل کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دیت لو گے؟ عیینہ انکار کرنے لگا۔ آوازیں بلند ہونے لگیں اور شور ہو گیا۔

اس دوران بنولیث کا ایک شخص جس کا نام مکیتل تھا۔ وہ پست قد تھا۔ اس نے تمام ہتھیار پہن رکھے تھے اور اس کے ہاتھ میں چمڑے کی ڈھال تھی۔ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے مذہب اسلام میں ایسی مثال نہیں دیکھی جیسے یہ کر رہا ہے، جیسے بکریاں آتی ہیں۔ ان میں سے پہلی کو تیر لگے تو آخری بھی بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔ آج آپ ایک طریقہ قائم کریں کل اسے بدل دیں۔

آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا: تم دیت قبول کرو گے۔ ابھی تمہیں ۵۰ اونٹ ملیں گے اور باقی ۵۰ مدینہ واپسی پر۔ آپ ﷺ ان لوگوں کو مسلسل کہتے رہے حتی کہ انہوں نے اسے قبول کرلیا۔ محلم بن جثامہ جنہوں نے قتل کیا تھا وہ لوگوں کے ایک طرف تھے۔ لوگ اسے مسلسل دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: تم نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے لیے استغفار کرتے دیکھا ہے۔ محلم اٹھا۔ ایسے لگا گویا کوئی دراز قد آدمی گندم گوں رنگت والا جس نے مہندی لگا رکھی تھی اور جوڑا پہن رکھا تھا۔ وہ اس میں بدلے میں قتل ہونے کے لیے تیار تھا۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! معاملہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔ میرے لیے بخشش کی دعا کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کیا: میں محلم بن جثامہ ہوں۔ فرمایا: تم نے مسلمان ہونے کے باوجود اپنے اسلحے سے اسے قتل کر دیا۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا: اے اللہ! محلم کی بخشش نہ کرنا۔ آپ اس سے لوگوں کو متنبہ کر رہے تھے۔ انہوں نے دوبارہ پھر بخشش کی دعا کی درخواست کی۔ آپ نے پھر بلند آواز سے وہی الفاظ دہرائے تاکہ لوگ سن لیں۔ حتی کہ انہوں نے تیسری مرتبہ پھر درخواست کی۔ آپ نے تیسری مرتبہ پھر وہی بات ارشاد فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا: اٹھ جاؤ۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے اپنی چادر سے اپنے آنسو پونچھ رہے تھے۔

حضرت ضمرہ سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ اس دن موقع پر موجود تھے۔ فرماتے ہیں: ہم یہ کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے ان کے لیے استغفار میں اپنے ہونٹوں کو حرکت دی تھی۔ لیکن آپ یہ چاہتے تھے کہ اسے قتل کی اللہ کے ہاں ناراضگی بتلائیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب محلم بن جثامہ فوت ہوئے تو ان کی قوم نے انہیں دفن کر دیا۔ مگر زمین نے انہیں واپس پھینک دیا۔ انہوں نے پھر دفن کیا، زمین نے پھر باہر پھینک دیا۔ انہوں نے تیسری بار پھر دفن کیا۔ مگر زمین نے پھر پھینک دیا۔ پھر انہوں نے اسے پہاڑوں کے درمیان ڈال دیا اور درندوں نے انہیں کھایا۔

حضرت سوید بن جبلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب محلم بن جثامہ کی موت کا وقت آیا تو عوف بن مالک اشجعی ان کے پاس آیا اور کہا: اے محلم! کیا تم طاقت رکھتے ہو کہ تم ہمارے پاس لوٹ آؤ اور ہمیں وہ سب بتلاؤ جو تم نے دیکھا اور تمہارے ساتھ پیش آیا۔ پھر وہ اس کے ایک سال بعد یا جتنا اللہ نے چاہا آئے۔ اس نے پوچھا: اے محلم! کیسے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم خیریت سے ہیں اور ہم نے اپنے رب کو بڑا رحیم پایا ہے، اس نے ہماری مغفرت فرما دی۔ عوف نے کہا: کیا تم سب کی؟ انہوں نے فرمایا: ہم میں سے کوئی بھی احراض میں سے نہیں ہے۔

پوچھا: احراض کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: وہ لوگ جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے لی ہو مگر اس کا پورا پورا اجر عطا فرمایا۔ حتیٰ کہ میرے گھر والوں کی بلی بھی ہلاک ہوئی تو اس کا اجر بھی مجھے دیا گیا۔

عوف نے کہا: میں نے سوچا: اللہ کی قسم! میرے خواب کی تصدیق ہو جائے گی اگر میں محلم کے گھر والوں کے پاس جاؤں اور ان سے اس بلی کے بارے میں پوچھوں۔ وہ ان کے پاس آیا عوف نے اجازت مانگی تو اسے اجازت مل گئی۔ جب وہ اندر گیا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم تو ہمارے پاس آنے والے نہ تھے۔ اس نے پوچھا: تم کیسے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم خیریت سے ہیں اور یہ تمہاری بھتیجی ہے، یہ شام آئی ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں تھی اور اب اس کی یہ حالت ہوگئی ہے گزشتہ رات اس کا باپ ہم سے جدا ہو گیا۔ میں نے ان سے پوچھا: اے عوف! کیا تمہیں اس کا علم ہے؟ اس نے کہا: ہاں مجھے خبر ملی تھی۔ تم اس کے بدلے کی امید رکھو۔

حضرت عبدالرحمن بن ازہر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حنین میں دیکھا۔ آپ لوگوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ٹھکانے کا پوچھ رہے تھے۔ میں آپ کے ساتھ تھا۔ اس دن ایک جوان لایا گیا۔ آپ نے اپنے پاس والوں کو حکم دیا انہوں نے جوان کے ہاتھوں میں تھا اس سے اسے مارا اور اس پر مٹی ڈالی۔

غزوہ طائف

محدثین فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے حنین فتح کر لیا اور طائف کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت طفیل بن عمرو کو عمرو بن حممہ کے بت "ذوالکفین" کو گرانے کے لیے بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم سے مدد لیں اور انہیں لے کر طائف آ جائیں۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: سلام کو عام کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا اور اللہ سے ایسے حیا کرنا جیسے تم اپنے اہل میں سے کسی بارعب شخص سے حیا کرتے ہو۔ جب کوئی گناہ ہو جائے تو نیکی کر لینا۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ "اس لیے کہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت حاصل کرنے والے ہیں۔"

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ جلدی سے اپنی قوم کی طرف نکلے اور ذوالکفین کو گرا دیا۔ وہ اس کے پیٹ میں آگ ڈال رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

اے ذوالکفین! میں تمہارے عبادت گزاروں میں سے نہیں ہوں ہماری پیدائش تیری پیدائش سے پہلے ہے۔

میں نے تمہارے دل میں آگ بھڑکا دی ہے۔

ان کے ساتھ ان کی قوم نے بھی جلدی کی۔ ان کی قوم کے ۴ سو افراد ان کے ساتھ چل پڑے اور طائف میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ آ ملے۔ آپ کو وہاں ٹھہرے ہوئے چار دن ہوئے تھے۔

جدید جنگی ہتھیاروں کا استعمال

آپ اس غزوے میں ٹینک اور منجنیق بھی ساتھ لائے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے قبیلہ ازد والو! تمہارا جھنڈا کون اٹھائے گا؟ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جو جاہلیت میں اسے اٹھاتا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے درست کہا۔ وہ نعمان بن زرافہ لہبی تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے حنین سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے مقدمۃ الجیش پر آگے بھیجا اور کچھ راہبروں کو پکڑ لیا جو طائف تک جانے کا راستہ دکھاتے۔

رسول اللہ ﷺ طائف پہنچ گئے۔ آپ نے حکم فرمایا تھا کہ قیدیوں کو جعرانہ لے جایا جائے۔ آپ نے ان پر حضرت بدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے غنائم اور اموال کو بھی جعرانہ بھیجنے کا حکم فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ طائف چلے گئے اور ثقیف نے اپنے قلعے بند کر لیے اور اوطاس سے شکست کھا کر ان میں داخل ہو گئے

اور دروازے بند کر لیے۔ یہ قلعہ ان کے شہر کے قریب تھا اور اس کے دو دروازے تھے۔ انہوں نے جنگ کی بھرپوری تیاری کر لی اور اپنے قلعے میں ایک سال کا راشن جمع کر لیا، اگر ان کا محاصرہ ہو تو یہ انہیں سال بھر کے لیے کافی ہو جائے۔

جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ

حضرت عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہما مقامِ جرش میں آئے اور ٹینک اور منجنیق کا استعمال سیکھتے رہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ اسے طائف کے قلعے پر نصب کریں گے۔ یہ دونوں حضرات غزوۂ حنین اور طائف کے محاصرے میں بھی شریک نہ ہو سکے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اوطاس سے روانہ ہوئے اور وادئ نخلہ کی دائیں جانب چلے۔ پھر قرن اور ملیح سے ہوتے ہوئے لیہ کے بحرۂ رغاء پر سے گزرے۔ آپ نے وہاں مسجد بنائی اور اس میں نماز ادا کی۔

حضرت سعید بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے انہوں نے بتلایا جنہوں نے لیہ میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے دست اقدس سے مسجد کی تعمیر کرتے دیکھا۔ لوگ آپ کے پاس پتھر لے کر آ رہے تھے۔

اس دن نبی کریم ﷺ کے پاس بنولیث کا ایک شخص لایا گیا۔ اس نے قبیلہ ہذیل کے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ وہ جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ ﷺ نے لیثی کو ھذلیوں کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اسے آگے کیا اور اس کی گردن اتار دی۔ یہ پہلا خون تھا جس کا اسلام میں قصاص لیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے لیہ میں ہی ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ آپ ﷺ نے اس دن ایک محل دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ لوگوں نے کہا: یہ مالک بن عوف کا محل ہے۔ آپ نے پوچھا: مالک کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ ثقیف کے قلعے سے ابھی آپ کو دیکھ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اس محل میں کون ہے؟ لوگوں نے کہا: اس میں کوئی نہیں رہتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے جلا ڈالو۔ پھر عصر اور مغرب کے درمیان میں اسے آگ لگا دی گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے ابواحیحہ سعید بن عاص کی قبر کو دیکھا۔ وہ اس کے محل کے پاس تھی۔ اس کی قبر اونچی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ اس قبر والے پر لعنت کرے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن تھا۔

اس کے دونوں بیٹے عمرو بن سعید اور ابان بن سعید رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ کہنے لگے: اللہ تعالیٰ ابوقحافہ پر لعنت کرے۔ وہ بالکل مہمان نواز نہیں تھا اور نہ ہی ظلم و زیادتی کو روکتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کو گالی دینے سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر تم نے مشرکین کو گالی دینا ہو تو کسی کا نام مت لو۔

پھر رسول اللہ ﷺ لیہ سے روانہ ہوئے اور ضیقہ نامی راستے پر چل پڑے۔ آپ نے اس کا نام تبدیل کر کے یُسریٰ رکھ دیا۔ پھر آپ نخب کی طرف نکلے۔ حتیٰ کہ آپ نے ایک گھنی بیری کی نیچے پڑاؤ ڈالا جو بنوثقیف کے ایک شخص کے مال کے قریب

تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ یا تو تم بھی نکلو گے یا ہم تمہارا باغ جلا دیں گے۔ اس نے نکلنے سے انکار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے باغ کو جلانے کا حکم دے دیا کہ جو بھی اس میں ہے سب جلا ڈالو۔

پھر رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔ حتی کہ آپ نے طائف کے قلعے کے قریب پڑاؤ ڈالا اور وہاں لشکر کو ترتیب دیا۔ تھوڑی دیر آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے وہاں آرام کیا۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ آپ کے قریب آئے اور عرض کیا: ہم قلعے کے بالکل قریب ہیں۔ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اگر ایک رائے ہے تو ان کے قلعے سے پیچھے ہٹ جانا بہتر ہے۔ آپ یہ سن کر خاموش رہے۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم ابھی ٹھہرے ہی تھے کہ ان کی جانب سے ہم پر تیر اندازی ہوئی۔ اللہ ہی جانتا ہے وہ کیا تھی۔ گویا ٹڈی کے پاؤں تھے۔ ہم نے ڈھال آگے کر لی۔ حتی کہ چند مسلمانوں کو زخم بھی آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حباب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: لوگوں کے پیچھے کوئی بلند جگہ دیکھو۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ نکلے اور مسجد طائف والی جگہ تک پہنچے جو بستی سے باہر تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ کی طرف واپس آئے اور آپ کو بتلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیچھے ہٹ جانے کا حکم دے دیا۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ابو محجن کو دیکھ رہا تھا جو قلعے کے اوپر سے اپنے قبیلے والوں کے ساتھ بڑے بڑے تیر پھینک رہا تھا جو گرتے ہوئے نیزوں کی طرح معلوم ہو رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس بلند جگہ منتقل ہو گئے جہاں آج مسجد طائف ہے۔

ان لوگوں نے ایک جادوگر عورت کو نکالا جو لشکر کے سامنے ننگی ہو کر آ گئی۔ یہ اس وقت ہوا جب نبی کریم ﷺ نے پڑاؤ ڈالا تھا اور اس کے ذریعے وہ اپنے قلعے کا دفاع کر رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ ٹیلے پر اترے۔ آپ کے ساتھ آپ کی دو بیویاں ام سلمہ اور زینب رضی اللہ عنہما تھیں۔ مسلمان قلعے کی طرف پھیل گئے تو لوگوں کے آگے آگے یزید بن زمعہ بن اسود اپنے گھوڑے پر نکلے اور ثقیف سے امان طلب کی، تا کہ ان سے بات کریں۔ انہوں نے امان دے دی۔ مگر جب وہ ان کے قریب ہوئے تو انہوں نے تیر مار کر انہیں قتل کر دیا۔

امیہ بن ابو صلت کا بھائی ہذیل بن ابو صلت قلعے کے دروازے سے نکلا، وہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یعقوب بن زمعہ رضی اللہ عنہ اس کی گھات میں تھے۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا قاتل ہے۔ جب اسے آپ کے پاس لایا گیا تو آپ خوش ہوئے۔ آپ نے انہیں اس پر قدرت دے دی۔ انہوں نے اس کی گردن اتار دی۔

آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کے لیے دو خیمے لگائے۔ آپ طائف کے محاصرے کے دوران دونوں خیموں کے درمیان نماز ادا کرتے رہے۔ ان کے محاصرے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے: ۱۸ دن۔ بعض نے کہا: ۱۹ دن اور بعض

نے کہا: ۱۵ دن رہا۔ اس پوری مدت میں آپ خیموں کے درمیان دو رکعت نماز ادا کرتے رہے۔

پھر جب بنو ثقیف مسلمان ہو گئے تو امیہ بن عمرو بن وہب بن معتب بن مالک نے نبی کریم ﷺ کے مصلے کی جگہ مسجد بنا دی۔ اس میں ایک ستون تھا جس پر کبھی بھی سورج کی روشنی نہیں پڑی مگر دس مرتبہ سے زیادہ اس میں سے آواز سنائی دی۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ تسبیح کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے منجنیق نصب کی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری رائے یہ ہے کہ منجنیق ان کے قلعے پر نصب کی جائے۔

ہم سرزمین فارس میں منجنیقیں قلعوں پر ہی نصب کرتے تھے اور ہمارے خلاف بھی نصب ہوئی تھیں۔ ہم اپنے دشمن پر منجنیقوں سے پتھر پھینکتے اور وہ ہم پر۔ اگر منجنیق نہ ہوئی تو قیام لمبا ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے منجنیق تیار کی اور اسے قلعہ طائف پر نصب کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ منجنیق اور دو ٹینک یزید بن زمعہ رضی اللہ عنہ لے کر آئے اور بعض نے کہا: طفیل بن عمرو۔

ایک روایت میں ہے کہ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ مقام جرش سے ایک منجنیق اور دو ٹینک لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے کانٹے دار جھاڑی دو حصوں میں قلعے کے ارد گرد بچھا دی۔ مسلمان اس ٹینک کے نیچے چھپ گئے اور وہ گائے کے چمڑے کی بنی ہوئی تھی۔ اس دن کو یوم شدخہ کہا گیا۔

پوچھا گیا: شدخہ کیا ہے؟ فرمایا: مسلمانوں میں سے کوئی قتل نہیں ہوا جو اس کے نیچے داخل ہو گیا۔ پھر وہ اسے لے کر قلعے کی دیوار تک پہنچ گئے۔ تاکہ اسے کھودیں۔ بنو ثقیف نے ان پر لوہے کی میخیں آگ میں گرم کر کے پھینکیں، جس سے وہ ٹینک جل گئی۔ مسلمان اس کے نیچے سے نکل گئے اور ان میں سے بعض اس حملے کا شکار ہو گئے۔ ثقیف نے ان پر تیر پھینکے جس سے بعض لوگ شہید ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے انگوروں کی بیلیں کاٹنے اور انہیں جلانے کا حکم دے دیا اور فرمایا: جس نے کوئی انگور کی بیل کاٹی تو اس کے لیے جنت میں انگور کی بیل ہو گی۔

عیینہ بن بدر نے یعلی بن مرہ ثقفی سے کہا: کیا اسے کاٹنے میں مجھے بھی اجر ملے گا؟ یعلی بن مرہ نے ایسا کیا، پھر اس کے پاس آیا تو یعلی نے کہا: ہاں۔ عیینہ نے کہا: تیرے لیے آگ ہے۔

یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: عیینہ یعلی کی بنسبت آگ کے زیادہ قریب ہے۔ مسلمانوں نے اس دن انگور کی کھیتیاں ہی کاٹ ڈالیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سفیان بن عبداللہ ثقفی کو پکارا۔ اللہ کی قسم! ہم تمہارے عیال کے باپ کو بھی کاٹ ڈالیں

گے۔ سفیان نے کہا: تب تو تم پانی اور مٹی بھی نہیں لے جا سکتے۔

پھر جب اس نے قطع برید دیکھی تو پکار کر کہنے لگا: اے محمد! ہمارے اموال کیوں کاٹ رہے ہو؟ یا تم ہم پر غالب آ کر اسے لے لو گے یا پھر اسے اللہ کے لیے صلہ رحمی کرتے ہوئے چھوڑ دو گے اور میرا گمان یہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اسے اللہ کے لیے اور صلہ رحمی کرتے ہوئے چھوڑ رہا ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔

ابو وجزہ سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہر شخص کو حکم دیا کہ ان کی انگوروں کی ۵ بیلیں کاٹ ڈالے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو بے کار ہیں، ان کا پھل نہیں کھایا جاتا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ وہ اسے کاٹیں جس کا وہ پھل کھاتے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک ایک کر کے کاٹنے لگے۔

ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ثقیف کی طرف آئے اور کہا: ہمیں امان دو ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے دونوں کو امان دے دی۔ انہوں نے قریش کی عورتوں کو بلایا تا کہ ان کی طرف نکل آئیں۔ انہیں قیدی بننے کا ڈر تھا۔ ان میں ایک ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تھی۔ جو عروہ بن مسعود کے نکاح میں تھی۔ اس کا اس سے ایک لڑکا داؤد بن عروہ تھا۔ دوسری فراسیہ بنت سوید بن عمرو بن ثعلبہ تھی۔ یہ قارب بن اسود کے نکاح میں تھی۔ اس کا اس سے ایک لڑکا عبدالرحمن بن قارب تھا۔ ایک اور عورت تھی۔

پھر جب انہوں نے ان کے پاس آنے سے انکار کر دیا تو اسود بن مسعود کے بیٹوں نے ان دونوں سے کہا: اے ابوسفیان! اور اے مغیرہ! کیا ہم تمہاری اس سے زیادہ بہتری کی طرف راہنمائی نہ کریں جس کی خاطر تم آئے ہو۔ بنو اسود کا مال ہے جیسا کہ تمہارے علم میں ہے اور نبی ﷺ ان کے اور طائف کے درمیان وادی عقیق میں آ چکے ہیں۔ طائف میں اس سے زیادہ عمدہ اور گزر بسر کا ذریعہ کوئی مال نہیں اور نہ کوئی اتنا آباد ہے جتنا وہ علاقہ۔ اگر محمد نے اسے کاٹ دیا تو وہ کبھی آباد نہ ہوگا۔ تم دونوں ان سے بات کرو کہ یا اسے اپنے لیے لے لیں یا پھر اللہ کے لیے رشتہ داروں کا لحاظ کرتے ہوئے چھوڑ دیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان رشتہ داری ہے جس سے وہ بھی واقف ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے بات کی تو آپ نے اسے کاٹنا چھوڑ دیا۔

ایک شخص قلعے پر کھڑا تھا، کہنے لگا: او بکریوں کے چرواہو! چلے جاؤ اور محمد کی پردہ نشین عورتو! چلی جاؤ اور اے محمد کے غلامو! چلے جاؤ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم انگوروں کی ان بیلوں کے محتاج ہیں جنہیں تم نے برباد کر دیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اسے جہنم کی طرف لے جا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس کا نشانہ لے کر تیر مارا جو سیدھا اس کی گردن میں جا لگا اور وہ قلعے سے مر کر گر گیا۔ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو اس سے خوش ہوتے ہوئے دیکھا۔

وہ لوگ اپنے قلعوں پر کہہ رہے تھے: یہ ابو رغال کی قبر ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ ابو رغال کی قبر ہے جس کا تعلق قوم ثمود سے تھا۔

کہتے ہیں: ابو محجن قلعے کی چوٹی پر تھا اور بڑے تیر پھینک رہا تھا اور مسلمان بھی ان پر تیر برسا رہے تھے۔ قبیلہ مزینہ کے

ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا: اگر ہم نے طائف فتح کرلیا تو تم بنوارب کی عورتوں کو پکڑنا۔ اگر تم انہیں روک لو تو وہ بہت خوبصورت ہیں اور اگر ان کا فدیہ لو تو مال بھی کثیر ملے گا۔ یہ بات مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سن لی۔

انہوں نے کہا: او مزنی! اس نے کہا: جی حاضر ہوں۔ فرمایا: اس شخص پر تیر پھینک، یعنی ابو محجن پر اور مغیرہ کو اس وقت غیرت آگئی تھی جب مزنی نے عورتوں کا ذکر کیا۔ اسے پتہ تھا کہ ابو محجن تیرانداز آدمی ہے۔ اس کا کوئی تیر ضائع نہیں جاتا۔ مزنی نے اس پر تیر پھینکا تو اس کے تیر نے کچھ نہ کیا۔ ابو محجن نے اوپر سے ایک کدال پھینکی جو سیدھی اس کی گردن پر آ لگی اور اسے قتل کردیا۔ مغیرہ کہنے لگا: یہ مردوں کو بنو قارب کی عورتوں کی امیدیں دلا رہا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: وہ شروع سے آخر تک ان کی بات سنتے رہے۔ کہنے لگے: اے مغیرہ! اللہ تجھے برباد کرے۔ اللہ کی قسم! تم نے ہی اسے اس کے لیے پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اسے شہادت عطا فرمادی۔ تم اللہ کی قسم! منافق ہو۔ اللہ کی قسم! اگر اسلام نہ ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا حتیٰ کہ تجھ سے بدلہ لے کر رہتا۔ مزنی کہنے لگا: ہمارے ساتھ اتنی بڑی مصیبت ہے اور ہمیں علم ہی نہیں۔ اللہ کی قسم! میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ مزنی سے اس بات کو چھپانے کا مطالبہ کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! کبھی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی جب کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مغیرہ والی بننے کا اہل نہیں ہے جب اس نے ایسا کام کیا ہے۔

ابو محجن نے طائف کے دن حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما پر تیر پھینکا۔ زخم پیپ پڑ کر ٹھیک ہوگیا اور تیر زخم سے نکل آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت ہوئے۔

ابو محجن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہ تیر یاد آیا۔ انہوں نے اسے نکالا اور پوچھا: اے ابو محجن! کیا تم اس تیر کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: میں اسے کیسے نہیں پہچان سکتا۔ میں نے ہی اسے گھڑا اور اس کا پھل تیار کیا اور اسے درست کیا اور تمہارے بیٹے پر اسے چلایا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے ہاتھوں انہیں عزت بخشی اور ان کے ہاتھوں مجھے رسوا نہیں ہونے دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ جو غلام بھی قلعے سے اتر آیا اور ہمارے پاس آگیا تو وہ آزاد ہے۔ چنانچہ دس سے کچھ اوپر لوگ قلعے سے نکلے۔ ابوبکرہ، منبعث ان کا نام مضطجع تھا۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو آپ نے ان کا نام منبعث رکھ دیا۔ یہ عثمان بن عمار بن معتب کے غلام تھے۔ ازرق بن عقبہ بن ازرق۔ یہ بنو مالک میں سے کلدہ ثقفی کے غلام تھے۔ پھر بنو امیہ میں حلیف بنے اور انہی میں ان کا نکاح ہوا۔ عبداللہ بن ربیعہ ثقفی کے غلام وردان، یہ فرات بن زید بن وردان کے دادا تھے۔ یحنس نبال، یہ یسار بن مالک کے غلام تھے۔ اس کے بعد ان کا آقا بھی مسلمان ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ولاء انہیں واپس کردی۔ یہ طائف کے غلام تھے۔

ابراہیم بن جابر، یہ خرشہ ثقفی کے غلام تھے اور یسار عثمان بن عبداللہ کے غلام تھے۔ ان کی اولاد نہ ہوئی۔ ابوبکر نفیع بن مروح، یہ حارث بن کلدہ کے تھے۔ ان کی کنیت ابوبکرہ اس لیے پڑی تھی کہ وہ قلعے سے سب سے پہلے اترے تھے۔

ابوسائب نافع یہ غیلان بن سلمہ کے غلام تھے۔ غیلان رضی اللہ عنہ بھی اس کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ولاء بھی انہیں واپس کر دی تھی۔ عثمان کے غلام مرزوق، ان کی بھی اولاد نہیں ہوئی۔ ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو ایک مسلمان کے حوالے کر دیا تا کہ وہ اس کی کفالت کرے اور اس کی ذمہ داری اٹھائے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ عمرو بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔ ازرق خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔ وردان ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یحنس نبال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔ یسار بن مالک حضرت سعد بن عبادہ کے پاس آئے۔ ابراہیم بن جابر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں قرآن سکھائیں اور سنت کی تعلیم دیں۔

پھر جب بنو ثقیف مسلمان ہو گئے تو ان کے سرداروں نے ان آزاد کردہ غلاموں کی بابت آپ سے بات کی۔ ان میں حارث بن کلدہ بھی تھے۔ وہ انہیں غلامی میں واپس لوٹانا چاہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ ان کی طرف اب کوئی راہ نہیں۔ یہ بات اہل طائف کو انتہائی شاق معلوم ہوئی اور وہ اپنے غلاموں پر سخت غصہ ہوئے۔

عیینہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے! میں طائف کے قلعے میں جاتا ہوں اور ان سے بات کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ آئے اور کہا: میں تمہارے قریب آ جاؤں، کیا مجھے امان حاصل ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ ابومحجن نے انہیں پہچان لیا اور کہا: قریب آ جاؤ۔ وہ قریب ہوئے اور کہا: اندر آ جاؤ۔ وہ ان کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے کہا: تم پر میرے ماں باپ قربان۔ اللہ کی قسم! جو میں نے تم سے دیکھا اس نے مجھے خوش کر دیا۔ اللہ کی قسم! اگر عرب میں تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو وہ محمد سے تمہاری طرح مقابلہ کبھی نہ کرتا۔ وہ ٹھہرنے سے اکتا گئے ہیں۔ تم اپنے قلعوں میں ثابت قدم رہو۔ تمہارا قلعہ محفوظ ترین ہے اور تمہارا اسلحہ بہت زیادہ ہے۔ تمہارا پانی نہ ختم ہونے والا ہے، تمہیں اس کے ختم ہونے کا کوئی ڈر نہیں۔

پھر جب وہ باہر نکلا تو ثقیف نے ابومحجن سے کہا: ہم اس کے داخل ہونے کو اچھا نہیں سمجھ رہے تھے۔ ہمیں ڈر تھا کہ وہ محمد کو ہم میں یا ہمارے قلعے میں کوئی خلل دیکھ کر باخبر کر دے گا۔ ابومحجن نے کہا: میں اسے جانتا ہوں۔ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو محمد کے بارے میں اس سے زیادہ سخت ہو، اگرچہ وہ ان کے ساتھ ہے۔

پھر جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آیا تو آپ نے اس سے پوچھا: تم نے انہیں کیا کہا؟ اس نے کہا: میں نے ان سے کہا: اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! محمد تمہارے صحنوں سے الگ ہونے والے نہیں ہیں، حتی کہ تم اتر آؤ۔ سو تم اپنے لیے امان لے لو۔ وہ تم سے پہلے قینقاع، نضیر اور قریظہ کے صحنوں میں بھی اترے جو قلعے والے تھے۔ اسی طرح خیبر جن کے پاس

قلعوں، تعداد اور اسلحے کی کمی نہ تھی۔ میں نے جتنا ہو سکا انہیں خوب رسوا کیا۔ رسول اللہ ﷺ خاموش تھے۔ حتی کہ جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے انہیں ایسے ایسے کہا ہے۔ پھر وہ سب بیان کر دیا جو اس نے کہا تھا۔ عیینہ کہنے لگا: میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے چھوڑیے میں آگے بڑھ کر اس کی گردن اتار دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہنے دو۔ ورنہ لوگ یہ کہیں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرنے لگا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس دن اس پر سخت غصہ ہوئے اور فرمایا: اے عیینہ! تیرا ستیاناس ہو! تم ہمیشہ باطل ہی کے مددگار رہے۔ تم نے غزوہ بنو نضیر، بنو قریظہ اور خیبر میں ہماری کتنی مخالفت کی۔ لوگوں کو اکٹھے کر کے ہمارے خلاف لاتے رہے اور اپنی تلوار سے ہم سے لڑائی کی۔ پھر تم مسلمان ہو گئے جیسا کہ تمہارا خیال ہے اور اب تم ہمارے خلاف ہمارے دشمن کو ابھار رہے ہو؟ اس نے کہا: اے ابوبکر! میں اللہ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ دوبارہ ایسے کبھی نہیں کروں گا۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دن آپ کی خالہ فاختہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کے غلام مانع اور ایک اور شخص بھی تھے جس کا نام ہیت تھا۔ مانع آپ کے گھروں میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا خیال نہیں تھا کہ وہ عورتوں کے امور میں کوئی سمجھ بوجھ رکھتا ہوگا، جیسے مرد سمجھتے ہیں اور نہ ہی آپ کو اس کے بارے میں کوئی شک تھا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ وہ حضرت خالد بن ولید یا عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہما سے کہہ رہا تھا: اگر رسول اللہ ﷺ نے کل طائف فتح کر لیا تو تم سے بادیہ بنت غیلان بچ کر نہ نکل جائے۔ اس لیے کہ وہ سامنے سے آتی ہے تو اس کے جسم میں چار بل دکھائی دیتے ہیں اور منہ پھیر کر جاتی ہے تو آٹھ بل دکھتے ہیں۔ جب بیٹھتی ہے تو مڑ جاتی ہے اور جب بات کرتی ہے تو گویا گانا گاتی ہے اور جب لیٹتی ہے تو تمنا کرتی ہے اور اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بھرا ہوا برتن سوراخ سمیت ہے۔ گویا وہ سفید گل بابونہ ہے۔ جیسا کہ خطیم نے کہا:

> ہم شکل عورتوں کے درمیان اس کی خلقت گویا جداگانہ ہے۔ نہ اس کی کوئی مثال ہے اور نہ ہی دبلا پن۔ آنکھیں اس کی پلکوں کے درمیان ایسے جڑی ہیں گویا وہ صاف شفاف چہرہ ہے جس میں خون جھلک رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کی گفتگو سن لی اور فرمایا: اچھا! میرا خیال تھا کہ یہ خبیث خوبصورتی کو نہیں سمجھتا۔ جب میں عقیق کی طرف نکلا تو میں سمجھ گیا اور جو میں سن چکا ہوں اس وجہ سے اب بہتے پانی کو روکنا مشکل ہے اور فرمایا: وہ عبدالمطلب کی عورتوں کے پاس ہرگز نہ جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ تم میں سے کسی کی عورتوں کے پاس ہرگز نہ جائے۔ آپ ﷺ نے انہیں حمیٰ کی طرف جلاوطن کر دیا۔ انہوں نے حاجت کی شکایت کی تو آپ نے انہیں ہر جمعہ آنے اور سوال کرنے کی اجازت دی اور فرمایا: پھر وہ اپنی جگہ لوٹ جایا کریں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی۔ جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو وہ لوگوں کے

ساتھ شامل ہو گئے۔

پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والی ہوئے تو انہوں نے فرمایا: تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا اور میں تمہیں داخل کر دوں؟ انہوں نے بھی ان کو ان کی جگہ کی طرف نکال دیا۔

پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو وہ پھر لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی ہوئے تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمہیں نکالا اور میں شامل رکھوں؟! جاؤ اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔

انہوں نے بھی انہیں ان کی جگہ کی طرف نکال دیا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔

فرماتے ہیں: ابومحجن بن حبیب بن عمرو بن عمیر ثقفی نے طائف کے قلعے پر چڑھ کر کہا تھا: اے محمد کے غلامو! تم ہمارے علاوہ اللہ کی قسم! کسی ایسے سے نہیں ملے جو تم سے اچھی طرح لڑا ہو۔ تم جب تک ٹھہرو گے بری طرح ٹھہرے رہو گے۔ پھر تم لوٹ جاؤ گے اور تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جو تمہارا ارادہ ہے۔ ہم بھی پکے ہیں اور ہمارا باپ بھی پکا تھا۔ اللہ کی قسم! ہم جب تک زندہ ہیں اسلام قبول نہیں کریں گے۔ ہمارے درمیان طائف کا مضبوط قلعہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پکار کر کہا: او حبیب کے بیٹے! اللہ کی قسم! ہم تمہارا معاشی نظام ختم کر دیں گے۔ حتی کہ تم اپنے اس سوراخ سے نکل آؤ گے۔ تم ایک لومڑی کی طرح بل میں گھسے ہو، اس کا نکلنا قریب ہے۔

ابومحجن نے کہا: اے ابن خطاب! اگر تم انگوروں کی بیلیں کاٹ دو گے تو پانی اور مٹی میں اتنی طاقت ہے جو انہیں دوبارہ اُگا دے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس پر قادر نہیں ہو کہ تم پانی اور مٹی کی طرف نکل سکو۔ ہم تمہارے سوراخ کے دروازے سے تمہارے مرنے تک جدا نہ ہوں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! ایسے نہ کہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف کے فتح کرنے کی اجازت نہیں ملی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا یہ بات آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے؟ فرمایا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو فتح طائف کی اجازت نہیں ملی؟ فرمایا: نہیں۔

خولہ بنت حکیم بن امیہ بن اوقص سلمیہ رضی اللہ عنہا جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی تو فارعہ بنت خزاعی یا بادیہ بنت غیلان کا لباس مجھے دیجیے گا۔ وہ دونوں ثقیف کی خوبصورت ترین عورتیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے خولہ! اگر ہمیں ثقیف میں اجازت ہی نہ ملی؟ خولہ گئیں اور یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! خولہ نے مجھے جو بات بیان کی ہے کیا آپ نے انہیں کہی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ہی کہا ہے۔ عرض کیا: کیا آپ کو ان کے بارے میں اجازت نہیں ملی؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: کیا پھر میں لوگوں میں کوچ کرنے کا حکم نہ کر دوں؟ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں ضرور۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوچ کرنے کا اعلان کر دیا۔

طائف سے واپسی

مسلمان چلتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ کہنے لگے: ہم واپس جا رہے ہیں اور ہم نے طائف فتح نہیں کیا۔ ہم الگ نہ ہوتے تو اللہ ہمیں فتح دے ہی دیتا۔ اللہ کی قسم! وہ تو ہمارے مقابلین میں سب سے زیادہ ذلیل اور تعداد میں کم تھے۔ ہم نے مکہ کی جمعیت اور ھوازن کی جمعیت سے مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لشکروں کو بکھیر دیا اور یہ لوگ تو بل میں گھسی ہوئی لومڑی کی طرح ہیں۔ اگر ہم ان کا محاصرہ جاری رکھتے تو یہ تو اپنے قلعوں میں ہی مر جاتے۔

ان کی آپس میں باتیں زیادہ ہوئیں اور اختلاف ہو گیا۔ وہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور بات کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ یہ حکم آپ پر آسمان سے نازل ہوا ہے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بات کی تو انہوں نے بھی انکار کر دیا اور فرمایا: ہم نے حدیبیہ کو دیکھا۔ حدیبیہ کے مسئلے میں مجھے بھی شک ہوا تھا جسے صرف اللہ ہی جانتے ہیں۔ میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ سے بار بار بات بھی کی۔ کاش! میں نے ایسا نہ کیا ہوتا اور میرے اہل اور میرا مال ختم ہو جاتے۔ پھر اللہ کی طرف سے اس میں ہمارے لیے بھلائی ہوئی۔ پھر کون سی فتح ہے جو لوگوں کے لیے صلح حدیبیہ سے بہتر ہوئی اور اس میں تلوار کا استعمال بھی نہیں ہوا۔ پھر اس کے بعد جتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اتنے تو بعثت نبوی سے صلح حدیبیہ تک اسلام میں داخل نہ ہوئے۔ سو اس رائے کو چھوڑ دو اور بھلائی اسی میں ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ میں اس بارے میں کبھی بھی آپ سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ فیصلہ اللہ ہی کا ہوتا ہے۔ وہی اپنے نبی کی طرف جو چاہے وحی کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے ایک بڑا پیالہ مکھن سے بھرا ہوا ہدیہ میں ملا۔ پھر ایک مرغ نے اس میں ٹھونگ ماری اور جو اس میں تھا سب بہا دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اے اللہ کے رسول! آپ اپنے اس دن میں جو چاہتے ہیں وہ ان سے حاصل نہیں کر پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا بھی یہی خیال ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ان کے محاصرے کو پندرہ راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا اور پوچھا: اے نوفل! تم کیا کہتے ہو؟ تمہاری کیا رائے ہے؟ نوفل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لومڑی بل میں گھسی ہے۔ اگر آپ اس پر کھڑے رہیں تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر اسے چھوڑ دیں گے تو آپ اس سے کچھ نقصان نہیں اٹھائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو اسے فتح کرنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دیں۔ لوگ یہ سن کر نہایت کبیدہ خاطر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قتال

کی تیاری کرو۔ انہوں نے تیاری کی اور مسلمانوں کو زخم بھی پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم ان شاء اللہ واپس پلٹیں گے۔ مسلمان یہ سن کر خوش ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا۔ لوگوں نے کوچ کرنا شروع کر دیا اور نبی ﷺ مسکرا رہے تھے۔

جب لوگوں کا رخ سیدھا ہو گیا تو سعد بن عبید بن اسید بن عمرو بن علاج ثقفی نے کہا: سنو! قبیلہ مقیم ہے۔ عیینہ بن حصن نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! بزرگی اور اعزاز کے ساتھ۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تجھے برباد کرے۔ کیا تم مشرکین لوگوں کی تعریف کر رہے ہو کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے بچ گئے۔ حالانکہ تم آپ ﷺ کی مدد کے لیے آئے تھے۔ اس نے کہا: میں تمہارے ساتھ ثقیف سے لڑنے نہیں آیا تھا۔ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ محمد طائف کو فتح کریں گے اور مجھے ثقیف کی کوئی لڑکی ملے گی جس سے میں وطی کروں گا اور شاید وہ میرے لیے بچہ جنتی، اس لیے کہ ثقیف کے لوگ بڑے بابرکت ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو اس کی بات بتلائی۔ آپ مسکرائے، پھر فرمایا: یہ احمق سردار ہے۔

جب صحابہ نے کوچ کا ارادہ کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو: ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔ جب وہ سیدھے ہو گئے اور چل پڑے تو آپ نے فرمایا: کہو: ہم ان شاء اللہ لوٹ کر آئیں گے۔ ہم اپنے رب کی عبادت اور تعریف کرنے والے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ طائف سے باہر ہو گئے تو کہا گیا: اے اللہ کے رسول! ثقیف کے خلاف بد دعا کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے دے اور ان سب کو لے آ۔

شہدائے طائف کے نام

بنو امیہ میں سے: سعید بن سعید بن امیہ رضی اللہ عنہ اور عرفطہ رضی اللہ عنہ بن حباب بن حبیب بن عبد مناف بن سعد بن حارث بن کنانہ بن خزیمہ بن مازن بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن حارثہ بن امرئ القیس جو ان کے حلیف تھے۔

بنو اسد میں سے: یزید بن زمعہ بن اسود رضی اللہ عنہ۔ ان کے جناح نامی گھوڑے نے انہیں طائف کے قلعے کے قریب گرا دیا اور کافروں نے انہیں شہید کر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ان سے کہا: مجھے امان دو، میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے امان دے دی، پھر تیر پھینک کر انہیں قتل کر دیا۔

بنو تیم میں سے عبداللہ بن ابی بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ ان کو تیر آ لگا، وہ مسلسل زخمی رہے، پھر مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ بنو مخزوم میں سے، عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ، ان پر قلعے سے تیر پھینکا گیا۔

بنو عدی میں سے: عبداللہ بن عامر بن ربیعہ عنزی رضی اللہ عنہ، یہ ان کے حلیف تھے۔

بنو سہم میں سے: سائب بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ۔

بنوسعد بن لیث میں سے: جلیحہ بن عبداللہ بن محارب بن ضیحان بن ناشب بن سعد بن لیث رضی اللہ عنہ۔
انصار میں سے ثابت بن جزع، جزع کا نام ثعلبہ تھا اور حارث بن سھل بن ابوصعصعہ اور منذر بن عبداللہ بن نوفل۔ یہ بارہ آدمی تھے۔

سفر جعرانہ

یہ مکہ سے ۱۰ میل کے فاصلے پر ہے۔
فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے دحن، قرن منازل اور نخلہ سے ہوتے ہوئے جعرانہ کی طرف چل پڑے۔

پیغمبر کے اخلاقِ عظیمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے اور ابورھم غفاری رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں اپنی اونٹنی پر تھے۔ ان کے پاؤں میں سخت کھردرے جوتے تھے۔ جب ان کی اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے قریب ہوئی تو اس کے جوتے کا کنارہ آپ کی پنڈلی پر لگا اور آپ کو تکلیف ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ اپنا پاؤں ہٹا۔ آپ نے ان کے پاؤں پر کوڑا مارا۔
وہ فرماتے ہیں: مجھے اگلی پچھلی باتوں نے آگھیرا اور میں ڈرنے لگا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کردیا ہے۔ میرے بارے میں قرآن نازل ہوگا۔
پھر جب ہم صبح کے وقت جعرانہ پہنچے تو میں اپنے اسی دن اپنے مال بردار اونٹ کو چرانے نکلا اور میں ڈر سے آپ کے پاس نہیں جارہا تھا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمالیا۔ جب قافلے نے چلنے کا ارادہ کیا تو میں نے پوچھا: لوگوں نے کہا: تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا ہے۔ میں آپ کے پاس ڈرتا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے اپنے پاؤں سے مجھے تکلیف دی تھی، پھر میں نے تجھے کوڑا مارا تھا۔ سو یہ بکریاں میری اس مار کے بدلے میں لے لو۔
حضرت ابورھم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مجھے دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہے۔
حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ مجھ سے باتیں کررہے تھے۔ اچانک میری اونٹنی آپ کی اونٹنی سے مل گئی اور میری اونٹنی خوب موٹی تھی میں نے اسے الگ کرنے کی بہت کوشش کی مگر اس نے میری بات نہ مانی۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے ساتھ مل گئی اور آپ کے پاؤں میں چوٹ آگئی۔ آپ نے فرمایا: اوہ تم نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ پھر آپ نے اپنا پاؤں اس زخم کی وجہ سے اوپر کو اٹھالیا گویا وہ سوج گیا تھا اور میرے پاؤں کو اپنے ہاتھ میں موجود لاٹھی سے ہٹایا۔ پھر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور کوئی بات نہیں کی۔ اللہ کی قسم! میں سوچنے لگا کہ اب جو وحی نازل ہوگی اس میں میرے لیے عذاب نازل ہوگا۔
پھر جب ہم نے پڑاؤ ڈالا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: میں تمہارے لیے جانور چراتا ہوں حالانکہ وہ دن میرے

جانور چرانے کا نہیں تھا۔ جب میں نے مال بردار اونٹ کو تیار کیا تو میں نے پوچھا: کیا کوئی مجھے تلاش کرتا ہوا آیا؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ آئے تھے اور تمہیں ڈھونڈ رہے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی قسم! وہی ہوا۔ میں نے پوچھا: کون آیا تھا؟ انہوں نے کہا: انصار کا کوئی آدمی تھا۔ یہ مجھ پر اور گراں گزرا۔ کیوں کہ ہمارے بارے میں انصار کچھ سخت تھے۔ پھر اس کے بعد قریش کا کوئی آدمی مجھے ڈھونڈتا ہوا آیا۔

فرماتے ہیں: میں ڈرتا ہوا نکلا اور رسول اللہ ﷺ کا سامنا نہیں کر پا رہا تھا۔ آپ میرے چہرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔ اور فرمایا: میں نے گزشتہ رات اپنی لاٹھی سے تمہیں تکلیف پہنچائی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ بکریوں کا ریوڑ لے لو۔ میں نے انہیں لے لیا اور وہ اسی بالوں والی بکریاں تھیں۔

حضرت ابو زرعہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب آپ نے قرن سے اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے اگلے پاؤں آپ کے لیے بچھا دیے۔ لگام میرے ہاتھ میں لپٹی ہوئی تھی۔ آپ کجاوے پر سوار ہو گئے اور میں نے آپ کو لگام پکڑا دی۔ پھر میں آپ کے پیچھے سے گھوم کر آ رہا تھا کہ آپ نے اونٹنی کی پچھلی جانب کوڑہ کیا تو وہ سیدھا مجھے آ لگا۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہیں کوڑہ لگا ہے۔ میں نے کہا: جی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

پھر جب آپ نے جعرانہ میں پڑاؤ ڈالا تو بکریوں کا ایک ریوڑ اموالِ غنیمت کی ایک جانب چر رہا تھا۔ آپ نے بکریوں والے سے اس بارے میں پوچھا۔ اس نے آپ کو کچھ جواب دیا، جسے میں یاد نہیں کر سکا۔ پھر آپ نے بلند آواز سے پوچھا: ابو زرعہ کہاں ہے؟ میں نے کہا: میں یہاں ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”کل گزشتہ جو تجھے کوڑا لگا تھا اس کے بدلے میں یہ بکریاں لے لو۔“ میں نے انہیں گنا تو وہ ۱۲۰ بکریاں تھیں اور میں ان کی وجہ سے مال دار ہو گیا۔

حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ آپ طائف سے جعرانہ کی طرف اتر رہے تھے۔ میں بھی چل نکلا۔ لوگ آپ کے آگے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ میں انصار کے گھڑسواروں کے ایک دستے میں پہنچا۔ وہ میری طرف نیزے لے کر بڑھے اور کہنے لگے: اوئے! تم کون ہو؟ انہوں نے مجھے اجنبی سمجھا۔ حتی کہ میں قریب ہوا اور میں نے جان لیا کہ آپ میری آواز سن لیں گے۔ میں نے وہ خط پکڑا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ میں نے اسے اپنی دو انگلیوں کے درمیان لیا، پھر میں نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور آواز لگائی کہ میں سراقہ بن جعشم ہوں اور یہ میرا خط ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج وعدہ وفائی کا دن ہے۔ اسے قریب کرو۔ میں آپ کے قریب ہوا۔ گویا میں آپ ﷺ کی پنڈلی مبارک پر زخم دیکھ رہا ہوں جو سوج کر انگارے کی طرح ہو گیا تھا۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں نے آپ کو سلام کیا۔ میں نے آپ کو صدقہ دیا۔ پھر مجھے کچھ یاد نہ آیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کہوں۔ مگر میں نے یہ پوچھ لیا: اے اللہ کے رسول! اگر میں گم شدہ اونٹ دیکھوں جو میرے حوض سے پانی پینے لگے، حالانکہ میں نے اسے اپنے اونٹوں کے لیے بھرا ہوا، پھر اگر میں اسے پانی پلا دوں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ہر جگر والی زندہ چیز کو پانی پلانے میں اجر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قبیلہ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ بکریاں تھیں۔ آپ اپنی سواری پر تشریف فرما تھے۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ہدیہ ہے جو میں نے آپ کو دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم کن میں سے ہو؟ عرض کیا: قبیلہ اسلم کا ایک فرد ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں۔ میں نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو اپنے مال کی زکاۃ بھی دی ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ آئے اور نبی ﷺ سے ملاقات کی اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! یہ سچ کہہ رہا ہے۔ یہ میری قوم کا آدمی ہے۔ شریف اور معزز ہے۔ صفاح میں ٹھہرا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: پھر تم نخلہ کی طرف کیوں گئے؟ اس نے کہا: یہ آج کل صفاح سے زیادہ سرسبز و شاداب ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ہم مال بردار اونٹ پر ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ جعرانہ میں ہمارے ساتھ ملنا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے سامنے سے نکلا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنے ساتھ جعرانہ بکریاں لے جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں ساتھ نہ لے جانا۔ پھر جب تم جعرانہ میں ہمارے پاس آؤ گے تو ہم ان شاء اللہ تمہیں اور بکریاں دیں گے۔ اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر میں اونٹوں کے باڑے میں ہوں؟ فرمایا: پڑھ لو۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بسا اوقات پانی ہم سے دور ہوتا ہے اور آدمی کے ساتھ اس کی بیوی بھی ہوتی ہے، کیا پھر وہ اس سے صحبت کر سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں اور وہ تیمم کر لے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے اندر حائضہ ہوتی ہیں؟ فرمایا: وہ بھی تیمم کر لیں۔ پھر وہ جعرانہ میں نبی ﷺ سے آملے۔ آپ نے انہیں سو بکریاں دیں۔

فرماتے ہیں: دیہاتی آپ کے راستے میں آتے اور آپ سے مانگتے اور بہت زیادہ مانگتے۔ حتیٰ کہ ایک بار انہوں نے آپ کو ایک کیکر کی طرف مجبور کر دیا۔ آپ کی چادر اٹک گئی اور آپ کا جسم چاند کے ٹکڑے کی طرح تھوڑا سا ظاہر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ رک گئے اور فرمانے لگے: میری چادر مجھے دو! میری چادر مجھے دو۔ اگر ان درختوں کی بقدر اونٹ اور جانور بھی میرے پاس ہوتے تو میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا، پھر تم مجھے بخیل، بزدل اور جھوٹا نہ پاتے۔

اموالِ غنیمت میں احتیاط

پھر جب تقسیم کا وقت ہوا تو آپ نے فرمایا: سوئی دھاگہ بھی جمع کرواؤ اور خیانت سے بچو! اس لیے کہ وہ قیامت کے دن عیب و رسوائی اور آگ میں جلے جانے والی ہوگی۔ پھر آپ نے اونٹ کے پہلو سے ایک مینگنی اٹھائی اور فرمایا: اللہ کی قسم! تمہیں حاصل ہونے والے اموال غنیمت میں سے میرے لیے سوائے خمس کے اتنی سی مینگنی بھی حلال نہیں ہے اور خمس بھی تمہیں ہی دے دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جعرانہ پہنچ گئے اور قیدی اور غنائم وہیں رکے ہوئے تھے۔ قیدیوں نے بوریوں وغیرہ کے ذریعے سے دھوپ سے سایہ حاصل کیا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان بوریوں کو دیکھا تو کے بارے میں پوچھا، لوگوں نے کہا: اے

اللہ کے رسول! یہ ھوازن کے قیدی ہیں۔ جو دھوپ سے سایہ حاصل کر رہے ہیں۔ قیدی کل چھ ہزار تھے اور اونٹ چوبیس ہزار تھے اور بکریاں تو ان گنت تھیں۔ بعض نے کہا: ۴۰ ہزار تھیں یا اس سے کم وبیش۔

جب رسول اللہ ﷺ آئے تو آپ نے حضرت بسر بن سفیان خزاعی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مکہ جائیں اور قیدیوں کے لیے لباس خرید کر انہیں پہنائیں جو کم از کم ستر تو ڈھانپے۔ ان میں سے کوئی بھی بے لباس نہ نکلے۔ حضرت بسر رضی اللہ عنہ نے کپڑے خریدے اور سب قیدیوں کو پہنائے۔ ہم نے قیدیوں کے بارے میں آپ ﷺ سے اجازت لے لی۔ آپ نے انہیں تقسیم کر دیا تھا اور کچھ لوگوں کو عطا بھی کر دیے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس ان میں سے ایک عورت تھی۔ انہوں نے ملکیت کی وجہ سے اس سے وطی کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ انہیں حنین میں ھبہ کی تھی اور وہ اسے جعرانہ کی طرف لے گئے تھے۔ پھر اسے ایک حیض آیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے صحبت کی۔

اسی طرح ایک عورت آپ نے حضرت صفوان بن امیہ کو بھی دی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو باندی عنایت کی، اس کا نام ریطہ بنت ھلال بن حیان بن عمیرہ تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو مرحمت فرمائی اس کا نام زینب بنت حیان بن عمرو تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے وطی کی تو اسے اچھا نہ لگا۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وطی نہیں کی تھی۔

آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھی ایک باندی دی تھی۔ وہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دے دی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے مکہ میں اپنے ماموؤں بنی جمع کی طرف بھیج دیا تا کہ اسے درست کریں۔ حتی کہ وہ خود بیت اللہ کا طواف کرلیں، پھر ان کے پاس آئیں۔ وہ لونڈی انتہائی حسین وجمیل تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مکہ آیا اور میں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر میں مسجد سے نکلا اور میرا ارادہ تھا کہ میں اس لونڈی سے صحبت کرلوں۔ میں نے لوگوں کو دیکھا، ان کی حالت غیر تھی۔ میں نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ھوازن کی عورتیں اور بچے واپس کر دیے ہیں۔ میں نے کہا: بنوجمح میں ایک باندی ہے۔ جاؤ اور اسے پکڑو۔ وہ گئے اور اسے پکڑ کرلے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو ھوازن کی ایک باندی دی تھی۔ مگر اس سے وطی نہیں ہوئی۔ اسی طرح آپ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک لونڈی دی تھی، مگر انہوں نے اس سے وطی کرلی تھی۔

آپ نے حضرت بن وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی لونڈی دی۔ اسی طرح آپ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھی لونڈی دی اور انہوں نے ان سے وطی کی۔ آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو بھی لونڈی عطا فرمائی۔ یہ سب حنین میں ہوا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ جعرانہ کی طرف واپس ہوئے تو وہاں ٹھہرے۔ آپ کو انتظار تھا کہ آپ کے پاس ان کا وفد آئے گا۔ آپ نے اموال تقسیم کرنا شروع کر دیے۔ سب سے پہلے آپ نے ان لوگوں کو دیا جو مسلمانوں کے متعلق نرم گوشہ رکھتے تھے۔

نبی کی سخاوت

آپ ﷺ کو بہت سی چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ تقریباً چار ہزار اوقیہ۔ اموالِ غنیمت کو آپ ﷺ کے سامنے اکٹھا کیا گیا۔ ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا، ان کے سامنے چاندی تھی: اے اللہ کے رسول! آج تو آپ قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہو گئے۔ آپ ﷺ مسکرائے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس مال میں سے دیجیے۔ آپ نے فرمایا: اے بلال! ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو ۴۰ اوقیہ وزن کر کے دو اور اسے ۱۰۰ اونٹ بھی دے دو۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرا بیٹا یزید ہے اسے بھی دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یزید کے لیے بھی ۴۰ اوقیہ وزن کرو اور اسے بھی ۱۰۰ اونٹ دو۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی۔ آپ نے فرمایا: اے بلال ان کو بھی ۴۰ اوقیہ دے دو اور سو اونٹ بھی۔

حضرت ابوسفیان نے عرض کیا: بلاشبہ آپ بڑے معزز ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں نے آپ سے جنگ لڑی۔ آپ بہترین جنگجو تھے۔ پھر میں نے آپ سے صلح کر لی اور آپ بہتر صلحہ جو نکلے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین بدلہ دے۔ آپ نے بنو اسد میں بھی عطایا دیے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حنین میں ۱۰۰ اونٹ مانگے، آپ نے وہ مجھے عطا فرما دیے۔ میں نے پھر ۱۰۰ مانگے، آپ نے مجھے دے دیے، پھر ۱۰۰ مانگے، آپ نے پھر دے دیے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے حکیم بن حزام! یہ مال سرسبز و شاداب اور میٹھا ہے۔ جو اسے نفس کی سخاوت کے ساتھ لے گا، اس کے لیے اس میں برکت دی جائے گی اور جو اسے اشرافِ نفس کے ساتھ لے گا تو اسے برکت حاصل نہ ہو گی۔ وہ ایسا ہو گا کہ کھائے گا اور سیر نہیں ہو گا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے اہل و عیال سے ابتداء کرو۔

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کے بعد کبھی کسی سے طمع نہیں رکھوں گا۔

پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انہیں عطایا دینے کے لیے کہتے رہے، مگر وہ اسے لینے سے انکار کر دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: اے لوگو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں حکیم کو عطا کرنا چاہتا ہوں مگر وہ اسے لینے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت ابن ابی زناد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت حکیم رحمہ اللہ نے صرف پہلے ۱۰۰ اونٹ لیے، پھر چھوڑ دیے۔

بنو عبدالدار میں نضر بن حارث بن کلدہ کے بھائی نضیر کے ۱۰۰ اونٹ تھے اور بنو زہرہ میں ان کے حلیف اسید بن حارثہ کے پاس بھی ۱۰۰ اونٹ تھے۔ آپ نے علاء بن جاریہ کو ۵۰ اونٹ دیے اور مخرمہ بن نوفل کو بھی ۵۰ اونٹ دیے۔

میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ کو دیکھا۔ وہ مخرمہ کے اتنے اونٹ لینے کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: میں نے

اپنے گھر والوں میں سے کسی کو بھی یہ ذکر کرتے نہیں سنا کہ انہیں کچھ دیا گیا۔

بنومخزوم میں حارث بن ہشام کو ۱۰۰ اونٹ ملے۔ آپ نے سعید بن یربوع کو ۵۰ اونٹ دیے۔ اور بنوجمح میں صفوان بن امیہ کو ۱۰۰ اونٹ دیے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ چکر لگا رہے تھے۔ آپ ﷺ غنائم کا جائزہ لے رہے تھے۔ اچانک آپ ایک گھاٹی سے گزرے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ غنیمت کے اونٹ، بکریاں اور ان کے چرواہے تھے۔ اور وہ گھاٹی بھری تھی۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو یہ سب بہت اچھا لگا اور وہ دیر تک اس طرف دیکھتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے ابووہب! کیا یہ گھاٹی تمہیں اچھی لگی؟ عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گھاٹی بھی تمہاری ہوئی اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب تمہارا ہے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اتنا طیب نفس کسی نبی کا ہی ہوسکتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت قیس بن عدی کو بھی ۱۰۰ اونٹ دیے۔ حضرت عثمان بن وہب کو ۵۰ اونٹ دیے۔

بنوعامر بن لؤی میں سہیل بن عمرو کو ۱۰۰ اونٹ دیے۔ حویطب بن عبدالعزی کو ۱۰۰ اونٹ دیے۔

ہشام بن عمرو کو ۵۰ اونٹ دیے۔ عرب میں اقرع بن حابس تمیمی کو ۱۰۰ اونٹ دیے۔ عیینہ بن بدر فزاری کو ۱۰۰ اونٹ دیے۔ مالک بن عوف کو ۱۰۰ اونٹ دیے اور عباس بن مرداس سلمی کو ۴ اونٹ دیے۔ اس نے کچھ غیر مناسب اشعار کہہ ڈالے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ اشعار نبی کریم ﷺ تک پہنچائے۔ آپ نے عباس سے فرمایا: یہ اشعار تم نے کہے؟ کہ میری اور عبید کی لوٹی ہوئی چیز بھی اقرع اور عیینہ کے درمیان تقسیم ہوگئی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اے اللہ کے رسول! اس طرح نہیں ہے؟ پوچھا: پھر کیسے؟ عرض کیا: ایسے، پھر انہوں نے عباس کے اشعار سنائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: برابر ہے۔ اس میں کیا حرج ہے کہ تم اقرع کو پہلے لے آؤ یا عیینہ کو؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں آپ پر قربان! آپ شاعر نہیں اور نہ قصہ گو اور نہ یہ آپ کے شایان شان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی باتیں مجھ سے دور رکھو اور اسے ۱۰۰ اونٹ دے دو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ۵۰ اونٹ دینے کا کہا۔ لوگ اس سے گھبرا گئے اور کہنے لگے: آپ نے عباس کے بارے میں حکم تمثیلی ارشاد فرمایا۔ ہمارا اس میں اختلاف ہے کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو کتنے اونٹ دیے۔

حضرت ابراہیم اور یعقوب بن عتبہ فرماتے ہیں: عطایا غنائم سے بڑھ گئے تھے۔

حضرت موسیٰ بن ابراہیم رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ خمس میں سے دیے گئے۔

راجح قول بھی یہی ہے کہ یہ سب عطایا خمس میں سے دیے گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو ۱۰۰، ۱۰۰ اونٹ دیے ہیں۔ میں نے جعیل بن سراقہ ضمری کو چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! جعیل بن سراقہ تمام روئے زمین کے لوگوں میں عیینہ اور اقرع کی طرح سب سے بہتر ہے۔ میں نے ان کی حوصلہ افزائی اس لیے کی ہے تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور میں نے جعیل بن سراقہ کو مسلمان ہونے کا پابند کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی، جسے وہ حسب توفیق لوگوں کے لیے اکٹھا کر رہے تھے۔ آپ کے پاس ذوالخویصرہ تمیمی آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انصاف فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا برا ہو! جب میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے! میں اس کی گردن اتار دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس کے ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر خیال کرے گا۔ اسی طرح اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے۔ وہ قرآن پڑھتے ہوں گے۔ مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان نکل جاتا ہے اور تیر پھینکنے والا اس کے ہدف کو دیکھ رہا ہوتا ہے مگر اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ پھر وہ اس کے پھل میں دیکھتا ہے تو اسے کچھ نہیں دکھتا۔ پھر وہ اس کی تانت میں دیکھتا ہے اور اسے کچھ نہیں دکھتا۔ وہ تو اوجھ اور خون میں آگے بڑھ گیا۔ وہ مسلمانوں سے اختلاف کر کے الگ ہو جائیں گے۔ تم انہیں دیکھو گے کہ ان میں ایک سیاہ رنگ کا آدمی ہوگا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں سے ایک عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کا لوتھڑا ہوگا جو حرکت کرتا ہوگا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عطیات دے رہے تھے۔ میں نے اس دن ایک منافق آدمی کو کہتے ہوئے سنا: ان عطیات سے اللہ کی رضا مقصود نہیں ہے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کو تمہاری بات بتلاتا ہوں۔

پھر میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی۔ آپ ﷺ کا رنگ متغیر ہو گیا، حتی کہ مجھے اپنے کیے پر ندامت ہونے لگی۔ میں نے چاہا کہ میں آپ کو نہ بتلاتا۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ انہیں اس سے بھی زیادہ تکالیف دی گئیں مگر وہ صابر رہے۔ یہ بات کہنے والا معتب بن قشیر عمری تھا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لوگوں اور اموالِ غنیمت کے گننے کا حکم فرما دیا۔ پھر انہیں لوگوں پر تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ہر شخص کے حصے میں ۴ اونٹ یا ۴۰ بکریاں آئیں۔ اگر وہ شہسوار تھا تو اس نے بارہ اونٹ یا ۱۲۰ بکریاں لیں اور اگر اس کے پاس ایک سے زائد گھوڑے تھے تب بھی اسے ایک شہسوار کے برابر ہی حصہ ملا۔

ھوازن کا وفد

فرماتے ہیں: ھوازن کا وفد آیا اور وفد میں نبی کریم ﷺ کا رضاعی چچا بھی تھا۔ انہوں نے اس دن عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان موجودہ عورتوں میں ایسی بھی جنہوں نے آپ کی کفالت کی۔ آپ کی پھوپھیاں، خالائیں اور پرورش کرنے والیاں۔ ہم نے اپنی گود میں آپ کی پرورش کی اور اپنے پستانوں سے آپ کو دودھ پلایا۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا تو میں نے آپ کو دودھ چھڑانے کی عمر میں دیکھا تو آپ سے بہتر کوئی نہ تھا میں نے آپ کو جوان دیکھا تو آپ سے بہتر کوئی جوان نہیں دیکھا۔ آپ میں ہر خوبی کامل ہے۔ ہم اس کے باوجود آپ کے اہل اور آپ کا قبیلہ ہیں۔ ہم پر احسان کیجیے۔ اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارا بہت انتظار کیا۔ حتی کہ مجھے یقین ہو چلا کہ اب تم نہیں آؤ گے۔ اب تو غلام تقسیم ہو چکے ہیں اور ان میں حصے جاری ہو چکے ہیں۔

آپ کے پاس ھوازن کے چودہ آدمی مسلمان ہو کر آئے تھے اور وہ اپنی قوم کے دیگر لوگوں کے اسلام کی خبر لائے تھے۔ قوم کا سردار اور متکلم ابو صرد زہیر بن صرد رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے اہل اور آپ کا قبیلہ ہیں۔ ہمیں جو مصیبت پہنچی ہے وہ آپ پر مخفی نہیں ہے۔ اے اللہ کے رسول! یہ موجودہ عورتیں آپ کی پھوپھیاں، آپ کی خالائیں اور آپ کی پرورش کرنے والی وہ عورتیں ہیں جنہوں نے آپ کی کفالت کی۔

اگر حارث بن ابی شمر اور نعمان بن منذر سے ہم خوب اچھا برتاؤ کریں، پھر وہ ہمارے ہاں آئیں جیسا کہ آپ آئے تو ہمیں ان کی مہربانی اور اچھے بدلے کی امید ہے اور آپ تو کفالت کیے ہوؤں میں سب سے بہتر ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اس دن کہا، یعنی ابو صرد نے: یہ موجودہ عورتیں آپ کی بہنیں، پھوپھیاں، چچا کی بیٹیاں، خالائیں اور خالہ زاد بہنیں ہیں اور ان کا دور والا بھی آپ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ اے اللہ کے رسول! میرے ماں آپ پر قربان ہوں۔ انہوں نے اپنی گودوں میں آپ کی پرورش کی ہے اور اپنے پستانوں سے آپ کو دودھ پلایا ہے۔ آپ ان کے کولہوں پر بیٹھے ہیں اور آپ کفالت کیے ہوؤں میں سے بہترین ہیں۔ انہوں نے دردمندانہ اشعار بھی پڑھ کر سنائے:

اے اللہ کے رسول! ہم پر کرم اور احسان فرمائیے آپ ایسے شخص ہیں جن سے ہم امید کرتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ عورتوں پر احسان کر دیجیے، جنہیں تقدیر نے الگ کر دیا اور ان کے دو پٹے زمانے کی گردش میں غیروں کے ہاتھوں پھٹ گئے۔ ان عورتوں کو معاف کر دیجیے جن کا آپ نے دودھ پیا ہے۔ جب آپ کا منہ ان کے دودھیا موتیوں سے بھرا ہوتا تھا۔ جب آپ بچے تھے تو آپ ان کا دودھ پیتے تھے اور جب ان کا آنا جانا آپ کو راحت وزینت دیتا تھا۔ انہیں آسودگی اور خوشحالی ملی تھی جو آج بکھر کر رہ گئی۔ اے لوگوں میں سب سے پسندیدہ! حتی کہ جب اسے آزمایا جائے ہمیں ہرگز اس کی طرح نہ سمجھئے جسے جلدی غصہ آجاتا ہے اور ہم سے درگزر کر دیجیے! ہم مددگار قبیلہ ہیں۔ ہم نعمتوں کے شکرگزار ہیں اگرچہ وہ پرانی ہوں اور ہمارے نزدیک

اس دن کے بعد بڑی نصیحت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھی بات سچی بات ہے اور میرے ہاں یہ ہے کہ جن مسلمانوں کو تم دیکھ رہے ہو، ان میں تمہارے بیٹے اور تمہاری عورتیں تمہیں محبوب ہیں یا پھر تمہارے اموال؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمیں ہمارے حسب اور مال کے درمیان اختیار دیا ہے اور ہم حسب ونسب کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھتے۔ سو آپ ہمارے بچے اور ہماری عورتیں ہمیں واپس کر دیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو میرا اور بنو عبدالمطلب کا ہے وہ سب تمہارا ہوا اور میں تمہارے لیے لوگوں سے پوچھوں گا۔ جب میں لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاؤں تو تم کہنا: ہم رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کے لیے اور مسلمانوں کو اللہ کے رسول کے لیے سفارشی بناتے ہیں۔ پھر میں تمہارے لیے کہہ دوں گا۔ جو میرے اور عبدالمطلب کے حصے میں آیا وہ تمہارا ہوا اور میں لوگوں سے تمہارے لیے مطالبہ کروں گا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی تو وہ کھڑے ہو گئے اور وہی بات کی جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کے لیے اور مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سفارشی بناتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو میرا اور بنو عبدالمطلب کا ہے وہ سب تمہارا ہوا۔ یہ دیکھ کر مہاجرین نے بھی کہہ دیا کہ جو ہمارا ہے وہ اللہ کے رسول کا ہوا۔ انصار نے بھی کہہ دیا: جو ہمارا ہے وہ اللہ کے رسول کا ہوا۔ اقرع بن حابس نے کہا: میں اور بنو تمیم کچھ نہیں دیں گے۔ عیینہ بن حصن نے کہا: میں اور فزارہ بھی نہیں دیں گے۔

عباس بن مرداس سلمی نے کہا: میں اور بنو سلیم بھی کچھ واپس نہ کریں گے۔ بنو سلیم نے کہا: جو ہمارا ہے وہ بھی اللہ کے رسول کا ہوا۔ عباس نے کہا: تم نے مجھے رسوا کر دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا: یہ سب لوگ مسلمان ہو کر آ گئے ہیں۔ میں نے ان کا انتظار بھی کیا۔ اب میں نے انہیں عورتوں، بچوں اور اموال کے درمیان اختیار دیا تھا۔ مگر انہوں نے عورتوں اور بچوں کے برابر کسی چیز کو قرار نہیں دیا۔ سو جس کے پاس ان میں سے کوئی ہو اور وہ خوش دلی سے جانا چاہے تو وہ اسے چھوڑ دے اور جو تم میں سے انکار کرے گا اور اپنا حق روک لے گا تو وہ بھی انہیں واپس کر دے اور ہم پر چھ اونٹ لازم ہیں۔ ہم مال غنیمت میں سے اسے دیں گے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم راضی ہیں اور ہم نے قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: پھر اپنی جان پہچان کے لوگوں کو حکم دیں کہ وہ انہیں ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم جان لیں۔

غنائم کی واپسی

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انصار کے ہاں چکر لگایا اور ان سے پوچھا: کیا انہوں نے تسلیم کر لیا اور وہ راضی ہیں؟ ان سب نے کہا: ہم نے تسلیم کر لیا اور ہم راضی ہیں۔ ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کی طرف

پیغام بھیجا تا کہ ان سے بھی اس بارے میں پوچھ لیں۔ ان میں سے بھی کوئی شخص پیچھے نہیں رہا۔

حضرت ابورھم غفاری رضی اللہ عنہ نے قبائل عرب پر چکر لگائے اور انہوں نے جان پہچان کے لوگوں اور قاصدین کو جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا، ایک جگہ اکٹھا کیا۔ پھر ان سب نے ایک بات پر اتفاق کر لیا کہ انہوں نے تسلیم کر لیا اور وہ سب راضی ہیں۔ انہوں نے اپنی ملکیت سے تمام قیدیوں کو آزاد کرا دیا۔

ایک عورت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ اسے بھی اختیار دیا گیا کہ ٹھہر جائے یا اپنی قوم کی طرف لوٹ جائے۔ اس نے اپنی قوم کی طرف جانے ہی کو اختیار کیا اور جو عورتیں حضرت علی، عثمان، طلحہ، صفوان بن امیہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے پاس تھیں وہ بھی اپنی قوم کی طرف لوٹ گئیں۔ البتہ ایک عورت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ اس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی کو اختیار کر لیا۔ ان کی ان سے اولاد ہوئی تھی۔

دلچسپ واقعہ

عیینہ کو انہوں نے قیدیوں میں اختیار دیا۔ اس نے ان میں سے ایک کو پکڑ لیا۔ وہ انتہائی بوڑھی عورت تھی۔ پھر کہنے لگا: یہ قبیلے والوں کی ماں ہے۔ شاید وہ لوگ اس کا مہنگا فدیہ ادا کریں۔ امید ہے کہ قبیلے میں اس کی نسبی اولاد ہو گی۔ اس کا بیٹا عیینہ کی طرف آیا اور کہنے لگا: کیا تمہیں ۱۰۰ اونٹ چاہئیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ وہ واپس چلا گیا اور اسے کچھ وقت چھوڑے رکھا۔ وہ بوڑھیا اپنے بیٹے سے کہنے لگی: تم اتنی جلدی ۱۰۰ اونٹ دینے کے لیے کیسے تیار ہو گئے؟ ایسا نہ کرو۔ تم دیکھنا یہ بہت جلد مجھے بغیر فدیے کے ہی چھوڑ دے گا۔ جب عیینہ نے یہ بات سنی تو کہنے لگا: آج کے دن کی طرح دھوکہ میں نے نہیں دیکھا۔ میں تو اس سے دھوکے میں رہ گیا۔ اللہ کی قسم! میں تیرے اثر کو اپنے سے یقینی طور پر دور کر کے رہوں گا۔ پھر اس کا بیٹا اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے پوچھا: کیا تم اس کے بدلے میں بوڑھیا لینا چاہو گے جو تم نے مجھے کہا تھا؟ اس کے بیٹے نے کہا: اب میں ۵۰ سے زیادہ نہیں دوں گا۔ عیینہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا۔ پھر وہ کچھ دیر ٹھہرا۔ پھر اس سے اعراض کرتے ہوئے دوسری بار گزرا تو عیینہ نے پھر کہا: کیا تم اس کے بدلے بوڑھیا لینا چاہو گے جو تم نے مجھ سے طے کیا؟ اس جوان نے کہا: اب میں صرف ۲۵ اونٹ دوں گا۔ ان میں پکا ہوں۔ عیینہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ۱۰۰ اونٹ طے ہونے کے بعد بھلا ۲۵ پر کیسے راضی ہوں گا۔ پھر جب عیینہ کو لوگوں کے بکھرنے اور کوچ کرنے کا خوف ہوا تو وہ اس جوان کے پاس آیا اور کہا: کیا تجھے وہ بوڑھیا چاہیے اس کے عوض جو تم نے مجھ سے طے کیا تھا؟ اس جوان نے کہا: اب کیا تمہیں ۱۰ اونٹ چاہیں؟ عیینہ نے پھر کہہ دیا: میں نہیں لوں گا۔ پھر جب لوگ چل پڑے تو عیینہ ان اس جوان کو پکار کر پوچھا: کیا تم ۱۰ کے بدلے میں ہی اس بوڑھیا کو لے جاؤ گے؟ اس نے کہا: اسے چھوڑ دو، میں تمہیں سوار کروں گا۔ عیینہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! مجھے تمہاری سواری کی کوئی ضرورت نہیں۔ عیینہ اس کے بارے میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا اور کہنے لگا: میں نے آج کے دن جیسا معاملہ نہیں دیکھا۔ اس جوان نے کہا: یہ تم نے خود اپنے پاؤں پر

کلہاڑی ماری۔ تم نے ایک بوڑھیا کو چنا۔ جس کے پستانوں میں دودھ نہیں، اس کے پیٹ میں اولاد نہیں، اس کے منہ میں ٹھنڈک نہیں، اس کا میاں کوئی نہیں۔ پھر بھی تمہیں یہی نظر آئی۔

عیینہ نے کہا: اسے لے جاؤ، اللہ تجھے اس میں برکت نہ دے اور نہ مجھے اس کی کوئی ضرورت ہے۔ وہ جوان کہنے لگا: اے عیینہ! رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کو لباس پہنایا تھا اور یہ ان کے درمیان رہ گئی تھی تو کیا تم اسے کپڑے نہیں دو گے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میرے پاس اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اس نے کہا: ایسا نہ کرو۔ پھر وہ کپڑے لیے بغیر اس سے الگ نہیں ہوا۔ اس کے بعد وہ نوجوان چلا گیا۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا: تم بالکل بے بصیرت آدمی ہو۔

عیینہ نے اس پورے واقعے کا ذکر اقرع سے کیا تو اقرع نے کہا: قسم بخدا! تم نے نہ تو کم سن عورت لی، نہ ہی موٹی نرم و نازک جسم والی اور نہ ہی کوئی خاندانی بوڑھیا۔ تم نے بھی ہوازن کے سب سے زیادہ محتاج بوڑھے کا قصد کیا اور اس کی بیوی کو قیدی بنالیا۔ عیینہ نے کہا: ہاں۔ ایسا ہی ہوا۔

بنو تمیم نے اقرع کے ساتھ قیدیوں کو روک لیا اور رسول اللہ ﷺ نے فدیہ چھ اونٹ مقرر فرمائے تھے۔ ۳ حقے اور ۳ جذعے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس دن ارشاد فرمایا: اگر عرب میں سے کسی پر ولا یا غلامی ثابت ہونا ہوتی تو آج ثابت ہو جاتی۔ مگر یہ قیدی بناتا اور فدیہ لیتا ہے۔

حضرت ابو حذیفہ عدوی رضی اللہ عنہ غنیمتوں کے تقسیم کرنے پر مامور تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے وفد سے پوچھا: مالک کا کیا بنا؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ بھاگ گیا تھا اور قلعہ طائف میں ثقیف کے ساتھ جا ملا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے کہو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر آ جاتا ہے تو اسے اس کے گھر والے اور مال واپس کر دیا جائے گا اور میں اسے سو اونٹ بھی دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے مالک کے گھر والوں کو ان کی پھوپھی ام عبداللہ بنت ابی امیہ کے ہاں ٹھہرایا ہوا تھا۔ وفد نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمیں محبوب ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا ارادہ بھی ان سے بھلائی کا ہے۔ آپ نے مالک کا مال بھی روکا ہوا تھا اور اس میں حصے جاری نہیں فرمائے تھے۔ جب مالک کو یہ خبر پہنچی اور جو اس کی قوم میں ہوا اور جو رسول اللہ ﷺ نے اس سے وعدہ کیا اور اس کا اہل اور مال موقوف ہے تو مالک کو ثقیف سے اپنی جان کا خوف ہوا کہ اگر انہیں آپ ﷺ کی بات معلوم ہو گئی تو وہ اسے قید کر دیں گے۔ اس نے سواری لانے کا حکم دیا۔ سواری لائی گئی اور دحنا میں روک دی گئی۔ اس نے گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ جو رات کے وقت اس کے پاس لایا گیا۔ وہ قلعے سے نکلا اور رات کے وقت اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر اسے ایڑ لگا دی اور دحنا آ گیا۔ پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف چل نکلا۔ آپ ابھی جعرانہ سے روانہ ہوئے تھے کہ وہ آپ سے آملا۔ آپ ﷺ نے ان کا مال اور ان کے اہل انہیں دے دیے اور انہیں ۱۰۰ اونٹ مزید بھی دیے اور وہ مسلمان ہو گئے اور بڑے پکے مسلمان ثابت ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ مکہ میں آپ سے آملے تھے۔ آپ نے انہیں ان کی قوم کے دیگر مسلمانوں پر نگران بنا دیا تھا۔ اور ھوازن اور فہم کے ان قبائل پر بھی جو طائف کے اردگرد آباد تھے۔ بہت سے مسلمان ان کی طرف جمع ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے لیے جھنڈا باندھ لیا اور وہ انہیں لے کر مشرکین سے قتال کرتے اور ثقیف پر بھی حملہ کیا۔ ان سے جنگ کی اور ثقیف کا جو جانور بھی نکلتا یہ اسے لوٹ لیتے۔

جس وقت آپ واپس ہوئے تھے تو ثقیف نے اپنے مویشی چھوڑ دیے تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے واپس جانے کی وجہ سے خود کو محفوظ خیال کر رہے تھے۔ چنانچہ مالک جس جانور پر بھی قادر ہوتے اسے پکڑ لیتے اور جو آدمی ملتا اسے قتل کر دیتے۔ انہوں نے اس دوران جو اموالِ غنیمت اکٹھے کیے تو ان کا پانچواں حصہ ایک مرتبہ ۱۰۰ اونٹ روانہ کیے اور ایک مرتبہ ۱۰۰ بکریاں۔ انہوں نے طائف والوں کے جانوروں پر بھی حملہ کیا اور ایک ہی صبح میں ان کی ایک ہزار بکریاں ہانک کر لے آئے۔ اس بارے میں ابو محجن بن حبیب بن عمرو بن عمیر ثقفی نے یہ کہا:

دشمنوں نے ہماری جانب ارادہ کیا اور بنو سلمہ نے ہم سے جنگ کی۔ مالک انہیں لے کر ہمارے پاس آیا، اس نے عہد بھی توڑ دیا اور حرمت کا بھی پاس لحاظ نہ رکھا۔ وہ ہمارے گھروں میں ہی ہم پر حملہ آور ہوئے۔ گویا وہ انتقام لینے والے تھے۔

مالک بن عوف نے اسے جواب دیا:

نہ میں نے کوئی دیکھا اور نہ سنا جیسے محمد ﷺ تمام لوگوں میں ہیں۔ جب وہ بدلہ دیتے ہیں تو عطا کرنے والے کو پورا بدلہ دیتے ہیں اور جب تو چاہے تو وہ تجھے آئندہ کل کے بارے میں بتا دیں گے اور جب لشکر نے اپنے بڑے دانت نکالے، شامی تلوار کے ذریعے اور ہندی تلوار کے وار کے ذریعے تو ایسے لگا گویا کوئی شیر ہے جو ہرنوں پر حملہ آور ہوا ہے اور اس سے قبل وہ اپنی کچھار میں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی انصار سے محبت

جب رسول اللہ ﷺ نے قریش اور قبائل عرب میں عطیات دیے اور انصار کو اس میں سے کچھ نہ ملا تو انصار کے اس قبیلے نے اپنے جی میں کچھ محسوس کیا۔ حتی کہ باتیں بڑھ گئیں اور ایک شخص نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔ لڑائی کے وقت ہم ان کے ساتھی ہوتے ہیں اور تقسیم کے وقت ان کی قوم اور ان کا قبیلہ۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں علم ہو یہ کس کی طرف سے ہوا۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہم صبر کرتے ہیں اور اگر یہ اللہ کے رسول ﷺ کی اپنی رائے ہے تو ہم ان کی رضامندی چاہتے ہیں۔

یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو

آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہاری قوم میرے بارے میں کیا کہہ رہی ہے؟ پوچھا: اے اللہ کے رسول! انہوں نے کیا کہا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کا کہنا ہے کہ لڑائی کے وقت تو ہم ان کے ساتھی ہوتے ہیں اور تقسیم کے وقت ان کی قوم اور ان کا قبیلہ اور ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا تو ہم صبر کرتے ہیں اور اگر یہ اللہ کے رسول ﷺ کی اپنی رائے ہے تو ہم آپ کی رضامندی چاہتے ہیں۔ سوائے سعد! اس بارے میں تم کہاں ہو؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بھی انہی میں سے ایک ہوں اور ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہاں جتنے بھی انصار ہیں انہیں اس احاطے میں جمع کرو۔ انہوں نے اس احاطے میں انصار کو اکٹھا کر دیا۔ کچھ مہاجرین بھی آئے تو آپ نے انہیں چھوڑ دیا اور اندر آنے دیا اور دوسرے آئے تو آپ نے واپس بھیج دیے۔ جب وہ سب اکٹھے ہو گئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انصار کا یہ قبیلہ آپ کے لیے جمع ہو گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور غصہ آپ کے چہرۂ مبارک سے ظاہر تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ حمد وثناء کی، پھر فرمایا: اے انصار کے لوگو! مجھے تمہاری طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے اپنے دل میں کچھ محسوس کیا ہے۔ کیا میں تمہارے پاس اس حالت میں نہیں آیا کہ تم گمراہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی اور تم تنگ دست تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دار کر دیا اور تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کا بڑا احسان ہے اور وہ افضل ترین ہیں۔ فرمایا: اے انصار کے لوگو! کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کو کیا جواب دیں۔ اللہ کے رسول کا ہی فضل و احسان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ آپ ہمارے پاس جھٹلائے ہوئے آئے تو ہم نے آپ کی تصدیق کی اور رسوا کیے ہوئے آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی، بے یار و مددگار آئے تو ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا، تنگ دست آئے تو ہم نے آپ کی دستگیری کی۔ اے انصار کے لوگو! تمہارے دل میں کچھ دنیا کی محبت آ گئی ہے۔ حالانکہ اس کے ذریعے کچھ لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنا ہے تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں اور میں نے تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کیا۔ اے انصار کے لوگو! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اونٹ اور بکریاں لے کر گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر لوٹو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ کسی گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں تو میں انصار والی گھاٹی میں چلوں گا۔ میں تمہارے لیے بحرین کے متعلق ایک مکتوب لکھ دیتا ہوں جو میرے بعد صرف تمہارا ہوگا۔ یہ اس دن انصار کی افضل ترین فتح ہوگی۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کے بعد ہمیں دنیا کی کیا ضرورت؟ فرمایا: عنقریب تم میرے بعد ترجیح دیکھو گے تو صبر کرنا حتی کہ اللہ اور اس کے رسول سے آملو۔ تمہارے وعدے کی جگہ حوض ہے اور وہ اتنی جگہ میں ہوگا جو صنعاء اور عمان کے درمیان ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہوں گے۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں کی اولاد پر بھی رحم فرما۔ وہ تمام لوگ رونے لگے حتی کہ ان کی داڑھیاں

تر ہو گئیں اور وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم تقسیم اور حصے پر راضی ہیں۔ آپ ﷺ لوٹ گئے اور لوگ بکھر گئے۔

رسول اللہ ﷺ ۵ ذوالقعدہ جمعرات کی شب جعرانہ پہنچ گئے۔ آپ نے وہاں ۱۳ دن قیام کیا۔ جب آپ نے مدینہ واپس جانے کا ارادہ فرمایا تو ۱۸ ذوالقعدہ بدھ کی شب جعرانہ سے نکلے۔ آپ نے وادی کے نیچے مسجد اقصیٰ سے احرام باندھا جو اونچے ٹیلے پر تھی اور جب آپ جعرانہ میں تھے تو وہ رسول اللہ ﷺ کا مصلیٰ تھی۔ یہ چھوٹی سی مسجد تھی جسے ایک قریشی آدمی نے بنایا تھا اور یہ باغ اس کے پاس تھا۔ رسول اللہ ﷺ وادی سے حالتِ احرام میں گزرے تھے۔ آپ تلبیہ پڑھتے رہے حتی کہ حجرِ اسود کا استلام کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی نظر بیت اللہ پر پڑی تو آپ نے تلبیہ بند کر دیا۔ پھر جب آپ آئے تو آپ نے اپنی سواری بابِ بنوشیبہ پر بٹھا دی اور اندر آئے اور آپ نے طواف کیا۔ تین چکروں میں رمل کیا۔ پھر آپ نکلے اور صفا و مروہ کے درمیان اپنی سواری پر بیٹھ کر سعی کی۔ جب آپ ساتویں چکر میں مروہ تک پہنچے تو وہاں اپنا سر منڈوایا۔ آپ کا حلق بنو بیاضہ کے غلام ابو ہند رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ کا حلق خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ہدی لے کر نہیں گئے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اسی رات جعرانہ لوٹ آئے۔ گویا وہیں رات گزارنی ہے۔

جب آپ جعرانہ آ گئے تو جمعرات کے دن نکلے اور وادیٔ جعرانہ میں چلے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے حتی کہ آپ سرف کے راستے ہو لیے اور مرظہران پہنچے۔

آپ ﷺ نے مکہ پر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا اور حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو پیچھے چھوڑ گئے تاکہ لوگوں کو قرآن اور شرعی مسائل سکھائیں۔ آپ نے ان سے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کن لوگوں پر عامل مقرر کیا ہے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا: میں نے تمہیں اللہ کے اہل پر نگران بنایا ہے۔ چار باتوں کی میری طرف سے تبلیغ کر دو، بیع میں دو شرطیں درست نہیں ہیں اور نہ ہی بیع اور ادھار صحیح ہے اور نہ اس کی بیع صحیح ہے جس کی ضمانت نہ ہو۔

اور اس چیز کا نفع مت کھانا جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ اس سال لوگوں کے لیے حج کو عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے قائم کیا۔ یہ ۸ ہجری کا واقعہ ہے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے امیر حج نہیں بنایا تھا۔ البتہ وہ مکہ کے امیر تھے اور مسلمانوں اور مشرکین نے اپنی مدت کے مطابق حج کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے انہیں حج پر بھی نگران مقرر کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ۲۷ ذوالقعدہ کو جمعہ کے دن تشریف لائے۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آمد

جب نبی کریم ﷺ نے طائف والوں کا محاصرہ کیا تھا تو حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مقام جرش میں ٹینک اور منجنیق چلانے کا طریقہ سیکھنے گئے ہوئے تھے۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے لوٹنے کے بعد طائف کی طرف چلے گئے اور وہاں ٹینک اور منجنیق چلانے کا کام کیا اور انہیں تیار کیا۔ حتی کہ اللہ تعالی نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے! تا کہ اپنی قوم کے پاس جاؤں اور انہیں اسلام کی دعوت دوں۔ اللہ کی قسم! میں نے اس دین کی طرح کوئی دین نہیں دیکھا جسے کوئی قبول نہ کرے۔ میں اپنے دوستوں اور اپنی قوم کے پاس جاؤں گا اور خیر لے کر جاؤں گا اور میری قوم کے پاس کوئی وفد بھی ایسی چیز نہیں لے کر آیا جو میں ان کے پاس لے جاؤں گا اور اے اللہ کے رسول! میں بہت سی جگہوں میں گیا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تب تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں انہیں ان کی پہلی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ انہوں نے دوسری مرتبہ پھر اجازت مانگی اور آپ سے وہی بات ذکر کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تب وہ تمہیں قتل کر ڈالیں گے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر وہ مجھے سویا ہوا پائیں تو وہ مجھے بیدار نہیں کرتے اور سہ بارہ پھر اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ طائف کی طرف نکل پڑے اور ۵ دن سفر کر کے وہاں پہنچے۔ وہ عشاء کے وقت اپنی قوم کے پاس آئے اور اپنے گھر چلے گئے۔ لوگوں کو مندر آنے سے پہلے ان کا گھر چلے جانا اجنبی معلوم ہوا۔ انہوں نے سوچا: شاید سفر کی تھکاوٹ ہوگی۔ وہ اس کے گھر آئے اور مشرکانہ طریقے سے اسے سلام کیا تو انہوں نے بجائے شرکیہ طریقے سے جواب دینے کے اہل جنت کا تحیہ یعنی سلام پیش کیا۔

قوم کو دعوت اسلام

پھر انہیں اسلام کی دعوت دی اور کہا: اے قوم! کیا تم مجھ پر تہمت لگاؤ گے۔ کیا تم جانتے نہیں کہ میں تم میں سب سے اعلیٰ نسب ہوں اور سب سے زیادہ مالدار بھی اور سب سے زیادہ معزز بھی ہوں۔ میں نے صرف اس لیے اسلام قبول کیا کہ یہ ایسا معاملہ ہے جس سے کسی کو چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔ سو تم میری نصیحت قبول کرو اور نافرمانی مت کرنا۔ اللہ کی قسم! کوئی آنے والا تمہارے پاس اس سے افضل چیز لے کر نہیں آیا جو میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ مگر انہوں نے ان پر تہمت لگائی اور انہیں گھیر لیا۔

کہنے لگے: لات کی قسم! ہم تو اسی وقت سمجھ گئے تھے جب تم مندر کے قریب نہیں گئے اور نہ اپنا سر اس کے پاس منڈوایا۔ تم بے دین ہو گئے ہو۔ انہوں نے اسے مارا پیٹا اور آڑے ہاتھوں لیا اور وہ پھر بھی ان پر مہربان رہے۔ وہ ان کے پاس سے چلے گئے اور مشورہ کرنے لگے کہ ان کے ساتھ کیا کریں۔ حتی کہ جب فجر طلوع ہوئی تو وہ اپنے کمرے پر چڑھے اور نماز کے لیے اذان دی۔ ان کے حلیف قبیلے کے ایک شخص نے جس کا نام وہب بن جابر تھا اس پر تیر پھینکا۔ بعض نے کہا: بنو مالک میں سے اوس بن

عوف نے ان پر تیر چلایا۔

ہمارے نزدیک یہی راجح ہے۔

عروہ نحیف آدمی تھے، وہ تیر ان کی کن پٹی پر آلگا اور ان کا خون رک ہی نہیں رہا تھا۔ ان کی قوم نے اسلحہ اٹھالیا اور دوسرے بھی اکٹھے ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

جب عروہ رضی اللہ عنہ نے یہ کام دیکھا تو فرمایا: تم میرے بارے میں آپس میں مت لڑو۔ میں نے اپنے قاتل کو معاف کر دیا ہے۔ تاکہ اس سے تمہارے درمیان صلح ہو جائے۔ یہ شہادت تو ایک عزت کی چیز ہے جو اللہ مجھے عطا فرما رہے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے مجھے تمہارے بارے میں پہلے بتا دیا تھا کہ تم مجھے قتل کر دو گے۔ پھر انہوں نے اپنی قوم سے کہا: مجھے ان شہداء کے ساتھ دفن کرنا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے جانے سے پہلے شہید ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا قتل ہونا معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: عروہ کی مثال تو صاحب یاسین کی طرح ہے، جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا اور انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عروہ مدینے نہیں آئے۔ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ مسلمان ہوئے، پھر لوٹ گئے۔

پہلا قول ہمارے نزدیک راجح ہے۔

پھر جب عروہ قتل ہو گئے تو ان کے بیٹے ابو ملیح اور ان کے بھتیجے قارب بن اسود بن مسعود رضی اللہ عنہما نے طائف والوں سے کہا: ہم تم سے کبھی کسی بات پر اتفاق نہیں کریں گے۔ تم نے عروہ کو قتل کر دیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور اسلام قبول کر لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جسے چاہو اپنا متولی بنا لو۔ انہوں نے کہا: ہم اللہ اور اس کے رسول کو متولی بناتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور تمہارا ماموں ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ بھی ہے۔ تم اس کے حلیف بن جاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ دونوں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ٹھہرے اور مدینہ میں مقیم رہے حتی کہ ثقیف کا وفد رمضان ۹ ہجری میں آیا۔

فرماتے ہیں: عمرو بن امیہ بنو علاج میں سے ایک تھا۔ وہ عرب میں ہیبت ناک اور اجنبی لگتا تھا۔ اس نے عبد یالیل کی طرف ہجرت کی۔ وہ ظہر کے وقت عبد یالیل کی طرف چلا اور اس کے گھر میں داخل ہوا۔ پھر اس کی طرف پیغام بھیجا کہ عمرو کہہ رہا ہے: میری طرف نکلو۔ جب قاصد عبد یالیل کے پاس آیا تو اس نے کہا: او بے وقوف! عمرو نے تجھے بھیجا ہے۔ اس نے کہا: ہاں اور وہ گھر میں کھڑا ہے۔ عبد یالیل اس سے صلح کرنا تو چاہتا تھا مگر یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کی طرف آئے۔ عبد یالیل نے کہا: یہ ایسی چیز ہے جس کا مجھے عمرو کے متعلق گمان نہیں تھا۔ یہ کوئی نیا معاملہ ہی پیدا ہوا ہے اور کوئی ناگوار صورت حال لگتی ہے۔ جب تک یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہ ہو۔

چنانچہ عبد یالیل اس کی طرف نکلا۔ جب اسے دیکھا تو اسے مرحبا کہا۔ عمرو نے کہا: ہم پر ایک ایسا معاملہ اتر چکا ہے جس

سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ یہ اس شخص کا معاملہ ہے جسے تم دیکھ چکے ہو اور تمام عرب مسلمان ہو چکا ہے اور تم میں ان سے مقابلے کی طاقت نہیں ہے اور ہم اپنے اس قلعے میں ہیں۔ ہم اس میں باقی نہیں رہیں گے۔ ہمارے اردگرد کے لوگ متاثر ہو چکے ہیں اور ہمیں اپنے میں سے کسی سے بھی امن نہیں جو ہمارے اس قلعے سے ایک بالشت بھی نکل گیا۔ تم اپنے معاملے میں غور وفکر کرلو۔ عبد یالیل نے کہا: جو تم نے دیکھا وہی میں نے بھی دیکھ لیا۔ مگر مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کا اقدام کروں جو تم لے کر آئے ہو اور پکی بات اور رائے تمہارے اختیار میں ہے۔ کہتے ہیں: ثقیف نے آپس میں مشورہ کیا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے: کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہاری ذریت اور مال ومتاع بھی محفوظ نہیں رہے اور جو بھی تم میں سے نکلا وہ واپس نہیں آیا۔ تم آپس میں غور وفکر کرلو۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف ایک قاصد بھیجتے ہیں جیسا کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی طرف نکلے تھے۔ سو تم بھی اپنے سردار عبد یالیل کو بھیجو۔ انہوں نے عبد یالیل بن عمرو بن حبیب سے بات کی۔

وہ عروہ کا ہم عمر تھا۔ اس نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے مسلمان ہو کر اپنی قوم کی طرف گیا تو وہ اس کے ساتھ بھی عروہ جیسا سلوک کریں گے۔ اس نے کہا: میرے ساتھ چند لوگوں کو بھیجو۔ انہوں نے اپنے حلیفوں میں سے دو آدمی لیے اور تین بنو مالک سے لیے۔ چنانچہ انہوں نے عبد یالیل کے ساتھ حکم بن عمرو بن وھب بن معتب، شرحبیل بن غیلان بن سلمہ بن معتب اور ان حلیفوں کو بھیجا جو عروہ کی جماعت تھے اور بنو مالک میں عثمان بن ابی العاص کو اور اوس بن عوف اور نمیر بن خرشہ کو بھیجا یہ کل ۶ افراد تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وفد کے لوگ ۱۰ سے کچھ اوپر تھے۔ ان میں سفیان بن عبداللہ بھی تھے۔

عبد یالیل انہیں لے کر نکلا اور وہ ان کا سردار اور امیر تھا۔ لیکن وہ چاہتا یہ تھا کہ اگر وہ واپس جائیں تو ہر آدمی اپنی جماعت کو نرم کرے۔ جب وادی قناۃ میں پہنچے جو دار حرض کے قریب تھی تو انہوں نے پڑاؤ ڈالا۔ انہیں وہاں کچھ اونٹ نظر آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: اگر ہم اونٹ والے سے پوچھیں کہ ہم اونٹ کس کے ہیں اور وہ ہمیں محمد ﷺ کی کوئی خبر دے دے۔

انہوں نے عثمان بن ابو العاص کو بھیجا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو اپنی باری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سواریوں کو چرا رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر انہیں چرانے کی باریاں مقرر تھیں۔

جب انہوں نے ان کو دیکھا تو انہیں سلام کیا اور سواریوں کو ان کے پاس ہی چھوڑ دیا اور جلدی سے نبی کریم ﷺ کو ان کے آنے کی خوشخبری دینے نکل کھڑے ہوئے۔ حتیٰ کہ جب مسجد کے دروازے تک پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنی قوم کی انہیں خبر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم مجھ سے پہلے آپ ﷺ کو یہ خبر نہیں دو گے، حتیٰ کہ میں آپ کو بتلا دوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کا کچھ ذکر کیا تھا۔ میں آپ کو ان کے آنے کی خوشخبری دیتا ہوں۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خبر دی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ دروازے

پر کھڑے رہے۔ پھر وہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف گئے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ خوش تھے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری قوم آگئی ہے۔ وہ اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں۔ چاہے آپ ان کے لیے شرائط لگا دیں اور وہ اپنے شہروں میں اپنی قوم کی طرف سے معاہدہ بھی لکھ دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ نہ کسی شرط کا مطالبہ کریں اور نہ معاہدے کا۔ میں جو عام لوگوں کو عطا کرتا ہوں وہی انہیں بھی دوں گا۔ انہیں خوشخبری دے دو۔ چنانچہ مغیرہ رضی اللہ عنہ واپس ہوئے اور انہیں نبی کریم ﷺ کا فرمان سنایا اور انہیں بشارت دی اور انہیں سکھایا کہ وہ کیسے رسول اللہ ﷺ کو سلام کریں۔ انہوں نے سب ویسے ہی کیا سوائے سلام کے۔ انہوں نے کہا: صبح بخیر اور مسجد میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ مسجد میں داخل ہو گئے ہیں، حالانکہ یہ مشرک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری قوم کو میرے ہاں ٹھہرایا جائے۔ میں ان کا اکرام کروں گا۔ میں ان کا نیا نیا مجرم ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں تم پر مطمئن نہیں ہوں کہ تم اپنی قوم کا اکرام کرو گے۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ کا جرم یہ تھا کہ وہ بنو مالک کے تین آدمیوں میں نکلے تھے اور مقوقس کے پاس گئے تھے۔ اس نے بنو مالک کی آہ و بھگت کی مگر اس کو منہ بھی نہ لگایا۔ حالانکہ وہ ان کا حلیف تھا۔ ان کے ساتھ دو آدمی تھے: شرید اور دمون۔ پھر جب وہ ساق نامی جگہ میں آئے تو انہوں نے شراب رکھی۔ مغیرہ نے انہیں اپنے ہاتھ سے شراب پلائی اور خود نہ پی۔ وہ بنو مالک کو اور دیتا رہا حتی کہ جب وہ خوب نشے میں دھت ہوئے اور سو گئے تو یہ کود کر ان کی طرف گئے تاکہ انہیں قتل کر دیں۔

اور دمون ڈر گیا کہ یہ نشے کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ وہ چھپ گیا۔ وہ یا دمون یا دمون! کہہ کر پکارتے رہے اور رو رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ ان میں سے کسی نے اسے قتل نہ کر دیا ہو۔ اچانک دمون آگئے اور انہوں نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ اس نے کہا: میں چھپ گیا تھا جب میں نے تمہیں بنو مالک کے ساتھ ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ میں سمجھا شاید یہ عقل جانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے ان کے ساتھ یہ سب اس لیے کیا ہے کہ مقوقس نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور میرے ساتھ زیادتی کی۔ پھر وہ ان کے اموال لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آگئے اور آپ کو واقعہ کی اطلاع دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے کہا: ان اموال کا خمس لے لیجیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ ہم دھوکہ دیتے ہیں اور نہ ہمارے لیے دھوکا مناسب ہے۔ آپ نے ان کے اموال کا خمس لینے سے انکار کر دیا۔

مغیرہ نے ثقیف کو بقیع میں اپنے گھر ٹھہرایا۔ یہ خطہ نبی ﷺ نے اپنے لیے خاص کر لیا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی شاخوں سے تین خیمے بنانے کا حکم دیا۔ وہ مسجد میں بنائے گئے۔ چنانچہ وہ رات کو تہجد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن سنتے اور فرض نماز کی صفوں کو دیکھتے اور مغیرہ کے گھر لوٹ جاتے۔ انہیں کھانا کھلایا جاتا اور منہ ہاتھ دھوتے اور اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے۔ وہ مسجد کی طرف آتے جاتے رہتے۔ رسول اللہ ﷺ مغیرہ کے گھر میں ہی ان کی ضیافت کرتے رہتے۔ وہ نبی کریم ﷺ کا خطبہ

سنتے اور وہ آپ کو اپنا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنتے۔ انہوں نے کہا: آپ ہمیں تو اس بات کی گواہی کا حکم دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر خود اپنے خطبہ میں اس چیز کی گواہی نہیں دیتے۔ جب رسول اللہ ﷺ تک ان کی بات پہنچی تو آپ نے کہا: میں سب سے پہلا ہوں جو اس کی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں گواہی دی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اسی طرح چند دن ٹھہرے رہے۔ وہ روزانہ صبح نبی ﷺ کی خدمت میں آتے اور عثمان بن ابو العاص کو اپنے ٹھکانوں پر چھوڑ آتے۔ وہ ان میں سب سے چھوٹے تھے۔ جب وہ واپس آتے اور دوپہر کو سو جاتے تو یہ نکلتے اور نبی ﷺ کے پاس آجاتے اور آپ سے دین کے بارے میں پوچھتے۔ آپ سے قرآن پڑھوا کر سنتے اور اپنے ساتھیوں سے چھپ کر مسلمان بھی ہو گئے۔

وہ نبی ﷺ کے پاس کئی مرتبہ آئے حتی کہ دین سیکھ لیا اور قرآن سنتے اور قرآن کی کوئی سورت نبی ﷺ کے منہ مبارک سے سنتے۔ جب وہ آپ ﷺ کو سویا ہوا پاتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آجاتے۔ ان سے دین سیکھتے اور قرآن سنتے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ سوئے ہوتے تو وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آجاتے اور ان سے قرآن سیکھتے۔ انہوں نے وفد سے پہلے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر لی تھی اور ابھی فیصلہ بھی نہیں ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بات کو اپنے ساتھیوں سے چھپا رکھا تھا۔ آپ ﷺ ان کی وجہ سے بہت خوش تھے اور ان سے محبت فرماتے تھے۔

وفد چند دن ٹھہرا رہا اور وہ نبی ﷺ کے پاس آتے جاتے رہے۔ نبی ﷺ انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔

عبد یالیل نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ ہمارا فیصلہ کر دیں گے تاکہ ہم اپنے گھر اور اپنی قوم کی طرف لوٹ جائیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اگر تم اسلام کا اقرار کر لو تو میں تمہارا فیصلہ کر دوں گا وگرنہ پھر کوئی فیصلہ نہیں اور نہ ہی تمہارے اور میرے درمیان کوئی صلح ہے۔

عبد یالیل نے کہا: کیا آپ کو زنا کا علم ہے؟ ہم دور دراز کے کنوارے لوگ ہیں۔ اس کے بغیر ہمارا گزارا نہیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی عورت کے بغیر صبر کر سکتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو ان کاموں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر حرام قرار دے دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اور تم زنا کے قریب بھی مت جاؤ، بے شک وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔“

پوچھا: پھر سود کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: سود تو حرام ہے۔ کہا: ہمارے تو تمام اموال سودی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنا اصل مال لے سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔“

پوچھا: پھر شراب کا کیا حکم ہے؟ ہم تو اپنے انگوروں سے شراب تیار کرتے ہیں اور لازمی پیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے بھی حرام قرار دیا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ”شراب، جوا، انصاب

اور ازلام......" چنانچہ وہ لوگ اٹھ گئے اور آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔

عبد یالیل نے کہا: بے وقوفو! کیا ہم اپنی قوم کے پاس ان تین خصلتوں کی حرمت لے کر جائیں گے۔ اللہ کی قسم! بنوثقیف شراب اور زنا سے کبھی صبر نہیں کریں گے۔

سفیان بن عبداللہ نے کہا: او آدمی! اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو وہ رک جائیں گے۔ آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی اسی طرح تھے۔ پھر انہوں نے صبر کیا اور وہ سب کام چھوڑ دیے۔ مزید مجھے یہ ڈر بھی ہے کہ یہ آدمی پوری زمین پر غالب ہو کر رہیں گے اور ہم زمین کی ایک جانب ایک قلعے میں ہیں اور اسلام ہمارے ارد گرد تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ ہمارے قلعے پر ایک ماہ ٹھہرے رہے تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اسلام قبول کر لو اور میں فتح مکہ کے دن جیسا خوف رکھتا ہوں۔

خالد بن سعید بن عاص ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان قاصد بنے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے مکتوب لکھ دیا۔ وہ حضرت خالد نے ہی لکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف کھانا بھیجتے مگر وہ کچھ نہ کھاتے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اس سے کھاتے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

انہوں نے کہا: ربہ (بت) کا ہم کیا کریں۔ فرمایا: اسے توڑ کر گرا دو۔ انہوں نے کہا: ایسا ممکن نہیں، اگر ربہ کو معلوم ہو گیا کہ ہم اسے گرانے کی تیاری کر چکے ہیں تو وہ ہمارے گھر والوں کو مار ڈالے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عبد یالیل! تم بے وقوف ہو! ربہ تو ایک پتھر ہے۔ اسے تو یہ بھی علم نہیں کہ کون اس کی عبادت کرتا ہے اور کون نہیں۔

عبد یالیل نے کہا: اے عمر! ہم تمہارے پاس نہیں آئے۔ پھر وہ مسلمان ہو گئے اور صلح مکمل ہو گئی۔ وہ معاہدہ خالد بن سعید نے لکھا تھا۔ پھر جب صلح مکمل ہو گئی تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بات کی کہ ربہ بت کو تین سال تک چھوڑ دیں، اسے نہ گرائیں۔ نبی کریم ﷺ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: پھر دو سال چھوڑ دیں۔ آپ نے پھر انکار کر دیا۔ انہوں نے ایک سال چھوڑنے کا مطالبہ کیا مگر آپ نے پھر انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے کہا: چلیں ایک ماہ چھوڑ دیں۔ آپ نے انہیں وقت دینے سے بالکل انکار کر دیا۔ وہ ربہ کو اس لیے چھوڑنا چاہتے تھے کہ انہیں اپنے بے وقوف لوگوں، عورتوں اور بچوں کے بارے میں اللہ کا ڈر تھا اور انہیں یہ پسند نہیں تھا کہ وہ اپنی قوم کو اس بات کے گرانے سے ڈرائیں۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ پھر انہیں اس بت کے گرانے سے الگ رکھا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اسے گرانے کے لیے بھیجتا ہوں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگ لی کہ وہ اپنے ہاتھ سے ان بتوں کو نہیں توڑیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے صحابہ کو حکم دوں گا کہ انہیں توڑ دیں۔

انہوں نے نبی ﷺ سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ انہیں نماز سے چھٹی مل جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسے دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہ ہو۔

انہوں نے کہا: ٹھیک ہے اے محمد! ہم نماز پڑھیں گے۔ روزے بھی رکھیں گے۔ انہوں نے شریعت کے فرائض واحکام سیکھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ مہینے کے جتنے دن باقی ہیں ان میں روزے رکھیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ افطاری کے وقت ان کے پاس آتے۔ اگر سورج غروب نہ ہوا ہوتا تو وہ کہنے لگتے: یہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہمارا امتحان ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا اسلام کیسا ہے۔ پھر وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہتے: اے بلال! ابھی تک سورج غروب نہیں ہوا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے: میں تمہارے پاس تب آتا ہوں جب رسول اللہ ﷺ افطاری کرلیں۔ وفد نے آپ ﷺ کے جلدی افطار کرنے کو بھی محفوظ کرلیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سحری کے وقت ان کے پاس آتے اور فرماتے: میں ان پر فجر کو چھپالیتا تھا۔ پھر جب انہوں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ایک کو ہم پر امیر بنا دیجیے جو ہماری امامت کروائے۔ آپ نے ان پر حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا۔ حالانکہ وہ ان میں سب سے چھوٹے تھے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی اسلام پر حرص کو دیکھ چکے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے جو سب سے آخری عہد لیا تھا یہ تھا کہ اپنے میں سے ایک ایسے شخص کو مؤذن بنا دینا جو اذان پر اجرت نہ لے۔ جب تم لوگوں کی امامت کرواؤ تو ان کا اندازہ ان کے کمزور لوگوں سے لگاؤ اور جب تم اکیلے نماز پڑھو تو جتنی چاہے لمبی نماز ادا کرتے رہو۔ پھر وہ وفد طائف کی طرف روانہ ہولیا۔ جب وہ ثقیف کے قریب پہنچے تو عبد یالیل نے کہا: میں ثقیف کے لوگوں کو جانتا ہوں۔ تم اس فیصلے کو ان سے چھپائے رکھنا اور انہیں جنگ اور لڑائی کا خوف دلانا اور انہیں بتلانا کہ محمد نے ہم سے بہت بڑے امور کا مطالبہ کیا، جنہیں ہم نے بہت بڑا خیال کیا اور ان کا انکار کردیا۔ وہ ہم سے زنا اور شراب کی حرمت کا مطالبہ کررہے ہیں اور یہ کہ ہم اپنے سود کے اموال کو ضائع کردیں اور یہ کہ ہم اپنے رب بت کو گرادیں۔

وفد کی قوم پر واپسی

جب وفد قریب ہوا تو ثقیف کے لوگ نکلے۔ جب انہوں نے ان کو دیکھا تو انہوں نے گردنیں جھکالیں اور اونٹوں کو آہستہ کردیا اور کپڑوں میں لپٹ گئے۔ گویا وہ غمزدہ اور تکلیف میں ہیں۔

اور وہ کوئی خیر لے کر نہیں لوٹے۔ جب ثقیف نے ان کے چہروں میں دیکھا کہ وہ غمزدہ اور کرب میں مبتلا ہیں تو کہنے لگے: تمہارا وفد تمہارے پاس خیر لے کر نہیں آیا۔ جب وفد اندر داخل ہوا تو وہ سب سے پہلے لات (بت) کے پاس گئے۔ جب وہ اس کے پاس اترے اور وہ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ مگر وہ تو اب مسلمان ہوچکے تھے۔

لوگ کہنے لگے: دیکھو۔ یہ لوگ اپنے بارے میں کچھ چھپا رہے ہیں۔ ثقیف کہنے لگے: گویا یہ نہ کوئی معاہدہ کرکے آئے ہیں اور نہ ان میں کوئی مناسب رائے ہے۔ ان میں ہر ایک اپنے گھر لوٹ گیا۔ ثقیف کے کچھ لوگ جماعت بنا کر ان کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: تم وہاں سے کیا لے کر لوٹے ہو؟ وفد نے چونکہ بات کرنے کی آپ ﷺ سے اجازت لے لی تھی اور آپ نے

رخصت دے دی تھی۔ وہ کہنے لگے: ہم تمہارے پاس ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں جو انتہائی غصے والا ہے اور وہ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ تلوار کے ذریعے غالب ہو رہا ہے۔ اس نے عرب کو بھی اپنا ماتحت بنا لیا ہے اور لوگ اس کے تابع ہو گئے ہیں اور بنو اصفران کے رعب کی وجہ سے اپنے قلعوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ یا تو اس کے دین میں راغب ہو رہے ہیں یا تلوار سے ڈر رہے ہیں۔ انہوں نے ہمارے سامنے چند سخت امور پیش کیے تو وہ ہمیں نہایت گراں معلوم ہوئے اور ہم نے انہیں قبول نہ کیا۔

انہوں نے ہم پر زنا، شراب اور سود کو حرام قرار دیا اور یہ کہ ہم ربہ بت کو گرا دیں۔ ثقیف کے لوگ کہنے لگے: ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ وفد نے کہا: تمہاری زندگی کی قسم! ہم نے بھی اسے بہت بڑا سمجھا اور ناپسند کیا اور ہم سمجھ گئے تھے کہ انہوں نے ہم سے انصاف نہیں کیا۔ سو تم اپنا اسلحہ تیار کرو اور اپنے قلعے کی مرمت کرو اور وہاں چھاؤنیاں بناؤ اور منجنیقیں نصب کرو اور قلعے کے اندر ایک یا دو سال کا کھانا جمع کر لو۔ وہ دو سال سے زیادہ تمہارا محاصرہ نہ کریں گے اور اپنے قلعے کے پیچھے خندقیں کھود لو اور یہ سب کام جلدی کرو۔ اس لیے کہ ہمیں ان کے معاملے سے بالکل امن نہیں اور وہ غالب ہوا ہی چاہتے ہیں۔

پھر وہ اسی طرح ایک یا دو دن ٹھہرے رہے اور لڑائی کا پروگرام بناتے رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ کہنے لگے: ہمارے اندر اس سے لڑنے کی ہمت نہیں ہے جس نے تمام عرب کو مغلوب کر دیا۔ تم ان کے پاس واپس جاؤ اور ان کے مطالبے کو پورا کر لو اور ان سے صلح کی کوشش کر لو اور کوئی معاہدہ لکھ لو اس سے پہلے کہ وہ ہماری طرف نکلیں اور لشکروں کو بھیجیں۔ جب وفد نے دیکھا کہ یہ لوگ فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں۔ نبی ﷺ سے مرعوب ہو گئے ہیں اور اسلام میں رغبت کرنے لگے ہیں اور وہ خوف پر امن کو ترجیح دے رہے ہیں تو وفد نے کہا:

ہم نے ان سے فیصلہ کروا لیا اور ہم نے ان کو وہ عطا کر دیا جو انہوں نے ہم سے مطالبہ کیا اور جو ہم نے ارادہ کیا وہ انہوں نے ہم پر شرط لگا دی۔ ہم نے انہیں لوگوں میں سب سے بڑے متقی، نیک، صلہ رحمی کرنے والے، باوفا، سچا اور مہربان پایا۔ البتہ ہم نے ربہ بت کو گرانے سے انکار کر دیا اور آپ نے فرمایا: میں کچھ لوگوں کو بھیجوں گا جو اسے گرا دیں گے۔ آپ انہیں بھیجنے والے ہیں جو اسے گرا دیں گے۔

ربہ بت کو گرانے کا واقعہ

بنو ثقیف کا ایک بوڑھا جس کے دل میں شرک تھا۔ کہنے لگا: یہ کام ہمارے اور ان کے درمیان حق کو واضح کر دے گا۔ اگر وہ اس کے گرانے پر قادر ہو گیا تو وہ حق پر ہے اور ہم باطل پر ہیں اور اگر اس نے اپنا دفاع کر لیا تو پھر دل میں اس کے بعد اور کیا باقی رہ جائے گا۔ حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے تیرے باطل نفس نے ابھی بھی روک رکھا ہے۔ ربہ ہے کیا چیز، اسے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کس نے اس کی عبادت کی اور کس نے نہیں کی جیسے عزیٰ بت نہیں جانتا تھا کہ کس نے اس کی عبادت کی اور کس

نے نہیں کی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیلے اس کے پاس آئے اور اسے گرا دیا۔ اسی طرح اساف، نائلہ، ھبل اور مناۃ ان کی طرف بھی ایک آدمی آیا اور انہیں گرا دیا اور سواع کی طرف بھی ایک آدمی آیا اور اسے گرا دیا۔ کیا ان میں سے کسی نے اپنا دفاع کیا۔ وہ ثقفی شخص کہنے لگا: ربہ ان جیسا نہیں جن کا تم نے ذکر کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عنقریب تم دیکھ لو گے۔

حضرت ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما دو یا تین دن ٹھہرے رہے، حران کی طرف نکلے۔ ابوملیح بن عروہ اور قارب بن اسود نے تحکم کیا۔ وہ دونوں چاہتے تھے کہ ابوسفیان اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مغیرہ بت کو گرانے کے لیے جائیں۔ ابوملیح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والد قتل ہو گئے اور ان پر قرضہ تھا۔ جو تقریباً دو سو مثقال سونے کے برابر ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ اسے ربہ بت کے زیور سے ادا کر دیں۔ میں بھی ایسا کر لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے اور قارب بن اسود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اسود بن مسعود میرا والد ہے اور اس نے بھی قرضہ چھوڑا ہے جو عروہ کے قرضے کے برابر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسود اس حال میں مرا ہے کہ وہ کافر تھا۔ قارب نے کہا: آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور اب قرضہ تو مجھ پر ہے۔ مجھ سے اس کا مطالبہ ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب میں ایسا کر لوں گا۔ چنانچہ آپ نے عروہ اور اسود کی جانب سے اس بت کے مال سے ان کا قرضہ ادا کر دیا۔

ابوسفیان، مغیرہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی ربہ بت کو گرانے کے لیے نکلے۔ جب وہ طائف کے قریب ہوئے تو انہوں نے ابوسفیان سے کہا: تم آگے بڑھو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پورا کرو۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، بلکہ تم آگے بڑھو اور اپنی قوم کے پاس جاؤ۔ چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے مال کو لیے ذوالھرم میں ٹھہرے رہے اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ دس سے اوپر کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر ربہ بت کو گرانے کے لیے اندر گئے۔

انہوں نے طائف کے قریب پڑاؤ ڈالا اور عشاء کے بعد وہیں رات گزاری۔ پھر وہ ربہ بت کو گرانے گئے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آج میں تمہیں بنوثقیف کی طرف سے ہنساؤں گا۔ انہوں نے کدال ہاتھ میں لی اور ربہ کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ وہ بھی اٹھے اور ان کے ساتھ ان کی قوم بنومعتب بھی ہاتھوں میں اسلحہ لیے کھڑے ہو گئے۔ انہیں ان کے متعلق عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خوف تھا۔

ابوسفیان آئے اور وہ اسی حالت پر تھے۔ کہنے لگے: تمہارا گمان تھا کہ تم مجھے اس بت کو گرانے کے لیے آگے کرو گے۔ اگر میں اسے گرانے کے لیے کھڑا ہوتا تو کیا بنومعتب میری حفاظت کے لیے بھی اس قدر گرم جوشی سے کھڑے ہوتے؟ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ تو اس سے پہلے ہی خود کو جھکا چکے تھے۔ انہوں نے خوف پر امن کو ترجیح دی۔ ادھر سے ثقیف کی عورتیں اس بت پر افسوس اور حسرت کرتی ہوئی روتے ہوئے نکلیں۔ غلام اور بچے بھی باہر آ گئے اور لوگ حیرت زدہ کھڑے تھے اور کنواری لڑکیاں بھی باہر آ گئیں۔ پھر جب مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کدال سے ضرب لگائی تو وہ چکرا کر نیچے گر گئے۔ طائف والوں کی چیخیں نکل گئیں۔

وہ کہنے لگے: دیکھا! ہم نے کہا تھا کہ قسم بخدا! ربہ اپنا دفاع خود کرے گا اور تم کہتے تھے کہ وہ ایسا نہیں کر پائے گا۔ حضرت

مغیرہ رضی اللہ عنہ کچھ دیر بے سدھ پڑے رہے۔ پھر وہ اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے: عرب کہا کرتے تھے: عرب کا کوئی قبیلہ بنو ثقیف سے زیادہ عقل مند نہیں ہے حالانکہ عرب کا کوئی قبیلہ تم سے زیادہ احمق نہیں ہے۔ لات اور عزی کیا تھے اور ربہ کیا ہے؟ انہی جیسا ایک پتھر ہے۔ اسے تو معلوم ہی نہیں کس نے اس کی عبادت کی اور کس نے نہیں کی۔ بے وقوفو! بھلا بتلاؤ کیا لات سنتا تھا یا دیکھتا تھا یا نفع نقصان دے سکتا تھا۔ پھر انہوں نے اسے گرا دیا اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ اسے گرانے میں مدد کی۔

ان دنوں لات کے مجاور بنو ثقیف میں سے بنو عجلان بن عتاب بن مالک کے لوگ تھے۔ ربہ کا مجاور عتاب بن مالک بن کعب تھا۔ اس کے بعد اس کی اولاد یکے بعد دیگرے اس کی مجاورت کرتے رہے۔ وہ کہنے لگے: عنقریب تم دیکھو گے کہ جب وہ اس کی جڑوں تک پہنچے گا جڑوں کو غصہ آئے گا اور یہ سب اس میں دھنس جائیں گے۔ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو وہ فوراً مڑ کر جڑیں کھودنے لگے۔ آدھا حصہ کھود دیا اور اس چٹان تک پہنچ گئے۔ جہاں اس کا خزانہ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کا زیور اور لباس اتار دیا اور جو اس میں خوشبو اور سونا چاندی تھا سب نکال لیا۔

ان میں سے ایک بوڑھیا کہنے لگی: انہیں رضاعت نے مسلمان کر دیا اور انہوں نے بہادری کو چھوڑ دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خزانے کو ابو ملیح، قارب اور چند دیگر لوگوں کو دیا اور اسے راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔ اس سے اسلحہ تیار کروایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے لیے یہ مکتوب لکھا۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مومنین کے لیے ہے۔ وج کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ شکار پکڑا جائے اور جو ایسا کرتا ہوا پکڑا گیا تو اسے کوڑے لگیں گے اور اس کا لباس اتارا جائے گا۔ پھر اگر کسی نے اس میں حد سے تجاوز کیا تو اسے پکڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ یہ اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ خط لکھا اور محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ان کی طرف بھیجا گیا۔

آپ نے فرمایا: کوئی اس میں حکم عدولی نہ کرے وگرنہ وہ اپنے آپ کا ذمہ دار خود ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وج کے درختوں کو کاٹنے اور شکار کو پکڑنے سے منع فرما دیا تھا۔ جو بھی ایسا کرتا ہوا پکڑا جاتا اس کے کپڑے چھین لیے جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وج کی چراگاہ پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرمایا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصولیٔ زکوٰۃ کے لیے عاملین کو روانہ فرمانا

حضرت زہری اور سعید بن عمرو فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ سے لوٹے تو مدینہ آ گئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور ذوالقعدہ کی ۲۷ تاریخ تھی۔ پھر بقیہ دن اور ذوالحجہ کا مہینہ آپ نے مدینہ میں ہی قیام کیا۔ جب آپ نے محرم کا چاند دیکھا تو زکاۃ

وصول کرنے والوں کو قبائل کی طرف بھیجا۔

چنانچہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو قبیلہ اسلم اور غفار کی طرف ان کی زکاۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا اور ایک روایت کے مطابق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

حضرت عباد بن بشر اشہلی رضی اللہ عنہ کو سلیمہ اور مزینہ کی طرف بھیجا۔ رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ کو جہینہ کی طرف اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فزارہ کی طرف، ضحاک بن سفیان کلابی کو بنو کلاب کی طرف بھیجا۔ بسر بن سفیان کعبی کو بنو کعب کی طرف اور ابن لتبیہ ازدی کو بنو ذبیان کی طرف۔ بنو سعد بن ھذیم کے ایک شخص کو انہی کی زکاۃ لینے کے لیے بھیجا۔ حضرت بسر بن سفیان رضی اللہ عنہ بنو کعب کی زکاۃ وصول کرنے کے لیے نکلے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نعیم بن عبداللہ العدوی رحمۃ اللہ علیہ گئے تھے۔ جب وہ آئے تو اس وقت ان کے علاقے میں بنو جہیم جو بنو تمیم کی ایک شاخ ہے، ان میں سے بنو عمرو بن جندب بن عنبر بن عمرو بن تمیم آئے ہوئے تھے۔ وہ ان کے ذات اشطاط نامی جگہ پر ایک کنویں سے اکٹھے پانی پیتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ان کو عسفان پر پایا۔ پھر انہوں نے خزاعہ کو مویشی جمع کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ ان کی زکاۃ وصول کریں۔ چنانچہ خزاعہ نے ہر جانب سے زکاۃ اکٹھی کر کے دے دی۔ مگر بنو تمیم نے اس کا انکار کر دیا اور کہنے لگے: یہ کیا؟ تمہارے اموال تم سے باطل طریقے سے لے جائے گا۔ وہ غصے میں آ گئے۔ انہوں نے جانوروں کو چھوڑا اور تلواریں نیام سے نکال لیں۔ خزاعی کہنے لگے: ہم نے دین اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ ہمارے دین کا حکم ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی اونٹ کبھی بھی ادھر نہیں جائے گا۔ جب زکاۃ وصول کرنے والے نے یہ عالم دیکھا تو وہ وہاں سے بھاگ آئے۔ وہ ان سے ڈر گئے تھے۔ اسلام ان دنوں زیادہ نہیں پھیلا تھا۔ کچھ لوگ باقی رہ گئے جو تلوار کے ڈر سے چھپے رہتے تھے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور حنین میں جو ان کے ساتھ کیا تھا وہ ان کے سامنے تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ان کے زائد مال کو لے لیں اور عمدہ کو چھوڑ دیں۔

وہ مصدق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو واقعہ کی اطلاع دی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں تین آدمیوں کے ساتھ تھا۔ خزاعہ بنو تمیم کی طرف گئے اور انہیں اپنے علاقے سے نکال دیا اور کہا: اگر تمہارے ساتھ رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اپنے شہروں کو نہ پہنچ پاتے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی وجہ سے ہم پر اور تم پر ضرور کوئی مصیبت نازل ہوگی۔ اس لیے کہ تم لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو واپس بھیج دیا ہے۔ تم نے انہیں ہمارے اموال کی زکاۃ وصول کرنے سے روک دیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں نے یہ حرکت کی ہے۔ کون انہیں پکڑ کر میرے پاس لائے گا۔ لوگوں میں سب سے پہلے حضرت عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں ان کے پیچھے جاؤں گا۔ اگرچہ وہ لوگ بحرین تک پہنچ جائیں۔ پھر بھی میں انہیں ان شاء اللہ آپ کی خدمت میں لے آؤں گا۔ حتی کہ آپ ان کے بارے میں جو فیصلہ فرمائیں یا پھر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں ۵۰ عرب شہسواروں میں بھیجا۔ ان میں نہ کوئی مہاجر تھا اور نہ کوئی انصاری۔

وہ رات کو سفر کرتے اور دن کو گھات لگاتے۔ وہ رقوبہ کے راستے پر چلتے ہوئے عرج نامی جگہ پہنچ گئے۔

وہاں انہیں خبر ملی کہ وہ لوگ تو بنوسلیم کے علاقے کی طرف چلے گئے ہیں اور انہوں نے انہیں اس حال میں پایا کہ وہ پانیوں کے قریب تھے اور وہ صحراء میں بنوسلیم کی طرف جا رہے تھے اور وہ اپنے جانوروں اور مویشیوں کو کھلا چھوڑ گئے تھے۔ ان کے گھر خالی تھے اور وہاں چند لوگ تھے اور عورتیں تھیں۔ جب انہوں نے لشکر کو دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان میں سے گیارہ مردوں کو پکڑ لیا اور تقریباً ۱۱ عورتوں اور ۳۰ بچوں کو پکڑ لیا۔

انہیں لے کر مدینہ آ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں حکم دیا اور انہیں رملہ بنت حارث کے گھر میں قید کر دیا گیا۔

ان کے رؤساء میں سے دس لوگ آئے جن کے نام یہ ہیں: عطارد بن حاجب بن زرارہ، زبرقان بن بدر، قیس بن عاصم، قیس بن حارث، نعیم بن سعد، عمرو بن اھتم، اقرع بن حابس اور ریاح بن حارث بن مجاشع۔

یہ لوگ ظہر سے پہلے مسجد میں داخل ہو گئے۔ جب وہ اندر آئے تو انہوں نے اپنے قیدیوں کی بابت پوچھا۔ لوگوں نے ان کے بارے میں بتلا دیا۔ وہ ان کے پاس آئے۔ بچے اور عورتیں انہیں دیکھ کر رو پڑیں۔ وہ واپس چلے گئے۔ پھر دوبارہ مسجد میں آئے۔ رسول اللہ ﷺ اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی پہلی اذان دی اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے آپ جلدی باہر آ جائیں۔ ان لوگوں نے پکار کر کہا: اے محمد! ہماری طرف نکلیے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان کی طرف اٹھ کر گئے اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ ابھی آ جائیں گے۔ مسجد والوں تک ان کی آواز پہنچ گئی تھی۔ وہ انہیں اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی اقامت کہی۔ وہ لوگ آپ سے چمٹنے لگے اور بات کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اقامت کے بعد تھوڑی دیر ان کے پاس ٹھہرے۔ وہ کہنے لگے: ہم آپ کے پاس اپنے خطیب اور شاعر کو لائے ہیں، انہیں بھی سنیے گا۔ نبی کریم ﷺ مسکرائے اور چلے گئے۔ پھر لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد اپنے گھر لوٹ گئے۔ دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر باہر تشریف لائے اور مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ وہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عطارد بن حاجب تمیمی کو آگے کیا۔ اس نے خطبہ پڑھا:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کا ہم پر فضل ہوا اور اس نے ہمیں بادشاہ بنایا۔ ہمیں اموال عطا کیے جنہیں ہم بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ اس نے ہمیں مشرق والوں میں سب سے معزز اور مال واولاد والا بنایا۔ ہماری تعداد بھی زیادہ ہے۔ لوگوں میں ہمارے جیسا کون ہے؟ کیا ہم لوگوں کے سردار اور فضل والے نہیں ہیں۔ جو فخر کرنا چاہے تو وہ ہماری جتنی تعداد لا کر دکھائے۔ اگر ہم چاہیں تو مزید بات بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں فخر ومباہات کو اچھا نہیں سمجھتے۔ میں بس یہی کہنا چاہتا تھا۔ اب وہ بیان کرے جو ہم سے اچھی

بات کہہ سکے۔"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اٹھو اور ان کے خطیب کو جواب دو۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حالانکہ انہوں نے اس سے پہلے کچھ بھی نہیں سوچا تھا اور نہ ہی کچھ کہنے کی تیاری کی تھی۔

انہوں نے کہا: "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں کہ آسمان وزمین اس کی مخلوق ہے۔ وہ اس میں اپنے فیصلے کو نافذ کرتا ہے۔ اور اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ ہر چیز اسی کے فضل وکرم سے ہے۔ پھر اسی فضل باری میں سے یہ ہے کہ اس نے ہمیں بادشاہ بنایا اور ہمارے لیے اپنی مخلوق میں سے ایک رسول چنا۔ جو ان میں نسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ معزز ہے اور چہرے کے اعتبار سے سب سے زیادہ خوبصورت ہے اور بات میں سب سے زیادہ سچا ہے۔ اس نے ان پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنی مخلوق پر احسان فرمایا۔ وہ اس کے بندوں میں سب سے بہترین ہے۔ انہوں نے ایمان کی طرف دعوت دی۔ سو اس کی قوم میں مہاجرین ایمان لائے اور اس کے قریبی رشتہ دار بھی۔

وہ ان میں سب سے خوبصورت چہرے والا اور سب سے عمدہ کاموں والا ہے۔ پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا۔ سو ہم اللہ اور اس کے رسول کے مددگار ہیں۔ ہم لوگوں سے لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ کہہ دیں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" سو جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا تو ہم سے اس کا مال اور خون محفوظ ہو گیا۔

جس نے اللہ کا انکار کیا تو اس بارے میں اس سے جہاد کریں گے۔ اس کا قتل کرنا ہم پر بہت آسان ہوگا۔ میں بس یہی کہنا چاہتا تھا اور میں مومن مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ پھر وہ بیٹھ گئے۔

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے شاعر کو بھی اجازت دے دی۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ انہوں نے زبرقان بن بدر کو کھڑا کر دیا، اس نے کہا: ہم بادشاہ ہیں کوئی قبیلہ ہمارے قریب بھی نہیں۔ ہمارے اندر ہی بادشاہ ہیں اور ہم ہی میں عبادت گاہیں تعمیر کرنے والے ہیں۔ کتنی مرتبہ ہم نے تمام قبائل کی مصائب میں مدد کی اور بہترین فضل ہی کی پیروی کی جاتی ہے اور ہم ہی قحط میں کھانا کھلاتے ہیں جو وہ گوشت کھاتے ہیں۔ جب پریشانی میں لوگ منتشر ہو جاتے ہیں اور ہم اپنے مہمان خانوں میں ٹھہرنے والوں کے لیے عمدہ اونٹ ذبح کر دیتے ہیں۔ جب بھی وہ اترتے ہیں تو سیر ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حسان! انہیں جواب دو۔ وہ اٹھے اور فرمانے لگے:

فہر اور ان کے بھائیوں نے لوگوں کے لیے ایک ایسی سنت کو جاری کیا ہے جس کی اتباع کی جاتی ہے۔

اس سنت سے ہر وہ شخص راضی ہے جس کی طبیعت میں تقویٰ اور پاکدامنی موجود ہے۔

وہ ایسی قوم ہیں کہ جب وہ جنگ کرتے ہیں تو اپنے دشمن کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

جب اپنے ساتھیوں کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرتے ہیں تو نفع پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں۔

ان کی یہ فطرت ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ شروع سے ہے۔ یاد رکھو! بدترین عادات وہ ہیں جو نئی ایجاد کی جائیں۔ جنگ کے دوران ان کے ہاتھوں نے جو زخم اور شگاف پیدا کیے ہیں۔ انہیں ٹھیک نہیں کیا جاسکتا اور جو سوراخ انہوں نے بھرے ہیں ان میں شگاف پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ لوگوں میں ان کے بعد بھی سبقت کرنے والے پیدا ہوئے۔ لیکن ہر سبقت کرنے والا سبقت اور رفعت میں ان کے تابع ہے۔ اس قوم کی عزت واحترام کرو جس کی مصیبت میں اس کے مددگار رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ پاکدامن اور عفیف ہیں۔ ان کی عفت کا ذکر وحی میں کیا گیا ہے۔ وہ کسی چیز کی لالچ نہیں رکھتے اور نہ ہی لالچ انہیں رسوا کرتی ہے۔

جنگ کے دوران جب موت ان کے سر پر آجاتی ہے تو اس وقت بھی بپھرے ہوئے شیر کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ دشمن پر حملہ کریں تو فخر کا اظہار نہیں کرتے اور اگر ان پر حملہ کیا جائے تو اپنے دفاع میں ضعف اور بزدلی سے کام نہیں لیتے۔ جب کسی قوم کی طرف لپکتے ہیں تو ان کی طرف گائے کے بچے کی طرح رینگ کر نہیں جاتے بلکہ ٹوٹ کر گرتے ہیں۔

جب جنگ ان لوگوں میں اپنے پنجے گاڑ دے تو یہ اس کی طرف کود پڑتے ہیں حالانکہ بزدل لوگ جنگ سے ڈر رہے ہوتے ہیں۔ جب وہ ناراض ہوں اور معاف کردیں تو خاموشی سے ان کے فضل کو قبول کرلو۔ اور ان سے لڑنے کی کوشش نہ کرو۔ البتہ جس چیز سے انہوں نے منع کیا ہے اس کا ارتکاب نہ کرنا کیوں کہ یہ جنگ کا سبب ہوگا اور ان سے جنگ کی کڑواہٹ اندرائن اور سلع کے درخت سے بھی زیادہ ہے۔

میری کاریگر اور ماہر زبان نے میری کی گئی تعریف انہیں تحفہ میں دی ہے۔ وہ ایسی قوم ہیں جو محبوب چیز کو حاصل کرنے میں دوستوں سے تعاون کرتے ہیں۔

بلاشبہ وہ تمام قبائل سے افضل ہیں خواہ سنجیدگی سے بات کریں یا مزاح کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے منبر لانے کا حکم دیا تھا۔ اسے مسجد میں رکھا گیا اور اس پر بیٹھ کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اشعار کہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مدد فرماتے ہیں جب تک وہ اپنے نبی کا دفاع کرتے رہیں۔ اس دن رسول اللہ ﷺ اور مسلمان حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے خطبے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار سن کر بے حد خوش ہوئے۔

وفد کے لوگ ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کسی نے کہا: قسم بخدا! تم بھی جانتے ہو کہ اس شخص کی تائید کی جاتی ہے جو اس کے لیے تیار ہوتی ہے۔ اللہ کی قسم! ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ ماہر ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بڑا شاعر ہے اور وہ ہم سے زیادہ بردبار ہے۔ ثابت بن قیس کی لوگوں میں زیادہ آواز تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر ان (بنو تمیم) کی بلند آوازوں کے متعلق وحی نازل فرمائی اور ذکر کیا کہ وہ نبی کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں۔ فرمایا: "اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے زیادہ بلند مت کرو...... ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔" یعنی بنو تمیم جب انہوں نے نبی ﷺ کو پکارا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت اپنی آواز نبی ﷺ کے سامنے بلند نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے قیدی اور غلام انہیں واپس کر دیے۔ عمرو بن اہتم اس دن اٹھا اور قیس بن عاصم کی بے عزتی کرنے لگا۔ وہ دونوں وفد میں ہی آئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں انعامات دینے کا حکم فرمایا۔ آپ ہر وفد کی آمد پر انہیں انعامات دیا کرتے تھے اور جس قدر آپ مناسب سمجھتے انہیں عطیات سے نوازتے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں انعامات دے دیے تو پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی باقی رہ گیا ہے جسے ہم نے ہدیہ نہ دیا ہو؟ انہوں نے کہا: کجاووں کے پاس ایک غلام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بھی بلاؤ ہم اسے بھی ہدایا دیں گے۔ قیس بن عاصم کہنے لگا: وہ تو ایک حقیر سا غلام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ ہے مگر وہ وفد میں آیا ہے اور اس کا حق بنتا ہے۔

بنو نجار کی ایک عورت بیان کرتی ہیں کہ میں اس دن وفد کو دیکھ رہی تھی جو بلال رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے انعامات وصول کر رہے تھے۔ یہ تقریباً ساڑھے بارہ اوقیے تھے۔

اور میں نے غلام کو بھی دیکھا جسے آپ نے اس دن عطیہ دیا۔ وہ ان میں سب سے چھوٹا تھا اور آپ نے اسے پانچ اوقیے دیے تھے۔ میں نے پوچھا: نش کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا: آدھا اوقیہ۔

بنو مصطلق کی طرف سریہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ

محدثین فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کو بنو مطلق کی طرف زکاۃ کی وصولی کے لیے بھیجا۔ وہ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنے محلوں میں مساجد بھی تعمیر کر لی تھیں۔

جب ولید رضی اللہ عنہ ان کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے ان کے بارے میں سنا۔ وہ ان کے قریب ہوئے تو ان میں سے ۲۰ آدمی نکلے اور انہوں نے مقامِ جرز اور نعم میں ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا: ہم نے یہاں کبھی کسی کو اونٹ یا بکری صدقہ میں دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب انہوں نے ان کو دیکھا تو الٹے پاؤں مدینہ واپس آگئے اور ان کے قریب بھی نہیں گئے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بتلایا کہ جب وہ ان کے قریب ہوئے تو انہوں نے اسلحے سے ان کا استقبال کیا۔ وہ ان کے اور صدقہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان سے لڑائی کے لیے جماعت بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔

جب قوم کو معلوم ہوا تو ایک چھوٹا قافلہ آیا اور انہوں نے ولید رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور نبی کریم ﷺ کو واقعہ کی اطلاع دی۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان سے پوچھیے! کیا انہوں نے ہم سے کوئی بات بھی کی ہے؟ اور یہ آیت نازل ہوئی اور ہم آپ ﷺ سے بات کر رہے تھے اور آپ سے معذرت کر رہے تھے۔ اچانک آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق فاجر آدمی کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن پڑھا اور ہمیں ہمارے عذر کی خبر دی اور جو ہمارے ساتھی کے بارے میں نازل ہوا۔ پھر فرمایا: تم کسے چاہتے ہو جسے ہم تمہاری طرف بھیجیں؟ انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو بھیجیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عباد! ان کے ساتھ جاؤ اور ان کے اموال کی زکوۃ وصول کرو اور ان کا عمدہ مال لینے سے بچنا۔ فرماتے ہیں: ہم حضرت عباد رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے۔ وہ ہمیں قرآن پڑھاتے اور اسلام کے احکام ہمیں سکھاتے۔ حتی کہ ہم نے انہیں اپنے گھروں کے درمیان ٹھہرایا۔ انہوں نے نہ کسی کا حق ضائع کیا اور نہ ہمارے حق میں زیادتی کی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہی حکم فرمایا تھا۔ وہ ہمارے ہاں دس دن ٹھہرے، پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف خوشی خوشی لوٹ گئے۔

سریہ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

یہ صفر ۹ ہجری میں خثعم کی طرف ہوا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہ کو ۲۰ آدمیوں کے ساتھ قبیلہ خثعم کی طرف بھیجا جو تبالہ کی ایک جانب تھا۔ آپ نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ ان پر اچانک حملہ کردیں اور رات کو سفر کریں اور دن میں چھپ کر گھات لگائیں اور جلدی چلیں۔ چنانچہ یہ حضرات دس اونٹوں پر پے در پے سوار ہو کر نکلے۔ انہوں نے اسلحہ چھپا دیا تھا۔ انہوں نے فتق کے راستے کو اختیار کیا اور وادیٔ مسحاء تک پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک شخص کو پکڑا۔ پھر اس سے پوچھا تو اس نے ان پر عجمی ہونا ظاہر کیا اور بستی والوں کو چیخ کر پکارنے لگا۔ اس سریہ کی تفصیل سریہ شجاع بن وهب رضی اللہ عنہ میں شامل ہے۔

سریہ بنو کلاب

اس کے امیر ضحاک بن سفیان کلابی تھے۔

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے قرطاء کی طرف ایک جماعت بھیجی۔ اس میں ضحاک بن سفیان بن عوف بن ابوبکر کلابی اور اصید بن سلمہ بن قرط بن عبد بھی تھے۔ حتی کہ وہ زج لاوہ میں ان سے ملے۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے ان لوگوں سے لڑائی کی اور انہیں شکست دی۔ پھر اصید اپنے والد سلمہ بن قرط سے ملے۔ سلمہ زج کے کنویں پر اپنے گھوڑے پر تھا۔ انہوں نے اپنے والد کو اسلام کی دعوت دی اور اسے امان دی۔ مگر اس نے اسے بھی اور ان کے دین کو بھی گالی دی۔ اصید نے گھوڑے کی کونچوں پر وار کیا اور گھوڑا اپنی ٹانگوں کے بل گر گیا۔ سلمہ اپنے نیزے کو پانی میں گاڑ کر اس پر لٹک گیا اور اسے پکڑ لیا۔ حتی کہ ان میں سے کوئی آیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بیٹے نے اسے قتل نہیں کیا۔

یہ سریہ ماہ ربیع الاول ۹ ہجری میں ہوا۔

حضرت جابر بن ابی سلمی اور عنبسہ بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حارثہ بن عمرو بن قریط کی طرف خط لکھا اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے آپ کے صحیفے کو لیا اور اسے دھو دیا اور اپنے اونٹ کی سرین پر لگا کر اس کی توہین کی اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ام حبیب بنت عامر بن خالد بن عمرو بن قریطہ بن عبد بن ابی بکرۃ نے اپنے گھر میں رہ کر ان کی مخالفت کی اور انہیں برا بھلا کہا:

اے ابن سعید! اس بات کا مذاق نہ اڑاؤ اور ان کے لیے مستقل مزاجی سے کوئی فیصلہ کرو۔

اے سعید کے بیٹے! ان لوگوں نے نافرمانی اختیار کی ہے جب دین ہر امیر پر قائم ہو چکا ہے۔ جب ان کے پاس محمد کے پاس سے نشانی آئی تو انہوں نے اسے کنویں کے پانی سے مٹا کر نچوڑ دیا۔ فرماتے ہیں: جب انہوں نے مکتوب مبارک کے ساتھ یہ سلوک کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں کیا ہوا؟ اللہ ان کی عقلیں تباہ و برباد کر دے۔ یہ لوگ جلد باز، تیز زبان، بے ہودہ گو اور بے وقوف لوگ ہیں۔

ان کے پاس خط لے کر آنے والے عرینہ کے ایک صاحب تھے۔ ان کا نام عبداللہ بن عوسجہ تھا۔ یہ واقعہ بھی ماہ ربیع الاول ۹ ہجری میں ہوا۔

علامہ واقدی فرماتے ہیں: میں نے ان میں سے بعض کو دیکھا ہے۔ وہ اب بھی گونگے ہیں اور واضح کلام نہیں کر سکتے۔

سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی

یہ ربیع الثانی ۹ ہجری میں ہوا۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ حبشہ کے کچھ لوگوں کو شعیبہ والوں نے سواریوں پر دیکھا ہے۔ شعیبہ مکہ کی ایک جانب ساحل کا نام ہے۔ نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ کو ۳۰۰ افراد کے ساتھ جزیرہ کی طرف بھیجا۔

جب وہ وہاں پہنچے اور ان کی طرف اترے تو وہ ڈر کر بھاگ گئے۔ پھر وہ لوٹ آئے۔ جب وہ راہ میں کسی منزل پر ٹھہرے تو بعض لشکر والوں نے ان سے واپسی کی اجازت مانگی، اس لیے کہ کوئی ناگوار صورت حال پیش نہیں آئی تھی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی اور ان پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا۔ ان میں دعابہ بھی تھی۔

ہم نے راستے میں پڑاؤ ڈالا اور لوگوں نے آگ جلائی اور اسے تاپنے لگے اور کھانا تیار کرنے لگے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ تم اس آگ میں کبھی بھی نہیں کود سکتے۔ بعض لوگ کھڑے ہوئے اور تیار ہو گئے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ اس میں کود کر رہیں گے تو انہوں نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ میں تو تم سے مذاق کر رہا تھا۔ یہ بات نبی کریم ﷺ سے ذکر کی گئی اور آپ نے فرمایا: جو تمہیں گناہ کا حکم دے تو اس کی اطاعت مت کرو۔

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

یہ سریہ فلس کی طرف ربیع الثانی ۹ ہجری میں ہوا۔

حضرت عبدالرحمن بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم کو حضرت موسیٰ بن عمران بن مناح سے کہتے ہوئے سنا، جبکہ وہ دونوں بقیع میں بیٹھے تھے: کیا تم سریہ فلس کے بارے میں جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں نے اس سریہ کے بارے میں نہیں سنا۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ ہنسے، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۱۵۰ لوگوں کو ۱۰۰ اونٹوں اور ۵۰ گھوڑوں پر سوار کر کے بھیجا۔ اس سریہ میں صرف انصاری لوگ تھے اور اوس اور خزرج کے سردار بھی گئے۔ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار نہ ہوئے بلکہ اونٹوں پر ہی یکے بعد دیگرے سوار ہوتے رہے۔ حتی کہ عرب کے چند قبائل پر حملہ بھی کیا۔ انہوں نے آلِ حاتم کے محلے کے بارے میں پوچھا، پھر وہاں اترے اور فجر ہوتے ہی اچانک حملہ کر دیا۔ انہوں نے لوگوں کو خوب قیدی بنایا۔ حتی کہ ان کے ہاتھ قیدیوں، اونٹوں اور بکریوں سے بھر گئے۔

انہوں نے فلس کو گرا دیا اور اسے ویران کر دیا۔ یہ قبیلہ طئی کا بت تھا۔ پھر وہ مدینہ لوٹ آئے۔

حضرت عبدالرحمن بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس سریہ کا ذکر محمد بن عمر بن علی سے کیا تو انہوں نے فرمایا: میرا خیال یہ ہے کہ ابن حزم نے اس سریہ کو نقل کرنے میں زیادتی کی ہے اور تجھ پر اسے ثابت نہ کیا۔

میں نے کہا: پھر آپ ایسا کر لیں۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فلس بت کی طرف بھیجا، تاکہ اسے گرا دیں۔ ان کے ساتھ ۱۵۰ انصاری صحابی تھے۔ ان میں ایک بھی مہاجر نہیں تھا اور ان کے پاس ۵۰ گھوڑے اور مال بردار اونٹ تھے۔ انہوں نے اونٹوں کی سواری کی اور گھوڑوں سے بچے رہے۔ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ اچانک حملہ کر دیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے۔ ان کے ساتھ سیاہ علم اور سفید جھنڈا تھا۔ ان کے پاس نیزے اور ظاہری اسلحہ تھا۔ انہوں نے اپنا جھنڈا حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور علم جبار بن صخر سلمی کر دیا۔ آپ بنو اسد کے ایک راہبر کو ساتھ لے کر نکلے۔ اس کا نام حریث تھا۔ وہ انہیں فید کے راستے پر لے کر چلا۔ پھر جب وہ انہیں الگ جگہ لے کر پہنچا تو کہنے لگا: تمہارے اور اس قبیلہ کے درمیان ایک دن کا فاصلہ ہے۔ اگر ہم دن کے وقت چلے تو ہم ان کے اطراف کو روند ڈالیں گے اور ان کے چرواہوں کو بھی۔ پھر تم قبیلے کو ڈرانا، وہ بکھر جائیں گے۔ مگر تم ان سے اپنا مقصد حاصل نہیں کر پاؤ گے۔ لیکن ہم اسی جگہ میں آج کے دن قیام کریں گے حتی کہ شام ہو جائے۔ پھر ہم گھوڑوں پر بیٹھ کر رات کو سفر کریں گے اور صبح ہوتے ہی اچانک ان پر حملہ

کردیں گے۔ انہوں نے کہا: یہ رائے قابل عمل ہے۔ انہوں نے تیاری کی اور اونٹوں کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے چند لوگوں کو ارد گرد کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ حضرت ابوقتادہ، حباب بن منذر اور ابو نائلہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے اور لشکر کے گرد چکر لگایا۔ انہیں ایک سیاہ غلام ملا۔ انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہا ہوں۔ وہ اسے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: متلاشی۔ لوگوں نے اس پر سختی کی تو اس نے بتایا: میں بنو نبہان میں سے قبیلہ طئی کے ایک شخص کا غلام ہوں۔ انہوں نے مجھے اس جگہ آنے کا حکم دیا اور کہا: اگر تم محمد کے گھڑ سواروں کو دیکھو تو جلدی سے ہمارے پاس آنا اور ہمیں بتلانا۔ مجھے پکڑے جانے کا تو ڈر نہیں تھا۔ پھر جب میں نے تمہیں دیکھا تو میں نے ان کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔ پھر میں نے سوچا: میں جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ میں اپنے ساتھیوں کو تمہاری تعداد اور تمہارے گھوڑوں اور سواریوں کی تعداد بتلاؤں گا اور اس مصیبت کا مجھے کوئی ڈر نہیں تھا۔ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ تمہارے پہرہ داروں نے مجھے پکڑ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ہمیں سچ سچ بتلاؤ تمہارے پیچھے کیا ہے؟

اس نے کہا: قبیلے کے آگے والے لوگ ایک رات کی مسافت پر ہیں۔ آپ کے گھوڑے ایک رات کا سفر طے کر کے اگلی صبح وہاں پہنچ جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیا: تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت جبار بن صخر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہماری رائے یہ ہے کہ ہم اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آج رات چلتے ہیں تاکہ صبح تک قوم پر جا پہنچیں۔ وہ بھی غفلت میں ہوں اور ہم ان پر حملہ کر دیں۔ ہم رات کو ہی اس سیاہ غلام کو لے کر نکلیں اور اپنے پیچھے لشکر میں حریث رضی اللہ عنہ کو چھوڑ جائیں تاکہ اگر اللہ نے چاہا تو وہ بھی آملیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ رائے درست ہے۔ چنانچہ ہم اس سیاہ غلام کو لے کر نکلے اور گھوڑے ایک دوسرے سے آگے نکل رہے تھے۔ وہ ان میں سے ایک کے پیچھے بیٹھتا۔ پھر جب ٹھہرتے تو وہ دوسرے کے پیچھے کر دیا جاتا اور اس کے ہاتھ کندھے پر بندھے تھے۔ پھر جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو غلام نے جھوٹ بولا اور کہا: میں راستہ بھول گیا اور میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تم اسی جگہ جاؤ جہاں سے تم بھولے ہو۔ وہ ایک میل یا اس سے زیادہ واپس ہوا تو کہنے لگا: ابھی بھی میں غلط راہ پر ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تم سے دھوکہ محسوس ہو رہا ہے۔ تم قبیلے سے ہمارا رخ موڑنا چاہتے ہو۔ اسے لے آؤ یا تم ہمیں سچ بتاؤ گے یا پھر ہم تمہاری گردن اتار دیں گے۔ اسے آگے کیا گیا اور تلوار اس کے سر پر سونت لی۔

جب اس نے شر دیکھا تو کہنے لگا: بھلا بتلاؤ اگر میں تمہیں سچ سچ بتلا دوں تو کیا مجھے نفع ہوگا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: میں نے جو کیا وہ تم دیکھ چکے ہو اور مجھے بھی حیاء آرہی ہے جو لوگوں پر طاری ہوتی ہے۔ پھر میں نے کہا: میں لوگوں کے سامنے آؤں اور قبیلے سے متعلق ان کی راہنمائی کروں، نہ کوئی مطالبہ کروں، نہ حق لوں۔ بلکہ صرف ان سے امان لے لوں۔ پھر جب میں نے وہ دیکھا جو تم نے کیا اور مجھے اپنے قتل ہونے کا ڈر ہوا تو میرے لیے عذر ہے۔ میں تمہیں درست راستے پر ڈالوں گا۔ انہوں نے پوچھا: ہمیں سچ سچ بتلاؤ، اس نے کہا: قبیلہ تم سے قریب ہے۔

پھر وہ ان کے ساتھ نکلا اور قبیلے کے قریب پہنچا تو انہوں نے کتوں کی بھونک اور باڑوں میں بکریوں اور جانوروں کی حرکت کو محسوس کیا تو کہنے لگا: یہ ان کے باڑے ہیں۔ بستی ایک فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پوچھا: آلِ حاتم کہاں ہیں؟ اس نے کہا: وہ ان باڑوں کے اندر ہیں۔ لوگوں نے آپس میں کہا: اگر ہم نے ان لوگوں کو گھبراہٹ میں ڈالا تو وہ چیخ پڑیں گے اور ایک دوسرے کی وجہ سے گھبرا جائیں گے اور ان کے لشکر رات کی تاریکی میں ہم سے چھپ جائیں گے۔ ہم ان لوگوں کو طلوعِ فجر تک مہلت دے دیتے ہیں۔ جب طلوع کا وقت قریب ہوگا تو ہم ان پر حملہ کر دیں گے۔ پھر اگر انہوں نے ایک دوسرے کو ڈرا دیا تب بھی ہم پر مخفی نہیں ہوگا کہ وہ کہاں چھپ رہے ہیں اور ان لوگوں کے پاس گھوڑے نہیں ہیں جن پر بیٹھ کر وہ بھاگ جائیں۔ ہم گھوڑوں پر سوار ہیں۔

لوگوں نے کہا: یہی رائے بہتر ہے۔ پھر جب وہ فجر کے وقت چوڑائی میں کھڑے ہوگئے اور ان پر حملہ کر دیا۔ بعض ان میں سے قتل ہوئے اور بعض قید ہوئے۔ انہوں نے عورتوں اور بچوں کو بھی پکڑ لیا اور اونٹوں اور بکریوں کو بھی اکٹھا کر لیا۔ ان میں سے کوئی بھی چھپ کر غائب نہیں ہوسکا۔ ان کے ہاتھ بھر گئے۔ قبیلہ کی ایک لڑکی نے اسلم نامی اس سیاہ غلام کو دیکھ لیا۔ وہ بندھا ہوا تھا۔ کہنے لگی: اس بے وقوف کو کیا ہوا؟ شاید یہ تمہارے اسلم نامی قاصد کا کام ہے۔ وہ سلامت نہ رہے۔ اسی نے انہیں تمہارے پاس پہنچایا ہے اور ان کی تمہارے چھپنے کی جگہ کے متعلق راہنمائی کی ہے۔ وہ کالا غلام کہنے لگا: اے معزز لوگوں کی بیٹی! مجھے قصور وار مت سمجھو۔ اگر میں ان کی راہنمائی نہ کرتا تو میری گردن اتار دی جاتی۔

لوگوں نے لشکر تیار کیا اور قیدیوں کو الگ رکھا۔ وہ نفیر کی جانب تھے۔ انہوں نے بچوں کو علیحدہ کر دیا۔ انہیں آلِ حاتم میں سے عدی کی بہن اور ان کے ساتھ چند عورتیں بھی ہاتھ آئیں۔ انہوں نے ان کو علیحدہ کر دیا۔ اسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم میرے چھوڑنے کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں؟ کہنے لگا: میں اپنی اس قید شدہ قوم کے دین پر ہوں۔ جو ان کے ساتھ ہوگا وہی مجھ سے کیا جائے۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم انہیں بندھا ہوا نہیں دیکھ رہے۔ کیا پھر ہم تجھے بھی ان کے ساتھ باندھ دیں؟ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ میں ان کے ساتھ بندھا ہوا ہوں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ان کے علاوہ کے ساتھ آزاد ہوں۔ جو مصیبت انہیں ملے گی وہ مجھ پر بھی آجائے۔ سریہ والے اس کی باتوں پر ہنسے۔ پھر اسے بھی باندھ کر قیدیوں کے ساتھ ڈال دیا گیا اور اس نے کہا: میں ان کے ساتھ ہوں حتیٰ کہ تم ان سے وہ دیکھو جو تم کرنا چاہتے ہو۔ قیدیوں میں سے کوئی اسے کہنے لگا: تمہارے لیے مرحبا نہیں ہے۔ تم ہی انہیں ہمارے پاس لائے تھے اور بعض نے کہا: تمہارے لیے خوش آمدید۔ تم پر اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں جو تم نے کیا۔ اگر ہمیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ تم پر بھی آئے گی۔ ہم بھی وہی کریں گے جو تم نے کیا اور اس سے بھی زیادہ بڑھ کر۔ پھر تم نے اپنی جان کو بھی آزمائش میں ڈال دیا۔

ادھر لشکر آگیا اور سب اکٹھے ہوگئے۔ وہ قیدیوں کے قریب آئے اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ جو مسلمان ہوگیا اسے چھوڑ دیا گیا اور جس نے انکار کر دیا تو اس کی گردن اتار دی۔ حتیٰ کہ وہ اس سیاہ غلام کے پاس بھی آئے۔ انہوں نے اس پر

بھی اسلام پیش کیا۔ کہنے لگا: اللہ کی قسم! تلوار کی وجہ سے جزع فزع کرنا تو کمینگی ہے اور ہمیشہ کسی نے نہیں رہنا۔ اس کے قبیلے میں سے مسلمان ہونے والے ایک شخص نے کہا: تم پر تعجب ہے! کیا اب بھی جبکہ تم پکڑے گئے ہو۔ پھر جب قتل ہوئے جو قتل ہوئے اور قیدی بنے جن کی قسمت میں قید لکھی تھی اور ہم میں سے بعض اسلام میں رغبت کرتے ہوئے مسلمان ہو گئے تو تم یہ باتیں کر رہے ہو۔ تمہارے جیسا بھی کوئی بے وقوف نہیں ہے۔ مسلمان ہو جا اور دین محمد کی اتباع کر لے۔ کہنے لگا: میں مسلمان ہوتا ہوں اور دین محمد کی اتباع کرتا ہوں۔

پھر وہ مسلمان ہو گیا اور چھوڑ دیا گیا۔ وہ وعدہ کرتا مگر اسے پورا نہ کرتا حتی کہ ارتداد کا شکار ہو گیا۔ وہ یمامہ کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھا۔ اس پر بڑی سخت ترین آزمائش آئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فلس بت کی طرف اسے گرانے اور برباد کرنے گئے۔ انہوں نے اس کے کمرے میں تین تلواریں پائیں، رسوب، مخذم اور ایک تلوار کا نام یمانی تھا۔ تین زرہیں تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عتیک سلمی رضی اللہ عنہ کو اموال منقولہ اور جانوروں پر نگران بنایا گیا۔ پھر وہ چلے حتی کہ مقام رکک پہنچے۔ انہوں نے غلام باندیاں تقسیم کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفی، رسوب اور مخذم کو الگ کر لیا۔ پھر بعد میں آپ کو ایک اور تلوار بھی ملی اور پانچوں حصہ بھی الگ کر لیا۔ اسی طرح آل حاتم کو بھی الگ کر لیا اور انہیں تقسیم نہیں فرمایا حتی کہ انہیں لے کر مدینہ آ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن جعفر زہری سے بیان کی تو اس نے کہا: مجھے ابن ابی عون نے بتلایا کہ قیدیوں میں عدی بن حاتم کی بہن بھی تھیں۔ انہیں تقسیم نہیں کیا گیا، انہیں رملہ بنت حارث کے گھر میں ٹھہرایا گیا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آمد کا سنا تو وہ بھاگ گئے۔ مدینہ میں ان کا ایک جاسوس تھا۔ اس نے انہیں ڈرایا تو وہ شام کی طرف چلے گئے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی بہن کے پاس سے گزرے تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! والد ہلاک ہو گئے اور فدیہ دینے والے بھاگ گئے۔ ہم پر احسان کریں، اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارا فدیہ دینے والا کون ہے؟ کہا: عدی بن حاتم۔ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول سے بھاگنے والا؟ حتی کہ وہ ناامید ہو گئی۔

جب چوتھا دن ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو اس نے کوئی بات نہیں کی۔ میری قوم کے ایک آدمی نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ آپ سے بات کرو۔ اس نے آپ سے بات کی تو آپ نے اسے اجازت دی اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کی۔ اس نے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا تو اسے کہا گیا: علی رضی اللہ عنہ اور انہی نے تمہیں قید کیا تھا کیا تم انہیں نہیں پہچانتی؟ کہنے لگی: نہیں اللہ کی قسم! میں نے تو ہمیشہ اپنے چہرے پر کپڑا ڈالے رکھا اور اپنی چادر کا پلو برقعے پر ڈالے رکھا۔ جب سے میں قید ہوئی میں نقاب میں تھی۔ حتی کہ میں اس گھر میں داخل ہوئی اور نہ میں نے ان کے چہرے کو دیکھا اور نہ ان کے ساتھیوں میں سے کسی کے چہرے کو دیکھا۔

غزوۂ تبوک

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: نبطی لوگ زمانہ جاہلیت اور اسلام کے بعد بھی مدینہ میں زیتون کا تیل اور باریک آٹا لے کر آتے تھے۔ شام کی خبریں روزانہ مسلمانوں تک پہنچ رہی تھیں کہ نبطی لوگوں نے کثرت سے آنا جانا شروع کر دیا ہے۔ ایک وفد آیا اور انہوں نے ذکر کیا کہ رومیوں نے شام میں بہت بڑا لشکر اکٹھا کر لیا ہے اور ہرقل بادشاہ نے اپنے ساتھیوں کے لیے ایک سال کا کھانا بھی جمع کر لیا ہے اور اس کے ساتھ لخم، جذام، غسان اور عاملہ مل گئے ہیں۔ انہوں نے جنگ کی تیاری کر لی ہے اور اپنے اگلے لشکروں کو بلقاء تک بھیج دیا ہے اور وہاں لشکر تیار کر لیا ہے۔ ہرقل حمص میں پیچھے رہ گیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ بلکہ ایسا ان سے کہا گیا تھا جو انہوں نے کہہ دیا اور مسلمانوں کے نزدیک ان سے زیادہ خوف نہیں تھا جب انہوں نے ان کا معائنہ کیا تھا۔ اس لیے کہ یہ لوگ ان کے پاس تجارت کی غرض سے آتے تھے اور ان کی تعداد اور اسلحے سے بخوبی واقف تھے۔

رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوے میں جاتے تو اس کے علاوہ کسی رخ کا بطور توریہ ذکر کرتے تا کہ خبریں نہ پھیل جائیں کہ آپ کا یہ یہ ارادہ ہے۔ حتی کہ جب غزوہ تبوک ہوا تو یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا اور دور کا سفر تھا۔ مدمقابل خوب طاقتور اور تعداد میں زیادہ تھا۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو کھل کر بتا دیا تا کہ وہ اس دن کے لیے بھرپور تیاری کر لیں۔ آپ نے انہیں سفر سے مکمل طور پر آگاہ کر دیا۔

مزید برآں آپ ﷺ نے قبائل کی طرف اور مکہ کی طرف قاصدین روانہ فرمائے اور انہیں بھی جنگ کے لیے نکلنے کو فرمایا۔
آپ نے قبیلہ اسلم کی طرف بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ فرع پہنچ جائیں۔ اسی طرح ابورہم غفاری رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ انہیں ان کے شہروں میں ڈھونڈ کر لائیں۔

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں آئے اور ابوجعد ضمری رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں ساحل پر آئے۔ آپ نے رافع بن مکیث اور جندب بن مکیث کو جہینہ میں بھیجا۔ نعیم بن مسعود کو اشجع میں بھیجا۔ بنوکعب بن عمرو میں بدیل بن ورقاء، عمرو بن سالم اور بشر بن سفیان رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ سلیم میں چند لوگوں کو بھیجا۔ ان میں عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا راہ خدا میں مال پیش کرنا

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد و قتال پر ابھارا اور انہیں ترغیب دی اور صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ وہ بہت سے صدقات لے کر آئے۔ سب سے پہلے آنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ جو اپنا کل مال لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ وہ ۴ ہزار

درہم کی مالیت کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا کوئی چیز باقی چھوڑی ہے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا کوئی چیز باقی چھوڑی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، آدھا مال باقی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو سارا مال لے آئے ہیں تو وہ فرمانے لگے: جب بھی ہم نے بھلائی میں مقابلہ کیا تو وہ مجھ سے آگے ہی رہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مال لے کر آئے۔ طلحہ بن عبیداللہ بھی لائے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تقریباً ۲۰۰ اوقیہ چاندی لے کر آئے۔ حضرت سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما بھی مال لے کر آئے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ۹۰ وسق کھجوریں صدقہ کیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پورے لشکر کے تہائی اخراجات اپنے ذمے لیے۔ انہوں نے کافی زیادہ خرچہ کیا، حتی کہ ان کا خرچہ لشکر کو کافی ہوگیا۔ حتی کہ کہا گیا: ان کی جو ضرورت بھی باقی رہ گئی وہ پوری کردی گئی حتی کہ ان کے پانی کے مشکیزے بھی۔

کہا جاتا ہے: اس دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کو کچھ نقصان نہ ہوگا اس کے بعد وہ جو بھی کریں۔ مال دار لوگوں کو بھلائی اور خیر کے کاموں میں رغبت ہوئی اور انہوں نے اس موقع پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لوگوں نے اپنے سے کمزور لوگوں کی خوب مدد کی۔ حتی کہ آدمی ایک یا دو لوگوں کے پاس اونٹ لے کر آتا اور کہتا: یہ اونٹ تمہارے درمیان تقسیم ہے۔ تم یکے بعد دیگرے اس پر سواری کرنا۔ اسی طرح کوئی شخص خرچہ لے کر آتا اور نکلنے والوں میں سے کسی کو دے دیتا۔ حتی کہ عورتوں نے بھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر مدد کی۔

ام سنان اسلمیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا دیکھا جس میں خوشبو، بازو بند، کنگن، کانٹے اور انگوٹھیاں تھیں اور پازیب بھی تھیں۔ یہ سب عورتوں نے مسلمانوں کے جہاد کی تیاری کے لیے دی تھیں۔

لوگ سخت تنگی میں تھے۔ پھل پکنے کے قریب تھے اور سائے مرغوب تھے۔ لوگ ٹھہرنا چاہتے تھے اور اس سخت حالت میں وہ اپنی فصلوں کو یوں چھوڑ کر نکلنا نہیں چاہ رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس تنگی اور مشقت کی حالت میں ہی لوگوں کو ساتھ لیا اور ثنیۃ الوداع سے ہی اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ لوگ بہت زیادہ تھے جو دستوں میں نہیں سما رہے تھے۔ آپ نے سفر شروع کردیا۔ آپ کچھ لوگوں کو روانہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر آپ کا خیال تھا کہ آپ اسے مخفی رکھیں گے جب تک اللہ کی طرف سے وحی نازل نہ ہوجائے۔

آپ ﷺ نے جد بن قیس سے فرمایا: اے ابو وہب! کیا تم اس سال ہمارے ساتھ چلو گے شاید تمہیں بھی بنات اصفر میں سے ملیں؟ جد نے کہا: کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ مجھے رخصت دیں اور آزمائش میں مت ڈالیں۔ اللہ کی قسم! میری قوم جانتی ہے کہ مجھ سے بڑھ کر عورتوں کا رسیا کوئی نہیں اور اگر میں نے بنات اصفر دیکھ لیں تو ڈر ہے کہ میں صبر نہیں کر پاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ

نے ان سے اعراض کیا اور فرمایا: تمہیں رخصت ہے۔

ان کا بیٹا عبداللہ بن جد رضی اللہ عنہ ان کے پاس آیا۔ وہ بدری صحابی تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے والد سے کہا: تم نے رسول اللہ ﷺ پر ان کی بات واپس کیوں کردی؟ اللہ کی قسم! بنوسلمہ میں تجھ سے زیادہ مال دار کوئی نہیں ہے۔ نہ تم خود نکل رہے ہو اور نہ کسی کو سوار کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! مجھے کیا ہوا کہ میں ہوا، گرمی اور تنگی میں بنواصفر کی طرف نکلوں۔ اللہ کی قسم! میں بنواصفر کے خوف سے مطمئن نہیں ہوں اور میں ویرانے میں اپنے گھر میں ہوں۔ پھر میں ان کی طرف جاؤں اور ان سے لڑوں۔ اے بیٹے! اللہ کی قسم! میں زمانے کی گردش جانتا ہوں۔ ان کا بیٹا ان پر ناراض ہوگیا اور کہنے لگا: نہیں اللہ کی قسم! یہ منافقت ہے۔ اللہ کی قسم! تمہارے بارے میں اللہ کے رسول پر ضرور قرآن نازل ہوگا جسے لوگ پڑھیں گے۔ کہتے ہیں: اس نے اپنا جوتا اٹھایا اور ان کے منہ پر دے مارا۔ ان کا بیٹا واپس چلا گیا اور ان سے کوئی بات نہیں کی۔

خبیث آدمی قوم کو بھی روکنے لگا اور جبار بن صخر سے کہنے لگا، ان کے ساتھ بنوسلمہ کے چند لوگ اور بھی تھے کہ اے بنوسلمہ! گرمی میں مت نکلو۔ اس نے جہاد سے روکا اور حق میں شکایت کی اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بری خبریں پھیلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت اتاری:

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ... جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

''اور وہ کہتے ہیں: تم گرمی میں مت نکلو'' ...... ''یہ بدلہ ہے ان کاموں کا جو وہ کرتے ہیں۔''

اور یہ آیت اتری: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ''اور ان میں سے بعض کہتے ہیں: مجھے اجازت دو اور آزمائش میں مت ڈالو۔'' یعنی گویا وہ بنواصفر کی عورتوں کے فتنے سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا بلکہ وہ باطل عذر بیان کر رہا تھا۔ اس میں اتنا فتنہ نہیں تھا جتنا آپ ﷺ سے پیچھے رہنے میں تھا اور اپنی جان کو آپ کی جان پر ترجیح دینے میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ ''جہنم کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' یعنی جہنم اس کے پیچھے سے ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کا بیٹا اپنے باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ عنقریب تمہارے بارے میں قرآن نازل ہوگا جسے مسلمان پڑھیں گے۔ اس کے باپ نے جواب دیا: او کمینے! خاموش ہو جا۔ اللہ کی قسم! میں کبھی تیرے کسی کام نہیں آؤں گا تم تو محمد سے بھی زیادہ مجھ پر سخت ہو۔

غرباء صحابہ اور شوقِ جہاد

کچھ لوگ روتے ہوئے آئے۔ وہ کل سات افراد تھے۔ وہ ضرورت مند تھے اور آپ سے سواری مانگ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ ''میں نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار

کروں۔ وہ منہ پھیر کر چلے گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔'' وہ سات لوگ تھے:

① بنو عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ، یہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

② بنو واقف میں سے حرمی بن عمرو رضی اللہ عنہ۔

③ بنو حارثہ میں سے علبہ بن زید رضی اللہ عنہ یہ وہی ہیں جنہوں نے اپنا سارا سامان صدقہ کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا، لوگ صدقہ لے کر آتے رہے۔ حضرت علبہ رضی اللہ عنہ بھی آئے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس صدقہ کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے اپنا سامان ہی حلال قرار دے دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا۔

④ بنو مازن بن نجار میں سے ابو لیلیٰ عبدالرحمن بن کعب رضی اللہ عنہ۔

⑤ بنو سلمہ میں سے عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ۔

⑥ بنو زریق میں سے سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ۔

⑦ بنو سلیم میں سے عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ۔

جو ہم نے سنا ان تمام میں ہمارے نزدیک یہ زیادہ راجح ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن مغفل مزنی اور عمرو بن عوف مزنی تھے اور بعض نے کہا: وہ قبیلہ مزینہ سے بنو مقرن تھے۔

جب یہ رونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے اور آپ نے انہیں بتلا دیا تھا کہ آپ کے پاس انہیں سوار کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ وہ مال بردار اونٹ چاہتے تھے۔

یامین بن عمیر بن کعب بن شبل نضری ابو لیلیٰ مازنی اور عبداللہ بن مغفل مزنی سے ملے۔ وہ دونوں رو رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ہمیں سوار کریں۔ پھر ہمیں آپ کے پاس کوئی سواری نہ ملی اور نہ ہمارے پاس پیسا ہے جسے ہم نکلنے پر خرچ کریں اور ہمیں پسند نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا جہاد فوت ہو جائے۔ اس نے انہیں اپنا اونٹ دیا اور انہیں نکالا اور ان میں سے ہر ایک کو دو صاع کھجوریں دیں۔ چنانچہ وہ دونوں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔

اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان میں سے دو آدمیوں کو سوار کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے تین آدمیوں کو سواری دی۔ یہ اس کے بعد مزید تھا جو آپ نے لشکر کی تیاری میں دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ صرف طاقتور آدمی نکلے۔ ایک آدمی بکر پر نکلا جو سخت تھا۔ اس نے اسے پچھاڑ دیا۔ لوگ کہنے لگے: شہید شہید۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو یہ اعلان دے کر بھیجا کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوگا یا فرمایا: مومن جان داخل ہوگی اور جنت میں نافرمان داخل نہ ہوگا۔ ایک شخص کو اس کے اونٹ نے سویداء میں پھینک دیا تھا۔

فرماتے ہیں: چند منافق لوگ آئے اور بغیر کسی مجبوری کے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگنے لگے۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ جن منافقوں نے آپ سے اجازت مانگی تھی وہ اسی سے کچھ اوپر تھے۔ کچھ دیہاتی بھی آپ سے عذر بیان کر کے اجازت لینے آئے مگر اللہ نے انہیں معذور قرار نہ دیا۔ وہ بنوغفار کے چند لوگ تھے۔ ان میں خفاف بن ایماء بن رحضہ بھی تھے اور یہ کل ۸۲ افراد تھے۔

عبداللہ بن ابی بھی اپنا لشکر لے کر آیا۔ اس پر ثنیۃ الوداع میں مکھیوں کا حملہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے یہودی حلیف اور منافقین بھی تھے جو اس کے پاس اکٹھے ہوتے تھے۔

کہا جاتا تھا: ابن ابی کا لشکر دو لشکروں میں تھوڑا نہ تھا۔ وہ بھی اتنے دن ٹھہرا رہا جتنے دن رسول اللہ ﷺ ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ نے لشکر پر امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنا رکھا تھا۔ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھاتے تھے۔ جب آپ کا سفر لمبا ہوتا اور آپ چلنے کا قصد فرما لیتے تو سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیتے۔

ایک روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہ کو خلیفہ بناتے۔ وہ صرف اس غزوہ میں آپ سے پیچھے رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوتے کثرت کے ساتھ لے لو۔ آدمی اس وقت تک سوار رہتا جب تک اس کے پاس جوتے ہوتے۔

پھر جب آپ ﷺ چل پڑے تو ابن ابی بھی دیگر منافقین کے ساتھ پیچھے رہ گیا اور کہنے لگا: محمد بنو اصفر کے ساتھ لڑنے جا رہا ہے۔ حالانکہ اتنی بری حالت ہے، سخت گرمی ہے اور شہر دور ہے۔ اس طرف وہ کبھی گیا بھی نہیں۔ محمد سمجھتا ہے کہ بنو اصفر سے جنگ کھیل کود ہے۔ چند منافقین بھی یہی رائے تھی۔

پھر ابن ابی نے کہا: اللہ کی قسم! گویا میں اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ کل وہ رسیوں میں جکڑے ہوں گے۔ وہ اللہ کے رسول اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بزدل سمجھ رہا تھا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ثنیۃ الوداع سے تبوک کی طرف سفر کیا اور جھنڈے اور پرچم باندھ دیے تو سب سے بڑا پرچم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور بڑا جھنڈا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دیا۔

اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو دیا اور خزرج کا جھنڈا ابودجانہ رضی اللہ عنہ یا حباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ کو دیا۔

فرماتے ہیں: بنوضمرہ کی ایک عورت کا غلام جبل نور کی چوٹی پر آپ سے ملا۔ اس نے اسلحہ پہن رکھا تھا۔ اس غلام نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ سے قتال کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کون ہو؟ عرض کیا: بنوضمرہ کی ایک عورت کا غلام ہوں جو اچھا سلوک نہیں کرتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی مالکن کی طرف لوٹ جاؤ۔ تم ہمارے ساتھ جنگ نہ لڑو وگرنہ جہنم میں داخل ہو گے۔

حضرت رفاعہ بن ثعلبہ بن ابو مالک رضی اللہ عنہم اپنے والد کے واسطے سے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ میں حضرت زید بن

ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ہم نے غزوۂ تبوک کا ذکر کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے تبوک میں مالک بن نجار کا جھنڈا اٹھایا۔ میں نے پوچھا: اے ابوسعید! تمہارے علم کے مطابق مسلمان کتنے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ۳۰ ہزار۔ لوگوں نے سورج ڈھلتے ہی سفر شروع کیا۔ پھر وہ مسلسل چلتے رہے اور پانی والے ٹھہرے رہے حتی کہ لشکر چل پڑا۔ میں نے پوچھا: پانی والوں میں کون تھے؟ انہوں نے فرمایا: جب شام کو ان کا آخری شخص نکل پڑتا تب ہم ان کے پیچھے چلتے۔ پھر ہم لشکر کے سرے تک صبح کے وقت پہنچتے۔ یعنی اتنی زیادہ تعداد میں لوگ تھے۔

تین پیچھے رہ جانے والے

فرماتے ہیں: چند مسلمان پیچھے رہ گئے۔ ان کی نیت میں سستی تھی۔ حتی کہ وہ بغیر کسی شک وشبہ کے آپ سے پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے ایک حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں تبوک سے پیچھے رہا تو میں کبھی بھی اتنا طاقت ور نہیں تھا اور نہ میرے پاس اتنی فراوانی تھی جتنی اس غزوے کے موقع پر تھی۔ اللہ کی قسم! کبھی میرے پاس دو سواریاں نہیں تھیں جو اس غزوے میں میرے پاس تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ دیگر مسلمانوں نے بھی تیاری کر لی۔ میں بھی ان کے ساتھ تیاری کرتا رہا۔ پھر میں لوٹ آتا اور اپنی ضرورت پوری نہ کرتا۔ میں اپنے دل میں سوچتا کہ میں اس پر قادر ہوں۔ میں مسلسل ٹال مٹول کرتا رہا حتی کہ لوگوں کی تیاریاں تیز ہوگئیں۔ اگلی صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان چل نکلے۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کو سفر کرنا پسند کرتے تھے اور میری تیاری پوری نہیں ہوئی تھی۔ میں نے سوچا: میں آپ کے بعد ایک یا دو دن میں تیاری کرلوں گا اور ان سے جاملوں گا۔ ان کے جانے کے بعد میں پھر تیاری کے لیے نکلا اور لوٹ آیا اور کچھ بھی نہ کیا۔

میں مسلسل ٹال مٹول کرتا رہا حتی کہ انہوں نے جلدی کی اور سفر تیز ہوگیا۔ میں نے کہا: اگر میں سفر کروں تو ان سے جاملوں گا۔ اے کاش! میں ایسا کر لیتا، مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں لوگوں میں نکلتا اور ان میں چکر لگاتا تو مجھے یہ بات اور غمزدہ کیے دیتی کہ میں صرف منافقین کو دیکھ رہا تھا یا معذور شخص کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ذکر بھی نہیں کیا حتی کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔

وہاں آپ لوگوں میں بیٹھے تو آپ نے فرمایا: کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنوسلمہ کے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! اسے اس کی دو چادروں اور ان کے کناروں میں دیکھنے نے روک لیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بری بات کہی ہے۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! ہم ان کے متعلق صرف بھلائی کو ہی جانتے ہیں۔

یہ بات کہنے والا عبداللہ بن انعمس تھا اور جنہوں نے بات کا جواب دیا وہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

لیکن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی روایت ہمارے نزدیک راجح ہے۔

حضرت ھلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہ

حضرت ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہ جب تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے، فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں کسی شک وشبہ کی وجہ سے پیچھے نہیں رہا۔ لیکن میں مال میں طاقتور تھا۔ میں نے سوچا: میں اونٹ خرید لیتا ہوں۔ مجھے مرارہ بن ربیع ملے تو انہوں نے کہا: میں طاقتور آدمی ہوں۔ اونٹ خریدلوں گا اور اس پر چلا جاؤں گا۔ میں نے کہا: میں اس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ پھر ہم کہنے لگے: ہم کل اونٹ خریدیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاملیں گے اور یہ غزوہ ہم سے فوت نہیں ہوگا۔ ہم ہلکے پھلکے لوگ تھے۔ ہم کل سفر شروع کریں گے۔ ہم ٹال مٹول کرتے رہے اور دن مؤخر نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہروں کو جا پہنچے۔ میں نے کہا: اب نکلنے کا وقت نہیں رہا۔ پھر گھر میں یا باہر صرف معذور ہی مجھے نظر آیا۔ یا کھلا منافق۔ پھر میں غم زدہ ہو کر لوٹ آتا۔

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے اسلام پر بھی تہمت نہیں لگی اور نہ کوئی اعتراض۔ بس ان سے بھی ایسی ہی کوئی غلطی ہوئی۔

ابوخیثمہ کا نام عبداللہ بن خیثمہ سالمی تھا۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے دس دن بعد واپس آگئے اور ایک گرم دن میں اپنی دو بیویوں کے پاس آئے۔ وہ دونوں اپنے اپنے ہجروں میں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے ہجرے میں پانی چھڑک کر اسے ٹھنڈا کیا ہوا تھا۔ اس میں پانی بھی موجود تھا اور انہوں نے ان کے لیے کھانا بھی بنایا ہوا تھا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو ان ہجروں کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے: سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے وہ تو دھوپ، ہوا اور گرمی میں ہیں۔ اپنا اسلحہ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہیں اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سائے، تیار کھانے اور خوبصورت بیویوں کے ساتھ اپنے مال میں ٹھہرا ہوا ہے۔ یہ تو انصاف نہیں ہے۔ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم میں سے کسی کے ہجرے میں قدم نہیں رکھوں گا حتی کہ میں جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملوں گا۔

پھر انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس پر اپنا سامان باندھا اور توشہ ساتھ لیا اور نکل پڑے۔ ان کی بیویاں ان سے بات کر رہی تھیں مگر وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دے رہے تھے۔ وہ روانہ ہو لیے اور وادئ قری میں عمیر بن وهب جمحی سے ملے۔ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ہو لیے اور دونوں اکٹھے ہو کر چل پڑے۔ حتی کہ جب تبوک کے قرب ہوئے تو ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے عمیر! میں گنہگار آدمی ہوں اور آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ آپ پر کوئی حرج نہیں ہوگا اگر آپ مجھ سے پیچھے رہ جائیں اور میں آپ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملوں۔ عمیر نے ایسا ہی کیا۔ ابوخیثمہ چلے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے اور آپ تبوک میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

لوگوں نے کہا: یہ کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوخیثمہ ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

یہ ابوخیثمہ ہے۔ پھر جب انہوں نے اونٹ بٹھایا، سامنے ہوئے اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو خیثمہ! یہی تمہارے لیے زیادہ مناسب تھا۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو واقعہ کی اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں بھلی بات ارشاد فرمائی اور ان کے لیے دعا کی۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے مدینہ سے چلے اور درختوں والی جگہ میں صبح کی۔ آپ نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا۔ تبوک کی طرف آپ کے راہنما علقمہ بن فغواء خزاعی تھے۔ آپ ﷺ نے درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ وہاں ٹھنڈک کی وجہ سے راحت و آرام حاصل کیا۔ یہ سخت گرمی کا موسم تھا۔ آپ نے جس دن پڑاؤ ڈالا تو اسی درختوں والی جگہ پر ظہر اور عصر اکٹھی کر کے پڑھیں۔ آپ ظہر کو قدرے مؤخر کر دیتے حتی کہ گرمی کم ہو جاتی اور عصر کو جلدی کر لیتے، پھر دونوں اکٹھے ادا فرماتے۔ آپ اسی طرح کرتے رہے حتی کہ تبوک سے واپس آ گئے۔ تبوک کے سفر میں آپ کی مسجدیں معروف تھیں۔ آپ نے درختوں والی جگہ میں ایک بڑے درخت کے نیچے نماز پڑھی۔ اس کے علاوہ مسجد فیفاء، مسجد مروہ، مسجد سقیا، مسجد وادی القری، مسجد حجر، مسجد زنب حوصاء، مسجد ذوالجیفہ: (یہ حوصاء کے شروع میں جگہ کا نام ہے) مسجد ذات الخطمی، مسجد سمنہ، مسجد اخضر، مسجد ذات الزراب، مسجد مدران اور مسجد تبوک میں نماز پڑھی۔

(یہ مسجدوں کے نام نہیں بلکہ ان علاقوں کی طرف منسوب ہیں جہاں آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی)۔

جب آپ ثنیۃ الوداع سے روانہ ہوئے تو جو لوگ آپ سے پیچھے رہ گئے تھے ان کے بارے میں لوگ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! فلاں پیچھے رہ گیا۔ آپ ﷺ فرماتے: اسے چھوڑو۔ اگر اس میں بھلائی ہوئی تو عنقریب اللہ تعالی اسے تم سے ملا دے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو اللہ نے تمہیں اس سے راحت دی ہے۔

آپ کے ساتھ بہت سے منافقین بھی نکلے تھے۔ وہ صرف اموال غنیمت کے لالچ میں نکلے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بھی غزوۂ تبوک میں اپنے اونٹ کی وجہ سے دیر کر دی۔ وہ دبلا پتلا اور لاغر و کمزور تھا۔ میں نے سوچا: میں اسے چند دن چارہ کھلاتا ہوں۔ پھر میں آپ ﷺ سے جا ملوں گا۔ میں نے چند دن اسے خوب چارہ کھلایا۔ پھر میں نکلا۔ جب میں ذومروہ تک پہنچا تو وہ مجھے اٹھانے سے عاجز آ گیا۔ میں ایک دن اس کے انتظار میں رہا۔ مگر میں نے اس میں حرکت نہ دیکھی۔ میں نے اپنا سامان لیا اور اپنی پیٹھ پر لادا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سخت گرمی میں پیدل ہی چل پڑا۔ لوگ دور جا چکے تھے۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو مجھے مسلمانوں تک پہنچا دے۔ آدھا دن چلنے کے بعد مجھے رسول اللہ ﷺ دکھائی دیے۔ مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ کسی نے راستے کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ شخص اکیلا راستے پر چل رہا ہے۔ آپ ﷺ فرمانے لگے: ابوذر ہو گا۔ پھر جب لوگوں نے غور سے مجھے دیکھا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو واقعی ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ رک گئے حتی کہ میں آپ کے قریب ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا: ابوذر کے لیے مرحبا! یہ اکیلا ہی چل رہا ہے، اکیلا ہی فوت ہو گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔ پھر آپ نے پوچھا: اے ابوذر! تم پیچھے کیوں رہ گئے

تھے؟ انہوں نے آپ کو اپنے اونٹ کی خبر سنائی۔ پھر آپ نے فرمایا: تم میرے اہل میں سے پیچھے رہنے والوں میں مجھے عزیز تر ہو۔ اے ابوذر! اللہ تعالیٰ نے تیرے ہر قدم کے بدلے میں ایک گناہ معاف کر دیا ہے، یہاں تک کہ تم مجھ تک پہنچے۔

انہوں نے اپنی پشت سے اپنا سامان اتارا، پھر پانی مانگا۔ پانی کا ایک برتن لایا گیا جس سے انہوں نے پیا۔

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ربذہ کی طرف بھیج دیا تھا پھر ان کی موت کا وقت آ گیا۔ ان کے ساتھ صرف ان کی بیوی اور غلام تھا۔ انہوں نے ان دونوں کو وصیت کی کہ مجھے غسل دے کر کفن پہنا دینا۔ پھر مجھے راستے کے درمیان میں رکھ دینا۔ جب میں مر جاؤں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عراق سے ایک جماعت میں عمرے کے لیے آ رہے تھے۔ انہیں اچانک راستے کے بیچوں بیچ ایک جنازہ نظر آیا اور وہ گھبرا گئے۔ قریب تھا کہ اونٹ اسے کچل دیتے۔ ان لوگوں نے سلام کیا اور ان کا غلام ان کی طرف گیا اور ان سے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بارے میں میری مدد کریں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لا الہ الا اللہ پڑھا۔ وہ روتے ہوئے کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ اکیلا چل رہا ہے، اکیلا مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔ پھر وہ اور ان کے ساتھی اترے اور انہیں دفن کیا۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنے سفر تبوک میں فرمایا تھا۔

حضرت ابورہم غفاری رضی اللہ عنہ۔

ان کا نام کلثوم بن حصین تھا۔ انہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ فرماتے ہیں: میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک ہوا۔ ایک رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور ہم مقامِ اخضر میں تھے۔ اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا۔ مجھے سخت نیند آ رہی تھی۔ میں جاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ میری سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے قریب تھی۔ میں گھبرا رہا تھا کہ کہیں وہ سواری قریب ہوئی تو آپ کے پاؤں پر چوٹ نہ لگ جائے۔ میں اپنی سواری کو سنبھالنے لگا۔ مگر راستے کے دوران مجھے پھر نیند آ گئی۔ رات کا وقت تھا۔ میری سواری آپ کی سواری سے مل گئی اور آپ کا پاؤں رکاب میں تھا۔ میں آپ کی ''حس'' کی آواز سے بیدار ہوا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے استغفار کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بنوغفار میں سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں پوچھنے لگے۔ میں نے آپ کو بتلا دیا۔ آپ مجھ سے پوچھ رہے تھے: سرخ رنگت والے، دراز قد، بسیار گو لوگوں کا کیا بنا؟ میں نے بتایا کہ وہ پیچھے رہ گئے۔

آپ نے پوچھا: اور ان لوگوں کا کیا ہوا جو سیاہ فام، پست قد، گھنگریالے بالوں اور گدھوں والے ہیں؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں انہیں نہیں پہچانتا۔ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ جو لوگ شبکۂ شدخ میں تھے۔ میں نے انہیں بنو غفار میں یاد کیا تو وہ مجھے یاد نہیں آئے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ وہ اسلم کی ایک جماعت ہیں۔ جو ہمارے اندر ہیں اور وہ شبکۂ شدخ

میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کے کثیر جانور ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ قبیلہ اسلم کی ایک جماعت ہیں جو ہمارے حلیف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی نے ان کو نہیں روکا جب وہ پیچھے رہے کہ اپنے اونٹوں میں سے کسی اونٹ پر راہِ خدا میں کسی باہمت جوان کو سوار کر دیتے، ان لوگوں میں سے جو ہمارے ساتھ نکل رہے ہیں۔ ان کے لیے بھی نکلنے والے کے اجر کے برابر اجر ہو جاتا۔

میرے لوگوں میں سے مجھ پر وہ لوگ بہت شاق گزرتے جو مجھ سے پیچھے رہے، یعنی قریش میں سے مہاجرین اور انصار اور غفار اور اسلم۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر لشکر کے ایک اونٹ پر سے گزرے جسے اس کے مالک نے کمزوری اور ضعف کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ پھر کوئی شخص اس پر سے گزرا اور اس کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ اسے چند دن چارا ڈالا۔ پھر اسے اپنے ٹھکانے لے گیا۔ وہ اونٹ تندرست ہو گیا۔ اس نے اس پر سفر شروع کر دیا۔ اس کے پہلے مالک نے اسے دیکھا تو وہ دونوں اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے زمین سے کسی کھر والے یا گوشت والے جانور کو ہلاکت سے بچالیا اور زندگی بخشی وہ اسی کا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ۳۰ ہزار لوگ تھے۔ ۱۰ ہزار گھوڑے تھے۔ آپ نے انصار کے ہر دلیر آدمی کو حکم دیا کہ جھنڈا اور پرچم سنبھال لیں اور عرب قبائل میں بھی جھنڈے اور پرچم تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بنو مالک بن نجار کا جھنڈا حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ کو دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور انہیں جھنڈا دے دیا۔

حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شاید مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! لیکن تم قرآن کو آگے رکھو اور وہ تم سے زیادہ قرآن لینے والے ہیں اور قرآن کو مقدم ہی کیا جاتا ہے، اگرچہ اس کا حامل سیاہ فام گھنگریالے بالوں والا غلام ہو۔

آپ نے اوس اور خزرج میں حکم دیا کہ ان کا جھنڈا وہ اٹھائے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن کا حافظ ہو۔ چنانچہ حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ نے بنو عمرو بن عوف کا جھنڈا اٹھایا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بنو سلمہ کا جھنڈا اٹھایا اور ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دورانِ سفر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔ آپ نے اونی جبہ پہن رکھا تھا اور اپنے گھوڑے کی لگام بھی پکڑی ہوئی تھی۔

آپ نماز پڑھا رہے تھے کہ گھوڑے نے پیشاب کر دیا اور وہ جبہ کو بھی لگا۔ آپ نے اسے نہیں دھویا اور فرمایا: ان کے پیشاب، لعاب اور پسینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فرماتے ہیں: منافقین کا ایک گروہ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے۔ ان میں ودیعہ بن ثابت بھی تھا۔ یہ بنو عمرو بن عوف میں سے تھا اور جلاس بن سوید بن صامت بھی تھا اور مخشی بن حمیر بھی تھا۔ یہ قبیلہ اشجع سے بنو سلمہ کا حلیف تھا اور ثعلبہ بن

حاطب تھا۔

کہنے لگا: تم بنواصفر سے قتال کو دیگر لوگوں سے قتال کی طرح سمجھ رہے ہو۔ اللہ کی قسم! گویا ہم تم کوکل رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ وہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو خوف دلا رہا تھا اور مومنین کو ڈرا رہا تھا۔

ودیعہ بن ثابت کہہ رہا تھا: مجھے کیا ہوا، میں اپنے ان قراء کو دیکھ رہا ہوں جو ہم میں سب سے زیادہ پیٹ بھرنے والے، سب سے زیادہ جھوٹے اور جنگ کے وقت سب سے زیادہ بزدل ہیں۔ جلاس بن سوید نے کہا، یہ ام عمیر کا خاوند تھا۔ اس کا بیٹا عمیر یتیم تھا اور اس کی پرورش میں تھا۔ یہ ہمارے سردار، ہمارے اشراف اور ہمارے افضل ترین لوگ ہیں۔

اللہ کی قسم! اگر محمد سچا ہوا تو ہم گدھے سے بھی زیادہ برے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ ہم میں سے ہر شخص کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور میں اس سے بچ جاؤں کہ ہمارے بارے میں تمہاری زبانوں پر قرآن نازل ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان لوگوں کو پکڑو، وہ تو جل گئے۔ انہیں پوچھو کہ کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں۔ پھر اگر وہ انکار کریں تو تم کہو: کیوں نہیں کی ہیں۔ تم نے ایسے ایسے کہا ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کی طرف گئے اور ان سے کہا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عذر بیان کرنے لگے۔

ودیعہ بن ثابت نے کہا اور رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر تھے۔ اس نے نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی پٹی کو پکڑا ہوا تھا اور اس کی ٹانگیں پتھروں میں اٹک رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ کے رسول! ہم تو کھیل کود اور مذاق کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت اتاری: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ... بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہتے ہیں: ہم تو صرف کھیل کود کر رہے تھے...... اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔''

جلاس نے جب یہ کہا کہ ہم گدھے سے زیادہ برے ہوں تو عمیر رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا کہ تم گدھے سے زیادہ برے ہی ہو اور رسول اللہ ﷺ سچے ہیں اور تم جھوٹے ہو۔ جلاس نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کوئی بات نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اپنے نبی پر اتاری: يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ ''وہ اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کی حالانکہ انہوں نے یہ کلمہ کفر کہا ہے۔'' اور یہ آیت بھی نازل ہوئی: وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ''اور انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ لیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا۔''

جلاس کی زمانہ جاہلیت میں کسی قوم پر دیت تھی اور وہ محتاج تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو اس نے اسے لے لیا اور وہ مستغنی ہو گیا۔

مخشی بن حمیر نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میرا اور میرے باپ کا نام مجھے لے کر بیٹھ گیا۔ اس آیت میں مخشی بن حمیر کی مغفرت ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمن یا عبداللہ رکھ دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ شہید ہوں اور ان کی جگہ بھی کسی کو معلوم نہ ہو۔ چنانچہ وہ یمامہ کے دن قتل ہوئے اور ان کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔

جلاس بن سوید کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ان منافقین میں سے تھا، جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ لوگوں کو نکلنے سے روکتا تھا اور ام عمیر اس کے نکاح میں تھیں۔ عمیر یتیم تھے اور اس کی پرورش میں تھے۔ ان کے پاس مال نہیں تھا۔ وہ ان کی کفالت کرتا تھا اور اس سے اچھا سلوک کرتا تھا۔ انہوں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! اگر محمد سچا ہوا تو ہم گدھے سے بھی زیادہ برے ہیں۔ عمیر نے اسے کہا: اے جلاس! تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے اور اثر ورسوخ میں میرے نزدیک سب سے اچھے تھے اور مجھے سخت ناپسند تھا کہ کوئی تکلیف تمہیں پہنچے۔ اللہ کی قسم! تم نے ایسی بات کہہ دی ہے اگر میں نے اسے ذکر کیا تو تم ضرور رسوا ہو جاؤ گے اور اگر میں نے اسے چھپالیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اور ان میں سے پہلی مجھ پر دوسری سے زیادہ آسان ہے۔ پھر انہوں نے نبی ﷺ کو جلاس کی بات بیان کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے جلاس کو اس کی ضرورت کی وجہ سے صدقہ کا مال دے رکھا تھا۔ وہ فقیر تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جلاس کی طرف پیغام بھیج کر اسے بلوایا اور اس سے پوچھا کہ عمیر کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے اللہ کی قسم اٹھا دی کہ اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی اور عمیر جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ حضرت عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ! اپنے رسول پر اس بات کی وضاحت نازل فرما دے جو میں نے کہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی نازل فرما دی: يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ . . . اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ وہ اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے بات نہیں کی۔ حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے...... اللہ نے اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس صدقہ کے ذریعے جو نبی کریم ﷺ نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ جلاس نے کہا: اللہ نے سن لیا جس نے مجھ پر توبہ پیش کی۔ اللہ کی قسم! میں نے یہ بات کی ہے جو عمیر نے کہی۔ جب انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور خوب اچھی طرح توبہ کر لی اور وہ اس خیر سے بھی پیچھے نہیں ہٹے جو وہ عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ سے کیا کرتے تھے۔ اسی سے ان کی توبہ پہچانی گئی۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف نکلے۔ پھر جب ہم وادیٔ قریٰ آئے تو ہم ایک عورت کے باغ پر سے گزرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا اندازہ لگاؤ۔ پھر آپ ﷺ اور ہم نے اس کا اندازہ دس وسق لگایا۔ پھر آپ نے فرمایا: جو اس سے نکلے وہ محفوظ رکھنا حتی کہ ہم تیری طرف واپس آئیں۔ پھر جب ہم شام کو مقام حجر میں پہنچے تو آپ نے فرمایا: آج رات سخت آندھی آئے گی سو تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے ساتھ ہی ٹھہرے اور جس کا اونٹ ہو تو وہ اپنی رسی کو مضبوطی سے باندھ دے۔ پھر انتہائی سخت آندھی آئی۔ ہر ایک اپنے ساتھی کے ساتھ رہا۔ سوائے بنو ساعدہ کے دو آدمیوں کے۔ ان میں سے ایک اپنی ضرورت کے لیے گیا تھا اور دوسرا اپنے اونٹ کو تلاش کرنے گیا ہوا تھا۔ جو

ضرورت کے لیے گیا تھا وہ تو اسی جگہ گردن کے بل گر پڑا اور جو اونٹ کی تلاش میں گیا تھا، ہوا نے اسے اٹھایا اور قبیلہ طئی کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ جب نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ کوئی اکیلا نہ رہے۔ پھر آپ نے حاجت والے کے لیے دعا کی تو اسے شفا مل گئی اور جسے ہوا نے طئی میں پھینک دیا تھا تو جب نبی کریم ﷺ مدینہ آ گئے تو طئی نے آپ کو وہ ہدیے میں دے دیا۔

جب نبی کریم ﷺ نے وادئ قریٰ میں پڑاؤ ڈالا تو بنو عریض کے ایک یہودی نے آپ کو ھریسہ (حلوہ) ہدیے میں دیا۔ آپ ﷺ نے اسے کھایا اور انہیں ۴۰ وسق عطا کیے۔ وہ ان پر جاری رہا۔ یہودیوں کی ایک عورت کہنے لگی: یہ جو کچھ ان کے ساتھ محمد نے کیا ہے یہ اس سے بہتر ہے جس کے وہ اپنے آباء کی طرف سے وارث ہوئے۔ اس لیے کہ یہ ان پر قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔

مقامِ عذاب کی کوئی شے قابل استعمال نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم مقامِ حجر سے گزرے تو لوگوں نے وہاں کے کنویں سے پانی لیا اور آٹا گوندھا۔ پھر نبی کریم ﷺ کے منادی نے اعلان کر دیا کہ اس کے پانی کو نہ پیو اور نہ اس سے نماز کے لیے وضو کرو اور جو تم نے آٹا گوندھ لیا ہے وہ اپنے اونٹوں کو کھلا دو۔

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنے ساتھیوں میں سب سے چھوٹا تھا اور میں تبوک میں ان کی خدمت کرتا تھا۔ جب ہم نے پڑاؤ ڈالا تو میں نے ان کے لیے آٹا گوندھا۔ پھر میں نے کچھ دیر آٹے کو چھوڑ دیا۔ پھر میں لکڑیاں ڈھونڈنے چلا گیا۔ اچانک ایک منادی اعلان کرنے لگا: رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ان کے پانی سے نہ پیو۔ چنانچہ لوگ اپنے برتنوں سے پانی بہانے لگے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے تو آٹا بھی گوندھ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اونٹوں کو کھلا دو۔

مدائنِ صالح علیہ السلام

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جو آٹا گوندھا تھا وہ لیا اور اپنے اونٹوں کو کھلا دیا۔ وہ ہماری سب سے کمزور سواریاں تھیں۔ پھر ہم اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کے کنویں کی طرف گئے۔ وہاں سے ہم نے اپنے برتن بھرے اور انہیں دھویا، پھر ہم نے بھی سیر ہو کر پیا۔ پھر ہم اس دن شام کو لوٹے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے نبی سے آیات (نشانیوں) کا مطالبہ مت کرو۔ یہ صالح علیہ السلام کی قوم ہے۔ انہوں نے بھی اپنے نبی سے نشانی مانگی تو اس چٹان سے ان کے سامنے ایک اونٹنی نمودار ہو گئی۔ وہ جس دن یہاں آتی، انہیں اپنا اتنا ہی دودھ پلاتی جتنا ان کا پانی پیتی۔ پھر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ ان سے تین دن کا وعدہ ہوا اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا۔

اچانک انہیں چیخ نے آلیا، پھر آسمان کی چھت کے نیچے ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ سب ہلاک ہو گئے سوائے ایک آدمی کے جو حرم میں تھا۔ حرم نے اسے اللہ کے عذاب سے بچا لیا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! وہ کون تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو رغال۔ یعنی ثقیف کا باپ۔ لوگوں نے پوچھا: وہ مکہ میں کیا لینے آیا تھا؟ فرمایا: اسے حضرت صالح علیہ السلام نے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا تھا۔ وہ ایک شخص کے پاس پہنچا، اس کے پاس ۱۰۰ بکریاں کم دودھ والی تھیں اور ایک بکری ایسی تھی جس کے ساتھ ایک بچہ تھا اور اس بچے کی ماں گزشتہ رات مر گئی تھی۔ اس نے کہا: اللہ کے رسول نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ اس نے کہا: رسول اللہ کے قاصد کے لیے خوش آمدید۔ لے لو۔ پھر اس نے دودھ والی بکری لے لی۔ اس نے کہا: یہ تو اس کی ماں کے بعد اس بچے کی ماں ہے۔ اس کے بدلے میں دس لے لو۔ اس نے کہا: نہیں۔ کہا: ۲۰ لے لو۔ اس نے پھر انکار کر دیا۔ کہا: ۵۰ لے لو۔ اس نے پھر انکار کر دیا۔ کہا: ساری بکریاں لے لو۔ صرف یہ چھوڑ دو۔ اس نے پھر انکار کر دیا اور کہنے لگا: اگر تم دودھ سے محبت کرتے ہو تو میں بھی کرتا ہوں۔ پھر اس نے اپنا ترکش کھولا۔ پھر اس نے کہا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ پھر اس نے اس کی طرف تیر ابھارا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر کہا: مجھ سے پہلے کوئی بھی اللہ کے نبی تک یہ خبر نہ پہنچائے۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام آئے تو اس نے ان کو خبر دی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ بدعا کی: اے اللہ! ابو رغال پر لعنت فرما تین مرتبہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس عذاب یافتہ قوم پر داخل ہو تو روتے ہوئے۔ اگر تمہیں رونا نہ آئے تو ان پر مت جاؤ۔ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو دیکھا جو نبی ﷺ کی خدمت میں ایک انگوٹھی لے کر آیا۔ جو اسے مقام حجر میں عذاب یافتہ قوم کے گھروں میں ملی تھی۔ پھر آپ نے اس سے اعراض فرمایا اور اپنے ہاتھ سے اسے چھپا دیا اور اس کی طرف دیکھا بھی نہیں اور فرمایا: اسے پھینک دو۔ اس نے اسے پھینک دیا۔ ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہو سکا وہ کہاں گری۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب ان کے قریب ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اس وادی سے ڈرتے ہوئے گزرو۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے وہاں سے اپنی سواریوں کو تیزی سے گزارا اور نکل گئے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے اپنی سواری کو تیز کر دیا، حتیٰ کہ اس وادی کو پیچھے چھوڑ دیا۔

جب صبح ہوئی تو آپ نے کوچ فرمایا اور لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ پانی کے قریب نہیں تھے۔

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ قبلہ رخ ہوئے اور دعا کی۔ اللہ کی قسم! آسمان میں کوئی بادل نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ دعا مانگتے رہے، حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ بادل نہ جانے کہاں سے اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ آپ ابھی اپنی جگہ سے ہلے بھی نہ تھے کہ آسمان پر ہم چھاجوں برسنے لگا۔ گویا میں بارش میں رسول اللہ ﷺ

کی تکبیر کو اب بھی سن رہا ہوں۔ پھر کچھ دیر بعد بادل آسمان سے چھٹ گئے اور زمین پوری طرح سیراب ہو چکی تھی۔ لوگوں کی پیاس بجھ گئی اور وہ آخر تک سیراب ہو گئے۔ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سن رہا تھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے ایک منافق آدمی سے کہا: بے وقوف! کیا اس کے بعد بھی کچھ باقی ہے؟ کہنے لگا: بادل تھا جو برس گیا۔ وہ اوس بن قیظی یا زید بن لصیت تھا۔

حضرت یعقوب بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ نے محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کیا لوگ اپنے اندر منافقین کو جانتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ قسم بخدا! ہر وہ آدمی جانتا تھا جس کا باپ، بھائی یا چچا زاد منافق ہوتا۔ میں نے اپنے دادا حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ہمارے پیچھے ہمارے گھروں میں ہم میں سے منافق لوگ رہ گئے۔ پھر اس کے بعد میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: بنو نجار میں ایسے لوگ بھی تھے، اللہ انہیں برکت نہ دے۔ ایک شخص نے پوچھا: اے ابو سعید! وہ کون لوگ تھے؟ فرمایا: سعد بن زرارہ اور قیس بن فہر۔ پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر ہم نے خود کو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا۔

پھر جب پانی کا معاملہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی تو اللہ تعالی نے بادل بھیج دیے اور بارش ہوئی، حتی کہ لوگ خوب سیر ہو گئے۔ ہم نے کہا: بے وقوف! کیا اس کے بعد بھی کچھ رہ گیا ہے؟ اس نے کہا: ایک بادل گزر کر گیا ہے اور اے محمد بن لبید! اللہ کی قسم! وہ آدمی تمہارا رشتہ دار ہی ہے۔ حضرت محمود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اسے جانتا ہوں۔

کہتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے تبوک کی جانب سفر شروع فرمایا۔ آپ ایک جگہ ٹھہرے تو آپ کی قصواء نامی اونٹنی گم ہو گئی۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس کی تلاش میں نکلے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ بدری صحابی تھے اور یمامہ کے دن شہید ہوئے۔ ان کے کجاوے میں زید بن لصیت تھا۔ یہ یہودِ بنو قینقاع کا ایک شخص تھا، جو مسلمان ہوا، پھر منافق ہو گیا۔ اس میں یہود کی خباثت اور ان جیسا غصہ اور دھوکہ تھا۔ یہ منافقوں کی مدد بھی کرتا تھا۔ یہ کہنے لگا: کیا محمد کا یہ گمان نہیں ہے کہ وہ نبی ہے اور وہ تمہیں آسمان سے خبریں بھی دیتا ہے اور اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کی اونٹنی کہاں گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کہہ رہا ہے کہ محمد کا گمان ہے کہ وہ نبی ہے اور وہ تمہیں آسمانی معاملات کی خبر دیتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے اور میں اللہ کی قسم! صرف وہی جانتا ہوں جو اللہ مجھے بتلا دے اور اللہ نے مجھے بتلا دیا ہے کہ وہ کہاں ہے۔ وہ فلاں فلاں گھاٹی میں ہے۔ آپ نے کسی گھاٹی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی لگام کسی درخت میں پھنس گئی ہے۔ جاؤ اسے لے آؤ۔ لوگ گئے اور اسے لے آئے۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ اپنے کجاوے کی طرف لوٹے اور فرمایا: آج عجیب معاملہ ہوا۔ آپ ﷺ نے ہمیں کسے کہنے والے کی بات سنائی کہ اللہ نے بتلایا ہے کہ وہ ایسے ایسے کہہ رہا ہے۔ وہی بات بیان کر دی جو زید نے کہی تھی۔ فرماتے ہیں: کجاوے کے پاس جو لوگ تھے ان میں سے کسی نے بتلایا کہ آپ کے ہمارے پاس آنے سے پہلے یہ بات اس نے کہی ہے۔ زید بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں گیا تھا۔

حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ زید بن لصیت کی طرف اٹھے اور اس کی گردن دبوچ لی اور فرمایا: اللہ کی قسم! میرے کجاوے میں سیاہی ہے اور مجھے علم ہی نہیں۔ اے اللہ کے دشمن! میرے کجاوے سے نکل جا۔ جنہوں نے عمارہ رضی اللہ عنہ کو زید کی بات بتلائی تھی وہ ان کے بھائی حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ تھے۔

وہ قافلے میں ان کے ساتھیوں کی جماعت میں تھے اور جو شخص گیا اور گھاٹی سے اونٹنی لے آیا وہ حارث بن خزمہ اشہلی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے دیکھا تو واقعی اس کی لگام ایک درخت میں اٹکی ہوئی تھی۔

زید بن لصیت کہنے لگا: گویا میں آج تک مسلمان ہی نہ ہوا تھا۔ میں محمد کے بارے میں شک کرتا رہا۔ اب مجھے بصیرت حاصل ہوئی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ لوگوں نے سمجھا کہ اس نے واقعی توبہ کر لی۔ مگر خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کی توبہ کا انکار کرتے تھے اور فرماتے تھے:

یہ اسی طرح گھٹیا اور بے مروت رہا حتی کہ مر گیا۔

سب سے پہلے حدی خواں

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی مشقق میں تھے تو آپ نے آدھی رات کے وقت کسی حدی خواں کو سنا، جو کہہ رہا تھا: ہمیں جلدی لے چلو ہم ان سے مل جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون حدی خواں ہے؟ تم میں سے ہے یا کوئی اور ہے؟ لوگوں نے کہا: کوئی اور ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تک پہنچے تو وہ ایک جماعت تھی۔ آپ نے پوچھا: کون لوگ ہو؟ کہا: مضر سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا تعلق بھی مضر سے ہے۔ پھر آپ نے نسب بیان کیا اور مضر تک پہنچے۔

وہ لوگ کہنے لگے: ہم سب سے پہلے اونٹوں کے حدی خوان ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: ہاں ایسے ہی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور لوٹ مار کرتے۔ ان کے ایک شخص پر بھی حملہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام تھا۔ اس کے اونٹ چیخ پڑے۔ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ انہیں اکٹھا کرے۔ اس نے کہا: مجھ میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ اس نے اس کے ہاتھ پر لاٹھی ماری تو وہ غلام رونے لگا اور کہنے لگا: ہائے میرے ہاتھ ہائے میرے ہاتھ! اونٹ یہ آواز سن کر اکٹھے ہو گئے۔ اس کا سردار کہنے لگا: اونٹوں کو اسی طرح کہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا میں تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! وہ اپنی سواریوں پر چل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے فارس و روم کے خزانے عطا کیے ہیں اور حمیر کے بادشاہوں کے ذریعے میری مدد کی ہے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کریں گے اور مالِ غنیمت کھائیں گے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ہم حجر اور تبوک کے درمیان تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے

گئے۔ آپ جب جاتے تو بہت دور جاتے۔ میں فجر کے بعد پانی لے کر آپ کے پیچھے گیا۔ لوگوں کی نماز فجر خوب روشن ہوگئی۔ حتیٰ کہ انہیں سورج نکلنے کا ڈر ہوگیا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے اور انہیں نماز پڑھائی۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک برتن اٹھا رکھا تھا، اس میں پانی تھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے آپ کے لیے پانی بہایا۔ آپ نے اپنا چہرہ دھویا۔ پھر آپ نے اپنا بازو دھونا چاہا تو آپ کے جبے کی آستین آپ پر تنگ ہوگئی۔ آپ نے رومی جبہ پہن رکھا تھا۔ آپ نے جبے کے نیچے سے اپنے بازو نکالے اور انہیں دھویا اور اپنے موزوں کا مسح کیا۔

ہم حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تک پہنچے تو وہ لوگوں کو رکوع کروا چکے تھے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ قریب تھا کہ وہ آزمائش میں پڑ جاتے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پیچھے کی طرف ہٹنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ ٹھہرے رہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے پیچھے ادا کی۔ پھر جب حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو لوگوں میں بھگدڑ سی مچی۔ آپ ﷺ اٹھے اور باقی رکعت پوری کی۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے سلام پھیرا اور فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا، ابھی نبی فوت نہیں ہوا کہ اس کی امت کے ایک نیک آدمی نے اس کی امامت کروالی۔

ایک دن یعلی بن امیہ آپ کے پاس اپنے اجیر کو لے کر آئے۔ اس نے لشکر کے ایک شخص سے جھگڑا کر لیا تھا۔ اس آدمی نے اسے کاٹ لیا۔ اس اجیر نے کاٹنے والے کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے دانت باہر آ گئے۔ وہ زخمی آدمی اس کے پیچھے ہولیا اور نبی ﷺ کو یہ بات بتلا دی۔ کہنے لگا: میں اپنے اجیر کے ساتھ کھڑا تھا تاکہ میں دیکھوں وہ کیا کرتا ہے۔ پھر وہ دونوں کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا: تم میں کوئی اٹھتا ہے اور اپنے بھائی کو ایسے کاٹنے لگتا ہے جیسے کوئی بیل کاٹ رہا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے جو اس کے دانتوں کا نقصان ہوا تھا، اسے باطل قرار دیا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کل ان شاء اللہ تم تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے اور تم دن چڑھے تک اس سے پانی نہیں لو گے۔ پھر جو بھی اس پر آئے تو اس کے پانی کو چھونا بھی نہیں حتیٰ کہ میں پہنچ جاؤں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم اس تک پہنچے تو دو آدمی پہلے سے وہاں پہنچ گئے تھے اور چشمے کا پانی بالکل صاف شفاف تھا مگر بہت تھوڑی مقدار میں نکل رہا تھا۔ آپ نے ان دونوں سے پوچھا: کیا تم نے اس کے پانی کو چھوا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں ڈانٹا اور جو اللہ نے چاہا کہا۔ پھر انہوں نے ہاتھوں سے تھوڑا تھوڑا پانی لیا اور کسی برتن میں جمع کر دیا۔ پھر نبی ﷺ نے اس میں اپنا منہ اور ہاتھ دھوئے اور دوبارہ اسے اسی میں ڈال دیا۔ اس چشمے کا پانی کثیر مقدار میں بہنے لگا اور سب لوگ اس سے سیراب ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! اگر تیری زندگی طویل ہوئی تو تم یہاں دیکھو گے کہ یہ اندر سے بھر دیا جائے گا۔

اسلام کی خاطر سب کچھ لٹانے والے

کہتے ہیں: ذوالبجادین عبداللہ کا تعلق مزینہ سے تھا۔ وہ یتیم تھا، اس کے پاس مال نہیں تھا۔ اس کا والد فوت ہو چکا تھا اور اس کے لیے وراثت میں کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ اس کا چچا بہت خالم مزاج تھا۔ اس نے اسے لیا اور اس کی کفالت کی۔ حتی کہ وہ بھی مالدار ہو گیا اور اس کے اونٹ، بکریاں اور غلام بھی تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا مگر وہ اپنے چچا کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہو سکا۔ حتی کہ جب کئی سال گزر گئے۔ اس نے تمام واقعات کا مشاہدہ بھی کیا۔ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے بعد مدینہ واپس ہوئے تو عبداللہ نے اپنے چچا سے کہا: اے چچا! میں تو آپ کے مسلمان ہونے کا منتظر تھا۔ مگر میں آپ کو مسلمان ہوتا نہیں دیکھتا۔ مجھے مسلمان ہونے کی اجازت دے دیجیے! اس نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے محمد کی اتباع کی تو میں تیرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں چھوڑوں گا جو میں نے تجھے دے رکھا ہے، سب تجھ سے چھین لوں گا حتی کہ تیرے کپڑے بھی۔

عبدالعزیٰ نے کہا: (یہ اس کا پرانا نام تھا) میں اللہ کی قسم! محمد کی اتباع کروں گا اور مسلمان ہو جاؤں گا اور پتھروں اور بتوں کی عبادت چھوڑ دوں گا اور یہ جو کچھ میرے پاس ہے سب لے لو۔ اس نے اپنا سب مال اس سے واپس لے لیا حتی کہ اسے تہہ بند سے بھی ننگا کر دیا۔ وہ اپنی ماں کے پاس آ گیا۔ اس نے اپنی چادر دو حصوں میں پھاڑی۔ ایک اسے تہبند باندھنے کے لیے دیا اور دوسرا اوپر لپیٹ دیا۔ پھر وہ مدینہ چل پڑے۔ آپ ابھی ورقان میں تھے۔ یہ مدینہ کی چراگاہ کا ایک پہاڑ ہے۔ آپ سحری کے وقت مسجد میں لیٹے۔ پھر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اوپرا محسوس کیا۔ آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے اپنا نسب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: تم دو کپڑوں والے عبداللہ ہو۔ پھر فرمایا: میرے پاس آؤ۔ وہ آپ کے مہمانوں میں شامل ہو گیا۔ آپ اسے قرآن پڑھاتے، حتی کہ اس نے بہت سا قرآن سیکھ لیا اور لوگ تبوک کی طرف تیاری کر رہے تھے۔ اس کی آواز اونچی تھی۔ وہ مسجد میں کھڑا ہوتا اور بلند آواز سے قرآن پڑھتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اس دیہاتی کو نہیں سن رہے جو بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے حتی کہ اس نے لوگوں کو قرآن پڑھنے سے روک دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو! یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلا ہے۔

پھر جب لوگ تبوک کی طرف نکلے تو اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کیکر کا چھلکا لاؤ۔ آپ کی خدمت میں کیکر کا چھلکا لایا گیا تو آپ نے اسے ان کی بازو پر باندھ دیا۔ پھر فرمایا: اے اللہ! میں اس کے خون کو کفار پر حرام قرار دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا یہ ارادہ نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم راہ خدا سے غازی لوٹے، پھر تمہیں بخار ہو گیا اور تم فوت ہو گئے، پھر بھی تم شہید ہو۔ اگر تمہاری سواری نے تمہیں گرا دیا تب بھی تم شہید ہو۔ جو بھی ہو کسی کی پروا نہیں۔

پھر جب لوگ تبوک میں ٹھہرے اور وہاں چند دن قیام ہوا تو حضرت عبداللہ ذوالجادین رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس مشعل تھی۔ جسے وہ قبر کے پاس لیے کھڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں تھے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما میت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پکڑا رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے: اپنے بھائی کو میرے قریب کرو۔ جب ان کی قبر تیار ہو گئی تو آپ نے یوں دعا کی: اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں، آپ بھی اس سے راضی ہو جائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا۔

موحد جنتی ہے

فرماتے ہیں: ہم آپ کے سفر میں آپ کے پاس آئے۔ آپ نے اپنے پیچھے سہیل بن بیضاء کو بٹھا رکھا تھا۔ سہیل کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے کہا: اے سہیل! آپ نے تین بار فرمایا اور وہ ہر بار لبیک کہتے رہے۔ حتی کہ لوگ سمجھ گئے کہ آپ سب کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے حمد وثنا پڑھی۔ آگے پیچھے والے لوگ آپ سے مل گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں تو اللہ اسے آگ پر حرام قرار دیتے ہیں۔

جنات کی سلامی

فرماتے ہیں: دوران سفر لوگوں کے راستے میں ایک بہت بڑا اژدہا آ گیا۔ لوگ اس سے گھبرا گئے۔ وہ سامنے سے نمودار ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ اپنی سواری پر تھے اور لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ پیچھے ہوا اور راستے سے الگ ہو گیا۔ پھر کوئی کھڑی ہوئی۔ لوگ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو یہ کون تھا؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ جنات کے آٹھ افراد پر مشتمل گروہ میں سے ایک تھا جو قرآن سننا چاہتے تھے۔ اس نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شہر کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے سلام کرنا حق سمجھا اور اب وہ تمہیں بھی سلام کر رہا تھا۔ تم بھی اسے جواب دو۔ تمام لوگوں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اللہ کے بندوں کو سلام ضرور کرو وہ جو بھی ہوں۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لائے اور وہاں ۲۰ راتیں قیام کیا اور دو رکعتیں ادا کرتے رہے۔ ہرقل ان دنوں حمص میں تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی طرف نکلے۔ حتی کہ جب ہم اس سے ایک رات کے فاصلے پر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا اور آپ کی آنکھ تب کھلی جب سورج نیزے کی بقدر بلند ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ آج رات ہمارا پہرہ دینا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھ

پر نیند غالب آ گئی تھی جیسے آپ کو نیند نے سلا دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہی رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ سے کوچ فرمایا۔ پھر کسی مقام پر ٹھہر کر فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں اور لوگوں کو نماز فجر پڑھائی۔ پھر آپ بقیہ دن اور رات چلتے رہے اور اگلی صبح تبوک میں پہنچے۔ لوگوں کو اکٹھا کیا اور حمد و ثناء کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے مضبوط کڑا تقویٰ کا کلمہ ہے۔ سب سے بہترین ملت، ملت ابراہیمی ہے، سب سے بہترین طریقہ محمد کا طریقہ ہے، سب سے افضل بات اللہ کا ذکر ہے، سب سے اچھا قصہ قرآن مجید ہے، بہترین امور وہ ہیں جن کا انجام اچھا ہوا اور برے امور بدعات ہیں۔ سب سے اچھی ہدایت انبیاء کی ہدایت ہے اور سب سے اچھا قتل شہدا کا قتل ہے، سب سے اندھی گمراہی ہدایت کے بعد گمراہ ہونا ہے اور بہترین اعمال وہ ہیں جو نفع دیں اور سب سے بہتر ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے اور بدترین اندھا پن دل کا اندھا ہونا ہے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، جو کم ہو اور کافی ہو جائے وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور ہلاکت میں ڈالے، سب سے بری بات موت کے وقت معذرت کرنا ہے اور بدترین ندامت قیامت کے دن کی ندامت ہے اور وہ آدمی بہت برا ہے جو بہت کم جمعہ کی نماز کے لیے آتا ہے اور وہ آدمی بھی برا ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا، بلکہ بے ہودہ گو ہے اور سب سے بڑی خطا جھوٹی زبان ہے اور بہترین مالداری دل کی مالداری ہے اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے، حکمت کی جڑ اللہ کا ڈر ہے اور کسی کے دل میں سب سے بہترین جو چیز ڈالی گئی وہ یقین ہے اور کفر سے شک ہے۔

نوحہ خوانی جاہلیت کا عمل ہے اور دھوکہ جہنم کا انگارہ ہے، نشہ جہنم کی غار ہے، شعر گوئی شیطان کی طرف سے ہے۔ شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہے، جوانی پاگل پن کا ایک حصہ ہے، سب سے بری کمائی سود کی کمائی ہے اور سب سے برا کھانا یتیم کا مال ہے اور نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت حاصل کرے اور بد بخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ سے بد بخت پیدا ہوا۔

تم میں سے کوئی چار گز جگہ کی طرف جاتا ہے، حالانکہ معاملہ دوسری طرف ہوتا ہے، عمل کا مدار خاتمے پر ہے اور سود جھوٹ کا سود ہے اور جو آنے والی ہے وہ قریب ہے، مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے اور اس کا گوشت کھانا اللہ کی نافرمانی ہے اور اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے اور جو اللہ پر جھوٹ باندھے وہ اسے جھوٹا ثابت کرے گا اور جو درگزر کرے وہ اس سے درگزر کرے گا اور جو غصے کو پی جائے تو اللہ اسے اجر دے گا اور جو مصیبت پر صبر کرے اللہ اسے اس کا عوض دے گا اور جو شہرت کے پیچھے چلے تو اللہ اسے اسی میں رسوا کر دے گا اور جو صبر کرے اللہ اسے دگنا دے گا۔

جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دے گا۔ اے اللہ! مجھے اور میری امت کو معاف فرما۔ اے اللہ! مجھے اور میری امت کو معاف کر دے۔ میں اللہ سے تمہارے لیے اور اپنے لیے استغفار کرتا ہوں۔

بنو عذرہ کا ایک شخص تھا، اس کا نام عدی تھا، فرماتے ہیں: میں تبوک میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو سرخ اونٹنی پر لوگوں میں چکر لگاتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! اللہ کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ سے

اوپر ہوتا اور دینے والے کا ہاتھ درمیان میں ہوتا ہے اور لینے والے کا ہاتھ نیچے ہوتا ہے۔ اے لوگو! قناعت اختیار کرو، اگرچہ لکڑیوں میں احتیاط کے ذریعے ہو۔ اے اللہ! کیا میں نے بات پہنچادی۔ آپ نے تین بار فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری دو بیویاں ہیں۔ وہ دونوں آپس میں لڑیں اور ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ جوان میں سے ایک کو لگا اور وہ مرگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ اس کی دیت دے گی اور وارث نہیں ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ تبوک میں اپنے مصلے پر تشریف فرما تھے آپ نے دائیں طرف دیکھا اور اپنا ہاتھ اٹھا کر اشارہ فرمایا کہ ایمان تو یمن والوں کا ہے۔ پھر آپ نے مشرق کی طرف دیکھا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جفا، دل کی سختی فدادین میں ہے۔ جو مشرق کی طرف دیہاتی ہوں گے اور وہیں سے شیطان اپنے سینگ ظاہر کرتا ہے۔

بنوسعد بن ھذیم کے ایک شخص سے منقول ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تبوک حاضر ہوا اور آپ تشریف فرما تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے چھ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ ان میں سے ساتویں تھے۔ میں کھڑا ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

آقا ﷺ کی برکت

آپ نے فرمایا: تیرا چہرہ کامیاب ہو۔ پھر فرمایا: اے بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔ پھر وہ اپنے توشہ دان سے کچھ نکالنے لگے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے چند چھوارے نکالے، ان کے ساتھ گھی اور پنیر بھی تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ۔ ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ میں نے کہا: یہ سب کھانا تو میں اکیلا ہی کھالیتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن صرف ایک آنت میں کھاتا ہے۔ اگلے دن میں پھر آیا اور وہی وقت تھا، کھانا بھی تیار تھا۔ یہ اس لیے تا کہ میرا اسلام پر یقین اور بڑھ جائے۔ وہاں آپ کے پاس ۱۰ افراد تھے۔ آپ نے فرمایا: اے بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔ وہ کھجوروں کے تھیلے سے مٹھی مٹھی کھجوریں نکالنے لگے۔ آپ نے فرمایا: نکالتے رہو اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھو۔

پھر وہ تھیلہ لے کر آئے اور اسے جھاڑ دیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ دو مد کھجوریں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ ان پر پھیرا اور فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ سب لوگوں نے کھایا، میں نے بھی ان کے ساتھ مل کر کھایا۔ مجھے کھجوریں بہت پسند تھیں، میں کھاتا رہا حتی کہ پیٹ میں بالکل گنجائش نہ رہی۔ مگر اب بھی دسترخوان پر جوں کی توں کھجوریں باقی تھیں۔ گویا ہم نے ایک کھجور بھی نہیں کھائی۔ اگلے دن میں پھر آیا اور لوگ بھی آئے، رات بسر ہوگئی تھی۔ وہ دس یا اس سے زیادہ افراد تھے۔ آپ نے فرمایا: اے بلال! کھجوریں لے کر آؤ۔ وہ اسی کو لے کر آئے۔ میں اسے پہچانتا تھا۔ انہوں نے جھاڑا تو اتنی ہی کھجوریں نکلیں۔ آپ نے

فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر انہوں نے اتنا ہی واپس اٹھا لیا جتنا دستر خوان پر ڈالا تھا۔ ہم تین دن اسی طرح کرتے رہے۔

ہرقل نے قبیلہ غسان کے کسی شخص کو نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجا۔ تا کہ آپ کی صفات اور علامات کو دیکھ کر آئے کہ آپ کی آنکھوں میں سرخی، دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت اور ان سے پوچھے کہ کیا وہ صدقہ قبول نہیں کرتے۔ اس نے نبی ﷺ کی ان تمام باتوں کا مشاہدہ کیا پھر ہرقل کی طرف لوٹ آیا اور اسے یہ سب باتیں بتلائیں۔ اس نے اپنی قوم کو تصدیق کے لیے بلایا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ حتی کہ اسے اپنی بادشاہت کا ڈر ہوا۔ وہ اسی جگہ میں تھا۔ اس نے نہ حرکت کی اور نہ جنگ اور اسے نبی کریم ﷺ کے اپنے صحابہ کو بھیجنے اور شام کے بالکل قریب ہونے کی جھوٹی خبر ملی۔ اس کا یہ ارادہ بھی نہ تھا اور نہ اس نے کوشش کی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے پیش قدمی میں مشورہ لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو آپ کو چلنے کا حکم ہے تو چلتے رہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس کا حکم ہوتا تو میں اس بارے میں مشورہ نہ کرتا۔ انہوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! رومیوں کا بہت بڑا لشکر ہے اور اہل اسلام میں سے کوئی بھی ان سے مقابلے کی ہمت نہیں رکھتا۔ آپ جتنا مناسب سمجھیں ان کے قریب ہو جائے۔ ان کا قریب ہونا آپ کو گھبراہٹ میں ڈال دے گا۔ اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو اس سال لوٹ جائیں۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی امر نازل فرما دیں گے۔

فرماتے ہیں: تبوک میں بہت تیز آندھی چل پڑی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کسی بہت بڑے منافق کی موت کی وجہ سے چلی ہے۔ لوگ مدینہ آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ واقعی ایک بہت بڑے منافق کی موت ہو گئی تھی۔

تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پنیر لایا گیا۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کھانا فارس والے بناتے ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ اس میں مردار ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں چھری رکھو اور بسم اللہ پڑھو۔

راہِ خدا کے گھوڑوں کے فضائل

قضاعہ کے ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو گھوڑا عطا کیا۔ آپ نے وہ ایک انصاری کو دے دیا اور اسے حکم دیا کہ اسے اپنے گھوڑوں کے ساتھ باندھ لو تا کہ یہ مانوس رہے اور ہنہنائے نہیں۔ وہ اسی طرح رہے، حتی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ نے دیکھا وہ اب بھی نہیں ہنہنا رہا تھا۔ آپ نے اس کے صاحب سے پوچھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اسے خصی کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر لکھ دی گئی ہے۔ اس کی نسل جاری رکھو اور ان

کی ہنہناہٹ سے مشرکین کو ڈراؤ، ان کے عمدہ گھوڑے ان کے گرم مزاج گھوڑے ہیں اور ان کی گھنی دموں والے تیز رفتار ہیں۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! شہداء قیامت کے دن اپنے گھوڑوں کے کندھوں پر سوار ہو کر آئیں گے، وہ جس نبی پر سے گزریں گے تو وہ ان سے الگ ہو جائیں گے حتی کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس سے گزریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہو جائیں گے حتی کہ وہ نور کے ممبروں پر جا بیٹھیں گے۔

لوگ کہیں گے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رب العالمین کے لیے اپنے خون بہا دیے۔ وہ اسی طرح رہیں گے حتی کہ اللہ رب العالمین اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔ فرماتے ہیں: ابھی رسول اللہ ﷺ تبوک میں تھے۔ آپ اپنے ضرب نامی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ نے اپنے کپڑے اس پر لٹکائے اور اس کی پشت اپنی چادر سے صاف کرنے لگے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ اس کی پشت اپنی چادر سے صاف کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور تمہیں کیا خبر، شاید جبریل علیہ السلام نے مجھے اس کا حکم دیا ہو۔ میں نے رات گزاری اور فرشتے مجھے گھوڑوں کی خبر گیری رکھنے اور انہیں صاف رکھنے میں تاکید کرتے رہے۔

اور فرمایا: مجھے میرے خلیل جبریل علیہ السلام نے بتلایا کہ میرے لیے اس کے ساتھ کی گئی ایک بھلائی کے بدلے میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور میرا پروردگار مجھ سے اس کے بدلے میں ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور جو مسلمان بھی راہِ خدا میں اپنے گھوڑے کو باندھتا ہے اور اس کے چارے کا پورا خیال رکھتا ہے تاکہ اس کے ذریعے سے اسے قوت حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر دانے کے بدلے میں اس کی ایک نیکی لکھتے ہیں اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کون سا گھوڑا بہتر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: سیاہ رنگ کا، سم والا پانچ سالہ، جس کا ناک سفید ہو اور تین ٹانگیں سفید ہوں اور اس کے دائیں پاؤں میں حلقہ نہ ہو۔ اگر سیاہ نہ ہو تو اسی طرح کا سیاہی مائل سرخ پھر کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! راہِ خدا میں روزہ رکھنا کیسا ہے؟ فرمایا: جس نے راہِ خدا میں ایک دن کا روزہ رکھا تو جہنم اس سے ۱۰۰ سال کی مسافت تک دور ہو جائے گی جو کوئی تیز رفتار سواری طے کر لے۔ مجاہدین عورتوں کی فضیلت بیٹھنے والوں پر حرمت میں ان کی ماؤں کی طرح ہے اور بیٹھنے والوں میں سے جو کسی مجاہد کی بیوی کے پاس اس کا نائب بن کر رہے، پھر اس کے گھر والوں کے بارے میں اس سے خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن کھڑا ہو گا اور اس سے کہا جائے گا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے تیرے اہل کے بارے میں تجھ سے خیانت کی۔ سو اس کے جتنا چاہو اعمال لے لو۔ سو تمہارا کیا خیال ہے (وہ کچھ چھوڑے گا)؟

حضرت عبداللہ بن عمر یا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ایک رات تبوک میں لوگ گھبرا گئے۔ میں اپنا اسلحہ لے کر نکلا حتی کہ میں ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا۔ انہوں نے بھی اسلحہ پہن رکھا تھا۔ میں نے سوچا: میں اہل بدر میں سے اس نیک آدمی کے پیچھے چلوں گا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے خیمہ کے قریب اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پھر اچانک آپ ﷺ غصے

میں ہماری طرف نکلے اور فرمایا: اے لوگو! یہ کیسی بزدلی اور بے وقوفی ہے؟ تم نے ویسے کیوں نہیں کیا جیسے ان دو نیک آدمیوں نے کیا ہے؟ آپ مجھے اور ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم کو مراد لے رہے تھے۔

فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ تبوک پہنچ گئے تو آپ نے قبلہ کی جانب ایک پتھر رکھوایا۔ مسجد بنائی اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: نہ وہاں شام ہے اور نہ وہاں یمن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ اٹھے اور نمازِ تہجد ادا کی۔ آپ رات کو کثرت کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ جب بھی اٹھتے تو مسواک کرتے۔ آپ جب نماز پڑھنے کے لیے اٹھتے تو خیمے کے صحن میں نماز پڑھتے اور چند لوگ اٹھ کر آپ کا پہرہ دیتے۔

ایک رات آپ نے نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے آس پاس والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا اور نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، میرے لیے زمین کو مسجد اور پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا گیا، جہاں بھی مجھے نماز کا وقت ہو میں تیمم کرتا ہوں اور نماز پڑھ لیتا ہوں اور مجھ سے پہلے لوگ اسے بہت بڑا (گناہ) سمجھتے تھے اور وہ صرف اپنے گرجا گھروں اور چرچوں میں نماز پڑھتے تھے۔ میرے لیے اموالِ غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا، میں انہیں کھا سکتا ہوں اور وہ مجھ سے پہلے لوگوں پر حرام تھی اور پانچویں وہ تو بس وہی ہے۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کہا گیا: سوال کر، ہر نبی نے سوال کیا۔ وہ تمہیں بھی ملے گا اور اسے بھی جس نے اس کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

غزوہ تبوک میں نازل ہونے والی آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا۔ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں نکلو تو تم بوجھل ہو جاتے ہو۔'' رسول اللہ ﷺ نے سخت گرمی اور مشقت کے زمانے میں یہ جنگ لڑی اور پھل پکے ہوئے تھے اور سایوں میں بیٹھنا اچھا لگتا تھا۔ لوگوں نے سستی کی اور ان کی چھپی ہوئی برأت ظاہر ہو گئی اور ان کا کینہ ظاہر ہو گیا اور منافقین کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا۔

ارشاد فرمایا: اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا[1] ''اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔'' یعنی اگر تم نبی ﷺ کے ساتھ نہ نکلے۔

فرمایا: مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ ''نہیں ہے شہر مدینہ والوں کے لیے اور ان کے آس پاس دیہاتیوں کے لیے'' صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ دیہات کی طرف نکلے تھے تاکہ اپنی قوم کو دین و شریعت سکھائیں۔ منافقوں نے کہا: دیہات میں محمد کے کچھ صحابہ باقی ہیں اور یہ بھی کہا کہ دیہاتی ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ، اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ''اور مومنین ایسے نہیں کہ سارے ہی نکل پڑیں۔ تم نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل۔''

یعنی چستی اور نشاط میں ہو یا بغیر نشاط کے۔ کہا جاتا ہے: خفاف سے مراد جوان ہیں اور ثقال سے مراد بوڑھے۔

وَ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔'' یعنی اپنے اموال اپنے جہاد میں خرچ کرو اور قتال کرو۔

وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ''لیکن ان پر دشوار گزار راستہ لمبا ہو گیا۔'' یعنی ۲ راتیں۔

وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ''اور عنقریب وہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہیں گے: اگر ہمیں بھی طاقت ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ نکلتے۔'' یعنی منافقین۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا ''اگر سامان قریب ہوتا۔'' یعنی غنیمت قریب ہوتی۔

وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ ''اور سفر تھوڑا ہوتا تو وہ آپ کی اتباع کرتے۔'' یعنی جب آپ ﷺ تبوک کی طرف نکلے تو وہ لوگ تنگ دستی اور بیماری کا عذر کرنے لگے۔

يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ''وہ اپنے آپ کو ہلاک کریں گے۔'' یعنی آخرت میں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ''اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔''

یعنی وہ طاقت ور ہیں اور صحت مند ہیں اور نبی ﷺ ان کا عذر قبول کرتے رہے اور انہیں اجازت دیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا ہے۔ آپ نے انہیں اجازت کیوں دے دی حتیٰ کہ آپ کے لیے سچے لوگ واضح ہو جاتے۔'' یعنی حتیٰ کہ آپ انہیں سفر میں آزماتے اور آپ کو معلوم ہو جاتا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ''وہ لوگ آپ سے اجازت نہیں مانگ رہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔''

مومنین کے اوصاف بیان کیے کہ وہ لوگ اس غزوے میں اپنے مال خرچ کرتے رہے اور اس غزوے کا نام غزوہ عسرۃ بھی تھا۔

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ''ایک سے صرف وہ لوگ اجازت مانگ رہے ہیں جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔'' یعنی منافقین۔

پھر منافقین کا ذکر کیا۔ فرمایا: لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ ''وہ لوگ پہلے سے ہی فتنہ کے متلاشی ہیں۔''

یعنی آپ کے تبوک کی طرف نکلنے سے پہلے ہی اور اے محمد! آپ کے معاملے کے ظاہر کرنے سے پہلے ہی۔

وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ''وہ ناپسند کرتے ہیں۔'' یعنی آپ کے غلبے کو اور ان لوگوں کی اتباع کو جو مسلمانوں میں سے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ "اور ان میں سے بعض کہتے ہیں: مجھے اجازت دے دو مگر مجھے فتنے میں مت ڈالو۔" یہ آیت جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ بنو سلمہ میں سب سے زیادہ مالدار تھا اور اس کے مددگار بھی کافی تھے۔ وہ عورتوں کا بے حد رسیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم بنو اصفر سے جہاد نہیں کرو گے؟ امید ہے کہ تمہیں بھی بنات اصفر میں سے کوئی ملے۔ کہنے لگا: اے محمد! میری قوم جانتی ہے کہ کوئی بھی مجھ سے زیادہ عورتوں کا رسیا نہیں۔ سو مجھے ان کے بارے میں فتنے میں مت ڈالیے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا "سنو! وہ تو فتنے میں ہی گرے ہوئے ہیں۔" کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

فرمایا: اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ "اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے۔" یعنی غنیمت اور ان لوگوں کا بچ جانا جو آپ سے پیچھے رہ گئے اور بچ گئے اور انہوں نے آپ سے اجازت بھی مانگی تھی۔ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ "اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے۔" یعنی آزمائش اور تکلیف يَقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ "تو وہ کہتے ہیں: ہم نے تو اپنے معاملے کو پہلے ہی اختیار کر لیا تھا۔ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا "کہہ دیجیے! ہمیں جو بھی ملتا ہے وہ اللہ نے پہلے سے ہمارے مقدر میں لکھ دیا تھا۔" یعنی اس کے علاوہ جوام الکتاب میں لکھا ہے قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ "کہہ دیجیے! کیا تم ہمارے بارے میں دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہو۔" یعنی غنیمت یا شہادت۔ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ "کہہ دیجیے! تم خوشی، خوشی جیسے بھی خرچ کرو تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔" کچھ منافقین مالدار تھے۔ وہ خرچ ظاہر کرتے جب لوگ انہیں دیکھتے تاکہ نبی ﷺ تک یہ بات پہنچے اور وہ اس وجہ سے خود قتل کو ہٹا دیں۔ اللہ نے ارشاد فرمایا: وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ "اور کس چیز نے انہیں روک دیا کہ ان سے ان کے خرچے قبول کیے جائیں۔" فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

"اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں اس وجہ سے دنیا کی زندگی میں عذاب دے۔"

یعنی یہ ان پر گواہ بن جائے؛ اس لیے کہ جو انہوں نے اس میں سے کھایا وہ نفاق پر ہوتے ہوئے کھایا اور جو خرچ کیا تو وہ دکھلاوے کے لیے۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ "اور نہ ان لوگوں پر کہ جب بھی وہ آپ کے پاس آئیں تاکہ آپ انہیں سوار کر دیں۔" اور وہ رونے والے تھے۔

یہ کل سات افراد تھے: ابو لیلی مازنی، سلمہ بن صخر مازنی، ثعلبہ بن غنمہ اسلمی، علبہ بن زید حارثی، عرباض بن ساریہ سلمی، عبداللہ بن عمرو مزنی اور سالم بن عمیر عمری رضی اللہ عنہم اجمعین۔

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ "وہ اس پر راضی تھے کہ وہ پیچھے رہنے والیوں کے ساتھ ہو جائیں۔" یعنی عورتوں کے ساتھ جد بن قیس۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ ''اور ان میں سے جو آپ کے اردگرد دیہاتی منافق ہیں۔''
یہ بھی عرب کے کچھ لوگ تھے۔ ان میں عیینہ بن حصن بن تھا اور اس کے ساتھ اس کی قوم۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی راضی رکھتے وہ سمجھتے کہ یہ ان کے ساتھ ہیں اور وہ اپنی قوم کو بھی راضی رکھتے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ''اور آگے بڑھنے والے پہلے مہاجرین اور انصار'' جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

غزوہ دومۃ الجندل

یہ جنگ رجب ۹ ہجری میں اکیدر بن عبدالملک کے خلاف دومۃ الجندل میں لڑی گئی اور یہ علاقہ مدینہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تبوک سے ۴۲۰ شہسواروں کے ساتھ دومۃ الجندل میں اکیدر بن عبدالملک کی طرف بھیجا۔ اکیدر بنو کندہ سے تھا اور ان کا بادشاہ تھا۔ یہ نصرانی تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے بلادِ کلب کے درمیان میں اس کا مقابلہ کیسے ممکن ہوگا جبکہ میں تھوڑے سے لوگوں میں ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تو اسے گائے کا شکار کرتا ہوا پائے گا، پھر اسے پکڑ لینا۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نکلے، حتیٰ کہ جب وہ اس کے قلعے کے اتنا قریب ہوئے کہ وہ آنکھوں سے دکھائی دے رہا تھا اور رات خوب صاف اور روشن تھی۔ وہ اپنی چھت پر تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی رباب بنت انیف بن عامر کندیہ بھی تھی۔ وہ گرمی کی وجہ سے قلعے کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ اس کی لونڈی گانا گا رہی تھی۔ پھر اس نے شراب منگوائی اور پی لی۔ پھر اچانک ایک گائے دکھائی دی جو اپنے سینگ قلعے کے دروازے پر رگڑ رہی تھی۔ اس کی بیوی رباب متوجہ ہوئی اور قلعے پر سے جھانکا۔ اس نے گائے دیکھی تو کہنے لگی: ہم نے گوشت کے لیے آج جیسی رات نہیں دیکھی، کیا تم نے کبھی دیکھی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر کہنے لگی: کون ہے جو اسے چھوڑ دے؟ کہا: کوئی نہیں۔ اکیدر کہنے لگا: قسم بخدا! میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی کسی رات کے وقت کوئی گائے ہمارے پاس آئی ہو۔ میں تو اس کے لیے جب اسے پکڑنا ہوتا گھوڑوں کو ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ دوڑنے کی تربیت دیتا رہتا، پھر میں مردوں اور آلات کے ساتھ سوار ہوتا۔

چنانچہ وہ اتر آیا اور گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ اس پر زین رکھی گئی اور ایک دوسرا گھوڑا آیا، اس پر اس کی بیوی سوار ہوئی اور اس کے ساتھ اس کے گھر کے چند مزید افراد بھی سوار ہو لیے۔ اس کا بھائی حسان اور دو غلام بھی ساتھ تھے۔ پھر وہ اپنی سواریوں پر قلعے سے نکلے۔ جب وہ قلعے سے الگ ہو گئے اور خالد رضی اللہ عنہ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے کسی گھوڑے نے نہ آواز نکالی اور نہ ہی حرکت کی۔ بس تھوڑی ہی دیر میں گھڑسواروں نے اسے پکڑ لیا۔ اکیدر گرفتار ہو گیا۔ حسان رک گیا اور لڑائی کی حتیٰ کہ مارا گیا اور دونوں غلام بھاگ گئے اور جو دوسرے گھر والے تھے وہ قلعے میں واپس چلے گئے۔ حسان نے ریشمی جبہ پہن رکھا تھا، جس پر سونے کا نقش و نگار تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا سامان اتار لیا اور اسے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے تھ رسول اللہ ﷺ کی

طرف بھیج دیا، وہ ان کے پاس آئے اور انہیں اکیدر کی گرفتاری کی خبر دی۔

حضرت انس بن مالک اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ہم نے اکیدر کے بھائی حسان کا جبہ دیکھا جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ مسلمان اسے اپنے ہاتھوں سے چھو رہے تھے اور تعجب کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے تعجب کر رہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا رومال اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم اکیدر کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاؤ تو اسے قتل مت کرنا۔ بلکہ اسے لے کر میرے پاس آجانا۔ پھر اگر وہ انکار کر دے تو قتل کر دینا۔ اس نے ان کی بات مان لی۔ بجیر بن بجرہ نے جن کا تعلق بنو طے سے تھا، خالد رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی بات بیان کی کہ تم اسے گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے اور وہ سب بھی بتلا دیا جو گائے نے اس رات قلعے کے دروازے پر کیا تھا۔ گویا نبی ﷺ کے قول کی تصدیق فرمائی۔ انہوں نے اس پر ایک شعر کہا:

وہ ذات بابرکت ہے جو گائے کو ادھر لے گئی میں نے اللہ کو دیکھا ہے، وہ ہر ہدایت والے کو ہدایت دیتا ہے اور کون ہے جو تبوک والے سے عناد رکھے، ہمیں تو بس جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر سے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں قتل سے بچا لوں اور تمہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس طور پر لے جاؤں کہ تم میرے لیے دومہ کی فتح لکھ دو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے، وہ تمہارا ہوا۔

جب خالد رضی اللہ عنہ نے اکیدر سے صلح کر لی اور وہ رسیوں میں بندھا ہوا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ اسے اسی حالت میں لے کر قلعے کے دروازے کے قریب ہوئے۔ اکیدر نے اپنے گھر والوں کو پکارا کہ قلعے کا دروازہ کھولو۔ انہوں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو اکیدر کے بھائی مضاد نے انکار کر دیا۔

اکیدر نے خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی قسم! تم بھی جانتے ہو کہ یہ مجھے رسیوں میں بندھا ہوا دیکھ کر دروازہ نہیں کھول رہے۔ مجھے آزاد کر دو۔ تمہارے لیے اللہ اور امانت ہے۔ اگر تم نے قلعہ فتح کر لیا تو میرے اہل و عیال کی جان بخشی کر دینا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے صلح کرتا ہوں۔ اکیدر نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں فیصلہ سونپ دیتا ہوں اور اگر تم چاہو تو مجھے فیصل بنا دینا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم ہمیں جو بھی دو، ہم اسے تم سے قبول کر لیں گے۔ چنانچہ اس نے ان سے صلح کی اور بدلے میں دو ہزار اونٹ، ۸۰۰ غلام، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دینا طے کیا اور یہ کہ وہ اسے اور اس کے بھائی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جائیں گے، آپ جو مناسب سمجھیں گے ان میں اپنا فیصلہ کر دیں گے۔

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس پر معاہدہ طے کر لیا تو اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ قلعہ کھل گیا اور خالد رضی اللہ عنہ اس کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے اس کے بھائی مضاد کو باندھ دیا اور جو مال صلح میں طے ہوا تھا، یعنی اونٹ، غلام اور اسلحہ سب لے لیا۔ پھر وہ

مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ان کے ساتھ اکیدر اور مضاد بھی تھے۔ جب وہ اکیدر کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے آپ سے ٹیکس پر صلح کر لی اور یہ کہ اس کا اور اس کے بھائی کا خون معاف کر دیں اور ان کا راستہ چھوڑ دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک خط لکھوا دیا۔ اس میں ان کی امان اور صلح لکھ دی اور اس پر اپنے ناخن سے مہر لگا دی۔ فرماتے ہیں: واثلہ بن اسقع لیثی، یہ مدینہ کی ایک جانب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ جب آپ نے صبح کی نماز پڑھالی اور رخ پھیرا تو آپ صحابہ ؓ کے چہروں کو غور سے دیکھتے ہوئے جا رہے تھے۔ جب آپ واثلہ کے قریب ہوئے تو وہ اجنبی لگا۔ آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے تعارف کروایا۔ آپ نے پوچھا: کس لیے آئے؟ کہنے لگا: بیعت کرنے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں جس کی طاقت رکھتے ہو۔ واثلہ نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے انہیں بیعت کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ ان دنوں تبوک کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ اپنے گھر والوں کی طرف نکلا۔ وہ اپنے باپ اسقع سے ملا۔ جب اس نے اس کی حالت دیکھی تو کہا: تم نے کر لیا؟ واثلہ نے کہا: ہاں۔ اس کے باپ نے کہا: اللہ کی قسم! میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ وہ اپنے چچا کے پاس آیا۔ وہ اپنی پشت کو دھوپ کی طرف موڑے ہوئے تھا۔ اس نے اسے اسلام کیا۔ اس نے بھی وہی سوال کیا: تم نے یہ سب کیا؟ اس نے کہا: ہاں۔ اس نے بھی اسے ملامت کی مگر باپ کی ملامت سے کچھ کم تھی اور کہا: تمہارے لیے مناسب نہیں تھا کہ تم کسی معاملے میں ہم پر سبقت کرتے۔ واثلہ کی بہن نے اس کی بات سن لی۔ وہ اس کی طرف نکلی اور اسے سلام کیا۔ واثلہ نے پوچھا: میری بہن! تم اس بارے میں کیا کہتی ہو؟ کہنے لگی: میں نے تمہاری اور تمہارے چچا کی بات سن لی ہے۔ واثلہ نے اسلام کا ذکر کیا تھا اور اس کی تعریف اور خوبی اپنے چچا سے ذکر کی تھی۔ اس کی بہن کو بھی اسلام پسند آ گیا اور وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ واثلہ نے کہا: اے پیاری بہن! اللہ تعالیٰ نے تم سے بھی بھلائی کا ارادہ کر لیا۔ میرے لیے بھی جہاد کے سفر کی تیاری کرو۔ رسول اللہ ﷺ نکلنے والے ہیں۔ اس نے ایک مد آٹا انہیں دیا۔ انہوں نے ڈول میں آٹے کو گوندھا اور اسے کھجوریں دیں۔ انہوں نے کھجوریں لیں اور مدینہ کی طرف چل پڑے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تو تبوک کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ دو دن پہلے سے روانہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ وہ بنو قینقاع کے بازار میں اعلان کرنے لگے: کون ہے جو مجھے سوار کرے، اس کے لیے میرا حصہ ہوگا۔ فرماتے ہیں: میں ایسا آدمی تھا جو پیدل نہیں چل سکتا تھا۔ مجھے کعب بن عجرہ ؓ نے بلایا اور فرمایا: میں تمہیں ایک گھاٹی رات میں اور ایک گھاٹی دن میں سوار کروں گا اور تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ کے برابر ہوگا اور میرے لیے تمہارا حصہ ہوگا۔ حضرت واثلہ ؓ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اس کے بعد حضرت واثلہ ؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ وہ مجھے دو گھاٹیاں سوار کرتے اور مزید بھی کیے رکھتے۔ میں انہی کے ساتھ کھاتا اور آرام کرتا رہا۔ حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو دومۃ الجندل میں اکیدر کندی کی طرف بھیجا تو حضرت کعب بن عجرہ ؓ بھی حضرت خالد بن ولید ؓ کے لشکر میں نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ نکلا۔ ہمیں وہاں بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔

اسے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہمارے درمیان تقسیم کر دیا۔ میرے حصے میں ۶ اونٹ آئے۔ میں انہیں ہانک کر حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے خیمے تک لے آیا۔ میں نے کہا: باہر نکلیے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، اپنے اونٹوں کی طرف دیکھیے۔ اور انہیں قبضہ میں لے لیں۔ وہ مسکراتے ہوئے میری طرف نکلے اور فرمانے لگے: اللہ تمہیں ان میں برکت دے۔ جب میں نے تمہیں سوار کیا تو میرا ارادہ نہیں تھا کہ میں تم سے کچھ بھی لوں گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اکیدر کو قید کر لیا۔ مجھے اسلحے میں سے زرہ، خود اور نیزہ ملا اور مجھے دس اونٹ ملے۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اکیدر اور اس کے بھائی کو قید کیا۔ ہم ان دونوں کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس دن مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الگ کر لیا گیا۔ پھر اموالِ غنیمت کا پانچواں حصہ نکالا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خمس ملا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم قبیلہ مزینہ کے چالیس افراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے ہر شخص کے حصے میں زرہوں اور نیزوں کے علاوہ پانچ پانچ اونٹ آئے۔

حضرت عبد الرحمن بن جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے اکیدر کو دیکھا جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے لے کر آئے۔ اس نے سونے کی صلیب اور ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔ علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے دومہ والوں کے ایک بزرگ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ خط لکھ کر دیا تھا:

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

یہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اکیدر کی جانب ہے جب وہ اسلام قبول کر لے اور وہ دومۃ الجندل کے مددگاروں اور بتوں کو اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دے اور اونٹوں کو بھی اور ہمارے لیے ضحل، بور اور معاصی میں سے ضاحیہ اور اغفالِ ارض اور اسلحہ، حافر اور قلعہ ہوگا اور تمہارے لیے نخل میں سے ضامنہ، معمور میں سے خمس کے بعد معین ہوگا۔ تمہارے چرنے والے جانوروں میں عدل نہ ہوگا اور نہ ہی تمہارے فاردہ کو گنا جائے گا اور نہ تم پر کھیتیاں پیش کی جائیں گی اور نہ ہی تم سے کھیتیوں کا عشر لیا جائے گا۔ تم وقت پر نماز ادا کرو گے اور وقت پر زکاۃ ادا کرو گے۔ تم پر یہ عہد و میثاق لازم ہے اور تمہارے لیے اس میں سچائی اور وفاداری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور حاضرین مسلمان اس پر گواہ ہیں۔

یعنی ضحل سے مراد وہ امین ہے جس میں تھوڑا پانی ہو اور بور وہ ہے جس میں کھیتی نہ ہو۔ معاصی وہ ہے جس کی حدود معلوم نہ ہو۔ اغفالِ ارض سے مراد پانی ہیں۔ اور فاردہ کو نہ گننے کا مطلب یہ ہے کہ ان بکریوں کو شمار نہیں کیا جائے گا جو چالیس تک ہوں۔ حافر سے مراد گھوڑے ہیں۔ معین سے مراد وہ پانی ہے جو ظاہر ہو اور نخل میں سے ضامنہ سے مراد وہ کھجوریں ہیں جن کے

شاخیں ابھی زمین میں اگ رہی ہیں اور کھیتیوں کو تم پر حاضر نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمہیں کھیتی کاشت کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔

آپ نے اسے ہدیہ بھی دیا۔ اس میں لباس بھی تھا۔ آپ نے اس کے لیے ایک خط بھی لکھا جس میں اسے امان دی اور صلح کی اور اس کے بھائی کو امان دی اور اس میں ٹیکس مقرر فرمایا۔ اس وقت نبی ﷺ کے پاس انگوٹھی نہ تھی۔ آپ نے اپنے ناخن سے اس پر مہر لگائی۔

دومہ، ایلہ اور تیماء کے لوگ نبی ﷺ سے ڈر گئے تھے۔ جب انہوں نے عرب کو اسلام قبول کرتے دیکھا۔ چنانچہ یحنہ بن رؤبہ نبی ﷺ کے پاس آیا۔ یہ ایلہ کا بادشاہ تھا۔ وہ ڈر گئے تھے کہ نبی ﷺ ان کی طرف بھی لشکر بھیجیں گے جیسے اکیدر کی طرف بھیجا۔ اس کے ساتھ جرباء اور اذرح والے لوگ بھی آئے تھے۔ وہ آپ کے پاس آئے اور آپ نے ان سے بھی صلح کر لی۔ پھر آپ نے ان پر بھی ٹیکس لازم کر دیا اور ان کے لیے بھی صلح نامہ لکھ دیا۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ امان نامہ اللہ اور اس کے رسول محمد کی طرف سے یحنہ بن رؤبہ اور اہل ایلہ کے لیے ہے۔ ان کی کشتیوں اور تمام بری اور بحری لوگوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول محمد کا ذمہ ہے۔ اور یہ ذمہ ان کے لیے بھی ہے جو اہلِ شام، اہلِ یمن اور سمندر والوں میں سے ان کے ساتھ مل جائے گا اور جس نے کوئی نیا کام کیا تو وہ اپنے مال اور جان کی خود خیر منائے اور وہ اس کے لیے حلال ہوگا جس نے اسے پکڑ لیا اور انہیں کسی پانی سے نہیں روکا جائے گا جس کا وہ ارادہ کرتے ہوں اور نہ ہی کسی بری یا بحری راستے سے روکا جائے گا۔ یہ خط جہیم بن صلت اور شرحبیل بن حسنہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے لکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایلہ والوں پر ٹیکس لاگو کر دیا۔ جس کی مالیت سالانہ تین سو دینار تھی اور کل آبادی بھی ۳۰۰ تھی۔

حضرت عبدالرحمن بن جابر ؓ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے یحنہ بن رؤبہ کو اس دن دیکھا جب اسے نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو اس نے سونے کی صلیب پیشانی پر باندھی ہوئی تھی۔ جب اس نے نبی ﷺ کو دیکھا تو تعظیم میں اپنے سر کو جھکا کر اشارہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اپنا سر اٹھاؤ۔ آپ نے اسی دن اس سے صلح کر لی اور اسے یمنی چادر پہنائی اور اسے بلال ؓ کے ہاں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے اہل جرباء اور اذرح کے لیے خط لکھا: ”یہ خط محمد کی طرف سے ہے جو اللہ کا نبی اور رسول ہے اور یہ اذرح والوں کے لیے ہے۔ ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے امان ہے اور ان کے ذمے ہر رجب میں سو دینار لازم ہیں جو پورے ہوں اور پاکیزہ ہوں اور اللہ ان پر نگران ہے۔

علامہ واقدی ؒ فرماتے ہیں: میں نے اذرح کے خط کو دیکھا، اس میں یہ لکھا تھا: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ محمد نبی کی طرف سے اہل اذرح کے لیے ہے باقی اوپر والی عبارت کی طرح ہے۔

وہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور احسان کا معاملہ کریں اور جو مسلمان ان کی طرف ڈر یا سزا کی وجہ سے ٹھکانہ پکڑیں۔ جب انہیں مسلمانوں کے بارے میں ڈر ہو اور انہیں امن حاصل رہے گا حتی کہ محمد اپنے نکلنے سے پہلے ان پر کوئی اور معاملہ نافذ کریں۔

اسی طرح آپ نے اہلِ مقنا والوں کے لیے اللہ کی امان اور محمد کی امان لکھ دی اور ان پر ان کا چوتھا حصہ کاتی ہوئی روئی اور چوتھائی پھل لازم کر دیا۔

عبید بن یاسر بن نمیر ایک سعادت مند بندہ تھا اور ایک جذامی شخص جو بنو وائل سے تھا۔ یہ دونوں حضرات تبوک میں نبی ﷺ کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان دونوں کو سمندر سے مقنا کا چوتھائی حصہ دیا اور کھجوروں کا پھل دیا اور روئی کا چوتھائی حصہ دیا۔

عبید بن یاسر شہسوار تھے اور جذامی پیدل تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے عبید بن یاسر کو گھوڑے کی وجہ سے سو جوڑے دیے اور یہ بنو سعد پر جاری رہے اور بنو جزام پر بھی اور یہ اب بھی جاری ہے۔

پھر حضرت عبید بن یاسر رضی اللہ عنہ مقنا آئے اور وہاں یہودی عورت تھی۔ وہ یہودی عورت ان کے گھوڑے کی دیکھ بھال کرتی اور وہ اسے ساٹھ جوڑے دیتے۔ پھر یہ اس یہودیہ پر جاری رہا۔ حتی کہ بنو امیہ کے آخر زمانے میں اس سے چھین لیے گئے، پھر نہ اسے دیے گئے اور نہ عبید کی اولاد کو۔

عبید نے رسول اکرم ﷺ کو ایک عمدہ گھوڑا ہدیہ کیا تھا، جس کا نام مراوح تھا اور کہا تھا: اے اللہ کے رسول! اس پر دوڑ لگائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں گھڑ دوڑ کروائی تو وہ گھوڑا سبقت لے گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے لے لیا۔ پھر مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے آپ سے گھوڑا مانگا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: سبحہ کہاں ہے؟ یہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی گھوڑی تھی جس پر وہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس ہے۔ مگر وہ بوڑھی ہو چکی ہے اور میں کئی جگہوں میں اس پر سوار ہو کر شریک ہوا ہوں۔ میں اس لمبے سفر کی وجہ سے اور سخت گرمی کی وجہ سے اسے پیچھے ہی چھوڑ آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس گھوڑے کو اس سے جفتی کرواؤں اور وہ ایک بچہ جنے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تب اسے لے لو۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اسے لے لیا۔ پھر انہوں نے ایسے ہی کیا۔ سبحہ کی اس سے جفتی کرائی تو اس کے لئے ایک عمدہ گھوڑا جنا جو نہایت تیز رفتار تھا۔ اس کا نام زیال تھا۔ وہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں گھوڑ دوڑ میں ہمیشہ آگے ہی رہتا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے ۳۰ ہزار کے بدلے میں اسے خرید لیا۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ تبوک میں تھے آپ قضائے حاجت کے لیے جانا چاہتے تھے۔ آپ نے چند لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا تو پوچھا: انہیں کیا ہوا؟ عرض کیا گیا: حضرت رافع بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ کا اونٹ تھا۔ انہوں نے اسے نحر کر دیا۔ آپ نے اپنی حاجت پوری کی۔ پھر لوگوں نے اسے تنہا چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ رافع نے جو لیا ہے وہ واپس کر دے اور جو

لوگوں نے لیا ہے وہ بھی واپس کردیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوٹی ہوئی چیز ہے، حلال نہیں ہے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اس کے مالک نے تو اسے لینے کا اعلان بھی کردیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ اس نے لینے کا اعلان بھی کردیا ہو۔

فرماتے ہیں: ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں خیمے کا سایہ یا خادم کی خدمت یا راہ خدا میں کسی نر کو جفتی کے لیے دینا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے فرمایا: اونٹوں کے قلادے اونٹوں سے الگ کردو۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! گھوڑوں کے بھی؟ آپ نے فرمایا: انہیں الگ الگ قلادے مت ڈالو۔

حضور اکرم ﷺ نے جس دن تبوک سے کوچ کرنا تھا اس دن چوکیداروں پر حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ لشکر میں اپنے ساتھیوں پر چکر لگاتے رہتے۔ ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم مسلسل اپنے پیچھے تکبیر کی آوازیں سنتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی۔ میں نے اپنے میں سے کسی کو پہرہ داروں پر چکر لگاتے ہوئے دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں بھیجا۔ ہوسکتا ہے کوئی مسلمان ہمارے گھڑسواروں کی مدد کو نکلا ہو۔ اچانک سلکان بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں دس مسلمانوں کو لے کر اپنے گھڑسواروں پر نکلا۔ ہم پہرے داروں کا پہرہ دے رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو اللہ کے راستے میں پہرے داروں کا پہرہ دے۔ پھر فرمایا: تمہارے لیے ایک قیراط اجر ہے ہر اس شخص کے بدلے میں جس کا تم نے پہرہ دیا خواہ وہ سواری ہی کیوں نہ ہو۔

بنوسعد میں ہذیمیوں کے چند افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے پاس آئے ہیں اور ہم نے اپنے اہل وعیال کو اپنے ایک کنویں پر چھوڑا ہے اور اس کا پانی بہت کم ہے اور یہ بھی ٹوٹا ہوا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم بکھر گئے تو یہ بھی ختم ہوجائے گا، اس لیے کہ ابھی تک ہمارے اردگرد اسلام نہیں پھیلا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے کنویں کے پانی کے بارے میں دعا کیجیے۔ اگر ہم سیراب ہوگئے تو کوئی قوم ہم سے زیادہ معزز نہیں ہے۔ کوئی بھی ہمارے دین کا مخالف ہم پر سے نہیں گزر سکے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس چند کنکریاں لاؤ۔ میں نے تین کنکریاں لیں اور وہ آپ کے حوالے کردیں۔ آپ نے انہیں اپنے ہاتھ مبارک میں مسلا۔ پھر فرمایا: یہ کنکریاں اپنے کنویں کے پاس لے جاؤ اور انہیں اللہ کا نام لے کر ایک ایک کرکے ڈالو۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس ہوئے اور یہی کیا۔ ان کا کنواں کناروں تک بہنے لگا۔

انہوں نے اپنے قریب رہنے والے مشرکین کو وہاں سے بھگا دیا اور انہیں روند ڈالا۔ ابھی رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس نہیں ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے اردگرد قبائل کو زیرنگیں کرلیا تھا اور وہ اسلام کو جان گئے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک میں جنگ لڑی۔ ہم خرید وفروخت کرتے

تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمیں دیکھتے تھے مگر ہمیں منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم تبوک میں ایک جگہ ٹھہرے۔ ہمارا توشہ ختم ہو گیا اور ہم گوشت کی طرف مجبور ہو گئے۔ لیکن ہمیں ملا نہیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہاں گوشت ہے۔ میں نے شہر والوں سے شکار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ شکار قریب ہی ہے۔ انہوں نے مغرب کی جانب اشارہ کیا۔ کیا میں اپنے چند ساتھیوں کو لے کر شکار کرنے چلا جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو اپنے ساتھ چند لوگوں کو لے جانا اور گھوڑوں پر جانا۔ اس لیے کہ تم لشکر سے الگ ہو رہے ہو۔

فرماتے ہیں: میں دس انصاری صحابیوں کو ساتھ لے گیا۔ ان میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ نیزہ پھینکنے میں بہت ماہر تھے اور میں تیر انداز تھا۔ ہم نے شکار ڈھونڈا تو ہمیں شکار مل گیا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ۵ نیل گائیں اپنے نیزے سے شکار کیں اور میں نے ۲۰ کے قریب ہرن شکار کیے۔ ہمارے ساتھیوں نے بھی دو، تین، چار تک ہرن شکار کیے۔ ہم نے ایک شتر مرغ بھی پکڑا۔ ہم نے انہیں اپنے گھوڑوں پر ڈالا اور لشکر کی طرف لوٹ آئے۔ ہم عشاء کے وقت ان کے پاس پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے بارے میں پوچھ رہے تھے کہ وہ ابھی تک نہیں آئے۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ شکار آپ کے سامنے ڈال دیے۔ آپ نے فرمایا: اسے اپنے ساتھیوں کے درمیان تقسیم کر دو۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کسی شخص کو حکم کر دیجیے۔ آپ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ وہ فرماتے ہیں: میں ہر قبیلے کو پوری گائے اور ہرن دینے لگا۔ میں تقسیم کرتا رہا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کے حصے میں ایک ذبح شدہ ہرن آئی۔ آپ نے اسے پکانے کا حکم دے دیا۔ جب وہ پک کر تیار ہو گئی تو آپ نے منگوائی۔ آپ کے پاس مہمان بھی تھے۔ انہوں نے اسے کھایا۔ آپ نے ہمیں دوبارہ ایسے کرنے سے منع فرما دیا اور فرمایا: مجھے امن نہیں ہے یا فرمایا: مجھے تمہاری جان جانے کا خوف ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے ساتھ چمٹا رہتا۔ ایک رات ہم نے دیکھا، ہم تبوک میں تھے اور ہم قضائے حاجت کے لیے گئے، پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے ٹھکانے کی طرف لوٹے اور آپ شام کا کھانا کھا چکے تھے اور آپ کے پاس کچھ مہمان بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ اپنے خیمے میں جائیں۔ آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

جب میں آپ کے سامنے آیا تو آپ نے پوچھا: تم آج رات کہاں تھے؟ میں نے آپ کو اطلاع دی۔ پھر جعال بن سراقہ اور عبداللہ بن مغفل مزنی آئے۔ ہم تینوں بھوکے تھے۔ ہم تو حضور ﷺ کے دروازے پر ہی زندگی بسر کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ گھر میں گئے اور ہمارے کھانے کو کچھ منگوایا۔ مگر کچھ نہ ملا۔ پھر آپ ہمارے پاس آئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا: اے بلال! کیا ان لوگوں کے لیے کچھ شام کا کھانا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا

ہے۔ہم نے تو اپنے تھیلے اور توشہ دان جھاڑ دیے ہیں۔آپ نے فرمایا: دیکھو شاید تمہیں کچھ ملے۔

انہوں نے تھیلے لیے اور ایک ایک کر کے پھر جھاڑنے لگے۔

ایک دو کھجوریں گریں۔حتی کہ میں نے آپ کے آگے سات کھجوریں دیکھیں۔پھر آپ نے ایک پیالہ منگوایا اور اس میں کھجوریں ڈال دیں۔پھر اپنا ہاتھ کھجوروں پر رکھا اور اللہ کا نام لیا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ہم کھانے لگے۔میں نے ۵۴ کھجوریں گنیں جنہیں میں نے اکیلے کھایا۔میں انہیں کھا رہا تھا اور دوسرے ہاتھ میں گٹھلیاں رکھ رہا تھا۔میرے ساتھی بھی وہی کر رہے تھے جو میں کر رہا تھا اور ہم نے سیر ہو کر کھا لیا۔ہم میں سے ہر ایک نے تقریباً ۵۰ کھجوریں کھائیں اور ہم نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے۔وہ سات کھجوریں ویسے ہی موجود تھیں۔آپ نے فرمایا: اے بلال! انہیں اپنے تھیلے میں ڈال لو۔ان سے جو بھی کھائے گا وہ سیر ہو کر نہال ہو جائے گا۔ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے خیمے کے پاس تھے۔آپ رات کو تہجد پڑھا کرتے تھے۔اس رات آپ نماز پڑھ رہے تھے۔پھر جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے فجر کی دو سنتیں ادا کیں۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی۔رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔پھر آپ خیمے کے صحن کی طرف تشریف لے گئے اور بیٹھ گئے۔ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔آپ نے دس مومنین کو بلایا اور پوچھا: کیا تم ناشتہ کرو گے؟ حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنے دل میں کہنے لگا: کیسا ناشتہ؟ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کھجوریں منگوائیں اور اپنے ہاتھ میں لے کر پیالے میں ڈال دیں۔پھر فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ہم نے کھایا۔اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! ہم سیر ہو گئے اور ہم دس آدمی تھے۔انہوں نے سیر ہو کر اپنے ہاتھ کھینچ لیے اور کھجوریں جوں کی توں موجود تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوئی کہ میں اپنے رب سے حیا کرتا ہوں تو ہم سب کے سب لوگ ان کھجوروں کو کھاتے رہتے حتی کہ ہم مدینہ پہنچ جاتے۔

اہلِ بدر میں سے ایک غلام آیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں چند کھجوریں لیں اور انہیں دے دیں۔وہ غلام انہیں کھانے لگا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے تبوک سے روانگی کا ارادہ فرما لیا تو لوگوں پر بہت سخت حالات آئے۔تنگ آ کر کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ سے اجازت مانگنے لگے کہ اپنی سواریاں ذبح کر کے کھا لیں۔آپ نے انہیں اجازت دے دی۔پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور انہیں کہا: وہ ذبح نہ کرو۔پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے خیمے میں آئے اور عرض کیا: کیا آپ نے لوگوں کو اپنی سواریاں ذبح کر کے کھانے کا حکم دے دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ بھوک کی شکایت لے کر آ گئے تھے۔میں نے اجازت دے دی کہ ایک قافلہ ایک یا دو اونٹ ذبح کر لیں اور بقیہ سواریوں میں یکے بعد دیگرے سوار ہوتے رہیں اور اپنے گھر پہنچ جائیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسے نہ کیجیے! لوگوں کا سواری والا اونٹ بچ جائے یہ بہتر ہے اور سواری والے

اونٹ ویسے بھی کم ہیں۔ بلکہ آپ ان کے بچے ہوئے زادِراہ منگوایئے اور انہیں جمع کر کے اللہ تعالیٰ سے ان میں برکت کی دعا کیجیے۔ جیسے آپ نے حدیبیہ سے واپسی پر کیا تھا جب ہمارا توشہ ختم ہوگیا تھا۔ اللہ آپ کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا: جس کے پاس بھی کچھ توشہ بچا ہوا ہے وہ اسے لے کر آئے۔ آپ نے چمڑے کا دستر خوان بچھانے کا حکم دے دیا۔ کوئی شخص آٹا اور اس کے پاس ایک مد آٹا، ستو، کھجوریں ہوتیں یا مٹھی بھر آٹا، ستو یا جو وغیرہ ہوتی تو وہ ہر چیز کو علیحدہ علیحدہ رکھتا رہا اور یہ سب بہت تھوڑا تھا۔ تمام لوگوں کا کل توشہ مل کر صرف صرف تین افراق بنے تھے۔ پھر آپ اٹھے، وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ سے اس میں برکت کی دعا کی۔

چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس واقعہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں۔ وہ اس موقع پر موجود تھے، حضرت ابوہریرہ، ابوحمید ساعدی، ابوزرعہ جہنی، معبد بن خالد اور سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہم۔

فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے اور آپ کے منادی نے اعلان کیا۔ آؤ کھانا کھالو اور اپنی ضرورت کی بقدر اس میں سے لے لو۔ لوگ آئے اور ہر ایک اپنا برتن بھر کر لے گیا۔

بعض کا کہنا تھا کہ ہم نے اس دن چند ٹکڑے روٹی اور مٹھی بھر کھجوریں ڈالیں تھیں اور میں نے دستر خوان دیکھا تو وہ بھرا ہوا تھا۔ میں دو تھیلے لے گیا۔ ایک میں نے جو سے بھر لیا اور دوسرا روٹیوں سے۔ میں نے ایک کپڑے میں اتنا آٹا بھی لے لیا جو ہمیں مدینہ تک سفر کے لیے کافی تھا۔ لوگ اپنا توشہ اکٹھا کرتے رہے حتیٰ کہ ان کا آخری آدمی بھی جی بھر کے توشہ لے گیا۔ جب سب نے لے لیا تو جو دستر خوان پر رہ گیا تھا وہ بھی تقسیم کر دیا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے کھڑے فرمانے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جو بندہ دل کی سچائی سے یہ کہے گا کہ تو اللہ اسے جہنم کی گرمی سے بچالیں گے۔ رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر تبوک اور وادیٔ ناقہ کے درمیان پہنچے تو وہاں پانی کا ایک چشمہ نظر آیا جس میں سے قطرہ قطرہ پانی رس رہا تھا۔ جو صرف ایک یا دو سواروں کو سیر کر سکتا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو ہم سے پہلے اس چشمے تک پہنچے تو وہ اس میں سے کچھ نہ لے حتیٰ ہم آجائیں۔

چار منافقین وہاں پہنچ گئے۔ معتب بن قشیر، حارث بن یزید طائی، جو بنو عمرو بن عوف کا حلیف تھا، ودیعہ بن ثابت اور زید بن لصیت۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا؟ آپ نے ان پر لعنت کی اور ان کے خلاف بددعا کی۔ پھر آپ اترے اور اپنا ہاتھ اس چشمے میں ڈالا اور اسے اپنی انگلی مبارک سے چھوا۔ حتیٰ کہ آپ کی ہتھیلی میں تھوڑا سا پانی جمع ہوگیا۔ پھر آپ نے اسے چھڑکا اور اپنے ہاتھ سے چھوا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے جو چاہا دعا مانگی اور وہاں سے پانی پھوٹ پڑا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں نے بجلی کی کڑک کی طرح اس پانی کے جاری ہونے کی آواز سنی۔ چنانچہ لوگوں نے جی بھر کے پانی پیا۔ اپنے تمام مشکیزے بھر لیے اور جانوروں کو بھی پلایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم باقی رہے یا تم میں سے کوئی باقی رہا تو وہ اس وادی کے بارے میں سنے گا کہ وہ اپنے آگے پیچھے کی تمام وادیوں

سے زیادہ سرسبز ہوگی۔لوگوں نے وہاں سے خوب سیرابی حاصل کی اور پانی پیا۔

حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ودیعہ بن ثابت سے کہا: کیا اس کے بعد بھی کچھ باقی رہ گیا ہے؟ اب کیا دیکھنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: وہ اس سے پہلے بھی اس طرح کے کام کرتے رہتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم رات کے وقت لشکر میں آپ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے۔ میں آپ کے ساتھ تھا اور آپ واپس آرہے تھے۔ آپ اپنی سواری پر ہی تھے کہ اچانک آپ کو اونگھ آئی اور آپ اپنے پہلو کی طرف گرنے لگے۔ میں آپ کے قریب ہوا اور آپ کو سنبھالا دیا تو آپ اٹھ گئے۔ آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابوقتادہ ہوں۔ آپ سو گئے تھے اور گرنے لگے تھے۔ میں نے آپ کو سہارا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تمہاری حفاظت کرے جیسے تم نے اللہ کے رسول ﷺ کی حفاظت کی۔ پھر آپ نے دورانِ سفر کئی مرتبہ نیند کی۔ میں نے آپ کو سنبھالا اور بیدار کیا۔ آپ نے پوچھا: اے ابوقتادہ! کیا تم آرام کرنا چاہو گے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جیسے آپ چاہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے پیچھے دیکھو۔ میں نے دیکھا تو دو یا تین آدمی تھے۔ آپ نے فرمایا: انہیں بلالو۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں۔ وہ آئے تو ہم نے آرام کیا۔ ہم رسول اللہ ﷺ سمیت پانچ آدمی تھے۔ میرے پاس ایک برتن تھا، جس میں پانی تھا اور ایک چمڑے کا چھوٹا ڈول تھا۔ جس میں میں پانی پیتا تھا۔ پھر ہم سو گئے۔ ہمیں سورج کی گرمی نے جگایا۔ ہم نے انا للہ پڑھا کہ ہم سے فجر کی نماز رہ گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم بھی شیطان کو ویسے ہی غصہ دلائیں گے جیسے اس نے ہمیں غصہ دلایا۔ پھر آپ نے برتن کے پانی سے وضو کیا اور کچھ پانی بچ گیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابوقتادہ! جو برتن اور چمڑے کے ڈول میں پانی ہے اس کو محفوظ رکھنا اس کی بڑی شان ہے۔ پھر آپ نے طلوع شمس کے بعد ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سورۂ مائدہ کی قرأت کی۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اگر وہ لوگ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بات مان لیتے تو کامیاب ہو جاتے۔ یہ اس لیے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے لشکر کو پانی پر ٹھہرانے کا ارادہ کیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے پانی کے بغیر ویران جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور زوالِ شمس کے وقت لشکر کو جا ملے۔ ہم آپ کے ساتھ ہی تھے۔ لوگوں اور گھوڑوں کی گردنیں پیاس کی وجہ سے ٹوٹنے کے قریب تھیں۔ آپ ﷺ نے چمڑے کا ڈول منگوایا اور جو پانی برتن میں تھا اس میں ڈالا۔ پھر اپنا ہاتھ اس ڈول میں رکھ دیا۔ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹ پڑا۔ لوگ آئے اور سیراب ہوئے۔ انہوں نے خوب پیا حتی کہ سیر ہو گئے اور انہوں نے اپنے گھوڑوں اور سواریوں کو بھی پانی پلایا۔ لشکر میں بارہ ہزار اونٹ تھے۔ ایک قول کے مطابق پندرہ ہزار اونٹ تھے اور لوگ ۳۰ ہزار تھے اور یہ نبی ﷺ کا حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو فرمان تھا کہ اس برتن اور مشکیزے کو سنبھال کر رکھیں۔

گویا غزوۂ تبوک میں چار چیزیں ہوئیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف چل رہے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ پہلی دو مرتبہ لشکر کو بہت زیادہ پیاس لگی۔ حتیٰ کہ کسی ہونٹ کو تھوڑا یا زیادہ پانی نہ مل سکا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو سخت گرم دن میں پانی کی تلاش میں بھیجا اور فرمایا: امید ہے تمہیں ہمارے لیے پانی مل جائے گا۔ وہ نکلے۔ ابھی وہ حجر اور تبوک کے درمیان تھے۔ انہوں نے ہر جانب نظر دوڑائی۔ انہیں قبیلہ بلی کی ایک عورت کے پاس پانی کا مشکیزہ ملا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اس سے بات کی اور رسول اللہ ﷺ کے حال سے باخبر کیا۔ اس نے کہا: یہ پانی ہے۔ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ۔ اس نے ان کے لیے پانی اتار دیا۔ ان کے اور راستے کے درمیان تھوڑا فاصلہ تھا۔ جب حضرت اسید رضی اللہ عنہ پانی لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس میں برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے فرمایا: اپنے مشکیزے لے آؤ۔ کوئی مشکیزہ باقی نہ رہا جو انہوں نے بھر نہ لیا ہو۔ پھر آپ نے ان کی سواریوں اور گھوڑوں کو بلایا۔ انہوں نے ان کو بھی پلایا اور وہ بھی نہال ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو پانی حضرت اسید رضی اللہ عنہ لائے تھے آپ نے اسے بستی والوں کے ایک بہت بڑے برتن میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا اور اپنا چہرہ اور ہاتھ اور پاؤں دھوئے۔ پھر دو رکعتیں ادا کیں اور ہاتھ پھیلا کر دعا کی، پھر آپ دعا سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ وہ برتن لبالب بھر کر بہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: اپنے لیے پانی ذخیرہ کر لو۔ پانی بڑھتا گیا اور لوگ جی بھر کر سیر ہو گئے۔ حتیٰ کہ دو سو کے قریب لوگ آئے اور سب نے سیر ہو کر پانی پیا اور برتن کے کناروں سے پانی جوش مار کر بہہ رہا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پانی سے نہا کر ٹھنڈک حاصل کی۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گھوڑے ہر طرف پانی کی تلاش میں نکل پڑے تھے۔ سب سے پہلے جس گھوڑے نے پانی تلاش کر لیا اور اس کے مالک نے خبر دی وہ بھورے رنگ کا گھوڑا تھا۔ پھر دوسرا بھی اسی رنگ کا تھا، تیسرا بھی اسی رنگ کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! بھورے رنگ والے گھوڑے میں برکت عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین گھوڑا بھورے رنگ کا ہے۔

منافقوں کی تدبیریں خاک ہوئیں

محدثین فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ راستے میں تھے تو چند منافقین نے آپ سے مکر کیا اور یہ مشورہ کیا کہ راستے میں آنے والی گھاٹی سے آپ کو پھینک دیں۔ جب آپ ﷺ اس گھاٹی تک پہنچے اور انہوں نے ارادہ کیا کہ آپ کے ساتھ چلیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی باتوں کی اطلاع دے دی گئی۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم اس وادی کے دامن سے چلو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ آسان ہے اور وسیع ہے۔ چنانچہ لوگ وادی کے دامن میں چلے اور آپ گھاٹی کے اوپر سے چلے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اونٹنی کی لگام پکڑ کر اس کے آگے آگے چلیں اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سے سواری کو ہانکنے پر مامور کیا۔

ابھی رسول اللہ ﷺ گھاٹی پر چل رہے تھے۔ اچانک آپ نے لوگوں کی آہٹ سنی کہ انہوں نے آپ سے خیانت کی۔ آپ ﷺ کو سخت غصہ آ گیا۔ آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انہیں واپس لوٹاؤ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف پلٹے۔ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے غصے کو دیکھ چکے تھے۔ وہ اپنی لاٹھی سے ان کی سواریوں کے چہروں پر مارنے لگے۔ ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے مکر و فریب کا علم ہو چکا ہے۔ وہ جلدی سے گھاٹی سے اترے اور لوگوں میں خلط ملط ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی سواری کو ہانکنے لگے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی سے نکلے تو لوگوں نے پڑاؤ ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے حذیفہ! کیا تم ان لوگوں میں سے کسی کو پہچانتے ہو جنہیں تم نے واپس کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں فلاں فلاں کی سواری کو پہچانتا ہوں اور ان لوگوں نے منہ چھپا رکھا تھا۔ میں رات کی تاریکی کی وجہ سے انہیں ٹھیک سے دیکھ نہیں پایا۔ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا اور آپ کے کجاوے کا کچھ سامان بھی گر پڑا تھا۔

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے ہاتھ میں روشنی لی اور ہم نے گرا ہوا سامان مثلاً کوڑا، رسی اور اس جیسی چیزیں اٹھا لیں، حتی کہ جو سامان بھی تھا ہم نے اسے جمع کر لیا اور وہ گھاٹی میں سے ہی نبی ﷺ سے جا ملے تھے۔

پھر جب صبح ہوئی تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! گزشتہ رات آپ کو وادی میں چلنے سے کیا بات مانع ہوئی حالانکہ وہ گھاٹی سے آسان تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو یحییٰ! کیا تم جانتے ہو کہ گزشتہ رات منافقین کا کیا ارادہ تھا اور انہوں نے کیا منصوبہ بنا رکھا تھا؟ انہوں نے کہا تھا: ہم گھاٹی میں آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ جب رات کو خوب اندھیرا چھا جائے گا تو وہ میری سواری کے تسموں کو کاٹ دیں گے اور اسے بدکائیں گے تاکہ وہ مجھے میری سواری سے گرا دیں۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اب لوگ جمع ہیں اور انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ آپ ہر بہادر آدمی کو حکم دیں کہ وہ اس شخص کو قتل کر دے جس نے یہ ارادہ کیا اور وہ آدمی اسی قبیلے کا ہو جو اسے قتل کرے اور اگر آپ چاہیں تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! مجھے ان کے بارے میں بتلائیے۔ آپ یہیں ٹھہریے میں آپ کے پاس ان کے سر لے آتا ہوں اور اگر وہ عبیت میں سے ہیں تو میں ان سے آپ کی کفایت کروں گا اور میں خزرج کے سردار کو بھی کہہ دوں گا اور وہ اپنی طرف والے لوگوں سے آپ کی کفایت کریں گے۔ اے اللہ کے رسول! کیا ان جیسے لوگوں کو چھوڑا جائے گا؟ کب تک ہم ان سے مداہنت سے پیش آتے رہیں گے۔ آج وہ تھوڑے ہیں اور ماتحت ہیں۔ اسلام کو غلبہ حاصل ہے۔ پھر ہم سے یہ کیوں بچے ہوئے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ لوگ کہیں: محمد نے جب اپنے اور مشرکین کے درمیان جنگ ختم کر دی تو اپنا ہاتھ اپنے ساتھیوں کے قتل میں رکھ دیا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ کے صحابہ نہیں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ اس گواہی کا اظہار نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ عرض کیا: کیوں نہیں۔ لیکن ان کی گواہی کا اعتبار نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا وہ اس بات کا اظہار نہیں کرتے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ عرض کیا: کرتے ہیں۔ مگر ان کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ان لوگوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ گھاٹی والے جنہوں نے نبی ﷺ سے برا ارادہ کیا کل ۱۳ افراد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ اور عمار رضی اللہ عنہما کو ان کے نام بھی بتلائے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر اور کسی مسلمان کا ایک چیز میں تنازعہ تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا بھی کہا۔ قریب تھا کہ وہ آدمی گالیاں نکالنے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر غالب آجاتا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے پوچھا: گھاٹی والے کتنے لوگ تھے؟ کہنے لگا: اللہ زیادہ جانتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے بتلاؤ تمہیں ان کے بارے میں پتا ہے۔ وہ آدمی خاموش ہو گیا۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا: اپنے ساتھی کے سوال کا جواب دو۔ عمار کوئی پوشیدہ بات اس سے اگلوانا چاہتے تھے۔ اس آدمی نے وہ بات بتلانے سے انکار کر دیا۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ شخص کہنے لگا: ٹھیک ہے میں بتلا دیتا ہوں۔ وہ چودہ آدمی تھے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم بھی انہی میں سے تھے تو وہ پندرہ آدمی ہوئے۔ اس نے کہا: ہرگز نہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں کہا ہے کہ تم مجھے رسوا کرو۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے کسی کا نام نہیں لیا۔ لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ پندرہ آدمی تھے۔ ان میں سے ۱۲ تو دنیوی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمن تھے اور اس دن بھی جب گواہیاں قائم ہوں گی۔ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی اور ان پر لعنت ہوگی اور ان کے لیے برا ٹھکانہ ہوگا۔

رازدارِ رسول ﷺ

جب رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا تو آپ کی طرف وحی نازل ہوئی۔ آپ کی سواری بیٹھی رہی۔ پھر آپ کی سواری اٹھی اور اپنی لگام کھینچنے لگی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آئے اور اس کی لگام پکڑ کر چلنے لگے۔

جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اسے بٹھا دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ آئے اور پوچھا: کون ہو؟ میں نے عرض کیا: حذیفہ! آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ایک راز بتلاتا ہوں۔ تم اس کا ذکر نہ کرنا۔ پھر فرمایا: فلاں، فلاں اور فلاں پر مجھے نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ آپ نے چند منافقین کے نام لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو ان کے بارے میں نہیں بتلایا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو ان میں سے جب بھی کوئی مرتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حذیفہ کا ہاتھ پکڑ لیتے اور انہیں نمازِ جنازہ

پڑھنے کا کہتے۔ اگر وہ ساتھ چل پڑتے تو آپ رضی اللہ عنہ بھی اس نمازِ جنازہ ادا فرماتے۔ وگرنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کرتے تھے۔

حضرت نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو کچھ نہ بتلایا۔ یہ کل ۱۲ آدمی تھے اور ان میں سے ایک قریشی تھا۔ یہ بات متفق علیہ ہے۔

منافقین کی مسجد ضرار کا انجام

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے اور ذی اوان نامی جگہ پر پڑاؤ ڈالا تو مسجد ضرار کے لوگ آپ کے پاس آئے۔ وہ کل پانچ آدمی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں: معتب بن قشیر، ثعلبہ بن حاطب، حذام بن خالد، ابوحبیبہ بن ازعر اور عبداللہ بن نبتل بن حارث۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے پیچھے والے لوگوں کی طرف سے قاصد بن کر آئے ہیں۔ ہم نے حاجت مندوں کے لیے ایک مسجد بنائی ہے۔ تاکہ لوگ بارش اور سرد رات میں وہاں نماز ادا کرلیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس آئیں اور ہمارے لیے وہاں نماز ادا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جانے کی تیاری فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ابھی سفر کا ارادہ ہے اور میں کافی مشغول ہوں اور اگر ہم واپس لوٹے تو ان شاء اللہ میں تمہارے پاس آؤں گا اور تمہارے لیے وہاں نماز بھی ادا کروں گا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپسی پر ذی اوان جگہ پر پہنچے تو آپ کو ان کا پتہ چل گیا تھا۔

آسمان سے آپ کو پتہ چل گیا تھا کہ انہوں نے یہ مسجد کس لیے بنائی ہے۔

انہوں نے کہا: ہمارے پاس ابو عامر آیا ہے اور وہ کہتا ہے: میں بنو عمرو بن عوف کی مسجد تک آنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیں گھور گھور کر دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ ان لوگوں کی گھات تھی جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہیں۔ یعنی ابو عامر وغیرہ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن عدی عجلانی اور مالک بن دخشم سالمی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: تم اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے اہل ظالم ہیں اور اسے گرا دو۔ پھر اسے آگ لگا دینا۔ وہ اسی وقت روانہ ہو گئے۔ فرمایا: تم میرا انتظار کرنا۔ میں اپنے گھر والوں سے آگ لے کر تمہارے پاس آؤں۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور کھجور کی شاخ لے کر اس میں آگ بھڑکائی۔ پھر وہ دونوں جلدی سے نکلے اور مغرب اور عشاء کے درمیان وہاں پہنچ گئے۔

وہ لوگ مسجد میں تھے اور ان کا امام مجمع بن جاریہ تھا۔ مجھے وہ منظر نہیں بھولتا۔ گویا ان کی اذان بھیڑے کی آواز جیسی تھی۔ پھر ہم نے اسے آگ لگا دی حتیٰ کہ وہ جلنے لگی۔ ان میں سے جو وہاں بیٹھا رہا زید بن جاریہ بن عامر تھا حتیٰ کہ اس کی سرین پر آگ لگ گئی۔ پھر ہم نے اسے گرا دیا اور زمین کے برابر کر دیا اور وہ لوگ بکھر گئے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے۔ تو آپ ﷺ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ پر وہ مسجد والی جگہ پیش کی تاکہ وہ وہاں گھر بنالیں۔ وہاں ودیعہ بن ثابت اور ابو عامر کا گھر بھی تھا۔ وہ قریب تھے۔ انہوں نے ان گھروں کو بھی اس کے ساتھ جلا دیا۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسی مسجد والی جگہ پر گھر نہیں بنا سکتا جس کے بارے میں یہ یہ نازل ہوا اور میں مالدار آدمی ہوں۔ آپ یہ جگہ ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ کو دے دیجیے۔ ان کے پاس گھر نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ جگہ ثابت رضی اللہ عنہ کو دے دی۔

ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ نے لکڑی کے ساتھ اس میں ان کی مدد کی تھی۔ ان پر نفاق کا الزام تو نہیں لگ سکتا مگر وہ ناپسندیدہ کام کرلیا کرتے تھے۔ پھر جب مسجد گرا دی گئی تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی لکڑی لے لی اور اسے اپنے گھر میں لگا دیا۔

ان کا گھر بھی مسجد کے قریب تھا۔ اس گھر میں ان کی کبھی اولاد نہ ہوئی اور نہ اس پر کبھی کوئی کبوتر آ کر بیٹھا اور نہ کبھی اس میں مرغی نے انڈے دیے۔

جن لوگوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ کل پندرہ آدمی تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: جاریہ بن عامر بن عطاف، وہ گھر کا گدھا تھا۔ اس کا بیٹا مجمع بن جاریہ، یہ ان کا امام تھا اور اس کا بیٹا زید بن جاریہ، یہ وہی تھا جس کی سرین جل گئی تھی اور اس نے نکلنے سے انکار کر دیا تھا اور اس کا بیٹا یزید بن جاریہ اور ودیعہ بن ثابت، خذام بن خالد، اسے اس کے گھر سے نکال دیا گیا۔ عبداللہ بن نبتل، بجاد بن عثمان، ابوحبیبہ بن ازعر، معتب بن قشیر، عباد بن حنیف اور ثعلبہ بن حاطب۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لگام خزام سے بہتر ہے۔ کوڑہ بجاد سے بہتر ہے۔ عبداللہ بن نبتل۔ یہ جاسوس تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا۔ آپ کی باتیں سنتا اور منافقین کو جا کر بتلا دیتا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد! ایک منافق آپ کے پاس آتا ہے، آپ کی باتیں سنتا ہے اور منافقین کو جا کر بتلا دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کون سا ہے؟ فرمایا: سیاہ فام آدمی ہے۔ کثیر بالوں والا ہے۔ اس کی آنکھیں سرخ ہیں۔ گویا وہ زرد رنگ کی ہنڈیاں ہیں۔ اس کا جگر گدھے کا جگر ہے اور وہ شیطان کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے عبداللہ بن نبتل اور ثعلبہ بن حاطب کو مسجد ضرار کے سامنے کھڑے ہوئے دیکھا۔ وہ پرنالے کو درست کر رہے تھے اور اس سے فارغ ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا: اے عاصم! رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ جب لوٹیں گے تو اس میں نماز ادا کریں گے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی قسم! اس مسجد کو اس شخص نے بنایا ہے جو کھلم کھلا منافق ہے۔ اس کی بنیاد ابوحبیبہ بن ازعر نے رکھی۔ اسے خدام بن خالد کے گھر سے نکالا گیا۔ ودیعہ بن ثابت انہی لوگوں میں تھا۔

اور وہ مسجد جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اس کی سنگ بنیاد حضرت جبریل علیہ السلام نے رکھی اور سمت قبلہ کی تعیین بھی کی۔

اللہ کی قسم! ہم اپنے سفر سے نہیں لوٹ پائے حتی کہ اس کی اور اس مسجد والوں کی مذمت میں قرآن نازل ہو گیا۔ جنہوں نے مل کر اسے بنایا تھا اور اس میں اعانت کی تھی۔ فرمایا: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا "اور وہ لوگ جنہوں نے تکلیف دینے اور کفر کے لیے مسجد بنائی...... يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝ وہ خوب پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" یہ لوگ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى "وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔"

یعنی قباء میں مسجد بنو عمرو بن عوف۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مدینہ کی مسجد نبوی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان میں سب سے اچھا آدمی عویم بن ساعدہ تھا اور ایک قول عاصم بن عدی کا بھی ہے اور کس وجہ سے انہوں نے اسے بنانے کا ارادہ کیا۔ وہ ہماری مساجد میں جمع ہوتے تھے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہتے۔ مسلمان انہیں تیز نظروں سے دیکھتے تھے۔ یہ چیز ان پر بڑی شاق گزری۔ انہوں نے ایک مسجد بنانے کا فیصلہ کر لیا تا کہ وہ اس میں ہوں۔ اس میں ان کے پاس صرف وہی آئے جو انہی جیسی رائے رکھتا ہو۔

چنانچہ ابو عامر کہا کرتا تھا: میں تمہارے اس باڑے میں داخل ہونے پر قادر نہیں ہوں۔ اس لیے کہ محمد (ﷺ) کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) مجھے دیکھتے ہیں اور مجھ سے وہ سب حاصل کرتے ہیں جسے میں پسند نہیں کرتا۔ ہم ایک مسجد بنائیں گے اور اس میں باتیں کیا کریں گے۔

حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لا رہے ہیں تو مجھے حسرت و افسوس نے گھیر لیا اور میں سوچنے لگا: کیا میں جھوٹ بولوں گا اور وہ بات کہوں گا جو کل مجھے رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی سے نکال دے گی۔ میں اس پر اپنے اہل میں سے ہر ذی رائے سے مدد لوں گا۔ حتی کہ جب میں اس کا خادم سے ذکر کرتا تو مجھے امید لگ جاتی کہ میری لیے چھٹکارے کی کوئی نہ کوئی راہ نکل آئے گی۔

پھر جب کہا جاتا کہ رسول اللہ ﷺ بس آنے ہی والے ہیں تو مجھ سے باطل کافور ہو جاتا اور میں جان گیا کہ میں اس سے صرف سچ کے ذریعے ہی نجات پا سکتا ہوں تو میں پکا ارادہ کر لیتا کہ میں صرف سچ ہی بیان کروں گا۔

اگلی صبح رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچ گئے۔ آپ جب بھی سفر سے واپس آتے تو مسجد سے آغاز فرماتے۔ وہاں دو رکعات ادا کرتے۔ پھر لوگوں کے لیے بیٹھ جائے۔

پھر جب آپ نے یہ کیا تو آپ کے پاس مخالفین آئے اور عذر بیانیاں کرنے لگے اور قسم اٹھانے لگے اور وہ اسی سے کچھ اوپر

لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے علانیہ عذر کو قبول کر لیا اور ان کی قسموں کو بھی اور ان کے پوشیدہ حال کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

حدیث کعب رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وادئ ذی اوان میں پہنچے تو عام منافقین جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے، باہر نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا: تم ہم سے پیچھے رہنے والوں میں سے کسی سے بات نہ کرنا اور نہ ان کے ساتھ بیٹھنا حتی کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کلام نہیں کیا۔

پھر جب آپ مدینہ پہنچ گئے تو معذرت کرنے والے آپ کے پاس آئے اور قسمیں اٹھانے لگے۔ آپ ان سے اعراض کرتے اور مومنین بھی ان سے اعراض کرتے، حتی کہ آدمی اپنے باپ، بھائی اور چچے سے بھی اعراض کرتا۔

وہ لوگ نبی ﷺ کے پاس آتے اور آپ سے بخار یا دیگر کسی بیماری کا عذر کرتے۔ اللہ کے رسول ﷺ ان پر ترس کھاتے اور ان سے ان کے ظاہری عذر قبول کر لیتے اور ان کی قسمیں بھی۔ وہ لوگ قسم اٹھاتے تو آپ ان کی تصدیق کر دیتے اور ان کے لیے استغفار کرتے اور ان کے رازوں کو اللہ کے سپرد کر دیتے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ مسجد میں بیٹھے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ ایسے مسکرائے کہ لبوں سے غصہ جھلک رہا تھا۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا: آؤ! میں دھیرے دھیرے چلتا ہوا آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: تم کس وجہ سے پیچھے رہے؟ کیا تمہیں کوئی سواری والا اونٹ نہیں ملا؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے سامنے بیٹھا ہوتا تو آپ دیکھتے کہ میں کوئی عذر بیان کر کے اس کی ناراضگی سے نکل آتا۔ مجھے قوت گویائی عطا کی گئی ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں، اگر میں نے آپ سے کوئی جھوٹی بات بیان کر دی تو آپ تو مجھ سے راضی ہو جائیں گے۔ مگر اللہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور اگر آج میں نے آپ سے کوئی سچی بات کہہ دی تو شاید آپ کو مجھ پر غصہ آئے مگر مجھے امید ہے کہ بالآخر اللہ اس میں بھلائی ڈال دیں گے۔

نہیں، اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ اللہ کی قسم! اتنا طاقت ور اور وسعت والا میں کبھی نہیں ہوا۔ جتنا آپ سے پیچھے رہنے کے وقت تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے سچی بات کہی ہے۔ اٹھ جاؤ حتی کہ اللہ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کر دیں۔ میں اٹھا اور میرے ساتھ بنو سلمہ کے کچھ لوگ بھی اٹھ گئے۔ وہ مجھے کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ تم نے کبھی اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ کیا تم رسول اللہ ﷺ سے کوئی عذر بھی بیان نہیں کر سکے جیسے دیگر لوگوں نے کیا۔ تمہارے گناہ کے لیے تو رسول اللہ ﷺ کا استغفار ہی کافی تھا۔ قسم بخدا! وہ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے حتی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس جانے کا ارادہ کر لیا تاکہ میں اپنی تکذیب کر دوں۔ پھر میں معاذ بن جبل اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہما سے ملا تو انہوں نے مجھے فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کی بات مت مانو اور سچائی پر قائم رہو۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لیے کشادگی اور راستہ ان شاء اللہ نکال دیں گے۔

باقی یہ عذر بیان کرنے والے، اگر یہ سچے ہوئے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر راضی ہو جائیں گے اور اپنے نبی کو بتلا دیں گے اور اگر اس کے علاوہ بات ہوئی تو اللہ ان کی قبیح ترین مذمت فرمائیں گے اور ان کی بات کو جھوٹا ثابت کر دیں گے۔ میں نے ان سے پوچھا: کیا میرے علاوہ بھی کسی کو ایسی صورتِ حال پیش آئی ہے؟ انہوں نے بتلایا: ہاں، دو آدمی ہیں۔ انہوں نے بھی تمہارے جیسی بات کہی ہے اور ان سے بھی وہی کہا گیا جو تجھ سے کہا گیا۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا: مرارہ بن ربیع اور ھلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے میرے لیے دو نیک آدمیوں کا ذکر کیا۔ جو نمونہ اور پیروی کے لائق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے رہنے والوں میں سے صرف ہم تینوں سے لوگوں کو بات کرنے سے منع کر دیا۔ لوگ رک گئے اور ہمارے لیے گویا اجنبی ہو گئے۔ حتی کہ میں خود کو اجنبی محسوس کرنے لگا اور زمین بھی گویا وہ نہیں رہی جسے میں پہچانتا تھا۔ ہم نے اسی حالت میں ۵۰ راتیں گزار دیں۔ باقی میرے ساتھی تو گوشہ نشین ہو گئے اور اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ میں لوگوں میں دلیر اور بہادر تھا۔ میں باہر نکلتا اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا۔ میں بازاروں میں گھومتا مگر کوئی مجھ سے بات نہ کرتا۔ حتی کہ میں نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بھی جاتا، آپ کو سلام کرتا اور اپنے جی میں سوچتا: کیا آپ جواب میں اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے ہیں یا نہیں؟ میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور چوری چوری آپ کو دیکھتا۔ جب میں اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ مجھے دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ مجھ سے اعراض فرما لیتے۔ حتی کہ جب مسلمانوں کی اس بے رخی کا زمانہ طویل ہو گیا تو میں چلتا چلتا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ میں جا پہنچا۔ وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھے لوگوں میں بے حد محبوب تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا: اے ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ بھلا بتلاؤ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ پھر پوچھا۔ وہ پھر خاموش رہے۔ میں نے سہ بارہ پھر پوچھا تو انہوں نے بس اتنا کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ پڑا اور میں وہاں سے فوراً چل پڑا اور باغ سے نکل آیا۔ پھر اگلے دن میں بازار گیا۔ ابھی میں بازار میں چل رہا تھا کہ شام کا ایک نبطی جو غلہ بیچنے کے لیے آیا تھا مجھ سے متعلق پوچھنے لگا: کون ہے جو مجھے کعب بن مالک کے بارے میں بتلائے؟ لوگ اس کے لیے اشارہ کرنے لگے۔ اس نے غسان کے بادشاہ حارث بن ابوشمر کا خط مجھے دیا یا وہ خط جبلہ بن ایہم کی طرف سے تھا جو ریشمی کپڑے میں تھا۔ اس خط میں لکھا تھا:

"اما بعد! مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا نہیں بنایا کہ تم ذلت اور تنگی کے گھر میں رہو۔ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم تمہاری غم خواری کریں۔"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے اسے پڑھا تو کہا: یہ ایک اور آزمائش ہے۔ مجھ سے ایسا گناہ ہو گیا کہ مشرک لوگ بھی میرے بارے میں طمع کرنے لگے۔ میں اس خط کو لے کر تندور کی طرف گیا اور اسے اس میں نذرِ آتش کر دیا۔ ہم اسی حالت پر تھے۔ حتی کہ جب چالیس راتیں گزر گئیں تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا اور کہنے لگا: رسول

اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا: کیا اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ فرمایا: نہیں، بلکہ اس سے الگ ہو جاؤ اور اس سے صحبت مت کرنا۔ وہ قاصد میری طرف بھی آیا اور ھلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی طرف بھی گیا اور خزیمہ بن ثابت کی طرف بھی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے گھر چلی جاؤ اور وہیں رہنا حتی کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں کوئی فیصلہ فرما دیں۔

باقی ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ۔ وہ بہت نیک آدمی تھے۔ وہ روتے رہتے۔ حتیٰ کہ ایسے معلوم ہوتا کہ وہ رو رو کر خود کو ہلاک کر دیں گے۔ انہوں نے کھانا کھانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ اگر دو یا تین دن روزہ بھی رکھتے تب بھی کچھ نہ چکھتے۔ صرف پانی یا دودھ حلق سے نیچے اتر رہا تھا۔ وہ رات بھر نماز پڑھتے اور اپنے گھر میں بیٹھے رہتے۔ باہر بالکل نہیں نکلتے تھے۔ اس لیے کہ کوئی بھی ان سے بات نہیں کرتا تھا۔ حتی کہ بچوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں انہیں چھوڑ دیا تھا۔ ان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ انتہائی کمزور بوڑھے ہیں۔ ان کا کوئی خادم نہیں ہے۔ صرف میں ہی ان کی دیکھ بھال کرتی ہوں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ان کی خدمت کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ مگر وہ تم سے صحبت بالکل نہ کرلے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ تو بالکل حرکت ہی نہیں کر رہے۔ اللہ کی قسم! جس دن سے ان کا یہ معاملہ ہوا وہ مسلسل روئے جا رہا ہے اور ان کی داڑھی سے دن رات آنسوؤں کی بارش جاری ہے۔ ان کی آنکھوں میں تو سفیدی اتر آئی ہے۔ مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں ان کی بینائی نہ چلی جائے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے بھی میرے گھر والوں میں سے کسی نے کہا: اگر تم رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے لیے اجازت مانگ لو۔ آپ نے ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بھی ان کی خدمت کی اجازت دے دی ہے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں، میں آپ سے اس کی اجازت نہیں لوں گا۔ کیا معلوم اللہ کے رسول اس بارے میں کیا کہیں۔ میں جوان آدمی ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تو اجازت نہیں مانگوں گا۔ پھر ہم اس کے بعد دس راتیں مزید ٹھہرے رہے اور ہم پر ۵۰ راتیں پوری ہو گئیں جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بات کرنے سے لوگوں کو منع کیا تھا۔

جب توبہ قبول ہوئی

پھر میں نے اپنے کسی کمرے کی چھت پر فجر کی نماز اسی حالت میں پڑھی جس کا اللہ نے ذکر فرمایا۔ زمین اپنے کشادہ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی تھی اور میں اپنے آپ سے تنگ ہو گیا تھا۔ میں نے سلع پہاڑ پر خیمہ بنا لیا تھا۔ میں وہیں رہتا۔ اچانک میں نے سلع پر ہی کسی پکارنے والے کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا: اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔ میں یہ سن کر سجدے میں گر گیا اور میں جان گیا کہ خوشحالی آگئی ہے۔ پھر جب فجر کی نماز ہو لی تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان کر دیا کہ اللہ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے رات کو ہی بتا دیا تھا کہ اے ام سلمہ! کعب بن مالک اور اس کے ساتھیوں کی توبہ نازل ہو چکی ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں ان کی طرف کسی کو بھیج کر خوشخبری نہ دے دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہیں رات کے آخری حصے کی نیند سے روک دیں گے۔ بلکہ صبح تک انہیں یہ بات نہ بتائی جائے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو آپ نے لوگوں کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں، یعنی کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہم کی توبہ قبول کر لی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے اور سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے کہا: اللہ تعالیٰ نے کعب کی توبہ قبول کر لی ہے۔ اسے اس کی خوشخبری دے دو۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بطن وادی میں اپنے گھوڑے پر نکلے۔ انہوں نے آنے سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز سن لی۔ حضرت ابواعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ ھلال کی طرف نکلے تاکہ انہیں خوشخبری دیں۔ جب انہیں خبر ملی تو وہ بھی سجدے میں گر گئے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اب اپنا سر نہیں اٹھائیں گے حتیٰ کہ ان کی روح نکل جائے گی۔ خوشی میں وہ غم سے بھی زیادہ رو رہے تھے۔ حتیٰ کہ ڈر ہوا کہ کہیں مر ہی نہ جائیں۔ لوگ ان سے ملے اور انہیں مبارک باد دینے لگے۔ انہیں غم میں رونے کی وجہ سے اتنی کمزوری ہو چکی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف چل کر جانے کی طاقت بھی نہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ گدھے پر سوار ہوئے اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کو بشارت دینے والے سلکان بن سلامہ ابو نائلہ اور سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ بنو عبد الاشھل میں سے تھے اور انہوں نے فجر نبی ﷺ کے ساتھ ادا کی۔ پھر مرارہ رضی اللہ عنہ کی طرف گئے۔

انہوں نے ان کو خوشخبری دی اور مرارہ بھی ان کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس آ گئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ آواز جو میں نے سلع پہاڑ پر سنی تھی۔ وہ اس گھوڑ سوار سے بھی زیادہ تیز تھی جو وادی میں بھاگتا تھا۔ وہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے اور جو سلع پہاڑ پر آواز نکال رہے تھے وہ قبیلہ اسلم کے حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ہی مجھے خوشخبری دی۔

جب میں نے اس کی آواز سنی تو اپنے کپڑے اتارے اور بشارت کے صلے میں اسے دے دیے۔ قسم بخدا! اس دن میرے پاس صرف یہی دو کپڑے تھے۔ پھر میں نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ دونوں کپڑے عاریت پر لیے اور انہیں پہنا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملاقات کے ارادے سے چلا۔

لوگ مجھے ملتے اور توبہ کی مبارک باد دیتے۔ وہ کہتے: تمہیں اللہ کی طرف سے توبہ مبارک ہو۔ حتیٰ کہ میں مسجد میں داخل ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ لوگ آپ کے آس پاس بیٹھے تھے۔ طلحہ بن ابی طلحہ میری طرف اٹھے اور مجھے سلام بھی کیا اور مبارک بھی دی۔

ان کے علاوہ مہاجرین میں سے کوئی میری طرف نہیں اٹھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی اس بات کو نہیں بھولتے تھے۔

فرماتے ہیں: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا، آپ نے مجھے فرمایا: خوش ہو جاؤ، جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنم دیا ہے، اس سے بہتر دن تمہاری زندگی میں نہیں آیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس بہترین دن کی طرف آؤ کہ اس جیسا تمہاری زندگی میں کبھی طلوع نہیں ہوا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: میری طرف سے نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی طرف سے۔

رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ روشن ہو جاتا تھا، گویا چودھویں کا چاند ہو اور خوشی آپ کے چہرے سے پہچانی جاتی تھی۔

جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ اور اس کے رسول نے میری توبہ قبول کی ہے۔ اس لیے میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کے لیے وقف کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ مال اپنے لیے بھی رکھ لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا: میں اپنا خیبر والا حصہ روک لیتا ہوں۔ فرمایا: نہیں، میں نے کہا: پھر آدھا مال روک لیتا ہوں۔ فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: پھر تہائی روک لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے کہا تھا: اے اللہ کے رسول! میں اپنا وہ حصہ روک لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔ پھر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے سچائی کی وجہ سے مجھے نجات عطا فرمائی ہے۔ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی زندگی بھر جھوٹ نہیں بولوں گا، ہمیشہ سچائی کا دامن تھامے رہوں گا۔

فرماتے ہیں: میں کسی کو نہیں جانتا جسے سچ بولنے پر اتنی بڑی آزمائش آئی ہو جتنی مجھے آئی۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات ذکر کی اس کے بعد آج تک میں نے کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی میں میری حفاظت فرمائیں گے۔

حضرت علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ایک شعر بھی کہا، جو ایوب بن نعمان بن عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہم نے مجھے سنایا:

سب قول وعمل ہلاک ہو جاتے اگر میرا پاک پروردگار میری لغزش کو معاف نہ کرتا تو میں برباد ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
''اللہ تعالیٰ متوجہ ہوا نبی پر اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے تنگی کے زمانہ میں آپ کی اتباع کی ...... وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ اور تم سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کا مجھ پر سب سے بڑا احسان جب سے میں مسلمان ہوا یہ ہوا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچا ثابت کر دیا۔ اگر میں اس دن جھوٹ بول دیتا تو میں بھی دیگر لوگوں کی طرح ہلاک ہو جاتا۔

اللہ نے جھوٹے لوگوں کے بارے میں بہت سخت بات ارشاد فرمائی:

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ ... الْفٰسِقِيْنَ ۝

''عنقریب وہ لوگ تمہارے لیے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب آپ ان کی طرف واپس جاؤ گے تاکہ آپ ان سے اعراض کرلیں۔ سوان سے اعراض ہی کرلینا......وہ گناہگار ہیں۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم تینوں ان لوگوں کے معاملے سے پیچھے رہے جن سے رسول اللہ ﷺ نے ان کے معذرت کرنے پر قسم اٹھالی اور انہیں معذور سمجھا اور ان کے لیے استغفار کردیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے معاملے کو موقوف کردیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس میں جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: ''اور ان تینوں پر جو پیچھے رہ گئے۔'' یعنی غزوے سے نہیں، بلکہ اسی نے ہمیں آپ سے پیچھے رکھا اور ہمارے معاملے کی امید دلائی بنسبت ان لوگوں کے جنہوں نے قسم اٹھالی اور آپ کی طرف معذرت کی اور آپ نے قبول کرلی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جب سلع پہاڑ پر خیمہ لگایا تو یہ شعر کہا:

أبعد دور بني القين الكرام وما شادوا على تبتيت البيت من سعف

کیا غلام کے معزز بیٹوں کے گھروں کے بعد ایک اور کمرہ بنا کر انہوں نے اسے گھریلو سامان سے مزین نہیں کیا۔

دعا کی تاثیر

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ رمضان ۹ ھ کو مدینہ تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس سفر میں اجر اور بھلائی عطا فرمائی اور ہمارے بعد اس میں ہمارے شرکاء کو بھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سفر آپ نے کیا اور سفر کی تکالیف آپ نے برداشت کیں۔ پھر اس میں آپ کے شرکاء کون ہوئے؟ آپ نے فرمایا: مدینہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے کوئی سفر نہیں کیا اور نہ ہی کسی وادی میں اترے، مگر وہ ہمارے ساتھ تھے۔ انہیں بیماری نے روکے رکھا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ نہیں فرمادیا: ''مومن ایسے نہیں کہ سب کے سب نکل پڑیں۔'' ہم ان کے لڑنے والے ہیں اور وہ ہمارے بیٹھنے والے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے! ان کی دعا ہمارے دشمنوں میں ہمارے اسلحے سے بھی زیادہ اثر کررہی تھی۔

جہاد جاری رہے گا

مسلمانوں نے اسلحہ بیچنا شروع کردیا اور کہنے لگے: اب جہاد ختم ہوگیا ہے۔ ان میں سے طاقتور آدمی اپنی قوت کی برتری کے لیے اسے خرید رہا تھا۔ یہ بات آپ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کردیا اور فرمایا: میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق کی خاطر لڑتی رہے گی حتی کہ دجال نکلے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی موت

فرماتے ہیں: عبداللہ بن ابی شوال کے آخری ایام میں بیمار ہو گیا اور ذوالقعدہ میں فوت ہوا۔ اس کی بیماری ۲۰ دن رہی۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں اس کی عیادت کرنے جاتے۔ پھر جس دن وہ فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گئے اور وہ خود کو گھسیٹ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے تمہیں یہودیوں کی محبت سے منع کیا تھا۔ عبداللہ بن ابی کہنے لگا: سعد بن زرارہ نے ان سے نفرت کی تو اسے کیا فائدہ حاصل ہوا۔ پھر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! یہ ناراضگی کا وقت نہیں ہے موت قریب ہے۔ اگر میں مر گیا تو میرے غسل میں شریک ہونا، مجھے اپنا قمیص دینا اور اس میں مجھے کفن دینا۔ آپ نے اوپر والا قمیص اسے دیا۔ آپ نے دو قمیص پہن رکھے تھے۔ کہنے لگا: وہ قمیص دو جو تمہاری جلد کے ساتھ ہے۔ پھر آپ نے وہ قمیص اتارا جو آپ نے جسم پر پہن رکھا تھا۔ اور اسے دے دیا۔ پھر اس نے کہا: میری نمازِ جنازہ پڑھنا اور میرے لیے استغفار کرنا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے خلاف بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابن ابی کی موت کے بعد اس کی قبر پر آئے اور اسے نکالنے کا حکم دیا۔ اسے نکالا گیا اور اس کے چہرے کو کھولا گیا۔ آپ نے اس پر اپنا لعاب ڈالا اور اسے اپنے گھٹنوں کے ساتھ ٹیک لگا کر اپنا قمیص اسے پہنایا۔ آپ نے دو قمیص پہن رکھے تھے۔ آپ نے اسے وہ قمیص پہنایا جو آپ نے نیچے پہن رکھا تھا۔ پہلا قول ہمارے نزدیک راجح ہے۔

رسول اللہ ﷺ اس کے غسل اور کفن میں حاضر رہے۔ پھر اسے قبرستان کی طرف لیجایا گیا۔ آپ آگے بڑھے تا کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ جب آپ اٹھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کود کر آپ کی طرف بڑھے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ابن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کہا تھا۔ انہوں نے اس کی باتیں گنوائیں۔ نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا: عمر! پیچھے ہٹو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار بار کہا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ سو میں نے یہی اختیار کیا ہے اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اگر میں ۷۰ سے زیادہ مرتبہ میں استغفار کروں اور اس کی بخشش ہو جائے تو میں زیادہ بھی کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۚ ''آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ان کے لیے ۷۰ مرتبہ بھی استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں فرمائیں گے۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: عنقریب میں ۷۰ سے بھی زیادہ کروں گا۔ پھر آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور واپس چلے گئے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سورہ براۃ کی یہ آیات نازل ہوئیں: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۚ ''اور آپ ان میں سے فوت ہونے والے کی نمازِ جنازہ کبھی بھی نہ پڑھیے اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوئیے۔''

ایک روایت میں ہے کہ ابھی آپ کے پاؤں اس کے دفن کے بعد اپنی جگہ سے ہلے بھی نہ تھے کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔
رسول اللہ ﷺ نے اس آیت میں منافقین کو جان لیا۔ پھر ان میں سے جو بھی فوت ہوا، آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔

مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی جنازے پر اتنی دیر کھڑے ہوئے نہیں دیکھا جتنا آپ اس کے جنازے پر کھڑے ہوئے۔ پھر وہ نکلے اور اس کی قبر پر پہنچے۔ اسے ایک چارپائی پر اٹھایا گیا تھا جس پر آل عمیط کے ہاں ان کے مردے اٹھائے جاتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابن ابی کو چارپائی پر دیکھا۔ اس کے پاؤں لمبا ہونے کی وجہ سے چارپائی سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم ابن ابی کے ماتم میں شریک ہوئیں۔ اوس اور خزرج کی کوئی عورت ایسی نہیں بچی جس کے پاس عبداللہ بن ابی کی بیٹی جمیلہ نہ آئی ہو۔ وہ کہتی: ہائے میرا پہاڑ جیسا! ہائے میرا بابا! کوئی اسے منع نہیں کرتا تھا اور نہ اس پر عیب لگاتا تھا۔ اسے اس کی قبر تک لے جایا گیا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم پر اس کی چارپائی کے قریب ہونا مشکل ہوگیا۔ ہم اس پر قادر نہیں ہوئے۔ اس پر یہ منافق لوگ غالب آگئے تھے۔ وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے، حالانکہ وہ بنوقینقاع کے منافق لوگ تھے۔ سعد بن حنیف، زید بن لصیت، سلامہ بن حمام، نعمان بن ابو عامر، رافع بن حرملہ، مالک بن ابونوفل، داعس اور سوید۔

یہ خبیث ترین منافق لوگ تھے اور یہ اس کے درپے ہو رہے تھے اور اس کا بیٹا عبداللہ، اس کا حال یہ تھا کہ اس پر سب سے زیادہ بوجھل کام انہیں دیکھنا تھا۔ وہ بیمار تھا۔ اسے پیٹ میں تکلیف تھی، اس کا بیٹا ان پر دروازہ بند کر دیتا۔

ابن ابی کہتا: ان کے علاوہ کوئی میرے لیے مفید نہیں اور کہتا: تم اللہ کی قسم! مجھے پیاس کی شدت میں پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو۔ وہ لوگ کہتے: کاش! ہم تجھے اپنی جان، اموال اور فدیہ دے کر چھڑا لیتے۔

پھر جب وہ قبر کھودنے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ بھی کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اس کی قبر میں اترتے ہوئے رش کر دیا اور آوازیں بلند ہونے لگیں۔ حتی کہ داعس کی ناک پر چوٹ آگئی۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ انہیں ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھو۔ داعس کی ناک پر چوٹ لگی اور خون بہنے لگا۔ وہ قبر میں اترنا چاہتا تھا، پھر رک گیا اور اس کی قوم کے لوگ جو صاحب فضیلت مسلمان تھے وہ اترے۔ اس لیے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھتے، اس کی تدفین میں شریک ہوتے اور اس پر قیام کرتے دیکھا۔ چنانچہ اس کی قبر میں اس کا بیٹا عبداللہ، سعد بن عبادہ بن ثابت اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہ اترے اور اسے دفن کر کے مٹی برابر کی۔ اس پر نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور اوس اور خزرج کے اکابرین کھڑے تھے۔ انہوں نے اسے لحد میں اتارا اور وہ نبی ﷺ کے ساتھ کھڑے تھے۔

مجمع بن جاریہ کا خیال ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ خود اپنے ہاتھ سے اسے ان کی طرف دھکیل رہے تھے۔ پھر آپ اس کی قبر پر کھڑے رہے حتی کہ وہ دفن کر دیا گیا۔ آپ نے اس کے بیٹے سے تعزیت کی اور لوٹ گئے۔

عمرو بن امیہ کہتے ہیں: اس کے ساتھی اس پر کھڑے تھے اور یہ منافق لوگ تھے جو قبر پر مٹی ڈال رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے کاش! ہم اپنی جان دے کر تجھے چھڑا لیتے اور ہم تجھ سے پہلے مر جاتے۔ وہ اپنے سروں پر بھی مٹی ڈال رہے تھے۔ جس کا معاملہ اچھا تھا وہ کہہ رہا تھا: یہ کافر لوگ تھے مگر آپ نے ان پر احسان کیا۔

غزوۂ تبوک میں نازل ہونے والی آیات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں نکلو تو زمین کی طرف جانے کے لیے تم بوجھل ہو جاتے ہو۔'' آخر آیت تک۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے یہ جنگ سخت گرمی اور مشقت کے زمانے میں لڑی۔ پھل پک چکے تھے اور سائے میں بیٹھنا اچھا لگتا تھا۔ لوگوں نے دیر کر دی اور ان کی چھپی ہوئی براءت ظاہر ہو گئی۔ ان کی کوتاہی اور منافقین کا نفاق ظاہر ہو گیا۔

فرمایا: إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ''اگر تم نہ نکلے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔''

یعنی اگر تم نبی ﷺ کے ساتھ نہ نکلے تو وہ تمہیں آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔

وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ''اور تمہارے علاوہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔''

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں؟

فرمایا: مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ

''مدینہ والوں اور آس پاس کے دیہاتیوں کے لیے مناسب نہیں ہے وہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی قوم کو دین سکھانے دیہاتوں میں گئے ہوئے تھے۔ منافقین کہنے لگے: محمد کے کچھ ساتھی دیہاتوں میں باقی ہیں اور یہ بھی کہا کہ دیہات والے ہلاک ہو گئے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

''اور مومن ایسے نہیں کہ سب کے سب نکل جائیں۔ ان میں سے ہر گروہ کے چند لوگوں کی ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے......''

اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ

''اور وہ لوگ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ ان کی دلیل قبول بھی نہیں کی گئی......''

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تو اس کا مددگار ہے ہی۔''

یعنی اوس اور خزرج میں سے جو منافق تھے۔

إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ''جب انہیں کافروں نے نکالا۔'' یعنی قریش کے مشرک لوگوں نے۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ ''دو میں سے دوسرا'' یعنی نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ''جب وہ دونوں غار میں تھے'' جب رسول اللہ ﷺ کی ہجرت ہوئی۔

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ ''جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے: تم غم نہ کرو۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے ان پر اپنی طرف سے سکینت نازل کی۔'' یعنی اطمینان۔

وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا ''اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔'' یعنی فرشتے۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ ''اور اس نے کفار کے کلمے کو پست کر دیا اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہونے والا ہے۔''

یعنی کفار قریش جو اپنے معبودوں سے لائے تھے اسے باطل کر دیا اور جو رسول اللہ ﷺ لائے تھے، یعنی توحید وہی غالب اور بلند ہونے والی ہے۔

انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا ''تم نکلو ہر حال میں خواہ ہلکے ہو یا بوجھل۔'' یعنی تم چست ہو یا سست۔ بعض نے کہا: خفاف سے مراد جوانی ہے اور ثقال سے مراد بڑھاپا۔

وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ''اور اپنے مالوں اور جانوں سے راہِ خدا میں جہاد کرو۔'' یعنی جہاد میں اپنے اموال خرچ کرو۔

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ''اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو'' یعنی قتال کرو۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا ''اگر سامان قریب ہو'' یعنی مالِ غنیمت قریب ہو۔

وَسَفَرًا قَاصِدًا ''اور سفر قریب ہو'' یعنی سفر قریب کا ہو۔

لَّاتَّبَعُوكَ ''تو وہ آپ کی اتباع کریں گے'' یعنی منافقین۔

وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ ''لیکن ان کو تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی'' یعنی سفر تبوک جو میں طے ہوا۔

وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ

''اور عنقریب وہ اللہ کی قسم اٹھائیں گے کہ اگر ہمیں طاقت ہوئی تو ہم تمہارے ساتھ نکلتے۔''

یعنی منافقین، جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف نکلے۔ تو یہ لوگ تنگی اور بیماری کا عذر کرنے لگے۔

يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ ''وہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں۔'' یعنی آخرت میں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ''اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں'' یعنی وہ طاقت ور اور صحت مند تھے اور رسول اللہ ﷺ انہیں اجازت دے رہے تھے اور ان کا عذر قبول کر رہے تھے۔ فرمایا: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف تو کر دیا مگر آپ نے لوگوں کو کیوں اجازت دے دی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے۔'' یعنی آپ انہیں سفر سے آزما لیتے اور آپ کو علم ہو جاتا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ ''وہ لوگ جو سچے تھے اور آپ جھوٹوں کو بھی جان لیتے۔'' پھر آپ کو معلوم ہوتا کہ کس میں طاقت ہے اور کس میں نہیں۔ آپ سے ان لوگوں نے اجازت مانگی جن میں طاقت تھی۔

مزید تفصیل کے لیے سورۃ براءۃ کی کسی مستند تفسیر کا مطالعہ کریں۔ از مترجم

حج صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سنہ ۹ ہجری

محدثین فرماتے ہیں: سورۃ براءۃ نازل ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے چند مشرکین سے معاہدہ کیا تھا۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج پر امیر مقرر فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ سے ۳۰۰ افراد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ نے ان کے ساتھ ۲۰ بدنے (قربانی کے جانور) بھی بھیجے۔ آپ ﷺ نے ان کے گلے میں بطور نشانی جوتے بھی لٹکا دیے اور اپنے ہاتھ سے دائیں جانب میں انہیں نشان زدہ بھی فرما دیا۔ آپ ﷺ نے ان پر حضرت ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ کو نگران بنایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پانچ قربانی کے جانور لے گئے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بھی حج کیا اور ایک اونٹ بطور ہدی ساتھ لے گئے۔ لوگ قوت والے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور چلتے رہے۔ حتیٰ کہ جب سحری کے وقت مقامِ عرج میں پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی قصواء نامی اونٹنی کی آواز سنی۔ انہوں نے فرمایا: یہ تو قصواء اونٹنی ہے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر سوار ہیں۔ پوچھا: کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے حج پر امیر بنا کر بھیجا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو براءۃ پڑھ کر سناؤں اور ہر معاہد کو اس کا عہد دے دوں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عہد لیا تھا کہ وہ مشرکین کی مخالفت کریں گے۔ وہ عرفہ والے دن عرفہ میں ٹھہریں گے۔ جمع (مزدلفہ) میں نہیں ٹھہریں گے اور عرفہ سے سورج غروب ہونے تک نہیں ہٹیں گے اور جمع (مزدلفہ) سے طلوع شمس سے پہلے ہٹ جائیں گے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے اور مکہ آئے۔ وہ صرف حج کا ارادہ لے کر آئے تھے۔ انہوں نے ترویہ سے ایک دن پہلے ظہر کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر جب ترویہ کا دن ہوا اور سورج ڈھل گیا تو انہوں نے بیت اللہ کا سات چکر طواف کیا۔ پھر باب بنو شیبہ سے اپنی سواری پر سوار ہوئے اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر منیٰ میں ادا فرمائی۔ پھر سوار نہ ہوئے، حتیٰ کہ سورج طلوع کر کو وہ

شبیر پر دکھائی دینے لگا۔ حتیٰ کہ آپ نمرہ پہنچ گئے، پھر بالوں سے بنے ہوئے ایک خیمے میں پڑاؤ ڈالا۔ آپ نے وہاں قیلولہ فرمایا۔ پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور وادی عرنہ میں خطبہ دیا۔ پھر اسے بٹھا دیا۔ پھر ظہر اور عصر کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمائیں۔ پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مضاف یعنی عرفہ میں ٹھہرے اور عرفہ میں نماز ادا کی۔ پھر جب روزہ دار نے افطار کر لیا تو وہاں سے کوچ فرمایا اور چلتے چلتے مقامِ جمع آ گئے وہاں قزح پر لگی ہوئی آگ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

پھر جب فجر طلوع ہوئی تو نمازِ فجر ادا کی، پھر ٹھہرے رہے۔ جب خوب روشنی پھیل گئی تب چلے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے وقوف کے دوران فرما رہے تھے: اے لوگو! خوب روشنی پھیل جانے دو۔ پھر سورج نکلنے سے پہلے کوچ فرمایا۔ آپ چلتے رہے اور وادی محسر پہنچ گئے۔ تو آپ نے سواری تیز کر دی۔ جب وادی محسر سے گزر گئے تو پہلی چال پر واپس ہو گئے۔ حتیٰ کہ سوار ہو کر ہی جمرات کی رمی کی۔ سات کنکریاں ماریں۔ پھر قربان گاہ کی طرف لوٹے اور قربانی کی، پھر حلق کروایا۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے یوم نحر کو جمرات کے پاس سورت ''براءۃ'' پڑھی اور ہر معاہد کو اس کا عہد حوالے کر دیا۔ فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور نہ ہی کوئی برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی اس دن حاضر تھا۔ فرماتے ہیں: یہ حج اکبر کا دن تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یوم نحر کو ظہر کے بعد اپنی سواری پر ہی خطبہ دیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے حج میں صرف تین دن خطبہ دیا تھا۔ مکہ میں ترویہ کے دن ظہر کے بعد، عرفہ میں ظہر سے پہلے منیٰ میں نحر کے دن ظہر کے بعد۔

آپ رضی اللہ عنہ نے چلتے ہوئے جاتے، آتے رمی جمرات بھی کی۔ جب پہلا دن تھا تو آپ نے پیدل رمی کی۔ پھر جب گھاٹی سے گزر گئے تو سوار ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اس دن سوار ہو کر رمی کی۔ پھر جب مقامِ ابطح تک پہنچے تو وہاں ظہر کی نماز پڑھی اور مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں مغرب اور عشاء پڑھی۔ پھر اسی رات مدینہ واپسی کے لیے چل دیے۔

یمن کی طرف سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو رمضان ۱۰ ہجری میں روانہ فرمایا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ قباء میں اپنا لشکر جمع کریں۔ انہوں نے وہاں لشکر اکٹھا کر لیا۔ حتی کہ آپ کے سب ساتھی آگئے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ آپ نے ایک عمامہ لیا اور اسے دوہرا چہرا کر کے نیزے کے سرے میں باندھ دیا۔ پھر ان کے حوالے کر دیا اور فرمایا: جھنڈا ایسے ہوتا ہے۔ آپ نے عمامے کے تین بل دیے اور بازو برابر اپنے سامنے نکال لیا اور بالشت بھر اپنے پیچھے ڈال دیا اور فرمایا: اس طرح عمامہ باندھا جاتا ہے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں رخ دیا تو فرمایا: سیدھے چلتے رہنا، ادھر ادھر متوجہ نہ ہونا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں کیسے کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان کے صحنوں میں اترو تو لڑائی میں پہل نہ کرنا۔ پھر جب وہ تم سے لڑیں تو اس وقت تک قتال نہ کرنا جب تک وہ تمہارا ساتھی قتل نہ کر دیں۔ پھر تم انہیں سمجھانا اور بردباری سے کام لینا۔ تم انہیں کہنا: کیا تم کلمہ توحید کا اقرار کرو گے؟ اگر وہ قبول کر لیں تو ان سے پوچھنا: کیا تم نماز ادا کرو گے؟ اگر وہ اسے بھی قبول کر لیں تو تم کہنا: کیا تم اپنے اموال کی زکاۃ ادا کرو گے تا کہ اسے تمہارے فقراء کو واپس کر دیا جائے؟ اگر وہ اسے بھی قبول کر لیں تو مزید ان سے کچھ مطالبہ نہ کرنا۔ اللہ کی قسم! اللہ تیرے ذریعے ایک شخص کو ہدایت دے تو یہ تمہارے لیے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ تین سو شہسواروں کو لے کر نکلے۔ یہ گھوڑوں کا پہلا لشکر تھا جو ان شہروں میں داخل ہوا تھا۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ اپنی مطلوبہ جگہ کے قریب پہنچے، یعنی سرزمین مذحج تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو بکھیر دیا۔ انہوں نے بہت سا مال غنیمت لوٹا اور قیدی اور عورتیں ہاتھ آئیں، اسی طرح بچے، اونٹ اور بکریاں وغیرہ بھی ملیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اموال غنیمت پر حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرما دیا۔ انہوں نے لشکر سے مقابلہ ہونے سے پہلے اس سب مال کو اکٹھا کر لیا جو حاصل ہوا تھا۔ پھر لشکر سے ان کا سامنا ہوا انہوں نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور ترغیب بھی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر تیر اندازی بھی کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا جھنڈا مسعود بن سنان سلمی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ وہ اسے لے کر آگے بڑھے۔ پھر مذحج کا ایک شخص نکلا اور مقابلے کی دعوت دینے لگا۔ حضرت اسود بن خزاعی سلمی رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے۔ تھوڑی دیر ان کی باہم جھڑپ ہوئی۔ وہ دونوں شہسوار تھے۔ اسود رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر ان پر حملہ کر دیا اور ان کے ۲۰ آدمی قتل کر دیے۔ وہ بکھر گئے اور شکست کھا گئے۔ انہوں نے اپنے جھنڈے چھوڑ دیے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے نہیں گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جلدی سے اسلام قبول کر لیا۔ ان کے کچھ سردار آگے بڑھے اور اسلام پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور کہنے لگے: ہم اپنی قوم کے پچھلے لوگوں کے ذمہ دار ہیں۔ یہ ہمارے اموال ہیں۔ ان میں سے اللہ کا حق لے لو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام حاصل شدہ اموالِ غنیمت کو جمع فرمایا اور انہیں پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔ ان میں سے ایک حصے پر اللہ کا نام لکھ لیا۔ سب سے پہلے جو حصہ نکلا وہ خمس تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کسی کو بھی بطورِ نفل کچھ نہیں دیا۔ حالانکہ ان سے پہلے حضرات اپنے ساتھیوں کو خمس میں سے بطورِ نفل دیا کرتے تھے۔ صرف حاضرین کو دیتے تھے۔ پھر اس کے متعلق انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا: خمس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر جاؤں گا۔ آپ اس میں جو مناسب سمجھیں گے فیصلہ فرمائیں گے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وفا شعار ہیں۔ ہم آپ سے ملاقات کر لیں۔ پھر جو اللہ انہیں بتلائے گا ہم اس میں ویسے ہی کریں گے۔ چنانچہ وہ واپس گئے اور خمس کو اپنے ساتھ لیا۔ پھر جب فتح میں پہنچے تو جلدی کی اور اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ خمس پر نگران ابو رافع رضی اللہ عنہ تھے اور خمس میں یمنی کپڑے تھے، کچھ سامان تھا اور جانور تھے اور صدقہ وغیرہ کے اونٹ تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس غزوے میں تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں صدقہ کے اونٹوں پر سوار ہونے سے منع کر دیا۔ ان کے ساتھیوں نے ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ انہیں کپڑے پہنائیں۔ انہوں نے ان سب کو دو دو کپڑے پہنائے۔ پھر جب وہ سدرۃ مقام پر مکہ میں داخل ہونے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے تاکہ انہیں ملیں اور انہیں لے کر جائیں۔ پھر وہ انہیں پڑاؤ ڈالنے کا کہنے لگے۔ انہوں نے ہمارے ہر ساتھی پر دو دو کپڑے دیکھے تو کپڑوں کو پہچان لیا۔ انہوں نے ابو رافع رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے فرمایا: انہوں نے مجھ سے بات کی اور میں ان کی شکایات سے ڈر گیا اور میں نے خیال کیا کہ یہ آپ پر آسان ہوگا۔ آپ سے پہلے لوگ بھی اس طرح کر لیا کرتے تھے۔ پھر کہا: میں نے اپنے آباء کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ میں نے ان کو دے دیے۔ فرمایا: میں نے تمہیں پیچھے سب سامان کی حفاظت کا حکم دیا تھا اور تم انہیں دے رہے ہو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسا کرنے سے انکار کر دیا، حتی کہ ان میں سے بعض سے کپڑے بھی اتروا لیے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو لوگوں نے شکایت کی۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: کیا ہوا، تمہارے ساتھی تمہاری شکایت کر رہے ہیں؟ عرض کیا: وہ کس چیز کی شکایت کر رہے ہیں؟ اموالِ غنیمت میں نے ان پر تقسیم کر دیے۔ صرف خمس روکا ہے تاکہ اسے آپ کے پاس لے آؤں اور آپ اپنی مرضی پر اسے جہاں چاہیں خرچ فرمائیں۔ امراء تو بہت سے کام کرتے ہیں۔ وہ جسے چاہتے ہیں خمس میں سے بطورِ نفل دیتے رہتے ہیں۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے آپ کی

خدمت میں لے آؤں تاکہ آپ اپنی مرضی سے اسے صرف فرمائیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔

حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کے غلام سالم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دشمن پر غالب ہوئے اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے تو انہوں نے اموالِ غنیمت جمع کیے اور اس پر نگران حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما دیا اور ان کے درمیان ٹھہرے رہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط دے کر بھیجا اور آپ کو خبر دی کہ ان کا مقابلہ زبید اور دیگر قبائل سے ہوا۔ انہوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور انہیں بتلایا کہ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو وہ ان سے رک جائیں گے۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور ان سے قتال کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان پر کامیابی عطا کی۔ حتی کہ ان میں سے بعض لوگ مارے گئے۔ پھر انہوں نے اسے قبول کر لیا جو ان پر پیش کیا گیا تھا اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے اور صدقہ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ دین سیکھنے آئے تو انہوں نے ان کو قرآن پڑھنا سکھایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ موسم میں اسے پورا کریں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عوف یہ جواب لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف واپس آ گئے۔

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کا قبولِ اسلام

حضرت یونس بن میسرہ بن حلبس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن تشریف لائے تو وہاں خطبہ دیا۔ حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کا کھڑے ہو کر خطبہ دینا معلوم ہوا تو وہ ایک جوڑا پہن کر اپنی سواری پر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ یہود کے کوئی عالم بھی تھے۔ انہوں نے غور سے آپ رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی اور ان کی موافقت کی۔ وہ فرما رہے تھے: بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں رات کو دکھائی دیتا ہے، مگر دن کو نظر نہیں آتا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں نہ رات کو دکھائی دیتا اور نہ دن کو۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور جس نے چھوٹا ہاتھ دیا، اسے لمبا ہاتھ دیا گیا۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سچ ہے۔ وہ عالم کہنے لگا: تم ان کی تصدیق کیسے کر رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا: جو رات کو دیکھ سکتا ہے مگر دن کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو پہلی کتابوں پر ایمان لاتا ہے مگر آخری کتاب پر ایمان نہیں رکھتا۔ باقی ان کا یہ کہنا کہ جس نے چھوٹا ہاتھ دیا، اسے بڑا ہاتھ دیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کا صدقات کو قبول کرنا ہے اور یہ مثال ایسی ہے جسے میں واضح سمجھتا ہوں۔ فرماتے ہیں: حضرت کعب رضی اللہ عنہ آئے اور کچھ مانگا تو انہوں نے انہیں ایک جوڑا دیا اور دوسرا عالم غضبناک ہو کر واپس ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کعب کے سامنے ایک عورت کی مثال دی۔ جو کہنے لگی: کون ہے جو سواری کے بدلے سواری لے لے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اور ایک حلہ مزید بھی...... اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت کعب نے لین دین مکمل کر دیا اور سواری پر سوار ہوئے۔ وہ جوڑا پہن لیا اور جلدی سے چلتے ہوئے اس عالم سے جا ملے اور فرمایا: جو چھوٹا ہاتھ دے گا اسے لمبا ہاتھ دیا جائے گا۔

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن آئے تو میں نے ان سے ملاقات کی اور کہا: مجھے محمد ﷺ کی صفات بیان کیجیے۔ وہ مجھے بتلانے لگے اور میں مسکرانے لگا۔ انہوں نے فرمایا: کس وجہ سے ہنس رہے ہو؟ میں نے کہا: اس موافقت کی وجہ سے جو ہمارے علم میں آپ کی صفات ہیں۔ پھر کہا: وہ کس چیز کو حلال کہتے ہیں اور کس کو حرام؟ انہوں نے بتلایا تو میں نے کہا: جیسے آپ نے بیان کیا بالکل ہمارے ہاں تو ایسے ہی ہے۔ میں اللہ کے رسول کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ پر ایمان لاتا ہوں اور میں نے اپنی طرف اپنے علما کی دعوت بھی کی۔ میں نے ان کے لیے ایک وصیت نامہ کھولا اور کہا: یہ وہ ہے جس پر میرے والد نے خود مہر لگائی تھی۔ وہ فرمارہے تھے: اسے مت کھولنا حتی کہ تم سنو کہ یثرب میں ایک نبی ظاہر ہوگا۔

فرماتے ہیں: پھر میں یمن میں ہی اپنے اسلام پر قائم رہا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی وفات پاگئے۔ پھر میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آیا اور کاش! میں زمانہ ہجرت میں آگیا ہوتا۔

صدقات وصول کرنے کا بیان

حضرت یحییٰ بن شبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابوجعفر کے پاس ایک خط میں پڑھا، اس میں یہ لکھا تھا:

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ وہ ہے جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کے چرنے والے جانوروں سے اس طرح زکاۃ لی جائے کہ ۴۰ سے ۱۲۰ بکریوں تک ۱ بکری، ۲۰۰ تک ۱ بکری ہی ہے۔ پھر جب زیادہ ہوجائے تو اس میں ۳۰۰ تک تین بکریاں ہیں۔ پھر جب ایک زیادہ ہوجائے تو ہر سو میں ایک ایک بکری ہے اور اونٹوں میں ۲۴ سے کم اونٹ ہوں تو ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے۔ پھر جب پچیس تک پہنچ جائیں تو ان میں ایک بنت مخاض ہے۔ یعنی جو دوسرے سال میں لگ جائے۔ اگر بنت مخاض نہ ملے تو ابن لبون مذکر، یہاں تک کہ ۳۶ ہوجائیں۔ پھر جب ۳۶ ہوجائیں تو ان میں ایک بنت لبون ہے۔ یہاں تک کہ ۴۶ ہوجائیں، پھر ان میں ایک حقہ ہے۔ حتی کہ ۶۱ ہوجائیں۔ پھر ۷۶ تک ان میں ایک جذعہ ہے۔

جب ۷۶ ہوجائیں تو ۹۱ تک دو بنتِ لبون ہیں۔ پھر جب ۹۱ ہوجائیں تو دو حقے ہیں جو گابھن ہونے کے قابل ہوں اور زکاۃ میں بوڑھا جانور نہ لیا جائے اور نہ ہی بکرا اور نہ کانا جانور ہو مگر جب کہ وصول کنندہ لینا چاہے۔ اکٹھے جانوروں کو الگ نہ کیا جائے اور الگ الگ جانوروں کو اکٹھا نہ کیا جائے۔ جو دو شریکوں کے جانور ہوں وہ آپس میں برابری کا رجوع کرسکتے ہیں۔ پھر اگر اونٹ ۱۲۰ سے زیادہ ہوجائیں تو ہر ۵۰ میں ایک حقہ ہے اور ہر ۴۰ میں ایک بنت لبون ہے اور تیس سے کم گائیوں میں کوئی زکاۃ نہیں ہے اور ہر ۳۰ میں ایک جذعہ ہے مذکر ہو یا مونث اور ہر چالیس میں ایک مسنہ ہے اور ان کھیتیوں میں جنہیں بارش کا پانی سیراب کرے یا سیلاب وغیرہ کا پانی، ان میں عشر ہے اور جن کھیتیوں کو ڈول وغیرہ سے سیراب کیا جائے ان میں آدھا عشر ہے۔

جس کے پاس یہودیہ یا نصرانیہ عورت ہو اسے اس کے بارے میں فتنے میں نہ ڈالا جائے اور ہر بالغ ذمی سے ایک دینار

لے لیا جائے یا اس کے برابر معافری کپڑا لے لیا جائے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اناج سے اناج لیتے، اونٹوں میں سے اونٹ لیتے، بکریوں میں سے بکری، گائیوں میں سے گائے اور کشمش میں سے کشمش لیتے تھے۔

وہ لوگوں کو مشقت میں نہیں ڈالتے تھے۔ وہ ان کے پاس ان کے صحنوں میں آتے اور ان کے جانوروں کی زکاۃ وصول کرتے اور وہ اسے حکم دیتے جو ان کے قریب ہوتا اور وہ جانوروں کو الگ نہیں کرتے تھے وہ بیٹھ جاتے اور ان کے پاس جو بھی بکری وغیرہ لائی جاتی اور وہ انہیں مناسب لگتی تو وہ اسے لے لیتے۔ اور وہ ان کے قریبی کو حکم دیتے اور سے ان کے فقراء پر تقسیم کر دیتے۔ ان کا وصول کنندہ یہاں وہاں سے زکاۃ وصول کرتا۔ وہ انہیں پہچانتا ہوتا تھا۔

حضرت رجاء بن حیوہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو حمیر کے قاصدوں کے ساتھ بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ فرمایا اور حکم فرمایا: اگر تم کسی جگہ اکٹھے ہو جاؤ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے اور اگر الگ الگ مقامات پر جاؤ تو دونوں علیحدہ علیحدہ امیر ہوں گے۔ حضرت رجاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک انسان کی دیت سو اونٹ ہے جن کے پاس اونٹ ہوں اور بکریوں والے پر دو ہزار بکریاں ہیں۔ جو جذعہ ہوں، پھر ثنیہ اور دو سو گائیں ہیں۔ جن میں سے آدھی تبیعہ ہوں اور آدھی مسنہ اور کپڑے والوں پر دو ہزار معافری کپڑوں کو جوڑے۔

فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے یمن میں کنواں کھولا۔ اگلی صبح اس میں شیر گر گیا۔ لوگ اسے دیکھنے گئے تو ایک شخص کنویں میں گرنے لگا، اس نے دوسرے کو پکڑا وہ بھی گیا اس نے تیسرے کو پکڑا حتی کہ چار آدمی گر گئے۔ شیر نے ان پر حملہ کیا اور انہیں مار ڈالا۔ ایک شخص نے نیزے سے اس شیر کو قتل کیا۔

پھر لوگ کہنے لگے: پہلے پر ہی ان سب کی دیت ہوگی، اسی نے ہی ان سب کو قتل کیا ہے۔ وہ یہی ارادہ لے کر آنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے اور فرمایا: میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ جو راضی ہو تو اس کے لیے یہی فیصلہ ہے اور جسے یہ پسند نہ ہو اس کے لیے کوئی حق نہ ہوگا۔ حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔ تم ان سب لوگوں کو جمع کرو جو کنویں پر حاضر تھے۔ انہوں نے تمام لوگوں کو جمع کر دیا۔ پھر فرمایا: دیت چوتھائی، تہائی، آدھی اور مکمل ہوگی۔ سب سے نیچے والے کے لیے چوتھائی دیت ہوگی کیوں کہ اس کے اوپر تین شخص ہلاک ہوئے۔ دوسرے کے لیے تہائی دیت ہوگی؛ کیوں کہ دو ہلاک ہوئے اور تیسرے کے لیے آدھی دیت ہوگی، کیونکہ اس کے اوپر ایک ہلاک ہوا اور پہلے کے لیے مکمل دیت ہوگی۔ اگر تم راضی ہو تو تمہارے درمیان یہی فیصلہ ہے وگرنہ تمہارے لیے کوئی حق نہ ہوگا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے اور تمہارا فیصلہ کریں گے۔

پھر وہ لوگ حج کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ وہ کل ۱۱۰ افراد تھے۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گئے اور آپ کو اپنا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ جلدی تمہارا فیصلہ کر دوں گا۔ پھر ان میں سے ایک اٹھا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول!

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے درمیان فیصلہ کیا تھا۔ آپ نے پوچھا: انہوں نے کیا فیصلہ کیا تھا؟ لوگوں نے پورا فیصلہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: فیصلہ وہی ہے جو انہوں نے کر دیا۔ لوگ اٹھے اور کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی یہی فیصلہ ہے چنانچہ فیصلہ نافذ کر دیا گیا۔ آپ نے ان سے شیروں کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ ان کے شہروں میں ہیں؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ بہت زیادہ ہیں اور ہمارے جانوروں پر حملہ کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں شیروں کے متعلق نہ بتلاؤں۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ضرور بتلائیے! آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شیر نے حضرت حواء علیہا السلام کے بیٹے پر حملہ کیا اور اسے کھا گیا۔ حضرت حواء سامنے آئیں اور کہنے لگیں: تم برباد ہو جاؤ، تم نے میرا بیٹا کھا لیا۔

وہ شیر کہنے لگا: اللہ نے مجھے جو رزق دیا اسے کھانے سے مجھے کیا روکنے والا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سامنے ہوئے اور فرمایا: تم برباد ہو جاؤ۔ تم اس سے بات کر رہے ہو حالانکہ تم نے اس کا بیٹا کھا لیا ہے؟ دفع ہو جاؤ۔ چنانچہ اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ اسی وجہ سے وہ اپنا سر جھکائے ہوئے چلتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کے لیے ایک وظیفہ بتلائے دیتا ہوں، جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کرے گا اور اگر تم چاہو تو میں چھوڑ دیتا ہوں پھر وہ تمہارے ساتھ بیٹھے گا اور تم اس سے ڈرتے رہو گے۔ وہ ایک دوسرے کی طرف اٹھے اور کہنے لگے: اس کے لیے کوئی وظیفہ مقرر کر دیجیے۔ ان میں سے بعض نے کہا: ہمیں ڈر ہے کہ ہماری قوم اسے برداشت نہ کر سکے اور وہ اس میں فرمانبرداری نہیں کریں گے اور ہم رسول اللہ ﷺ سے ایسی بات کہہ دیں جس سے پھر چھٹکارہ ممکن نہ ہو۔

انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اسے چھوڑیے، وہ ہمارے ساتھ بیٹھتا رہے اور ہم اس سے ڈرتے رہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر یہی ٹھیک ہے۔ وہ لوگ واپس اپنی قوم کی طرف چلے گئے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے ان کو پوری کارگزاری سنائی۔ انہوں نے کہا: تمہاری درست راستے کی طرف راہنمائی نہیں ہوئی۔ اگر تم رسول اللہ ﷺ سے وہ قبول کر لیتے جو آپ نے وظیفہ مقرر فرمایا تھا تو تم اس سے محفوظ ہو جاتے۔ اب انہوں نے ایک شخص کو تیار کر کے اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو ابھی وہ قاصد آپ کے پاس نہیں پہنچا تھا کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تو انہوں نے حلال ہونے والوں میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی پایا۔ انہوں نے رنگین لباس پہن لیا تھا اور سرمہ بھی لگا لیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے میرے والد نے اسی کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ عراق میں تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کیا وہ آپ سے ذکر کیا اور مسئلہ دریافت کیا اور یہ بھی بتلایا کہ میں نے انکار کیا تو وہ کہنے لگیں: مجھے میرے والد نے یہی حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سچ کہہ رہے ہو۔ جب تم نے حج کی نیت کی تو کیا کہا تھا؟ فرماتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ! میں اسی طرح احرام باندھتا ہوں جیسے تیرے رسول ﷺ نے احرام باندھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ تو ہدی بھی تھی تم حلال نہیں ہوئے۔ چنانچہ ہدی کی وہ تعداد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ لائے تھے اور جو رسول اللہ ﷺ مدینہ سے لے گئے تھے، کل ۱۰۰ اونٹ تھے۔ لوگ حلال ہوئے اور جن کے پاس ھدی کا جانور نہ تھا وہ الگ رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ھدی کے جانوروں کو نحر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی قربانی میں شریک فرمایا۔

حجۃ الوداع

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار مدینہ تشریف لائے۔ آپ مدینہ میں ہر سال قربانی کرتے، نہ حلق کرواتے اور نہ قصر اور جہاد کرتے رہتے۔ آپ نے حج بھی نہیں کیا تھا۔ حتیٰ کہ جب ذوالقعدہ کا مہینہ آیا اور آپ کی ہجرت کو ۱۰ سال بیت گئے تھے تو آپ نے بھی نکلنے کا ارادہ کرلیا اور لوگوں میں حج کا اعلان کرا دیا۔ مدینہ میں بہت سے لوگ آگئے۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی اتباع کرے اور آپ جیسا عمل کرے۔

رسول اللہ ﷺ تین عمرے کر چکے تھے: پہلا عمرۂ حدیبیہ تھا۔ آپ نے ذوالقعدہ ۶ ہجری میں حلق کروایا۔ پھر عمرۃ القضاء ذوالقعدہ ۷ ہجری میں ہوا۔ آپ ۶۰ اونٹ بطورِ ہدی لے گئے تھے۔ آپ نے مروہ کے پاس قربانی کی اور حلق کروایا۔ تیسرا عمرہ جعرانہ سے ذوالقعدہ ۸ ہجری میں کیا۔

حضرت حارث بن فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے نبی بننے کے بعد سے وفات تک کتنے حج فرمائے؟ فرمایا: صرف ایک حج، وہ بھی مدینہ سے۔

حضرت حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابو ہاشم حضرت عبداللہ بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ایک حج ہجرت سے پہلے اور نبوت کے بعد مکہ میں کیا تھا اور دوسرا حج مدینہ سے کیا تھا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہجرت سے پہلے دو حج کیے تھے اور ہمارے ہاں متفق علیہ بات یہ ہے کہ جس پر ہمارے شہروں کے لوگوں کا بھی اتفاق ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صرف ایک حج کیا اور وہ بھی مدینہ سے۔ یہ وہی حج ہے جسے لوگ حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حجۃ الوداع کہنا مکروہ ہے۔ پوچھا گیا: حجۃ الاسلام کہنا کیسا ہے؟ فرمایا: ٹھیک ہے۔

حضرت سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ۲۵ ذوالقعدہ بروز ہفتہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز دو رکعات ادا کیں۔ آپ نے اسی دن نمازِ ظہر کے وقت احرام باندھا۔ ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے۔

حضرت عمر بن حکم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ پہنچ کر ظہر کے وقت پڑاؤ ڈالا اور وہیں رات گزاری تاکہ آپ کے ساتھی اور ہدی کے جانور اکٹھے ہو جائیں۔ یہیں آپ نے ظہر کے وقت اگلے دن احرام باندھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے تیل لگا کر، کنگھا کر کے ننگے سر روانہ ہوئے۔ حتی کہ ذوالحلیفہ پہنچ گئے۔

حضرت یعقوب بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو صحاری کپڑوں میں احرام باندھا۔ ایک تہبند تھی اور دوسری چادر۔

آپ نے تنعیم آ کر انہیں اسی طرح کے دو کپڑوں سے بدل دیا۔ جب آپ کی ازواج مطہرات آپ کے پاس جمع ہوئیں، وہ سب بھی کجاووں میں آپ کے ساتھ شریک حج تھیں۔ آپ کے پاس آپ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور ھدی کے جانور اکٹھے ہو گئے تھے۔ آپ مسجد ذوالحلیفہ میں نماز ظہر کے بعد داخل ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ نکلے اور ہدی منگوائی آپ نے اس کی دائیں جانب میں نشان لگوایا اور جوتے لٹکائے۔ پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ جب آپ بیداء مقام پر چڑھے تو آپ نے تلبیہ پڑھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم رات کے وقت ذوالحلیفہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچیں۔ ہمارے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما تھے۔ ہم نے رات ذوالحلیفہ میں ہی گزاری۔ جب صبح ہوتی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پر ھدی کے جانور پیش کیے گئے۔ جب آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی تو اپنی ھدی کو نشان لگایا اور محرم ہونے سے پہلے اس کے گلے میں قلادہ لٹکایا۔ پہلا قول ہمارے نزدیک راجح ہے کہ آپ نے رات نہیں گزاری۔ حضرت محمد بن نعیم مجمر رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہدی کو نشان لگانا چاہا تو اپنی ہدی کے پاس آئے اور بنفس نفیس اس پر نشان لگایا اور گلے میں قلادہ ڈالا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ نے اس پر علامت لگائی اور آپ کا چہرہ قبلہ کی جانب تھا اور آپ سو اونٹ لے گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جو جانور باقی ہیں انہیں ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ نشان لگائیں۔ آپ نے انہیں ہدی کے جانوروں پر نگران مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے ھدی کے جانوروں پر نگران تھا۔ میرے ساتھ قبیلہ اسلم کے دو جوان اور بھی تھے۔ ہم انہیں ہانکتے اور ان کے لیے چارہ تلاش کرتے اور ان پر جل ڈالی ہوئی تھیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بھلا بتلایئے! جو جانور ان میں سے تھک جائے تو میں اس کا کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے ذبح کر دینا اور اس کا قلادہ اس کے خون میں ڈال دینا اور اسے اس کے دائیں کندھے پر مارنا۔ پھر نہ تم اس سے کھانا اور نہ تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی بھی۔ پھر ایک دن بعد ہم مکہ آ گئے۔ پھر ترویہ کے دن ہم ہدی لے کر عرفہ گئے۔ پھر ہم عرفہ سے اترے اور جمع یعنی مزدلفہ آ گئے۔ پھر ہم یہاں سے منیٰ میں نبی ﷺ کے ٹھکانے کی طرف گئے۔ آپ کا خیمہ لگا دیا گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ہدی کو قربان گاہ لے جاؤ۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے ہدی کو نحر کرتے دیکھا۔ میں انہیں رسیوں میں ڈال کر آپ کے آگے کر رہا تھا۔

نبی کریم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنی سواری کو کھینچ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: بے وقوف! اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: یہ ہدی ہے۔ فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ آپ پیدل لوگوں کو اپنی ہدیوں پر سوار ہونے کا حکم فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کے احرام کو اپنے ہاتھ سے خوشبو لگائی۔ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام بھی باندھا اور خوشبو بھی لگائی۔ پھر جب ہم قاحہ نامی جگہ پہنچے تو زرد رنگ میرے چہرے پر بہہ پڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بھورے رنگ والی! اب تیرا رنگ کیسا خوبصورت لگ رہا ہے۔

آپ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان دو رکعتیں ادا کرتے رہے اور آپ کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوتا تھا۔

پھر جب آپ مکہ آئے تو آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا، پھر فرمایا: اے مکہ والو! تم اپنی نماز مکمل کرلو، ہم مسافر ہیں۔ آپ ﷺ کے احرام میں ہمارا اختلاف ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنے حج کے ساتھ عمرے کو ملایا تھا۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ لوگوں کو حلال ہونے کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ آپ اپنے عمرہ سے حلال نہیں ہوئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بالوں کو چپکا دیا ہے اور اپنی ہدی کو قلادہ لٹکا دیا ہے۔ میں اپنی ہدی کو نحر کرنے تک حلال نہیں ہوں گا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے عمرے کا احرام باندھا اور ہدی کو ساتھ لے آئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حج افراد فرمایا۔ اہل مدینہ نے اسی کو اختیار کیا اور یہی ان کے ہاں راجح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اتوار کی صبح ملل نامی جگہ میں پہنچے، پھر آپ نے کوچ فرمایا اور عشاء کے وقت شرفِ سیالہ پہنچ گئے۔ آپ نے شرف میں ہی مغرب اور عشاء پڑھی۔ اور فجر کی نماز روحاء اور سیالہ کے درمیان عرق ظبیہ میں پڑھی۔ یہ روحاء سے پہلے ہے اور یہاں راستے کے دائیں طرف ایک مسجد ہے۔

پھر آپ ﷺ نے روحاء میں پڑاؤ ڈالا۔ وہاں کوئی نیل گائے کھلی پھر رہی تھی۔ آپ ﷺ کو بتلایا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ نیل گائے ہے۔ فرمایا: اسے چھوڑ دو حتی کہ اس کا مالک آجائے۔ ایک نہدی آیا جو اس کا مالک تھا۔ اس نے وہ رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کردی۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ اور فرمایا: خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے۔

جب تک تم خود شکار نہ کرو یا تمہارے لیے شکار کیا جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ روحاء سے چلے اور منصرف میں عصر کی نماز پڑھی۔ پھر مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اور عشاء کا کھانا کھایا۔ آپ نے فجر کی نماز اثایہ میں پڑھی اور منگل صبح مقام عرج میں پہنچ گئے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے مدینہ میں عرض کیا: میرے پاس ایک اونٹ ہے۔ ہم اپنا زادِ راہ اس پر ڈال لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا توشہ دان ایک ہی تھا۔ آپ ﷺ نے آٹا اور ستو لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر ڈال دیا۔ ان کا غلام ان کے پیچھے سوار ہوتا تھا۔ پھر جب اثایہ میں پہنچے تو غلام نے رات ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس پر نیند غالب آ گئی۔ اونٹ اٹھا اور اپنی رسی کھینچتا ہوا گھاٹی میں چلا گیا۔ غلام نے سوچا شاید وہ راستے پر چل پڑا ہوگا وہ اٹھا اور راستے پر ہولیا۔ وہ اسے ڈھونڈ رہا تھا مگر کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

رسول اللہ ﷺ مقامِ عرج میں گھروں میں تھے کہ اچانک غلام آیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اونٹ کہاں ہے؟ کہنے لگا: مجھ سے گم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: بے وقوف، اگر وہ نہ ہوا تو میرے لیے تو معاملہ آسان ہے مگر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے گھر والے بھی ہیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور صفوان رضی اللہ عنہ لوگوں کے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ انہوں نے اس اونٹ کو رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر بٹھا دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: دیکھ لیں کہیں آپ کے سامان میں سے کچھ گم تو نہیں ہے۔ انہوں نے دیکھا تو فرمایا: باقی تو سب موجود ہے مگر ایک پیالہ گم ہے جس سے ہم پانی پیتے تھے۔ غلام نے کہا: یہ پیالہ تو میرے پاس ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ نے تیری طرف سے امانت ادا کر دی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مقامِ عرج میں اترے تو اپنے ٹھکانے کے صحن میں بیٹھ گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں اور دوسرے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا آئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دوسرے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ اچانک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام کرتا پہن کر آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تمہارا اونٹ کہاں ہے؟ کہنے لگا: مجھ سے گم ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی طرف اٹھے اور اسے مارنے لگے۔ فرمانے لگے: ایک ہی اونٹ تھا جو تجھ سے گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے اور فرما رہے تھے: کیا تم اس محرم کو دیکھ رہے ہو یہ کیا کر رہا ہے۔ آپ نے انہیں منع نہیں کیا۔

آلِ نضلہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا توشہ گم ہو گیا۔ لوگ حلوے کا بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ لائے اور اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ فرمانے لگے: ابوبکر آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے عمدہ ناشتہ بھیجا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غلام پر غصے ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اپنے اوپر آسانی کرو۔ معاملہ تمہارے اور ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ وہ غلام تو اس پر حریص تھا کہ اونٹ گم نہ ہو اور یہ بھی پیچھے رہ گیا ہوگا جن کے ساتھ تھا۔ پھر آپ ﷺ آپ کے گھر والوں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر ساتھیوں نے کھانا کھایا حتی کہ سب سیر ہو گئے۔

حضرت سعد بن عبادہ اور ان کے بیٹے قیس بن سعد رضی اللہ عنہما وہ مال بردار اونٹ لے کر آئے جو زادِ راہ اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا ارادہ لے کر آئے اور آپ کو اپنے خیمے کے دروازے پر کھڑا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اونٹ کو لے آئے

تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں معلوم ہوا تھا کہ آپ کا مال بردار اونٹ غلام کے ساتھ گم ہوگیا۔ اس کی جگہ یہ اونٹ لے لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمارے اونٹ کو لے آئے۔ آپ اپنے اس اونٹ کو واپس لے جاؤ اور اے ابوثابت! کیا یہ کافی نہیں ہے کہ جب سے ہم مدینہ آئے تم مسلسل ہماری مہمان نوازی کرتے آئے ہو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! احسان تو اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! جو آپ ہمارے اموال میں سے لے لیتے ہیں وہ ہمیں اس مال سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جو آپ چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابوثابت! تم سچ کہہ رہے ہو۔ خوش ہو جاؤ تم کامیاب ہو گئے۔ اخلاق تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے اچھے اخلاق دینا چاہتا ہے تو اسے نواز دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے اچھے اخلاق عطا کر دیے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے یہ سب کیا۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! زمانہ جاہلیت میں سعد کا گھرانہ ہمارا سردار گھرانہ تھا۔ وہ ہر موقع پر ہمیں کھانا کھلاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ کانوں کی طرح ہیں۔ جو جاہلیت میں ان کے بہترین لوگ تھے وہی اسلام میں بھی ان کے بہترین لوگ ہیں۔ جب وہ دین سیکھ لیں۔ ان کے لیے وہ سب ہوگا جس پر وہ مسلمان ہوئے۔

حضرت ابن ابی زناد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انہیں جمیل رحمہ اللہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے جبڑوں کے ساتھ حالت احرام میں اپنے سر کے درمیان میں پچھنے لگوائے۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدھ کے دن سقیا نامی جگہ پر پڑاؤ ڈالا۔ پھر اگلی صبح آپ مقامِ ابواء میں آئے۔ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے نیل گائے کی پٹھ کا گوشت جس سے خون بہہ رہا تھا آپ کو ہدیہ میں دیا۔ مگر آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا: میں محرم ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابواء میں چھلکا اترے ہوئے سفید لوبیے کھاتے ہوئے دیکھا۔ جو ودان سے آپ کو ہدیہ میں ملے تھے۔ پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھائی اور وضو نہ کیا۔ آپ نے اس مسجد میں نماز ادا کی جس سے وادی ابواء بائیں جانب نظر آتی ہے اور آپ کا رخ مکہ کی طرف تھا۔ پھر آپ نے ابواء سے کوچ کیا اور یمن کے ٹیلوں پر نماز پڑھی۔ وہاں کیکر کا ایک درخت تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نیچے بیٹھے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی وہاں سے گزرتے تھے تو اس کے نیچے برتن سے پانی بہا کر اسے سیراب کرتے تھے۔

حضرت افلح بن عبید رحمہ اللہ اپنے والد سے اسی طرح نقل فرماتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ وہ باقی رہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز پڑھی جو وہاں واقع ہے، جب آپ اراک نامی چوٹی سے جحفہ پر اترتے اور آپ نے جمعہ کے دن جحفہ میں پڑاؤ ڈالا اور مسجد راستے کی بائیں جانب جھکاؤ پر تھی۔ ہفتے کے دن آپ قدید میں تھے اور آپ نے مسجد مشلل میں نماز پڑھی۔ آپ نے اس مسجد میں بھی نماز پڑھی جو چوٹی سے نیچے تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ اس دن ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے خیمے میں تھی۔ اس کے ساتھ اس کا چھوٹا بیٹا بھی تھا۔ اس نے اس کا بازو پکڑا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا اس کا حج ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔ آپ اتوار کے دن عسفان میں آئے۔ پھر کوچ فرمایا: پھر جب آپ غمیم میں تھے تو پیدل چلنے والے صف بنائے آپ کے پاس شکوہ لے کر آئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تیز چلنے سے مدد حاصل کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور انہیں راحت حاصل ہوئی۔

سوموار کو آپ مرظہران پہنچ گئے۔ آپ شام تک وہیں رہے سورج غروب ہوگیا۔ مگر آپ نے مکہ داخل ہونے سے پہلے مغرب نہیں پڑھی۔ پھر جب آپ دونوں چوٹیوں کے درمیان پہنچے تو آپ نے وہیں رات گزاری۔ یعنی کدی اور کداء کے درمیان پھر اگلی صبح اٹھے، غسل کیا اور دن کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن کے وقت مکہ میں داخل ہوئے اور آپ اپنی قصواء نامی اونٹنی پر کدی سے ابطح کی طرف آئے اور بالائی مکہ سے داخل ہوئے۔ حتیٰ کہ اس مقام تک پہنچ گئے جس کا نام باب بنی شیبہ ہے۔ جب آپ نے بیت اللہ کو دیکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور آپ کی اونٹنی کی لگام گرگئی، آپ نے اپنے بائیں ہاتھ سے اسے پکڑ لیا۔ پھر جب بیت اللہ کو دیکھا تو یہ دعا پڑھی:

''اے اللہ! اس گھر کی شرافت، عظمت، عزت، رعب اور خیر میں اضافہ فرما۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوئے تو نماز سے پہلے طواف فرمایا۔ جب آپ رکن تک پہنچے تو اس کا استلام فرمایا اور اپنی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں پر ڈال دیا اور فرمایا: ''اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔'' پھر آپ نے حجر اسود سے تین چکروں میں رمل فرمایا۔ آپ ہر استلام حجر کرنے والے کو حکم دیتے کہ وہ کہے: بسم اللہ واللہ اکبر ایمانا باللہ وتصدیقا بما جاء بہ محمد ﷺ ''اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ پر ایمان ہے اور اس تمام کی تصدیق ہے جو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے۔'' حضرت عبداللہ بن ابو سائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: ربنا اتنا فی الدنیا ... ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔''

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے غور سے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے صرف رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کیا اور چار چکر چلے۔

پھر آپ مقام ابراہیم کے پیچھے آئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے ان میں سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص پڑھیں۔ پھر آپ رکن اسود کی طرف لوٹ آئے اور اس کا استلام کیا۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تم طاقتور آدمی ہو۔ اگر تم حجر اسود کو خالی پاؤ تو اس کا استلام کر لینا ورنہ لوگوں سے اس پر نہ جھگڑنا۔ پھر تم تکلیف دو گے اور تمہیں بھی تکلیف پہنچے گی۔ آپ نے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو محمد! آپ نے حجر اسود پر کیسے کیا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے استلام کیا بھی اور چھوڑ بھی دیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا۔ پھر آپ باب بنو مخزوم سے صفا کی طرف نکلے اور فرمایا: میں اسی سے آغاز کروں گا جس سے اللہ تعالیٰ نے آغاز کیا۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فوراً بعد اپنی سواری پر سوار ہو کر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے تشریف لائے، پھر اپنی سواری پر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس دن آپ نے اپنے خچر پر طواف کیا۔ پہلا قول ہمارے ہاں راجح ہے کہ آپ نے سواری پر سوار ہو کر سعی کی اور یہی مشہور ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے اور سات تکبیریں کہیں اور فرمایا: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ہر طرح کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔

پھر آپ نے اس دوران دعائیں مانگیں۔ پھر مروہ کی طرف اتر آئے۔ پھر جب آپ کے پاؤں وادی میں جم گئے تو آپ نے رمل کیا۔

حضرت برہ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعی والی جگہ پہنچے تو فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو فرض قرار دیا ہے۔ سو تم سعی کرو۔ پھر آپ نے سعی کی، حتی کہ میں نے آپ کی تہبند کو دیکھا۔ وہ آپ کی ران سے ہٹ گئی تھی۔ آپ نے وادی میں یہ دعا کی: اے پروردگار! مغفرت فرما، رحم فرما اور آپ ہی معزز اور مکرم ذات ہیں۔

پھر جب آپ مروہ تک پہنچے تو اس پر بھی وہی کیا جو صفا پر کیا تھا۔ آپ نے صفا سے آغاز کیا اور مروہ پر اختتام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی ابطح میں ٹھہرے رہے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مکہ کے گھروں میں نہیں ٹھہریں گے؟ آپ نے انکار کر دیا اور وادی ابطح میں ہی ٹھہرے رہے۔ حتی کہ ترویہ کے دن نکلے۔

پھر آپ منیٰ سے لوٹے اور ابطح میں اترے، حتی کہ مدینہ کی طرف چل پڑے۔ آپ کسی گھر میں نہیں ٹھہرے اور نہ ہی کسی گھر کا سایہ لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے۔ جب آپ دروازے تک پہنچے تو اپنے جوتے اتار دیے اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ، بلال اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کے ساتھ داخل ہوئے۔ آپ نے دیر تک دروازہ بند کیے رکھا۔ پھر انہوں نے اسے کھول دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں سب سے پہلے آپ کی طرف گیا تھا۔ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول

اللہ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی؟ انہوں نے فرمایا: ہاں پہلے دونوں ستونوں کے درمیان دو رکعتیں پڑھیں اور بیت اللہ ان دنوں چھ ستونوں پر تھا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اس کے کونوں میں تکبیر پڑھی اور نماز نہیں پڑھی۔

حضور اکرم ﷺ کی اپنی امت سے والہانہ محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ غمگین حالت میں تشریف لائے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: آج میں نے ایک کام کیا ہے کاش! میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔

میں بیت اللہ میں داخل ہو گیا۔ شاید میرا کوئی امتی اس میں داخل ہونے پر قادر نہ ہو، پھر اس کے دل میں حسرت رہے گی۔ ہمیں صرف طواف کا حکم دیا گیا ہے اندر داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا۔

آپ ﷺ نے بیت اللہ کو غلاف بھی پہنایا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج میں یمنی چادروں سے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کعبۃ اللہ کی لمبائی چوڑائی ۱۸ گز تھی۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ کے دن آئے۔ اس پر ہمارا اتفاق ہے اور آپ نے ۸ ذوالحجہ سے ایک دن پہلے مکہ میں ظہر کے بعد خطبہ بھی دیا۔ حضرت عمرو بن یثربی ضمری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ۸ ذوالحجہ سے ایک دن پہلے ظہر کے بعد خطبہ دیتے ہوئے سنا اور عرفہ کے دن بھی جب سورج ڈھلا تو آپ نے نماز سے پہلے اپنی سواری پر بیٹھ کر خطبہ دیا۔

اور اگلے دن آپ نے منیٰ میں ۹ ذوالحجہ کو ظہر کے بعد خطبہ دیا۔ علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی مشہور ہے۔ باقی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جمعہ کا دن ۸ ذوالحجہ کے موافق تھا۔ رسول اللہ ﷺ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوئے اور لوگوں کو وعظ فرمایا۔ آپ نے فرمایا: جو طاقت رکھتا ہو کہ وہ ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھ سکے تو وہ ایسا کرے۔ آپ بیت اللہ کا سات چکر طواف کر کے سورج ڈھلنے کے وقت سوار ہوئے اور ظہر وعصر، مغرب وعشاء اور فجر منیٰ میں پڑھی۔ آپ نے اس جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں آج دار الامارۃ قائم ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے لیے کوئی سائبان نہ بنا دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ منیٰ ہر آگے بڑھنے والے کا ٹھکانہ ہے۔

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اس وقت تک منیٰ سے سوار نہ ہوئے جب تک سورج طلوع ہوتے نہیں دیکھ لیا۔

پھر آپ سوار ہوئے اور عرفہ پہنچے۔ وہاں نمرہ میں پڑاؤ ڈالا۔ یہاں آپ کے لیے بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ بھی لگایا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اور آپ کی بیوی میمونہ رضی اللہ عنہا ایک چٹان کے سائے میں رہے حتیٰ کہ شام ہو گئی اور آپ کی دیگر بیویاں آپ کے قریب ہی خیموں میں تھیں۔

پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے اپنی قصواء نامی سواری منگوائی اور وادیٔ عرنہ کی طرف کوچ فرمایا۔

قریش کو شک نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ میں وقوف کریں گے وہاں سے نہیں گزریں گے۔ چنانچہ نوفل بن معاویہ دیلی رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں چل رہے تھے، کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! آپ کی قوم کا خیال ہے کہ آپ مزدلفہ میں وقوف فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نبوت سے پہلے ان کی مخالفت میں عرفہ میں وقوف کیا کرتا تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نبوت سے پہلے عرفہ میں وقوف کرتے دیکھا اور قریش سب کے سب مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے، سوائے شیبہ بن ربیعہ کے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: شیبہ بن ربیعہ قریش میں سے عرفہ میں وقوف کرتا تھا اور اس نے دو کالی چادریں پہن رکھی ہوتی تھیں اور اس کے اونٹ کی لگام بالوں کی بنی ہوئی دو کالے نشانوں کے درمیان ہوتی تھی۔ پھر وہ ان کے دفاع میں کہتا: ہم لوگوں یعنی دیگر عرب سے بات نہیں کرتے۔ وہ عرفہ میں وقوف کرتے ہیں اور قریش مزدلفہ میں۔ ہم اہل اللہ ہیں۔

حضرت یعقوب بن زید رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب وادی عرفہ میں سورج ڈھل گیا تو آپ نے اپنی سواری (قصواء اونٹنی) پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔ جب خطبے کا اختتام ہونے لگا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور آپ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے اذان کے بعد چند کلمات ارشاد فرمائے اور اپنی سواری بٹھا دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور آپ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر اقامت ہوئی اور آپ نے عصر کی نماز پڑھائی۔

آپ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ انہیں جمع کیا۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس دن وادی عرفہ میں خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ پھر آپ سوار ہوئے۔ فرماتے ہیں: پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا کہ ٹھہر جاؤ، یعنی عرفہ میں وقوف کرو۔

خطبۂ نبوی ﷺ

اس دن آپ ﷺ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اس دن کے بعد اس جگہ تم سے مل پاؤں گا یا نہیں۔ اللہ اس شخص پر رحم فرمائے، جو میری حدیث سنے، پھر اسے محفوظ کر لے۔ بہت سے فقہ کے حامل ایسے ہیں جن میں کوئی سمجھ نہیں ہوئی اور بہت سے حامل فقہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے لینے والا ان سے زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہارے خون تم پر آپس میں ایسے ہی حرام ہیں جیسے آج کے اس دن کی حرمت ہے اور اس مہینے کی حرمت ہے اور اس شہر کی حرمت ہے اور جان لو کہ تین خصلتوں کے ہوتے ہوئے سینے میں خیانت نہیں ہو سکتی: ہر عمل کو خالص اللہ کے لیے کرنا، اہل امر سے خیر خواہی اور مسلمان کی جماعت سے گہرا تعلق۔

اگر تم انہیں پکارو گے تو وہ ان کے پیچھے سے تمہارا احاطہ کرے گی۔ آگاہ ہو جاؤ۔ زمانہ جاہلیت کی ہر رسم میرے پاؤں کے نیچے ہے اور جاہلیت کا پہلا خون ایاس بن ربیعہ بن حارث کا ہوا تھا۔ میں اسے معاف کرتا ہوں۔ وہ بنو سعد میں دودھ پیا کرتا تھا۔ اسے ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کا ہر سود ساقط ہے اور سب سے پہلے میں اس سود کو ختم کرتا ہوں جو عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے طے کیا تھا۔

عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے کلمہ سے تم نے ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے کو نہ لائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہیں ایسا مارو کہ زخم نہ بنے اور ان کے لیے تمہارے ذمے ان کا کھانا اور دستور کے مطابق ان کا لباس ہے۔ میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب ہے اور تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ لوگوں نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے دین پہنچا دیا اور حق ادا کر دیا اور خیر خواہی کی۔ پھر آپ نے اپنی شہادت والی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اسے تین بار اوپر کو اٹھا کر کہا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں ایک ٹیلے پر وقوف کیا۔ فرمایا: عرفہ پورے کا پورا ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے وادی عرنہ کے اور مزدلفہ سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے وادئ محسر کے اور منیٰ میں ہر جگہ قربانی کر سکتے ہیں سوائے گھاٹی کے پیچھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی طرف پیغام بھیجا جو عرفہ میں دور رہتے تھے کہ تم اپنے مشاعر کو لازم پکڑے رہو۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت پر ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عرفہ جبل عرفہ کی طرف عرنہ سے ملا ہوا پہلا پہاڑ ہے۔ یہ پورا عرفہ ہے۔ نیز فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ عرفہ میں اپنے ہاتھ اٹھائے دعا میں مشغول تھے۔

سب سے افضل دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری سب سے بہترین دعا اور مجھ سے پہلے انبیاء کی دعا یہ ہے:

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد بيده الخير يحيي و يميت وهو على كل شيئ قدير.

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ہر طرح کی تعریف ہے اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائی ہے اور وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ چند لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفہ کے دن روزے کے بارے میں اختلاف کیا۔ ام فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اس بارے میں تم سب سے زیادہ جانتی ہوں۔ میں نے دودھ کا ایک پیالہ آپ کی طرف بھیجا

اور آپ نے اسے پیا جبکہ آپ خطبہ دے رہے تھے۔

فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر ٹھہرے دعا کرتے رہے حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ عرفہ سے دور چلے جاتے تھے جبکہ سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوتا تھا جیسے پگڑیاں لوگوں کے سروں پر ہوتی ہیں۔ قریش کا خیال تھا کہ نبی ﷺ بھی اسی طرح دور چلے جائیں گے۔ مگر آپ دور نہ گئے حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔ نبی ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے کسی کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے عشاء کے وقت عرفہ سے چلنے کے متعلق پوچھتے ہوئے سنا۔ انہوں نے فرمایا: آپ تیز چال چلتے تھے۔ جب کوئی گہرائی آتی تو آپ ذرا اور تیز ہو جاتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! آرام سے چلو۔ سکون کو لازم پکڑو۔ تا کہ تمہارا طاقتور تمہارے کمزور پر غالب نہ آجائے۔

حضرت ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی نے دونوں مرتبہ میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھائے، حتی کہ آپ نے جمرہ کی رمی کی۔

حضرت عیم بن جبیر بن کلیب جہنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا: آپ عرفہ سے مزدلفہ کی طرف گئے۔ مزدلفہ میں آگ جلائی گئی اور آپ اس دن اس کے قریب ٹھہرے۔

حضرت اسحاق بن عبداللہ بن خارجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ نے آگ دیکھی تو خلاجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: اے ابو یزید! یہ آگ کب سے جاری ہے۔ انہوں نے کہا: زمانہ جاہلیت میں اسے قریش نے بھڑکایا تھا۔ وہ حرم سے عرفہ کی طرف نکلتے تو کہتے: ہم اہل اللہ ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں نے میری قوم کے چند لوگوں میں مجھے بتلایا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں حج کرتے اور اس آگ کو دیکھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھاٹی کی طرف اور وہ زمین کے درمیان راستے کی بائیں جانب اذخر کی گھاٹی تھی۔ آپ نے وہاں نماز نہ پڑھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب اور عشاء مزدلفہ میں ایک اقامت سے پڑھیں۔ آپ نے ان کے درمیان تسبیح بھی نہیں پڑھی اور نہ ہی ان میں سے کسی کے بعد۔

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے وہ دونوں نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے آگ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ آگ قزح پہاڑ پر تھی اور یہی مشعر حرام ہے۔ جب سحری کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے کمزوروں، بچوں اور عورتوں میں سے ہر اس شخص کو اجازت دے دی جس نے اجازت مانگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضرت سودہ بنت ربیعہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے مزدلفہ سے لوگوں کے اژدہام سے پہلے نکلنے کی اجازت مانگی۔ وہ کمزور عورت تھیں۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی اور باقی ازواج مطہرات کو روک لیا۔ وہ

صبح کے وقت آپ کے ساتھ ہی نکلیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں بھی سودہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگ لیتی، یہ مجھے آپ کے ساتھ نکلنے سے زیادہ پسند تھا۔

حضرت عمران بن ابوانس رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آگئی اور ہم نے فجر سے پہلے ہی رمی کر لی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کے ساتھ بھیجا۔ پھر انہوں نے فجر کے ساتھ ہی جمرات کی رمی کر لی۔

حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب فجر طلوع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی اور اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ پھر آپ نے قزح پر وقوف کیا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ سورج طلوع ہونے تک مزدلفہ میں کوہ ثبیر سے الگ نہ ہوتے تھے اور کہتے تھے: اے ثبیر! روشن ہو جا تاکہ ہم چلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش نے عہد ابراہیم کی مخالفت کی۔ آپ علیہ السلام طلوع شمس سے پہلے ہی چلے گئے تھے اور فرمایا: یہ موقف ہے اور پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ علاقہ مازمین کے انتہائی علاقے سے اس چوٹی تک ہے جو وادیٔ محسر کے پیچھے ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ محسر میں لوگوں کو تیز چلنے کی ترغیب دی۔

حضرت ابان بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی گھاٹی سے کنکریاں اٹھائیں۔

حضرت قدامہ بن عبداللہ کلابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۹ ذوالحجہ کے دن صہباء نامی اونٹنی پر جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے ہوئے دیکھا۔ نہ آپ نے ماری، نہ پھینکی بلکہ درمیان درمیان کی کیفیت رہی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ ختم نہیں فرمایا حتی کہ جمرہ کی رمی کر لی۔

حضرت ان عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی جمرۃ تک تلبیہ ختم نہ فرمایا۔ جب آپ قربان گاہ تک پہنچے تو فرمایا: یہ قربان گاہ ہے اور پورا منیٰ قربان گاہ ہے اور مکہ کی ہر گہری جگہ راستہ اور قربان گاہ ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے چھری کے ساتھ ۶۳ قربانیاں کیں۔ پھر ایک شخص کو چھری دی اور بقیہ قربانیاں انہوں نے کیں۔ پھر آپ نے ہر قربانی سے تھوڑا سا گوشت منگوایا اور اسے ہنڈی میں ڈال کر پکوایا۔ پھر اس کا گوشت کھایا اور شوربہ پیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے قربانی والے جانوروں کی جُل، گوشت، اور کھال صدقہ کر دوں اور ان اونٹوں میں سے کچھ بھی عطیہ نہ کروں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک منڈوانا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھدی کے جانوروں کی قربانی کر دی تو آپ نے حلق کرنے والے کو بلوایا اور مسلمان بھی حاضر

تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مانگے تو آپ نے حلق کرنے والے کو اپنے سر کے دائیں حصے کے بال دیے۔ پھر آپ نے وہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو دیے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پیشانی کے بال مبارک مانگے تو آپ نے حلق کروا کے وہ انہیں دے دیے۔ وہ انہیں اپنی ٹوپی کی اگلی جانب رکھتے تھے۔ پھر جس لشکر سے بھی وہ مقابلہ کرتے اسے شکست دے دیتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کرتا تھا اور جو انہوں نے احد، خندق، حدیبیہ اور ہر جگہ ہم سے جنگ لڑی۔ پھر میں نے ۱۰ ذوالحجہ کو انہیں دیکھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جانور کو آگے کر رہے تھے اور وہ رسی میں بندھا ہوتا تھا۔ پھر میں نے ان کی طرف دیکھا جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک منڈوا رہے تھے۔

اور وہ کہہ رہے تھے: اے اللہ کے رسول! اپنے پیشانی کے بالوں میں کسی کو مجھ پر ترجیح نہ دیجیے گا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ پھر میں نے انہیں دیکھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی کے بال لیے اور وہ انہیں اپنی آنکھوں اور منہ پر لگا رہے تھے۔

فرماتے ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یہ بال کہاں سے ملا جو تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈوایا تو اپنے بال مبارک لوگوں میں تقسیم فرما دیے۔ جب لوگوں کو ملے تو ہمیں بھی ملے۔ جب آپ نے اپنا سر منڈوایا تو اپنی مونچھوں اور لبوں کے بال بھی کٹوائے۔ آپ نے اپنے ناخن بھی تراشے۔ پھر آپ نے اپنے بال اور ناخن دفن کرنے کا حکم دیا۔

آپ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حلق کروایا اور بعضوں نے قصر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حلق کروانے والوں پر رحم فرمائے۔ لوگوں نے کہا: اور قصر کروانے والوں پر بھی۔ آپ نے تین مرتبہ حلق کروانے والوں کا ذکر فرمایا۔ پھر چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا: اور قصر کروانے والوں پر بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے حلق کروانے کے بعد خوشبو بھی لگائی اور قمیص پہنا۔ آپ لوگوں کے لیے بیٹھ گئے۔ آپ سے اس دن جو بھی پوچھا گیا، پہلے یا بعد میں۔ آپ نے فرمایا: ایسا کر لو۔ کوئی حرج نہیں حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذیفہ سہمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ لوگوں میں اعلان کریں: اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کھانے، پینے اور ذکر اللہ کرنے کے دن ہیں۔ چنانچہ مسلمان روزہ رکھنے سے رک گئے مگر وہ جو حج کی وجہ سے رکا ہوا تھا یا حج تمتع کرنے والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایامِ منیٰ میں روزہ رکھنے کی رخصت تھی۔

آپ ﷺ یوم نحر کو منیٰ کی طرف پلٹے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنی بیویوں کے ساتھ یومِ نحر کی شام رات کے وقت پلٹے۔ آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ دن کو واپس ہو جائیں۔ پھر آپ زمزم پر آئے اور ڈول لانے کا حکم دیا۔ اس سے پانی نکالا گیا اور آپ نے اس میں سے پیا اور اپنے سر پر ڈالا اور فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اے اولادِ عبدالمطلب! تم اس پر غلبہ

دیے گئے ہو تو میں اس سے اور پانی کھینچتا۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے زمزم سے اپنے لیے خود پانی کھینچا۔

عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں بھی اپنے لیے خود پانی کھینچتا تھا۔ پھر جب میں بوڑھا ہو گیا اور کمزور ہو گیا تو میں کسی کو حکم کرتا جو میرے لیے پانی کھینچتا۔ آپ نماز سے پہلے سورج ڈھلنے کے بعد جمرات کی رمی کرتے۔ جب آپ پہلے دو جمروں کی رمی کرتے تو ہاتھ اٹھا کر پتھر مارتے اور جمرہ عقبہ کی رمی وادی کے دامن سے کرتے۔ آپ پہلے جمرہ کے پاس دوسرے کی بنسبت زیادہ ٹھہرتے۔ تیسرے کے پاس آپ نہیں ٹھہرتے تھے۔ جب آپ رمی کر لیتے تو لوٹ جاتے۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلے دو جمروں کی رمی کرتے تو ان کے پاس ٹھہرتے اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور جمرہ عقبہ کی رمی میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ جب آپ اس کی رمی کر لیتے تو لوٹ جاتے۔

رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو رخصت دی تھی کہ وہ منیٰ سے ہٹ کر رات گزاریں اور جو ان میں سے آتا تو وہ رات کو ہی رمی کر لیتا۔ آپ نے اس کی رخصت دی تھی۔ حضرت ابو بداح بن عاصم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو منیٰ سے ہٹ کر رات گزارنے کی رخصت دی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: خذف کی کنکری کی طرح پھینکو۔ آپ کی ازواجِ مطہرات رات کو رمی کرتی تھیں۔

یومِ نحر کو رسول اللہ ﷺ کا خطبہ

حضرت عمرو بن یثربی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اگلے دن یومِ نحر کو اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔

دونوں راویوں نے ایک دوسرے سے کچھ اضافے کے ساتھ قصہ نقل کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میری بات دھیان سے سنو اور پلے باندھ لو۔ مجھے معلوم نہیں کہ شاید میں اس سال کے بعد اس جگہ تم سے ملاقات نہ کر پاؤں۔ اے لوگو! یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگ خاموش رہے۔ آپ نے پھر فرمایا: یہ محترم مہینہ ہے۔ پھر پوچھا: یہ شہر کون سا ہے؟ پھر خاموش ہوئے اور فرمایا: یہ محترم شہر ہے۔ پھر فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ لوگ پھر خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا: یہ محترم دن ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے خونوں، تمہارے اموال اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام کر دیا ہے جیسے اس مہینے کی، اس شہر کی اور اس دن کی حرمت ہے۔ حتیٰ کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ پھر آپ نے فرمایا: عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے، پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ کیا میں نے بات پہنچا دی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔

سنو! جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ امانت رکھوانے والے کے حوالے کر دے اور سنو! جاہلیت کا ہر سودی معاملہ ختم اور

جاہلیت کا ہر خون معاف اور سب سے پہلا خون جسے میں معاف کرتا ہوں وہ ایاس بن ربیعہ بن حارث کا خون ہے۔ وہ بنو سعد بن لیث میں دودھ پیتا تھا۔ اسے حذیل نے قتل کیا تھا۔ کیا میں نے بات پہنچا دی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ حاضر غائب تک یہ پیغام پہنچا دے۔

سنو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے قابلِ احترام ہے اور کسی مسلمان کا مال حلال نہیں ہے سوائے اس کے جو اس دلی رضامندی سے دیا ہو۔

حضرت عمرو بن یثربی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بھلا بتلائیے! اگر میں اپنے چچا زاد بھائی کی بکریوں میں جاؤں تو کیا ان میں سے ایک بکری کو ذبح کر سکتا ہوں؟ اور وہ مجھے جانتا ہو۔ آپ نے فرمایا: اگر تم جمیش کی وادی میں ان بکریوں میں کسی بھیڑ کو پاؤ جس کے چھوٹے بڑے بچے ہوں تب بھی تم اسے خوفزدہ نہیں کر سکتے۔ جمیش برلب ساحل کثیر درختوں والی ایک وادی کا نام ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے علم میں تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد صحراء کی جگہ ہے۔ بعض نے کہا: وادئ کداء کی ایک جانب ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! ادھار تو کفر میں زیادتی ہے جس کے ذریعے کافر لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ وہ اسے ایک سال حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال حرام۔ تاکہ وہ اس گنتی کو روند ڈالیں جسے اللہ کے حرام قرار دیا۔ آگاہ رہو! زمانہ گھوم جاتا ہے اسی دن کی طرح جس میں اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں ۱۲ ہے۔ ان میں سے چار محترم مہینے ہیں۔ تین پے در پے آتے ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک رجب جسے مضر کا مہینہ کہا جاتا تھا اور یہ جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان آتا ہے اور مہینے کے ۲۹ دن بھی ہوتے ہیں اور تیس بھی۔ کیا میں نے اپنی بات پہنچا دی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ پھر فرمایا: اے لوگو! عورتوں کا تم پر حق ہے اور تمہارے لیے ان پر کچھ حقوق ہیں۔ ان پر یہ لازم ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی کو نہ آنے دیں اور تمہارے گھروں میں کسی کو نہ آنے دیں جو تمہیں پسند نہ ہوں۔ مگر تمہاری اجازت سے۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم انہیں بستروں میں تنہا چھوڑ دو اور تم انہیں ایسی مار مارو کہ زخم نہ لگے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری اطاعت کریں تو ان کو ان کا کھانا اور لباس دستور کے مطابق دو۔ عورتیں تمہارے پاس بطور مددگار ہیں۔ وہ اپنے لیے کسی چیز کی مالک نہیں۔ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور تم نے اللہ کے کلمہ کے ذریعے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ سو عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان سے بھلائی سے پیش آؤ۔ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ اے لوگو! شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمہاری زمین میں اس کی عبادت ہو۔ لیکن وہ اس کے علاوہ میں راضی ہے کہ اس کی اطاعت ہو گی ان جگہوں میں سے جنہیں تم حقیر قرار دو گے۔ وہ اس پر راضی ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

کسی کے لیے مسلمان بھائی کا خون اور اس مال حلال نہیں ہے مگر جو وہ دلی رضامندی سے دے دے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتی کہ وہ کہہ دیں: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جب انہوں نے اس کا اقرار کر لیا تو انہوں نے اپنے خونوں اور اپنے مالوں کو بچالیا اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے اور تم خود پر ظلم نہ کرنا اور میرے بعد کفر کی طرف مت لوٹ جانا کہ پھر تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ تم اس کے ہوتے ہوئے گمراہ نہ ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ پھر آپ اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ایسی مار کیسے ممکن ہو جس سے زخم نہ لگے۔ فرمایا: مسواک یا جوتے سے مارلو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: **واخذنا منهم ميثاقاً غليظاً** کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد نکاح کا کلمہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ کوئی بھی منیٰ کی راتیں منیٰ کے علاوہ کہیں اور نہ گزارے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز پہلے دن وادیٔ بطحاء میں ادا فرمائیں۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی جگہ ٹھکانہ بنانے کا حکم نہ دیا۔ میں ابطح آیا اور میں نے خیمہ بنایا۔ پھر آپ آئے اور وہاں ٹھہرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ محصب میں ٹھہرے کیوں کہ یہاں سے نکلنا آسان تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حیی کا ذکر کیا تو آپ کو بتلایا کہ انہیں حیض آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا وہ ہمیں روک دے گی۔

کہا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ منیٰ واپس چلی گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر نہیں۔ پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تنعیم سے آئیں اور عمرہ قضاء کیا تو آپ نے کوچ کرنے کا حکم فرمادیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ پر آئے اور فجر سے پہلے اس کا طواف کیا۔ پھر مدینہ کی طرف لوٹ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تین دن ہیں جن میں پہلے دن کے بعد مہاجرین ٹھہر سکتے ہیں۔

ایک شخص نے آپ سے مکہ میں ٹھہرنے کے لیے پوچھا تو آپ نے اسے صرف تین دن ٹھہرنے کی رخصت دی۔

اس لیے کہ وہ ٹھہرنے اور مقیم ہونے کا گھر نہیں تھا۔

حضرت عبید بن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ کو چھوڑا تو آپ ساتویں چکر میں تھے۔ آپ بیت اللہ کے پیچھے دروازے کی جانب مڑے اور چمٹ گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ نے حجر اسود اور دروازے کے درمیان تعوذ پڑھا اور اپنا پیٹ اور

پیشانی بیت اللہ سے چمٹا دیا۔

آپ ﷺ جب بھی حج، عمرہ یا غزوے سے لوٹے اور کسی بلند چوٹی یا ٹیلے پر چڑھے تو تین بار اللہ اکبر کہا۔

پھر یہ پڑھا: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ہر طرح کی تعریف ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے کبھی فوت نہ ہوگا۔ اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، سجدہ ریز، عبادت گزار اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔ اے اللہ! ہم سفر کی تکالیف سے تیری پناہ میں آتے ہیں اور بری حالت میں لوٹنے سے اور اہل اور مال میں برا منظر دیکھنے سے۔ اے اللہ! ہمیں صحیح سالم پہنچا دے۔ ہم تیری بہترین مغفرت اور رضامندی کی طرف لوٹ آئیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے معرس میں پڑاؤ ڈالا تو اپنے صحابہ کو منع فرما دیا کہ وہ رات کو اچانک عورتوں کے پاس مت جائیں۔ دو آدمی اچانک اپنے گھر والوں کے پاس جا پہنچے تو دونوں نے ہی ناپسندیدہ امر کو پایا۔

آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی بطحاء میں بٹھائی۔ جب آپ حج کی طرف گئے تھے تو شجرہ پر چلے تھے اور جب مکہ سے واپس ہوئے تو مدینہ میں معرس ابطح سے داخل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ وادی کے دامن میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ رات کا اکثر حصہ وہیں ٹھہرے۔ آپ سے کہا گیا: آپ بطحاء مبارکہ میں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا: یہ حج ہے، پھر رکاوٹیں ظاہر ہو جائیں گی۔ ان سب نے آپ کے بعد حج کیا تھا۔ سوائے زینب بنت جحش اور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے۔ انہوں نے فرمایا: نبی ﷺ کے بعد ہمیں کوئی سواری حرکت نہ دے گی۔

حج کے بعد آپ کا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنا

حضرت عامر بن سعد رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع والے سال مجھے سخت تکلیف پہنچی اور آپ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ دیکھ رہے ہیں، میں سخت تکلیف سے دو چار ہوں۔

میں مالدار آدمی ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے۔ کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: تو کیا آدھا کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: تہائی کر دو اور تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔ تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں تنگ دست چھوڑو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو مال بھی اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرو گے تو تمہیں اس میں اجر ملے گا۔ حتی کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔ (تو اس پر

بھی نیکی ملے گی) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے ساتھیوں کے بعد رہوں گا؟ آپ نے فرمایا: اگر تم رہے پھر تم نے کوئی بھی نیک عمل کیا تو تمہاری بھلائی اور رفعتِ شان میں اضافہ ہوگا۔ شاید تم باقی رہو اور تمہارے ذریعے کچھ لوگوں کو نفع ہو اور غیروں کو نقصان ہو۔ اے اللہ! میرے صحابہ کے لیے ان کی ہجرت کو جاری رکھ اور انہیں ان کی ایڑھیوں کے بل نہ لوٹا۔ لیکن حرج سعد بن خولہ کا ہوا۔ وہ مکہ میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ حضرت اسماعیل بن محمد بن اعرج رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر ایک شخص کو نائب مقرر کیا اور فرمایا: اگر سعد مکہ میں ہی فوت ہو جائے تو اسے وہاں دفن مت کرنا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا اس زمین میں آدمی کا مرنا مکروہ ہے جس سے وہ ہجرت کر جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

مرض قلب کا علاج

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ میرے پاس آئے اور میری عیادت کی۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی۔ پھر فرمایا: تمہیں دل کی تکلیف ہے۔ حارث بن کلدہ ثقفی کو بلاؤ وہ طبیب آدمی ہے۔ اسے کہو کہ مدینہ کی عجوہ کھجوروں کے سات دانے لے۔ پھر انہیں ان کی گٹھلیوں سمیت کوٹے۔ پھر ان سے تمہاری مالش کرے۔

غزوہ موتہ

اس کے امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہ، جعفر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا اکثر ذکر کرتے رہے اور آپ کو ان کے قتل کا بے حد رنج تھا۔

جب ۱۱ ہجری میں ۲۶ صفر کو سوموار کا دن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غزوہ روم کی تیاری کا حکم دے دیا۔ آپ نے انہیں جلدی کا حکم فرمایا۔ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے اور جہاد کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو وصیت

جب اگلے دن منگل کی صبح ہوئی اور صفر کی ۲۷ تاریخ تھی تو آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اے اسامہ! بسم اللہ پڑھ کر اللہ کے نام کی برکت سے چلو اور اپنے والد کی قتل گاہ تک پہنچ جاؤ۔ انہیں گھوڑوں سے روند ڈالو میں تمہیں اس لشکر پر امیر بناتا ہوں۔ اہل ابنیٰ پر صبح کے وقت اچانک حملہ کر دو اور انہیں جلا ڈالو اور جلدی چلو کہیں خبر عام نہ ہو جائے۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں کامیابی عطا فرمائی تو ان میں تھوڑا وقت ٹھہرنا اور اپنے ساتھ رہنماؤں کو لے جانا اور جاسوسوں کو آگے آگے بھیج دو اور مخبروں کو بھی۔ پھر جب بدھ کا دن ہوا اور صفر کی ۲۸ تاریخ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت خراب ہو گئی۔ آپ کی تکلیف بڑھی اور آپ بیمار ہو گئے۔ پھر جمعرات کے دن ۲۹ صفر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے انہیں جھنڈا باندھ دیا۔ پھر فرمایا: اے اسامہ! اللہ کا نام لے کر راہِ خدا میں جہاد کرو۔ ان لوگوں کو قتل کر دو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ جنگ کرو مگر دھوکہ نہ دو اور نہ ہی کسی بچے اور عورت کو قتل کرنا اور دشمن سے جنگ کی آرزو مت کرنا۔ تم نہیں جانتے شاید تمہیں ان کے ذریعے سے آزمایا جائے۔ بلکہ تم یوں دعا کرو: اے اللہ! انہیں ہماری طرف سے کافی ہو جا اور ان کی جنگ ہم سے ہٹا دے۔ پھر اگر وہ تیزی دکھاتے ہوئے اور شور مچاتے ہوئے تم سے لڑیں تو تم اطمینان اور خاموشی اختیار کرنا اور آپس میں لڑائی جھگڑا اختیار نہ کرنا۔ وگرنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ تم یوں دعا کرنا: ''اے اللہ! ہم آپ کے بندے ہیں اور وہ بھی آپ کے بندے ہیں۔ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں آپ کے قبضے میں ہیں اور آپ ہی ان پر غالب ہیں اور جان لو کہ جنت چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے تلے ہے۔ حضرت منذر بن جہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسامہ! اہلِ ابنیٰ پر اچانک حملہ کر دینا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ ابنیٰ پر صبح کے وقت حملہ کرنا اور آگ لگا دینا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے بندھے ہوئے جھنڈے لے کر نکلے اور انہیں بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ وہ انہیں لے کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جرف میں اپنے لشکر کو جمع کرنا۔ انہوں نے اس جگہ اپنا لشکر ترتیب دیا جہاں آج سقایہ سلیمان ہے۔ لوگ لشکر کی طرف نکلنے میں خوب کوشش کر رہے تھے۔ وہ اپنی حاجت سے فارغ ہو کر لشکر کی طرف نکلے اور جس نے حاجت پوری نہیں کی تھی وہ فارغ ہو رہے تھے۔ مہاجرین اولین میں سے کوئی باقی نہ بچا تھا جو اس غزوے میں شریک نہ ہوا ہو۔ حضرت عمر بن خطاب، ابو عبیدہ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص، ابو اعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم شریک تھے اور مہاجرین اور انصار کے چند جواں مرد بھی تھے۔ حضرت قتادہ بن نعمان، سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہم مہاجرین کے لوگوں نے کہا اور ان میں سب سے سخت بات عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہی کہ اس غلام کو مہاجرین اولین پر امیر بنایا جا رہا ہے۔ اس بارے میں بات بڑھ گئی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بات سنی تو کہنے والے کو جواب بھی دیا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آپ کو بتلایا تو آپ سخت ناراض ہو گئے اور باہر تشریف لائے۔ آپ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی اور چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھ گئے اور حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! یہ کیا بات ہے جو تم میں سے کسی کی طرف سے مجھ تک پہنچی ہے کہ میں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر تم میرے اسامہ کو امیر بنانے میں طعنہ دیتے ہو تو تم نے اس سے پہلے اس کے والد کو امیر بنانے پر بھی طعنہ دیا تھا۔ اللہ کی قسم! وہ بھی امارۃ کے لائق تھے اور ان کے بعد ان کا بیٹا بھی امارت کے بالکل لائق و مناسب ہے اور وہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اسی طرح یہ بھی مجھے لوگوں میں سب سے پیارا ہے۔ وہ دونوں ہر خیر کو سمیٹنے والے ہیں۔ تم بھی ان سے خیر کا معاملہ کرو۔ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہے۔ پھر آپ اتر آئے اور اپنے گھر چلے گئے۔ یہ ہفتے کا دن تھا اور ربیع الاول کی ۱۰ تاریخ تھی۔

جو مسلمان حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلنے والے تھے وہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر رہے تھے۔ ان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: لشکر اسامہ کو بھیجو۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اسامہ کو چھوڑ دیں اور وہ اپنے لشکر میں ہی ٹھہر جائیں حتیٰ کہ آپ صحت یاب ہو جائیں۔ اگر اسامہ اسی حالت میں نکلے تو وہ خود کو قابو میں نہ رکھ پائیں گے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لشکر اسامہ کو روانہ کرو۔ لوگ لشکر کی طرف چل پڑے۔ انہوں نے اتوار کی رات گزاری۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بھی اتوار کے دن پڑاؤ ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی طبیعت مزید بوجھل ہوتی گئی۔ اسی دن لوگوں نے آپ کو دوا دی تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور عورتیں بھی آپ کے ارد گرد تھیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ پر جھکے اور آپ کو بوسہ دیا۔

رسول اللہ ﷺ کوئی بات نہیں فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا۔ پھر اسے اسامہ پر پھیر دیا۔ وہ فرماتے ہیں: میں جان گیا کہ آپ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنے لشکر کی طرف لوٹ آیا۔ پھر جب سوموار کی صبح ہوئی تو وہ اپنے لشکر سے آئے اور آپ ﷺ کو کچھ افاقہ تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: آج اللہ کی برکت سے نکل جانا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو الوداع کہا اور رسول اللہ ﷺ راحت میں تھے اور آپ کو افاقہ ہو گیا۔ عورتیں آپ کی راحت کا سن کر خوشی میں اپنے بالوں کو سنوارنے لگیں۔ اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آج تو الحمد للہ آپ کو افاقہ ہے۔ آج تو خارجہ کی بیٹی کا دن ہے۔ مجھے اجازت دیجیے۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ سخ کی طرف چلے گئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہو لیے اور اپنے ساتھیوں کو لشکر کی طرف ملنے کا اعلان کر دیا۔ وہ لشکر تک پہنچے، اترے اور لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ دن خوب چڑھ آیا تھا۔ ابھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جرف سے کوچ کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا (آپ کی والدہ) کا قاصد آپ کے پاس آیا اور آپ کو اطلاع دی کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف دوڑے آئے۔ آپ کے ساتھ حضرت عمر اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ کا وصال مبارک ہو چکا تھا۔

آپ کی رحلت ۱۲ ربیع الاول سوموار کو دوپہر کے وقت ہوئی۔

مسلمان جو جرف میں لشکر میں تھے، مدینہ آنے لگے اور حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا بندھا ہوا جھنڈا لے کر آئے اور آپ ﷺ کے دروازے کے پاس اسے گاڑ دیا۔

پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو انہوں نے بریدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جھنڈا لے کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے گھر جائیں۔ وہ اسے ہرگز نہ کھولیں حتی کہ اسامہ رضی اللہ عنہ ان سے جنگ لڑلیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جھنڈا لے کر نکلا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا۔ پھر میں اسے لے کر یونہی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کی طرف نکلا۔ پھر میں اسے لے کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے گھر آ گیا۔ وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے گھر پر لگا رہا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور لشکر اسامہ کی روانگی

جب عالم عرب میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو کچھ بخت مارے اسلام سے پھر گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم اسی رخ پر جاؤ جہاں تمہیں رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا۔ لوگوں نے نکلنا

شروع کر دیا اور اپنی پہلی جگہ ہی لشکر میں اکٹھے ہو گئے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نکلے اور وہیں لشکر میں جھنڈا لے کر پہنچ گئے۔ کبار مہاجرین اولین پر یہ عمل شاق گزرا۔

چنانچہ حضرت عمر، عثمان، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن الجراح اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! عرب ہر جانب سے آپ کے مخالف ہوئے جا رہے ہیں اور آپ اس لشکر کو بھیجنے پر مصر ہیں۔ آپ انہیں مرتدین کے لیے اکٹھا کیجیے اور ان کے مقابلے میں لائیے۔ ہمیں خوف ہے کہ کہیں مدینہ پر اچانک حملہ نہ ہو جائے اور وہاں تو بچے اور عورتیں ہیں۔ اگر آپ غزوہ روم کو تھوڑا موخر کر لیں۔ حتی کہ اسلام کچھ مضبوط ہو جائے اور مرتدین اسلام کی طرف لوٹ آئیں یا تلوار ان کا صفایا کر دے۔ پھر اس وقت آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیجیے گا۔ ہمیں رومیوں کی طرف سے حملے کا کوئی ڈر نہیں ہے۔

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سب کی پوری بات سن لی تو فرمایا: کیا تم میں سے کوئی مزید کچھ کہنا چاہتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ نے ہماری بات سن لی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر مجھے خیال ہو کہ درندے مجھے مدینہ میں آ کر کھائیں گے تو بھی میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں اور میں اس کا آغاز کرنے میں پہلا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے: جیش اسامہ کو روانہ کرو۔ لیکن اتنی بات میں اسامہ سے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ضرور کروں گا کہ وہ انہیں چھوڑ جائیں اور وہ ہمارے پاس رہیں۔ ہمیں ان کی بہت ضرورت ہے۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا اسامہ رضی اللہ عنہ ایسا کریں گے یا نہیں۔ اللہ کی قسم! اگر ان کی رائے ہو تو میں اسے ناپسند نہیں کروں گا۔ اب لوگوں نے پہچان لیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چل کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی طرف ان کے گھر گئے اور ان سے بات کی کہ عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ جائیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنی دلی رضامندی سے اجازت دے دی ہے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اور وہ نکل پڑے اور اپنے منادی کو یہ اعلان کرنے کو کہا: میری طرف سے یہ لازم ہے کہ کوئی بھی لشکر اسامہ سے پیچھے نہ رہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تیار کیا گیا تھا وہ سب جائیں۔ میرے پاس جو شخص بھی ایسا لایا گیا جس نے ان کے ساتھ نکلنے میں سستی کی تو میں پیدل چل کر اسے ان کے ساتھ ملاؤں گا۔ انہوں نے ان مہاجرین کی طرف بھی پیغام بھیجا جنہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے بارے میں بات کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ان پر ناراض ہوئے اور انہیں بھی نکالا۔ چنانچہ لشکر سے ایک انسان بھی پیچھے نہ رہا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کو دعا دی۔ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ مقام جرف سے اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہونے لگے، جن کی تعداد ۳ ہزار تھی اور ان میں ایک ہزار گھوڑے تھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں چلتے رہے۔ پھر یہ دعا دی: میں تمہارے دین، امانت اور عمل کے خاتمے کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے وصیت کرتے ہوئے سنا: سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نافذ کرنا۔ میں تمہیں اس کا حکم نہیں

دے رہا اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ میں تو صرف رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کر رہا ہوں۔

چنانچہ وہ تیزی سے نکلے اور ان شہروں سے گزرتے ہوئے چلتے گئے جنھوں نے ابھی اسلام سے منہ نہیں موڑا تھا۔ یعنی قضاعہ کے جہینہ وغیرہ۔

جب آپ وادیٔ قریٰ میں پہنچے تو آپ بنو عذرہ کے اپنے ایک جاسوس کے پاس آئے جن کا نام حریث تھا۔ وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر ان کے آگے آگے اگلے دن ہی ابنیٰ تک پہنچ گئے۔ انہوں نے وہاں دیکھا اور راستے سے ہی واپس ہو لیے اور جلدی لوٹ آئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ملے۔ ابھی رومیوں تک پہنچنے میں دو راتوں کی مسافت باقی تھی۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ لوگوں کو ابھی کوئی علم نہیں اور نہ ان کا کوئی لشکر ہے اور انہیں کہا کہ جلدی چلیں کہیں لشکر اکٹھے نہ ہو جائیں اور یہ کہ ان پر اچانک حملہ کر دیں۔

حضرت منذر بن جہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو محمد! میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ آپ ﷺ تمہارے والد کو یہ وصیت کر رہے تھے کہ انہیں اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ اسے قبول کر لیں تو انہیں اختیار دینا کہ چاہیں تو اپنے شہروں میں ٹھہرے رہیں اور دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہو جائیں۔ پھر ان کے لیے مالِ غنیمت وغیرہ میں سے کچھ نہیں ہوگا۔ مگر جب کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں اور چاہیں تو وہ دار الاسلام منتقل ہو جائیں تو ان کے لیے بھی وہ سب ہوگا جو مہاجرین کے لیے ہے اور ان پر وہ سب احکام لاگو ہوں گے جو مہاجرین پر لاگو ہیں۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے میرے والد کو اسی طرح وصیت فرمائی تھی مگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا ہے اور یہ آپ کا مجھ سے آخری عہد ہے کہ میں جلدی چلوں اور خبر پہنچانے والوں سے بھی آگے بڑھ جاؤں اور دعوت دیے بغیر ان پر اچانک حملہ کر دوں اور انہیں جلا ڈالوں اور بستیاں ویران کر دوں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کا حکم سن لیا اور اسی کی اطاعت ہوگی۔

پھر جب وہ رومیوں کی طرف پہنچے اور انہیں دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو تیار کیا اور فرمایا: ان پر اچانک حملہ کر دو اور پیچھا کرنے سے گریز کرنا اور بکھرنا مت۔ اکٹھے ہو کر رہنا اور آواز پست رکھنا اور اپنے دل میں اللہ کا ذکر کرنا اور اپنی تلواریں ننگی رکھنا اور ان لوگوں پر چلاتے رہنا جو تمہارے سامنے آئیں۔ پھر انہوں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ نہ کوئی کتا بھونکا اور نہ کسی نے حرکت کی اور نہ ہی لوگوں کو علم ہوا کہ انہوں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا ہے۔ ان کا شعار ''یا منصورُ امت'' تھا۔ جو سامنے آیا قتل ہو گیا اور جو قابو میں آیا قید ہو گیا۔ انہوں نے ان کے بازاروں میں آگ لگا دی۔ ان کے گھر اور کھیتیاں اور نخلستان جلا ڈالے۔ دھوئیں کے بادل چھا گئے اور گھڑ سوار ان کے صحنوں میں اتر آئے۔ وہ کسی کے پیچھے نہیں بھاگے۔ صرف قریب والوں پر حملہ کیا وہ پورا دن وہ مالِ غنیمت سمیٹتے تھک گئے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے اسی گھوڑے پر نکلے تھے جس پر غزوہ موتہ میں ان کے والد قتل ہوئے۔ اس کا نام سبحہ تھا۔

انہوں نے اس حملے میں اپنے والد کے قاتل کو بھی مار ڈالا۔ انہیں قیدیوں میں سے کسی نے بتلایا تھا۔

انہوں نے گھوڑے کو دو حصے دیے اور اس کے مالک کو ایک حصہ۔ اپنے لیے بھی انہوں نے اسی طرح لیا۔ جب شام ہوئی تو انہوں نے لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ حریث عذری رہبر آپ کے آگے آگے چلا۔ انہوں نے وہی راستہ اختیار کیا جس سے وہ آئے تھے۔ انہوں نے رات بھر سفر کیا، حتی کہ ان بستیوں سے کافی دور نکل آئے۔ پھر شہروں کو طے کرتے ہوئے ۹ راتوں میں وادی قریٰ پہنچ گئے۔ پھر اس کے بعد عام چال چلے اور مدینہ آ گئے۔ مسلمانوں میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

یہ بات ہرقل کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنے جرنیلوں کو بلایا اور کہا: یہ وہی ہے جس سے میں نے تمہیں ڈرایا تھا۔

مگر تم نے میری بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ عرب ایک ماہ کی مسافت طے کر کے تم پر اچانک حملہ آور ہوئے۔ پھر اسی وقت چلے گئے اور انہیں زخم بھی نہیں آیا۔

اس کے بھائی نے کہا: میں کھڑا ہوتا ہوں اور میں ایک لشکر کو بھیجتا ہوں جو بلقاء میں رہے گا۔ پھر اس نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر اپنے ہی ایک ساتھی کو امیر بنا دیا۔ وہ وہیں رہے حتی کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں شام کی طرف لشکر آئے۔

کہتے ہیں: واپسی پر کشکث (بستی) کے لوگ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے راستے میں حائل ہوئے۔ وہ اپنے باپ کی خاطر رکاوٹ بنے تھے۔ انہوں نے ایک جانب سے حملہ کر دیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر ان پر حملہ کر دیا اور کامیاب ہوئے۔ انہیں بھی جلا ڈالا اور ان کے اونٹوں کو ساتھ لے لیا۔ ان کے دو آدمی قید ہوئے۔ انہیں باندھ لیا اور باقی بھاگ گئے۔ وہ انہیں مدینہ لے کر آئے اور ان کی گردنیں اتار دیں۔ حضرت ابوبکر بن یحییٰ بن نفرح نے اپنے والد سے نقل کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وادئ قریٰ سے خوشخبری دے کر بھیجا کہ مسلمان صحیح سالم ہیں اور انہوں نے دشمن پر اچانک حملہ کیا اور فتح یاب ہوئے۔ جب مسلمانوں نے ان کے آنے کی خبر سنی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہاجرین میں نکلے اور مدینہ والے بھی نکلے حتی کہ بچے بھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سلامتی کی خوشی میں نکلے اور ان کے ساتھ والے مسلمانوں کی سلامتی کی خوشی میں۔

وہ اس دن اپنے سبحہ نامی گھوڑے پر مدینہ میں داخل ہوئے۔ گویا وہ گھوڑا کسی کانٹے دار جھاڑیوں سے نکلا ہو۔ انہوں نے زرہ پہن رکھی تھی اور ان کے آگے جھنڈا تھا۔ جسے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔ حتی کہ وہ مسجد تک پہنچے۔ پھر اندر گئے اور دو رکعت ادا کیں اور اپنے گھر لوٹ گئے۔ جھنڈا ان کے ساتھ ہی تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ یکم ربیع الثانی ۱۱ ہجری کو جرف سے روانہ ہوئے تھے۔ پھر ۳۵ دن غائب رہے۔ ۲۰ دن جاتے ہوئے اور ۱۵ دن واپسی پر۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت

حضرت محمد بن حسن بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اپنے گھر والوں سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر ۱۹ برس تھی۔ آپ ﷺ نے قبیلہ طے کی ایک عورت سے ۱۵ سال کی عمر میں ان کی شادی کر دی تھی۔ مگر اس سے نبھانہ ہوسکا۔ پھر انہوں نے دوسری شادی کی اور آپ کی زندگی میں ہی ان کی اولاد بھی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے رخصتی کے موقع پر ان کی دعوتِ ولیمہ بھی کی۔

حضرت یزید بن حصیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا رنگ سیاہ تھا۔ وہ انہیں لے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! اگر یہ لڑکی ہوتی تو کوئی اس سے منگنی نہ کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ ان شاء اللہ اس کے لیے چاندی کے دو طبق ہوتے اور دو بالیاں ہوتیں اور اسے لوگوں پر حلقہ بنا دیا جاتا گویا وہ سونا ہے۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک زخم آیا تھا جب وہ شروع میں مدینہ آئے تھے۔ وہ بچے تھے اور ان کی ناک منہ پر بہتی رہتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے کراہت ہوتی۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ آئے اور ان کا چہرہ دھویا، پھر اسے چوما۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس کے بعد انہیں کبھی اپنے سے دور نہیں کرتی تھی۔

حضرت محمد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ گر پڑے اور ان کے چہرے پر سخت زخم آیا۔ رسول اللہ ﷺ خون چوس رہے تھے اور تھوک رہے تھے۔

حضرت یحییٰ بن جعدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، جبکہ وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے کوئی چیز صاف کر رہی تھیں۔ گویا وہ کراہت کر رہی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جھڑکا۔ فرماتی ہیں: پھر میں نے کبھی ان سے کراہت نہیں کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجزز مدلجی نے حضرت زید اور اسامہ رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا۔ ان پر چادر تھی۔ وہ لیٹے ہوئے تھے اور اپنے سر اور ٹانگیں ڈھانپ رکھی تھیں۔ اس نے کہا: یہ پاؤں ایک دوسرے کا جزو ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے مشابہت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی ننگے بدن نہیں دیکھا۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک غزوے سے فتح یاب ہو کر لوٹے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی آواز سنی تو ننگے بدن ہی اپنے کپڑے کو کھینچتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو بوسہ دیا۔

حضرت ابو حویرث اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے شادی کر لو۔ وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہوں گے۔ انہوں نے اسے پسند نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (سورۃ الاحزاب: ۳۶)

''اور کسی مومن مرد اور عورت کے لیے جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں، اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے معاملات خود حل کریں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلا گمراہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے کتاب المغازی مکمل ہوگئی ہے۔

والحمد للہ علی ذالك

مکتبہ رحمانیہ
اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
فون:042-37224228-37355743